جدید نظرثانی شدہ ایڈیشن

تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله رواه مشكوة وموطا

روضة الطالبين

في حل

زاد الطالبين

مؤلف: مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمہ اللہ

ترجمہ و تشریح

محمد حسین صدیقی

استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

زمزم پبلشرز

جدید نظرثانی شدہ ایڈیشن

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ (موطا، مشکوۃ)

روضۃ الطالبین

فی حل

زاد الطالبین

مؤلف: مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمہ اللہ

ترجمہ و تشریح

محمد حسین صدیقی

استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد۔ اردو بازار۔ کراچی

فون: ۲۷۲۵۶۷۳

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام ـــــــ روضۃ الطالبین مع زاد الطالبین جدید نظرثانی شدہ ایڈیشن

تاریخ اشاعت ـــــــ اپریل ۲۰۱۲ء

صفحات ـــــــ ۵۴۸

باہتمام ـــــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــــ زمزم پبلشرز کراچی

ZAM ZAM PUBLISHERS

شاہ زیب سینٹرز د مقدس مسجد، اردو بازار کراچی

فون: 0092-21-32729089

فیکس: 0092-21-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- مکتبہ دار الھدیٰ، اردو بازار کراچی۔
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

Darul Uloom Zakaria
P.O. Box 10786, Lenasia
1820 Gauteng
South Africa

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park London E12 5QA
Phone: 020-8911-9797

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
U.K
Tel/Fax : 01204-389080

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۱۵۵	(۸۴) متقی آدمی کے پاس مال ہونے میں کوئی حرج نہیں ....
۱۵۷	**الجملۃ الاسمیۃ التی دخلت علیھا حرف "انّ":** ....
۱۵۷	(۸۵) بعض بیان جادو کی طرح اثر کرتے ہیں ....
۱۵۸	(۸۶) بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے ....
۱۶۰	(۸۷) بعض علم بھی جہل ہیں ....
۱۶۱	(۸۸) آدمی کی باتیں اس پر وبال ہیں ....
۱۶۲	(۸۹) ریا کی علامت وعلاج ....
۱۶۴	(۹۰) نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے دور ہو ....
۱۶۵	(۹۱) مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے ....
۱۶۷	(۹۲) اولاد بخل اور بزدلی کا سبب بن جاتی ہے ....
۱۶۸	(۹۳) سچ اطمینان کا اور جھوٹ بے اطمینانی کا باعث ہے ....
۱۶۹	(۹۴) اللہ جمال کو پسند کرتا ہے ....
۱۷۰	(۹۵) ہر تیزی کے لئے سستی ہوتی ہے ....
۱۷۱	(۹۶) روزی آدمی کو موت کی طرح تلاش کرتی ہے ....
۱۷۳	(۹۷) شیطان آدمی میں خون کی طرح دوڑتا ہے ....
۱۷۴	(۹۸) میری امت کی آزمائش مال میں ہے ....
۱۷۵	(۹۹) غائبانہ دعا جلدی قبول ہوتی ہے ....
۱۷۶	(۱۰۰) گناہوں کے سبب آدمی رزق سے محروم ہوجاتا ہے ....
۱۷۸	(۱۰۱) اس وقت تک آدمی نہیں مرتا جب تک اپنا رزق پورا نہ کرے ....
۱۸۰	(۱۰۲) صدقہ اللہ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے ....
۱۸۲	(۱۰۳) آدمی کی فضیلت دوسرے پر تقویٰ کے ساتھ ہے ....
۱۸۳	(۱۰۴) اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں بلکہ اعمال کو دیکھتا ہے ....
۱۸۵	(۱۰۵) مسلمان کے ساتھ بشاشت کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے ....
۱۸۶	(۱۰۶) اللہ کے ہاں مقرب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے ....
۱۸۷	(۱۰۷) سود کی مذمت ....

صفحہ	عنوان
۲۶۱	(۱۵۴) جو پہلے سلام نہ کرے اس کو اجازت مت دو ....
۲۶۳	(۱۵۵) سفید بالوں کو نہ اکھیڑو ....
۲۶۴	(۱۵۶) دنیا سے بے رغبتی کرو خدا محبت کرنے لگے گا ....
۲۶۵	(۱۵۷) لوگوں کے پاس جو ہے اس سے بھی زہد کرو ....
۲۶۶	(۱۵۸) دنیا میں مسافر کی طرح رہو ....
۲۶۸	(۱۵۹) جائیداد مت بناؤ ....
۲۶۹	(۱۶۰) مزدور کو مزدوری کام کے ختم ہونے پر فوراً ادا کرو ....
۲۷۰	(۱۶۱) ڈاڑھی رکھو اور مونچھوں کو کٹواؤ ....
۲۷۲	(۱۶۲) لوگوں کو بشارت سناؤ اور نرمی کا معاملہ کرو ....
۲۷۴	(۱۶۳) بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو ....
۲۷۵	(۱۶۴) مرغ کو برامت کہو ....
۲۷۶	(۱۶۵) غصہ کی حالت میں قاضی فیصلہ نہ کرے ....
۲۷۷	(۱۶۶) ناز ونعمت کی زندگی سے بچنا چاہئے ....
۲۷۹	(۱۶۷) سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کتے کی طرح نہیں پھیلانا چاہئے ....
۲۸۰	(۱۶۸) مُردوں کو برا کہنا منع ہے ....
۲۸۱	(۱۶۹) سات سال کی عمر سے اپنی اولادوں کو نماز کا حکم دو ....
۲۸۳	(۱۷۰) قرآن کی حفاظت کرو ....
۲۸۵	(۱۷۱) مظلوم کی بددعا سے اپنے آپ کو بچاؤ ....
۲۸۷	(۱۷۲) قبروں کے اوپر بیٹھنا منع ہے ....
۲۸۹	(۱۷۳) چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو ....
۲۹۰	(۱۷۴) اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنا منع ہے ....
۲۹۱	(۱۷۵) جانوروں کی پشت کو منبر بنانا منع ہے ....
۲۹۲	(۱۷۶) کسی جاندار کو باندھ کر نشانہ بنانا منع ہے ....
۲۹۳	(۱۷۷) دو آدمیوں کے درمیان بیٹھنا منع ہے ....
۲۹۴	(۱۷۸) صدقہ دینے میں جلدی کرو ....

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۳۶۱	(۲۲۷) تنگ دست کو معاف کرنے والا قیامت کے دن اللہ کے سایہ کے نیچے ہوگا
۳۶۲	(۲۲۸) نبی کی طرف غلط احادیث منسوب کرنے والا جہنمی ہے
۳۶۳	(۲۲۹) علم دین کے حصول کے لئے گھر سے نکلنے کی فضیلت
۳۶۴	(۲۳۰) سات سال تک اذان دینے والا جہنم سے بری ہوجاتا ہے
۳۶۶	(۲۳۱) جمعہ چھوڑنے والا شخص منافق ہوجاتا ہے
۳۶۷	(۲۳۲) جہاد کی تمنا بھی نہ کرنے والا منافق مرتا ہے
۳۶۹	(۲۳۳) جو شخص روزہ کی حالت میں لغویات کو نہ چھوڑے اس کو روزہ کا ثواب نہیں ملتا
۳۷۰	(۲۳۴) دنیا میں جھوٹی عزت پانے والے قیامت میں ذلیل ہوں گے
۳۷۱	(۲۳۵) لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے علم حاصل کرنے والا جہنمی ہے
۳۷۳	(۲۳۶) دنیا کے لئے علم حاصل کرنے والا جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا
۳۷۵	(۲۳۷) جو نجومی کے پاس جائے اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی
۳۷۶	(۲۳۸) اللہ کا نام لے کر جو شخص پناہ مانگے اس کو پناہ دو
۳۷۸	(۲۳۹) جو شخص جو برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روک دے
۳۸۰	(۲۴۰) جو ادا کرنے کی نیت سے قرض لے تو اللہ اس سے ادا کروادیتے ہیں
۳۸۱	(۲۴۱) جو رمضان کا روزہ نہ رکھے تو تمام عمر کا روزہ اس کا بدلہ نہیں بن سکتا
۳۸۳	(۲۴۲) روزہ دار کے افطار کروانے والے کو ثواب ملتا ہے
۳۸۴	(۲۴۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی ہی اطاعت ہے
۳۸۶	(۲۴۴) جو کسی کی زمین کا کوئی حصہ ناحق لے لے قیامت میں اس کو اس میں دھنسایا جائے گا
۳۸۸	(۲۴۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے والا حقیقت میں نبی کو ہی دیکھتا ہے
۳۹۰	(۲۴۶) جو دعویٰ کرے جو اس میں نہیں تو وہ جہنم میں جائے گا
۳۹۲	(۲۴۷) روزہ رکھنے والے کے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں
۳۹۴	(۲۴۸) بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہئے
۳۹۶	(۲۴۹) قاضی کو گویا بغیر چھری کے ذبح کیا جاتا ہے
۳۹۷	(۲۵۰) اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا شرک ہے
۳۹۸	(۲۵۱) مہمان کا اکرام کرنا چاہئے

صفحہ	عنوان
۴۰۰	(۲۵۲) عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنے پر پوری رات عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے ....
۴۰۱	(۲۵۳) آدمی کا نسب اس کے کام نہیں آئے گا........................
۴۰۳	(۲۵۴) حاجی گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے گویا اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے ....
۴۰۵	(۲۵۵) شہادت کی تمنا پر شہید کا ثواب ملتا ہے........................
۴۰۶	(۲۵۶) اللہ کے راستہ کے لئے گھوڑا پالنے والے کی قیامت کے دن ہر چیز تولی جائے گی ....
۴۰۸	(۲۵۷) جس شخص کے بال ہوں وہ ان کو اچھی طرح رکھے........................
۴۰۹	**نوع آخر منه**:........................
۴۰۹	(۲۵۸) نیکی اچھی لگے اور برائی بری تو وہ شخص مؤمن ہے ....
۴۱۱	(۲۵۹) نااہل کے جب کام سپرد ہوجائے تو قیامت کا انتظار کرو........................
۴۱۲	(۲۶۰) کسی ایک کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی کرنا منع ہے........................
۴۱۴	(۲۶۱) آدمی کی موت جہاں مقدر ہے وہ وہاں ہی مرتا ہے........................
۴۱۶	(۲۶۲) شوربہ میں پانی ڈال کر ہمسایہ کا خیال رکھو........................
۴۱۷	(۲۶۳) شرافت کے کاموں کو دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے ....
۴۱۸	(۲۶۴) وضو میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خیال رکھنا چاہئے ....
۴۱۹	(۲۶۵) کھانا کھاتے وقت جوتے اتار دینے چاہئیں ....
۴۲۱	(۲۶۶) آدمی جب بے حیاء ہوجائے تو جو جی چاہے کرے ....
۴۲۲	(۲۶۷) کھانا داہنے ہاتھ سے کھانا چاہئے ....
۴۲۳	(۲۶۸) مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت پڑھنی چاہئے ....
۴۲۴	(۲۶۹) جس کام میں شرافت نہ ہو اس کو بائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے ....
۴۲۶	(۲۷۰) مسافر رات کو گھر میں نہ جائے ....
۴۲۷	(۲۷۱) مریض کو تسلی دینا چاہئے ....
۴۲۸	ذکر بعض المغیبات التی أخبر بها النبی وظهرت بعد وفاته صلوات اللّٰه تعالیٰ و سلامه علیه: .....
۴۲۸	(۲۷۲) ایک جماعت حق پر قیامت تک جمی رہے گی........................
۴۳۰	(۲۷۳) قرب قیامت کے جھوٹے اور مکار لوگ ....
۴۳۲	(۲۷۴) قیامت کے قریب لوگ جھوٹی قسم کھانے میں ایک دوسرے سے سبقت کریں گے ....

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۴۹۳	حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات ....
۴۹۴	⑮ آداب سفر کی تعلیم ....
۴۹۵	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات ....
۴۹۶	⑯ نجات آخرت کا ذریعہ ....
۴۹۷	حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات ....
۴۹۸	⑰ موذی جانور کو مارنے کا حکم ....
۴۹۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات ....
۵۰۰	⑱ ایمان واسلام کا فقہی اصول ....
۵۰۱	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات ....
۵۰۲	⑲ قرضہ اچھی طرح ادا کرنے کا حکم ....
۵۰۳	حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات ....
۵۰۴	⑳ کیا عورت کا بھی مرد سے پردہ ہے؟ ....
۵۰۵	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات ....
۵۰۶	㉑ حضرت سلیمان علیہ السلام کا عجیب فیصلہ ....
۵۰۸	㉒ سواری پر آگے بیٹھنے کا حق اس کے مالک کا ہی ہے ....
۵۱۰	㉓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز مزاح ....
۵۱۱	㉔ تین قیمتی نصیحتیں ....
۵۱۲	حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات ....
۵۱۳	㉕ آداب مسجد ....
۵۱۵	㉖ برکت والا پانی ....
۵۱۶	حضرت طلق رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات ....
۵۱۷	㉗ بہترین کلمات ....
۵۱۸	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات ....
۵۱۹	㉘ حقوق العباد کی ادائیگی کی اہمیت ....
۵۲۰	㉙ قیمتی نصیحتیں ....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

زادالطالبین حضرت مولانا عاشق الٰہی برنی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی وہ کتاب ہے جو علم حدیث کا ایک ایسا بیش بہا سرمایہ ہے جس سے متعدد لوگوں کی اصلاح ہوئی۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے ذکاوت طبع وذہن رسا اور وقار کا وہ جوہر مرحمت فرمایا ہے جس کے ساتھ تفقہ فی الدین اور تبحر فی العلم کے ساتھ اللہ نے امت کا غم بھی عطاء فرمایا ہے، اس لئے ان کی اکثر کتابیں اصلاحی ہوتی ہیں اور ان کی تحریر میں ایک قسم کا درد ہوتا ہے جس کے پڑھنے کے بعد آدمی کے دل پر اثر ہوتا ہے، بقول شاعر:

در حقیقت ہیں زمانہ میں وہی خوش تقدیر
نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار

اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے "روضۃ الطالبین" کی تکمیل کی توفیق عطاء فرمائی، اس کے لئے اللہ کا جتنا شکر ادا کریں اتنا کم ہوگا، حدیث کی اس کتاب کی شرح کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور یہ طلباء اور عام لوگوں میں بے حد مقبول ہوئی چند ہی ماہ میں پہلی طبع ختم ہوگئی، اور پھر چاروں طرف سے طبع ثانی کا مطالبہ شروع ہوگیا۔

دوسری طرف حضرت مولانا عاشق الٰہی البرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی لوگوں کے سامنے اس شرح کی بہت ہی تعریف فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی، اور حکم بھی فرمایا کہ کتاب کو دوبارہ شائع کیا جائے اس کے لئے انہوں نے اپنی زندگی کے حالات تحریر کروائے اور حکم فرمایا کہ طبع ثانی کے وقت اس کو بھی شامل کرلیا جائے، تاکہ جب وفاق کے امتحان میں مصنف کے بارے میں سوال کیا جائے تو طلباء کے سامنے پہلے سے وہ حالات ہوں، اب طبع ثانی میں ان حالات کو بھی شامل کیا جارہا ہے۔

کتاب کے پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا کہ احادیث کی تشریح وغیرہ میں زیادہ صرف ونحو علم معانی وبیان کے علمی نکات بیان کرنے اور شوکت الفاظ عبارت آرائی وغیرہ کے تکلفات سے عمداً اجتناب کیا گیا ہے، کیونکہ عموماً ان چیزوں کے پیچھے آدمی لگ کر احادیث کی اصل روح کھو بیٹھتا ہے۔

ان احباب کا شکریہ ادا کرنا میں واجب سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل میں کسی قسم کا بھی تعاون فرمایا ہو، خاص طور پر مولانا اشرف قریشی مدرس دارالعلوم کورنگی، مولانا ارشاد صاحب، مولانا جاوید الرحمٰن صاحب سابق مدرس جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، حافظ محمد ثانی صاحب اور مولانا ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب سب ہی کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں بہترین

بدلہ عطاء فرمائے۔

آخر میں اللہ جل شانہ سے دست بدعا ہوں کہ اس شرح سے قیامت تک کے لوگوں کو نفع بخشے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بجا طور پر مستفید کرے اور اس کام کو اپنی رضا اور پسندیدگی سے نوازے اور میرے لئے میرے متعلقین کے لئے اس کو مغفرت کا ذریعہ بنائے۔

فضل وہنر بڑوں کے گر تم میں ہوں تو جانیں
گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

محمد حسین صدیقی

اُستاذ جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

جذبات تشکر

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم مدظلہم

شیخ الحدیث ومدیر جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب برنی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ہمارے اکابر میں سے ہیں ان کے قلم سے بیسیوں علمی، تحقیقی، اور اصلاحی کتابیں نقل کی جاچکی ہیں، طویل عرصہ تک تدریس سے منسلک رہے ہیں جس کی وجہ سے مروجہ نصاب تعلیم کے حسن وقبح پر ان کی گہری نظر ہے، انہوں نے ''زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین'' کے نام سے ایک مختصر کتاب لکھی تھی اس کتاب کے کئی فائدے واضح طور پر محسوس کئے گئے، ایک تو یہ کہ ابتدائی درجات ہی سے طلباء کو ذوق ہوجاتا ہے اگرچہ باقاعدہ کتب حدیث دیر سے شروع ہوتی ہیں، دوسرا یہ کہ چھوٹے چھوٹے اور پرکشش جملے بہت جلد طلباء کی زبان پر چڑھ جاتے ہیں اور ازبر ہوجاتے ہیں، تیسرا فائدہ یہ کہ چونکہ احادیث فکری اور عملی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے تہذیب افکار، اصلاح عقائد، تطہیر اخلاق، اور تزکیہ نفوس میں بھی معاون ثابت ہوگی، چوتھا فائدہ یہ کہ اس کتاب سے نحوی اور لغوی قواعد کا اجراء ہوجاتا ہے جس سے ذہنوں میں وسعت اور فن میں پختگی آجاتی ہے اور طالب علم ایک محدود دائرے میں محبوس نہیں رہتا اور اس کے سامنے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ فنی قواعد کی رعایت صرف عربی شعراء کے کلام میں ہی نہیں ہے بلکہ ان سے معلم انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث ادب اور لغت، نحو اور صرف ہی نہیں معانی اور بیان، نفسیات اور اخلاقی علوم اور معارف کا خزینہ ہیں ان گوناں گوں فوائد کے پیش نظر اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، چنانچہ ہندوپاک کے بے شمار مدارس میں یہ نصاب میں داخل ہے، وفاق المدارس نے بھی اسے اپنے نصاب میں شامل کر رکھا ہے، اس کی شرح کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔

میرے لئے انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ اس دیرینہ ضرورت کو ہمارے جامعہ بنوریہ کے ایک محترم استاذ نے پورا کیا، مولانا محمد حسین صاحب جامعہ بنوریہ کے قدیم اساتذہ میں سے ہیں انہوں نے بڑی محنت اور توجہ سے ''روضۃ الطالبین'' کے نام سے اس کتاب کی شرح لکھی جس میں احادیث کی تخریج، نحوی ترکیب، لغوی تحقیق، اور احادیث کا ترجمہ کرکے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگادیئے۔

میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو مزید علمی اور تحقیقی تالیف کی توفیق مرحمت فرمائے اور ان کی اس شرح کو قبولیت سے نوازے۔ آمین

دعاگو خیر وبرکت
محمد نعیم عفی عنہ

کلماتِ تبرک

استاذ محترم حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ

مدیر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، خصوصا على سيدنا محمد المصطفى وعلى آله وصحبه ما شفى وكفى.

امابعد! دین اسلام کو اللہ جل شانہ نے امت محمدیہ کے لئے پسند فرمایا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امت میں مبعوث فرما کر اللہ جل شانہ نے اس امت کو مزید اعزاز بخشا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی ہدایت رہنمائی اور آخرت کی کامیابی کے لئے ایک ایک لمحہ صرف کیا، ان کی دنیا وآخرت کی کامیابی کا کوئی راستہ ایسا نہ چھوڑا جس تک ان کی رہنمائی نہ کی ہو، تعلیم دین کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تن من دھن کی بازی لگائی اور جان و مال ملک وطن سب کو قربان کیا، راحت وآرام کی قطعاً پرواہ نہ کی، اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فصاحت وبلاغت اور اعجاز بیانی عطاء فرمایا تھا اس کا نمونہ آپ کے ارشادات میں نمایاں نظر آتا ہے، ان کی فصاحت وبلاغت کی تہہ تک انسان کا پہنچنا مشکل ہے، علماء کرام نے ان کلمات ہدایت کی شرح وتفصیل اور ان کے اسرار ورموز کے بیان کرنے اور نکات کے حل میں اپنی زندگیاں خرچ کیں اور اپنا نام خوش نصیبوں میں لکھوایا۔

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی البرنی مدظلہ بھی ان خوش نصیب اشخاص میں سے ہیں جن کی زندگی خدمت دین اور جن کے شب وروز اصلاح امت اور دین کی فکر میں صرف ہوتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت اور عشق نے انہیں اس دیار مقدس کا باشندہ اور ریاض الجنہ سے باطن کو سکون پہنچانے اور روضہ اقدس پر حاضری کی سعادت سے مالا مال ہونے کا زریں موقعہ عطا فرمایا ہوا ہے موصوف نے "مشکاۃ المصابیح" کی احادیث مبارکہ سے طلبہ کے فائدہ کے لئے مختصر مختصر سی ایسی احادیث کا انتخاب فرمایا واقعی کتاب طلبہ کے لئے بہتریں توشہ آخرت، ذریعہ نجات اور علم میں اضافہ کا ذریعہ ہے، جن کا پڑھنا روح کو سکون، دل کو اطمینان اور علم کو جلا بخشتا ہے، احادیث مبارکہ کی اپنی برکت اور مؤلف کے اخلاص نے اس میں چار چاند لگادیئے۔

اللہ تعالیٰ نے خدمت حدیث کی سعادت کا کچھ حصہ اس کتاب میں ان کے بعد والوں کے لئے بھی رکھا تھا جسے جناب مولانا محمد حسین صاحب مدظلہ نے اپنی محققانہ شرح ترکیب اور تخریج کے ذریعہ حاصل کرلیا، اللہ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور دونوں جہاں کی کامیابی کا ذریعہ بنائے اور ان سے مزید دین کی خدمت لے اور اس خدمت حدیث کو فاتحہ خیر بنائے اور طلبہ علم کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

کتبہ محمد حبیب اللہ مختار

تاثرات

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد طاہر الرحیمی المدنیؒ

الحمد لولیه واصلی واسلم علی نبیّه صاحب جوامع الکلم وعلی آله وأصحابه البررة والکرام

امابعد! ناچیز نے جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا کراچی کی حاضری وزیارت کے پرسعادت موقع پر جامعہ ھذا کے استاذ مولانا محمد حسین صاحب کی مؤلفہ کتاب "روضة الطالبین شرح زادالطالبین" کا جستہ جستہ مقامات سے استفادہ کیا، خدمت حدیث نبوی تقریب خداوندی وقرب نبوی وحاضری وزیارت حرمین شریفین کا اعلیٰ وارفع باعث وذریعہ ہے، میں مولانا موصوف کو اس کامیاب خدمت حدیث پر دلی تبریک وتحسین پیش کرتا ہوں، جس طرح باغیچہ متعدد انواع کے پھولوں اور بیل بوٹوں کی عجیب وغریب مرکب مہک وخوشبو پر مشتمل وحاوی ہوتا ہے اسی طرح یہ روضہ بھی طلباء ومستفیدین وناظرین کے لئے ہمہ نوعی وکل جہتی مضامین حدیثہ مثلاً ترجمہ، تشریح ترکیب اور تخریج کی ایمان افروز اور روحانی وعلمی مہک کا جامع وسرچشمہ ثابت ہوگا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ جناب مؤلف ممدوح زاداللہ حسن افادتہ کی اس مخلصانہ کوشش کو سعی مشکور کا مصداق بنا کر طلباء وعلماء حدیث کے لئے اس مجموعہ کو مفید ونافع وموجب تسہیل بنائے۔

آمین رب العالمین بجاہ سید المرسلین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ والحمد لله رب العالمین

فقط

المخطئ العاثر المقصر محمد طاهر الرحیمی المدنی

(طهّرنی الله من ذنوبی وآثامی نزیل کراتشی باکستان)

۲۰ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ موافق ۲۰ اگست ۱۹۹۲ء یوم الخمیس

کلماتِ تبرک

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزئی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے اور قیامت تک اس کی حفاظت خود فرمائیں گے، دین کی دو بنیادیں ہیں جس طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے کہ ''ترکت فیکم امرین'' (الحدیث) گویا قرآن وحدیث ہی پر دین قائم ہے اور اس کی حفاظت دین کی حفاظت اور اس کی خدمت دین کی خدمت ہے البتہ کچھ علوم ایسے ہیں کہ جو قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں ان علوم میں سے علم ادب بھی جو بذات خود کئی علوم کا مجموعہ ہے نحو، صرف، معانی، بلاغت، وغیرہ سب علوم اس میں شامل ہیں۔

ہمارے ہاں عام طور پر علم صرف، نحو، اور علم ادب کی تعلیم وتعلّم کے لئے قرآن وحدیث کی مثالوں سے کام نہیں لیا جاتا، جب کہ بعض لوگ تو علم ادب کو قرآن وحدیث سے الگ اور بالاتر تصور کرتے ہیں، حالانکہ ادب عربی کو سیکھنے سکھانے کا اس کے سوا اور کوئی ارفع مقصد نہیں کہ اس کے ذریعہ سے قرآن وحدیث کے نکات ومفاہیم کو کما حقہ سمجھا جاسکے قرآن کریم تو بالاتفاق فصاحت وبلاغت اور اعجاز کے اس اعلیٰ مقام پر ہے کہ جس کی تحدّی اور چیلنج کا آج تک جواب نہیں دیا جاسکا حالانکہ اس کے لئے (تاریخ گواہ ہے) کافی کوششیں بھی ہوئیں لیکن حدیث میں ایسے حصےّ موجود ہیں جن کی مثال عالم عرب کے ادباء کے کلام میں موجود نہیں، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان پر افک وتہمت کے بارے میں جو حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے اس کی فصاحت وبلاغت اور مٹھاس وروانی اور تسلسل کا مزہ ہر وہ آدمی اٹھا سکتا ہے جس کو عربی ادب کا کچھ بھی ذوق ہو، اسی طرح ﴿وعلی الثلاثۃ الذین خلّفوا﴾ کی تفسیر میں تین صحابہ کا جو واقعہ ان ہی حضرات میں سے خود ایک صاحب واقعہ سے منقول ہے، اس ادبیت کی مثال نہیں اس قسم کے ہزاروں جملے احادیث میں ایسے ہیں جس کی نظیر اب تک کے ادب عربی میں (چاہے وہ جاہلی ہو یا اسلامی) پیش نہیں کی جاسکتی۔

اسی طرح احادیث میں روایت بالمعنی کے شیوع کی وجہ سے اگرچہ اس سے نحوی قواعد کے لئے تو جمہور نحاۃ کے ہاں استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے لیکن اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ نحوی قواعد کے سمجھانے کے لئے اس کو مثال میں بھی پیش نہ کیا جائے، حالانکہ اگر اس پر عمل ہو تو ان قواعد کا اصل مقصد بھی حاصل ہوگا اور تعلیم کی ابتداء ہی سے بچے کا قرآن وحدیث سے تعلق قائم ہوگا۔

ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا عاشق الٰہی البرنی دامت برکاتہم نزیل مدینہ منورہ نے ان مذکورہ بالا مقاصد کے تحت زادالطالبین کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی تھی جس میں علم ادب کی تحصیل بھی مقصود تھی اور نحوی قواعد کا اجراء اور احادیث سے اس کی امثلہ پیش کر کے علم حدیث کی خدمت بھی کی گئی تھی، یہ کتاب اگر چہ آسان اور واضح تھی لیکن اب چونکہ طلباء علوم دینیہ میں بھی معاشرے کے اثر سے محنت کا مادہ نہیں رہا اس لئے اس کتاب کی شرح اور تفصیل کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد حسین صاحب مدظلہ (مدرس جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا کراچی) کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کتاب کی خدمت کی اور ایسی شرح لکھی جس میں نحوی صرفی اور ادبی لحاظ سے اب کوئی بات تشنہ نہ رہی، احقر نے اس شرح بنام ”روضۃ الطالبین شرح زادالطالبین“ کا اکثر حصہ پڑھا، الحمد للہ مصنف اپنی محنت میں کامیاب ہوئے اللہ تعالیٰ اس خدمت کو ان کی دنیا و آخرت کی ترقیات کا ذریعہ بنائے اور مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نظام الدین شامزئی
۸/صفر المظفر ۱۴۱۳ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

(سابق مفتی دارالعلوم کراچی، مقیم مدینہ طیبہ)

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وأصحابہ اجمعین وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین.

اما بعد! احقر نے تقریباً چالیس سال قبل ایک رسالہ بنام "زادالطالبین من کلام رسول رب العالمین صلی اللّٰہ علیہ وسلم" لکھا تھا اور اس وقت تین فائدے پیش نظر تھے:

اول: یہ کہ درس نظامی کی ابتدائی صفوف میں حدیث کی کوئی کتاب آجائے۔

دوم: یہ کہ عبارات حدیث کی ترکیب نحوی بھی ہوجائے تا کہ طلبہ کو آگے بڑھنے اور پڑھنے میں آسانی ہو۔

سوم: یہ کہ نوعمری ہی سے احادیث شریفہ ازبر یاد ہوجائیں اور ان کے معانی اور مفاہیم دل میں جاگزیں ہوجائیں تو تزکیہ نفوس اور تربیت اخلاق کا بھی فائدہ ہو۔

الحمد للہ یہ کتاب بہت زیادہ مقبول ہوئی اور ہندوپاک کے اکابر نے احقر کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی خاص کر "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کے اکابر نے مزید کرم فرمایا اور کتاب مذکورہ کو وفاق کے نصاب میں شامل کردیا، متعدد حضرات نے اس کے حواشی بھی لکھے جو شرح، تخریج احادیث اور ترکیب نحوی پر مشتمل ہیں، حال ہی میں مولانا محمد حسین کراچوی صاحب زید مجدہم نے ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے ایک شرح لکھی ہے جس کے چند اوراق میرے پاس بدست مولانا محمد عارف صاحب مدرس جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی مدینہ منورہ میں پہنچے، احقر نے ان صفحات پر نظر ڈالی ماشاء اللہ مولانا محمد حسین صاحب نے بڑی محنت اور جفاکشی سے شرح لکھی ہے احادیث کا ترجمہ توضیح لغات توضیح مفہوم ترکیب نحوی، تخریج احادیث پر کافی محنت کی ہے:

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو

اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ مؤلف کی شرح سے طلبہ کو مستفید فرمائے اور ان کو مزید علمی تالیفات کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وباللّٰہ التوفیق وھو خیر عون ورفیق

محمد عاشق الٰہی البرنی عفا اللہ عنہ
(مقیم مدینہ منورہ)

حالات حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ (۱)

ضبط وتحریر: عبداللہ تسنیم ابن المصنف حفظہ اللہ

وطن، نام، نسب: احقر راقم الحروف نے حضرت والد صاحب دام ظلہ سے دریافت کیا کہ آپ کا وطن کہاں تھا؟

فرمایا: میں موضع بسی ڈاکخانہ بگرامی ضلع بلند شہر (یوپی، ہند) میں پیدا ہوا والد صاحب کا نام محمد صدیق تھا، اور داد کا نام اسداللہ تھا، قوم راجپوت سے تھے، اصل وطن ضلع میرٹھ کے کسی گاؤں میں تھا، ہماری دادی صاحبہ بیوہ ہوگئی تھیں اس لئے بچوں کو لے کر اپنے میکہ (یعنی موضع بسی) میں آگئی تھیں، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ماموں تھے جن کا نام محمد اسماعیل تھا یہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، گھرانے میں ان کی وجہ سے دین داری کا ماحول تھا اور والد صاحب کی تربیت میں ان کا بڑا دخل تھا اسی دینی ماحول کی وجہ سے احقر کو قرآن مجید کی تعلیم پر لگا دیا گیا۔

تاریخ پیدائش: تاریخ پیدائش کے بارے میں فرمایا کہ: ہمارا کوئی علمی گھرانہ نہیں تھا، اس لئے تاریخ پیدائش ضبط کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میں نے اپنے اندازہ سے تیرہ سو تینتالیس (۱۳۴۳ھ) سن پیدائش تجویز کر رکھا ہے جب میں نے حفظ ختم کیا تو گھر والے کہتے تھے کہ اس نے بارہ سال کی عمر میں حفظ کرلیا چونکہ حفظ ۱۳۵۵ھ میں ختم ہوا تھا اس لئے میں نے سن پیدائش ۱۳۴۳ھ تجویز کرلیا، والعلم عنداللہ الخبیر.

والدین مرحومین: احقر نے عرض کیا کہ اپنے والدین کے بارے میں کچھ بتائیے؟

فرمایا: والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو دیر تک زندہ رہے اور انہوں نے میری کتابیں بھی پڑھیں، میرے ساتھ دارالعلوم کراچی میں تشریف لائے تھے، وہیں وفات پائی اور دارالعلوم کے قبرستان میں ان کی قبر ہے کسان آدمی تھے محنت مزدوری کرکے بچوں کی پرورش کرتے تھے مگر یہ انہی کی محنتوں کا ثمرہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو، انہوں نے حفظ قرآن پر لگایا پھر عربی پڑھنے پر ڈالا، مجھے خوب یاد ہے کہ گاؤں میں حفظ کرنے کے بعد جب باہر کے مدارس میں پڑھانے کے لئے لے چلے تو مختلف مدارس میں لے گئے میں چلتے چلتے تھک جاتا تھا، تو وہ اپنے کاندھے پر اٹھا لیتے تھے، بہت تنگدستی میں بھی انہوں نے مجھے علم پر لگایا جبکہ میں ان کی تنگدستی کے وقت میں دو چار پیسے کمانے کے لائق ہوگیا تھا۔ (رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ)

میری والدہ صاحبہ شیخ رحمت اللہ علیہا ساکن بگراسی ضلع بلند شہر کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں، میری پانچ سال کی عمر تھی جب ان کی وفات ہوگئی، میرے ساتھ تو انہوں نے میری دو بہنیں بھی چھوڑی تھیں جن میں سے ایک کی وفات والدہ کی وفات کے پندرہ دن بعد ہوگئی دوسری بہن بارہ تیرہ سال کی عمر تک زندہ رہی، پھر اس کی بھی وفات ہوگئی، والدہ محترمہ کی وفات کے بعد

(۱) جب روضۃ الطالبین حضرت عاشق الٰہی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کی گئی تو نہایت مسرت کا اظہار مختلف لوگوں کے سامنے فرمایا اور پھر اپنے تفصیلی حالات تکمیل فائدہ کے لئے مدینہ منورہ سے ارسال فرمائے جو ہدیہ قارئین ہے۔

ہماری پرورش ہماری دادی نے کی۔

جب میں مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں پڑھتا تھا اس وقت میرے پیچھے ہی ان کی وفات ہوگئی۔ رحمہا اللّٰہ تعالٰی۔

ابتدائی اور متوسط تعلیم: تعلیم کے سلسلہ میں جو سوال کیا تو فرمایا:

قرآن مجید تو گاؤں ہی میں حفظ کرلیا تھا، مختلف اساتذہ سے قرآن مجید یاد کیا ان سب حضرات کی شاگردی میں ساڑھے دس پارے حفظ کئے تھے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ ہمارے گاؤں کی جامع مسجد میں مولانا الحاج الحافظ محمد صادق صاحب پنجابی ثم سنبھلی (جو مولانا عبدالوحید صاحب مدرس مظاہر العلوم سہارنپور کے بہنوئی تھے) امام بن کر تشریف لے آئے جو مولوی ریل کے لقب سے مشہور تھے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس لے گئے انہوں نے چند دن تو ذہن اور حافظہ کو دیکھا بھالا اور آزمایا، پھر فرمایا: کہ تم میرے پاس فجر کی نماز پڑھا کرو اور پاؤ پارہ کا سبق لیا کرو پھر جب سبق سنادو اسی وقت چھٹی، میں فجر کی نماز میں ان کے پاس پہنچ جاتا تھا اور پاؤ پارہ کا سبق لے کر عموماً بارہ بجے تک سنا دیتا تھا میری بہن مرحومہ میرا ناشتہ وہیں پہنچا دیتی تھی جو بے دودھ کی گڑ کی چائے میں مکئی کی روٹی پر مشتمل ہوتا تھا، دوسرے طلبہ دو وقت آتے تھے، میں ظہر کے بعد بھی وہیں رہتا تھا، وہ مجھ سے طلبہ کو پڑھواتے تھے لیکن میں یہ سمجھتا تھا کہ میں چھٹی میں ہوں، یہ ان کا نرالہ طریقہ تھا جو طلبہ کی تالیف قلب کے لئے بہت کامیاب ہے، نوعمر بچہ کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی کوئی چیز نہیں کہ اسے چھٹی مل گئی اب وہ مدرسہ ہی میں حاضر ہے لیکن اس کے دماغ میں یہ ہے میری چھٹی ہوچکی ہے، ان کی حسن تدبیر سے جو باقی قرآن مجید رہ گیا تھا چھ ماہ میں حفظ ہوگیا۔

اب فارسی اور عربی تعلیم کی بات سنو، جب قرآن مجید ختم ہوگیا تو مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کا "حمد نامہ" شروع کرا دیا، "حکایات لطیف"، "نحومیر" اور "صرف میر"، "دستور المبتدی"، "فصول اکبری"، اور "ھدایة النحو"، "منیة المصلی" وغیرہ پڑھادیں، اس کے علاوہ "صغری کبری" بھی ان سے پڑھیں اور یہ سارا نصاب تقریباً ایک ہی سال میں نبٹ گیا پھر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے مراد آباد اور ضلع مراد آباد کے مدارس میں داخل کرانے کے لئے لے گئے کیونکہ یہ تعلیمی سال کا درمیان تھا اس لئے داخلہ کا موقع نہ تھا بالآخر مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مراد آباد میں داخلہ ہوگیا، یہاں پر حضرت مولانا ولی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہ مدرسہ کے ذمہ دار اور صدر مدرس تھے، ان کے پاس دوبارہ "نحومیر" پڑھی سال کے آخری دو تین مہینہ از جمادی الثانی تا شعبان مدرسہ مذکورہ میں گذارے، مدرسہ میں ایک مدرس مولانا عبدالعزیز ٹانڈوی بھی تھے یہ بھی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے تھے، ان سے "بہشتی زیور" پڑھی یہ ۱۳۵۶ھ کا واقعہ ہے، آئندہ سال مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں داخلہ لیا مدرسہ ہذا میں حضرت مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ مدرس تھے جو مولانا محمد صادق صاحب کے داماد تھے اسی تعلق کی بناء پر مدرسہ امدادیہ کو اختیار کیا اور وہاں دو سال رہا، مدرسہ ہذا میں "مفید الطالبین، نفحة الیمن، کافیہ، شرح جامی، مختصر القدوری، کنز الدقائق، اصول الشاشی، نور الانوار، میزان المنطق،

قطبی'' مختلف اساتذہ سے پڑھیں، پھر شوال ۱۳۵۷ھ میں مدرسہ خلافت شہر علی گڑھ میں داخلہ لیا والد صاحب رحمۃ اللہ چند ماہ قبل علی گڑھ پہنچ گئے تھے، وہاں ایک مسجد میں مقیم تھے، مجھے بھی وہیں بلالیا تھا، مدرسہ مذکورہ جامع مسجد میں واقع تھا صدر مدرس حضرت مولانا فیض الدین بلخی رحمۃ اللہ تھے، حضرت مولانا موصوف سے ''مختصر المعانی اور سراجی'' پڑھیں اور دوسرے حضرات سے ''شرح حسامی للبنبانی، ھدایہ اولین، سلم العلوم، شرح عقائد، میبذی'' پڑھیں، علی گڑھ میں دو سال رہنا ہوا۔

درجات علیا کی تعلیم: سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ پھر بندہ نے شوال ۱۳۶۰ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا یہاں تین سال قیام رہا اور شعبان ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر فارغ ہوا، پہلے سال ''ھدایہ جلد ثالث، ملا حسن، توضیح تلویح، دیوان المتنبی، دیوان الحماسہ، اور عروض المفتاح'' پڑھیں، اس سال کے اساتذہ میں مولانا محمد زکریا قدوسی، مولانا صدیق احمد کشمیری، مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری رحمہم اللہ تھے، آخر الذکر بعد میں مدرسہ کے ناظم بھی ہوگئے تھے اور کئی سال ناظم رہے۔

دوسرے سال ''جلالین شریف، مشکوۃ المصابیح، شرح نخبۃ الفکر، اور حمد اللہ شرح سلم العلوم'' پڑھیں، ''جلالین شریف'' اور ''حمد اللہ'' مولانا عبدالشکور کاملپوری رحمۃ اللہ کے پاس تھیں جو تقسیم ہند کے بعد خیر المدارس ملتان میں مدرس ہوگئے تھے، ''مشکوٰۃ شریف'' مولانا قاری سعید احمد اجراڑوی رحمۃ اللہ کے پاس پڑھی جو مدرسہ مذکورہ کے مفتی اعظم تھے ان کی کتاب ''معلم الحجاج'' معروف ومشہور ہے جس سے عوام وخواص سب مستفید ہوتے ہیں، آپ کا حدیث کے ادب کا یہ عالم تھا کہ ظہر سے عصر تک دوڈھائی گھنٹے دوزانو بیٹھ کر ''مشکوۃ المصابیح'' پڑھاتے تھے ہر لفظ سے اخلاص ٹپکتا تھا، مفتی بھی تھے اس لئے درس میں حدیث وفقہ کا پرکیف امتزاج ہوتا تھا۔ (رحمھم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ورفع درجاتہ)

تیسرے سال مظاہر العلوم میں دورہ حدیث پڑھا، ''صحیح البخاری'' جلد ثانی اور کچھ حصہ جلد اول کا مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ کے پاس پڑھا جو اس وقت مظاہر العلوم کے ناظم تھے، بخاری شریف کی بقیہ جلد دوم حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث رحمۃ اللہ سے پڑھی، اور ''سنن ابوداؤد'' بھی انہی کے یہاں ہوئی جب درس میں ان سے صوفیہ کی معرفت کی باتیں سنیں تو بہت عقیدت ہوگئی لہٰذا بیعت کی درخواست کردی اور انہوں نے بیعت فرمالیا۔

''صحیح مسلم'' مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کے یہاں ہوئی، ''جامع ترمذی، اور شمائل ترمذی'' اور ''شرح معانی الآثار للامام الطحاوی'' مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری رحمۃ اللہ سے پڑھی، حضرت موصوف رحمۃ اللہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے، تقسیم ہند کے بعد پاکستان کے متعدد مدارس میں پڑھایا جن میں خیر

المدارس ملتان قابل ذکر ہے، "سنن نسائی، سنن ابن ماجہ"، اور ہر دو "مؤطا" مولانا منظور احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھیں، اس زمانہ کے اوقات کی برکت کا یہ عالم تھا کہ یہ سب کتابیں مکمل ایک ہی گھنٹہ میں پوری پوری پڑھی ہیں صرف اتنا تھا کہ بخاری شریف کا سبق مغرب کے بعد بھی ہوجاتا تھا، اساتذہ کرام کی کیا شان تھی علوم کی جامعیت، علم حدیث میں تفوق اور اخلاص میں بے مثال تھے۔

تدریس: راقم الحروف نے دریافت کیا کہ فارغ ہونے کے بعد کہاں کہاں پڑھایا؟

اس کے جواب میں فرمایا کہ سب سے پہلے تو مدرسہ آثار الولی بٹالہ ضلع گورداس پور میں چھ ماہ پڑھایا، یہ مدرسہ مولانا ولی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا تھا جو حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے خلیفہ تھے اور مدرسہ کا نام بھی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ہی رکھا تھا، آج بخاری شریف کا پرچہ لکھا اور کل ہی جا کر مدرسہ مذکورہ میں درس دینا شروع کر دیا، اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ کٹھور ضلع میرٹھ میں اور مدرسہ دعائیہ، مدرسہ رحیمیہ، مدرسہ امینیہ، اور مدرسہ کاشف العلوم میں درس دیا، یہ سب مدارس دہلی میں ہیں، آخر الذکر مرکز تبلیغ بستی حضرت نظام الدین میں واقع ہے، ایک سال مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور جھرکا ضلع گوڑ گاواں (میوات) میں بھی پڑھایا، دہلی میں آٹھ سال قیام رہا، پھر آٹھ سال کلکتہ میں گذارے یہاں مدرسہ ندائے اسلام اور جامع العلوم کلکتہ میں پڑھایا، کلکتہ ہی میں زاد الطالبین تالیف کی، پھر حج کا انتظام ہوگیا حج کر کے واپس ہو رہا تھا تو مراد آباد میں مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ارادہ تو کلکتہ جانے کا تھا، لیکن مولانا موصوف نے روک لیا ان کی خدمت میں ڈھائی سال رہا اور جامعہ عربیہ حیات العلوم میں حدیث وفقہ کی کتابیں پڑھائیں، ۱۳۸۴ھ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان نے دار العلوم کراچی کے لئے طلب فرمالیا اور ان کی خدمت میں بارہ سال رہا۔

میں نے عرض کیا کہ "بلندشہری" اور "برنی" ان دونوں کا کیا مطلب ہے؟

فرمایا ہندوستان میں ایک شہر "بلندشہر" کے نام سے ہے، ہمارا گاؤں اسی ضلع میں تھا اور بلندشہر کا پرانا نام "برن" تھا، اس لئے اردو میں بلندشہری اور عربی میں "البرنی" لکھتا ہوں، پہلی بار "البرنی" لکھنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ زاد الطالبین کا مسودہ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا تھا پھر میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوگیا تو اس کا ٹائٹل تیار کرنے لگے، نام کے آگے جب شہر کی نسبت البلند شہری آئی تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مناسب نہ جانا اور یہ نسبت ذرا عجیب سی محسوس ہونے لگی اس پر میں نے عرض کیا کہ اس کی جگہ البرنی لکھ دیں، اس پر وہ بہت خوش ہوئے اور اسی کو نام کے ساتھ لکھ دیا، اس وقت سے عربی کتابوں پر "البرنی" لکھا جاتا ہے اور اردو کتابوں پر "بلندشہری" حسب سابق مرقوم ہوتا ہے۔

فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ ہجرت کی نیت سے حاضر ہوا تو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک شیخ کو "زاد الطالبین" کا

ایک نسخہ دیا وہ ٹائٹل دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ البرنی کیا ہے؟ تو میں نے کہا ہے کہ اس کا مفہوم پہلے تو کچھ اور تھا اب اس کا دوسرا مطلب ہوگیا ہے کہنے لگے وہ کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا کہ چونکہ مدینہ منورہ میں تمر برنی ہوتا ہے اس لئے میں نے البرنی بمعنی المدنی محول کرلیا ہے۔

ذوقِ تالیف: احقر نے عرض کیا کہ آپ کو تصنیف کا ذوق کہاں سے ملا؟

فرمایا کہ یہ میرا فطری ذوق ہے جب میں مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں پڑھتا تھا اس وقت نوعمری ہی میں جب "مفید الطالبین" اور "نفحة الیمن" پڑھی جاتی تھی عربی ادب میں ایک رسالہ یونہی حکایات وغیرہ کو کاٹ پیٹ کر لکھا تھا، مظاہر العلوم کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی، زمانہ تعطیل میں ان کے پاس جایا کرتا تھا انہیں تو ہر شخص کو جماعت کے کام میں لگانے کا خاص ذوق تھا مجھ سے بھی فرمایا کہ تمہیں جماعت میں سات چلّے دینے ہوں گے میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو کتابیں لکھوں گا، یہ سن کر فرمایا کہ پہلے سات چلّے دینا پھر کتابیں ہی لکھنا، سات چلّے تو اب تک نہ دے سکا لیکن تصنیف و تالیف کا سلسلہ مظاہر العلوم کے زمانہ طالب علمی میں شروع ہوگیا تھا، مدرسہ کے شیخ التجوید والقراءت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں برابر تین سال تک حاضر ہوتا رہا اور اسی حاضری کے دوران بعض کتب تجوید کا حاشیہ لکھا تھا، حضرت الاستاذ قاری محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بہت محبت کرتے تھے اس زمانہ میں شاطبیہ کی شرح لکھ رہے تھے مجھے اس میں شریک رکھتے تھے میرا نام محمد عاشق الٰہی انہوں نے ہی تجویز کیا اس سے پہلے صرف محمد عاشق تھا، پھر جب دورہ پڑھ کر فارغ ہوا تو تیسرے ہی سال "فضائل صلاۃ وسلام" لکھی اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی "الدر الثمین" کا ترجمہ لکھا اور "اغلاط العوام" مؤلفہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی اضافات کے ساتھ جدید ترتیب دی اس وقت سے برابر تالیف کا سلسلہ جاری ہے جب کہیں مدرس ہوگیا تو اس کام میں کمی آگئی اور جب کبھی مدرسی چھوڑی تو کتابیں لکھنے کا خوب موقعہ ملا۔

احقر نے سوال کیا کہ اب تک کتنی تالیفات ہوچکی ہیں؟

فرمایا کہ گذشتہ ہفتہ میں نے اپنی تالیفات کو شمار کیا تھا تو اسی (۸۰) تک تعداد پہنچی۔

میں نے عرض کیا کہ ان میں عربی کس قدر ہیں اور اردو میں کتنی ہیں؟

ان میں مشہور کتابیں کون سی ہیں؟

فرمایا کہ عربی میں "مجالی الاثمار شرح معانی الآثار للامام الطحاوی" اور "زاد الطالبین" اور "روضة الاحباب" اور "التسهیل الضروری لمسائل القدوری" اور "العناقید الغالیه من الاسانید العالیه" زیادہ معروف ہیں۔

اور اردو میں "تحفہ خواتین" "مرنے کے بعد کیا ہوگا" "آئینہ نماز" اور "بے عملوں کے حیلے بہانے"، "فضائل دعا"، "فضائل توبہ واستغفار" فضائل علم" "شرعی پردہ" اور "التحفة المرضية فی شرح المقدمة الجزرية." زیادہ معروف ہیں۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ الحمدللہ عوام اور خواص سب ہی احقر کی تالیفات کو پڑھتے ہیں، صلحاء میں مقبول ہونا عنداللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ شانہ سے بہت بڑے اجر وثواب کی امید رکھتا ہوں، الحمدللہ ''زادالطالبین'' علماء وطلباء میں بہت زیادہ مقبول ہے، عربی فارسی اردو میں احقر کے علم کے مطابق اس کے دس حواشی لکھے جاچکے ہیں، پاکستان، ہندوستان، برما، بنگلہ دیش، ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ کے مدارس میں شامل نصاب ہے۔

میں نے دریافت کیا کہ آپ نے کسی کتاب کے حقوق اپنے لئے یا کسی ناشر کے لئے مخصوص کئے ہیں؟

فرمایا: میری کسی کتاب کے حقوق محفوظ نہیں، میری طرف سے اب بھی اور ہمیشہ کے لئے ہر مسلمان کو ہر کتاب شائع کرنے کی اجازت ہے جب جس کا جی چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے شائع کرسکتا ہے (مزید فرمایا) کتابوں کا حق طباعت محفوظ لکھنا انگریزوں کے ترکات سیئہ میں سے ہے کوئی شخص دینی کتاب لکھے پھر اس پر کسی ناشر سے حق تصنیف یا حق طباعت کے عنوان پر پیسے طلب کرے یا اس کا امیدوار رہے یہ تو علمائے اسلام کے ذہنوں میں بالکل ہی نہ تھا اللہ کی رضا کے لئے کتابیں لکھتے تھے، کتاب لکھنا اور پھر اس کا حق محفوظ کرنا یہ تو علمی احتکار ہے اگر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الحدیث کاندھلوی قدس سرہما اپنی تالیفات کے حقوق محفوظ کرتے تو سارے عالم میں ان کی کتابیں کیسے پھیلتیں؟

احقر نے عرض کیا کہ آپ کی بعض کتابوں پر ''حقوق طبع محفوظ'' لکھا ہوا ہے اس پر فرمایا کہ یہ سب ناشرین کی کرم فرمائی ہے مجھ سے اجازت لئے بغیر لکھ دیتے ہیں اور بعض لوگوں نے تو غضب ہی کردیا میرے منع کرنے پر بھی اپنے نام دائمی حقوق محفوظ لکھ دیا یہ سب کتب فروشوں کی دنیا داری ہے وہ سمجھتے ہیں کہ حقوق طبع محفوظ لکھ دو (اگرچہ مؤلف نے اجازت نہ دی ہو) تاکہ کوئی دوسرا نہ چھاپ سکے) زیادہ مال کمانے کے لئے جھوٹ بھی لکھتے ہیں اور علوم دینیہ کی اشاعت میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اگر دینی کتابوں کی اشاعت اللہ کی رضا اور دین کو پھیلانے کے لئے کرتے تو ایسی حرکت نہ کرتے۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کی پرانی کتابوں پر نام کے ساتھ ''مفتی'' چھپا ہوا نہیں ہے یہ کب سے چلا اور کہاں سے چلا؟

فرمایا: میں تو برس ہا برس مدرس ہی تھا، پھر مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدرسہ دارالعلوم کورنگی کراچی میں طلب فرمالیا، تین چار سال تک تو صرف تدریس کا کام ہی کرتا رہا، پھر جب ایک سال حضرت موصوف بیمار ہوگئے تو احقر کو حکم دیا کہ فتاوی لکھا کرو، میں نے اس سے پہلے نہ فتاوی لکھے تھے نہ یہ کام سیکھا تھا، ان کا فرمانا ہی بہت بڑی دعا کا کام دے گیا، اور پورے شرح صدر کے ساتھ آٹھ نو سال تک فتاوی لکھتا رہا، جو فتاوی غیر ملکوں میں جانے والے ہوتے تھے حضرت موصوف کی خدمت میں پیش کرکے ان پر دستخط لے لیتا تھا، کئی سال تک دارالعلوم کا دارالافتاء میرے ہی حوالہ رہا جب میں مدینہ منورہ آنے لگا تو حضرت والا نے فرمایا کہ ہمارے دارالافتاء کا کیا ہوگا؟ مگر خوشی سے اجازت دے دی اور سعودیہ کے اکابر کے لئے تعارفی خطوط بھی لکھ دیئے۔

میں نے دریافت کیا کہ مدینہ منورہ میں کتنے سال ہوگئے؟

فرمایا: کہ اٹھارہ سال ہو چکے ہیں اور یہیں مرنے کی نیت سے پڑا ہوں، اللہ تعالیٰ حیاً ومیتاً مدینہ منورہ ہی میں رکھ لے۔

احقر نے عرض کیا کہ: اکابر میں کن کن حضرات سے ملاقات ہوئی اور کن حضرات کی صحبتیں اٹھائیں؟

فرمایا: حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ تو احقر کے استاذ حدیث بھی تھے اور ان سے بیعت بھی تھا، ان سے مکاتبت بھی رہتی تھی اور خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا، پھر مدینہ منورہ جب ہجرت کر کے آیا تو حضرت والا پہلے سے ہجرت فرما کر آ چکے تھے برابر خدمت میں حاضری ہوتی تھی مجھے کتابیں لکھنے کا حکم فرماتے تھے اور اپنی جیب خاص سے خرچ کر کے ان کو چھپواتے تھے، ''انعام الباری فی شرح اشعار البخاری'' حضرت قدس سرہ کے حکم سے ہی لکھی تھی، پہلے بتا چکا ہوں کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری اور حضرت مولانا اسعداللہ صاحب رامپوری اور حضرت مولانا ولی احمد صاحب کیملپوری، رحمۃ اللہ علیہم سے احقر نے علم حاصل کیا، یہ حضرات حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے خلفاء تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی بار بار زیارت کی، ان کی تقریریں بھی سنیں اور ان کے گھر پر بھی دیوبند میں حاضر ہوا حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے ''زادالطالبین'' پر تقریظ بھی لکھی تھی جو کلکتہ کے مطبوعہ نسخوں میں ہے، مظاہر العلوم سہارنپور کے دوران قیام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ مؤسس جماعت تبلیغ سے بہت تعلق ہو گیا تھا احقر مدرسہ کی تعطیلات میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا بہت محبت اور شفقت فرماتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی سہارنپور اور دہلی میں خوب زیارت ہوئی، بارہ سال مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب کی خدمت میں رہا، بہت فیض پایا، مجھے تو عقیدت تھی ہی حضرت والا بھی شفقت فرماتے تھے، جب میں دارالعلوم سے مدینہ منورہ چلا آیا تو اصحاب مجلس سے فرماتے کہ ہمارے گھر کا ایک آدمی چلا گیا۔ (افاض اللّٰہ تعالیٰ علینا من فیوضھم)

عرض کیا مدینہ منورہ میں کیا مشاغل ہیں؟

فرمایا: ایک تو وہی تصنیف وتالیف کا شغل ہے چھوٹے بڑے رسالے تو لکھتا ہی رہتا ہوں آج کل تفسیر انوار البیان زیر تصنیف ہے، بعض عربی اور عجمی طلباء آجاتے ہیں کچھ پڑھ لیتے ہیں یہ میری سعادت ہے کہ میں اپنے اکابر کے فیضان کا واسطہ بن رہا ہوں۔ (والحمد للّٰہ تعالیٰ علی ذلك)

راقم الحروف

عبداللہ تسنیم عفا اللہ عنہ

۱۴۱۴/۹/۲۲ھ

تصنیفات وتالیفات

① مجانی الآثمار من شرح معانی الآثار
② الرواى تخريج احاديث الطحاوى
③ زاد الطالبين من كلام رسول رب العٰلمين
④ الفوائد السنيه فى شرح الاربعين النوويه
⑤ تفسیر سورۃ فاتحہ
⑥ القاديانية ماهى
⑦ التحفة المرضية فى شرح مقدمة الجزرية
⑧ امت مسلمہ کی مائیں
⑨ حالات حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
⑩ حالات حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ
⑪ حالات حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ
⑫ حالات حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ
⑬ حالات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
⑭ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں
⑮ اسلام کے لئے صحابہ کرام کی جانبازی
⑯ تذکرہ اصحاب صفہ
⑰ آخرت کے فکرمندوں کے پچاس قصے
⑱ چھ باتیں
⑲ مسنون دعائیں
⑳ اخلاقی چہل حدیث
㉑ اصلاحی چہل حدیث
㉒ گلشن حدیث
㉓ اوصاف مؤمن
㉔ کسب حلال واداء حقوق
㉕ اسلامی آداب قرآن وسنت کی روشنی میں
㉖ جامع الفتاوی
㉗ فضائل امت محمدیہ
㉘ فضائل درود شریف
㉙ آئینہ نماز
㉚ بچوں کے لئے نماز
㉛ تحفہ خواتین
㉜ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں
㉝ مسلم خواتین کے لئے بیس سبق
㉞ مجموعہ وصایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
㉟ شاہ ولی اللہ کی خوابی چہل حدیث
(۳۶) عربی کا آسان قاعدہ
(۳۷) اسلامی نام
(۳۸) جانوروں کے حقوق
(۳۹) خدا کا ذکر
(۴۰) اکرام مسلمین
(۴۱) اخلاص نیت
(۴۲) شرعی پردہ
(۴۳) ہماری مصیبتوں کے اسباب اوران کا علاج
(۴۴) فضائل علم
(۴۵) حقوق الوالدین
(۴۶) انعام البارى فى شرح اشعار البخارى

چند بنیادی باتیں

حدیث کے لغوی معنی: حدیث کا لغوی معنی، بات، گفتگو، نیا وغیرہ۔

حدیث کا اصطلاحی معنی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر کو کہتے ہیں، نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول وفعل اور تقریر کو کہتے ہیں، تابعی کے قول وفعل کو بھی حدیث کہتے ہیں، تقریر سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی واقعہ کا سامنے ہونے یا علم میں آنے کے بعد خاموش رہنا، خاموشی بھی تائید ہے۔

موضوع: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے، کیونکہ حدیث پاک میں آپ کی ذات مبارک سے ہی بحث کی جاتی ہے کہ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، کھانا، پینا، وغیرہ کیسا تھا۔

غرض وغایت: یہ اگرچہ دو لفظ ہیں مگر عقلاء کے نزدیک مصداق میں ایک ہی ہیں وہ یہ ہے کہ وہ دعائیں اور فضیلتیں حاصل کرنا جو پڑھنے اور پڑھانے پر وارد ہوتی ہیں، مثلاً: ''نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعٰهَا وَأَدَّاهَا أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ قِيْلَ: وَمَنْ خُلَفَائُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: الَّذِيْنَ يَرْوُوْنَ اَحَادِيْثِیْ أَو كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بعض لوگوں نے فرمایا: ''اَلْفَوْزُ بِسَعَادَةِ الدَّارَيْنِ''۔

فضیلت: جہاں تک علم حدیث کے شرف وفضل کا تعلق ہے وہ لاتعداد آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے ثابت ہے، مثلاً قرآن کریم میں آتا ہے:

﴿وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

تَرجَمَہ: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کو سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔''

حدیث شریف میں آتا ہے:

''نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعٰهَا وَأَدَّاهَا''

تَرجَمَہ: ''اللہ تبارک وتعالیٰ سرسبز وشاداب رکھے ایسے شخص کو جس نے میری بات سنی، پھر اس کی حفاظت کی اور اسے ایسے شخص تک پہنچا دیا جس نے اس کو نہیں سنا تھا۔''

دوسری حدیث میں آتا ہے:

''اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ قِيْلَ: وَمَنْ خُلَفَائُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: الَّذِيْنَ يَرْوُوْنَ اَحَادِيْثِیْ''

آپ صلی اللہ علی وسلم نے دعاء کی اے اللہ میرے خلفاء پر رحم فرمایئے صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ ہیں جو میری احادیث کو روایت کرتے ہیں۔ (اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیتے ہیں)

کتاب کے مقدمہ کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذى شرفنا على سائر الامم برسالة من اخْتَصَّهٗ من بين الانام بجوامع الكلم وجواهر الحكم، وصلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله وصحبه وبارك وسلم ما نطق اللّسان بمدحه ونسخ القلم.

أما بعد! فهذا كتاب وجيز منتخب من كلام الشفيع العزيز، اقتبسته من الكتاب اللاّ مع الصّبيح المعروف "بمشكوة المصابيح" وسميته "زاد الطالبين من كلام رسول رب العالمين" الفاظه قصيرة، ومعانيه كثيرة، يتنضر به من قرأه وحفظه، ويبتهج به من درسه وسمعه، ورتّبته على البابين يعم نفعهما فى الدّارين، والله أسال أن يجعله خالصا لِوَجْهِهٖ الكريم، وسببا لدخول دار النعيم فانه واسع المغفرة وانه ذوالفضل العظيم.

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ جس نے ہمیں عزت دی تمام امتوں پر، اس ذات کو رسول بنانے کے ساتھ جسے ساری مخلوقات میں مخصوص فرمایا ہے جامع کلمات کے ساتھ اور حکمتوں کے انمول موتیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اس پر اور اس کے اہل وعیال پر اور اس کے ساتھیوں پر اور برکت دے اور سلامت رکھے جب تک کہ زبان آپ کی تعریف کو بولے اور قلم لکھے۔

اما بعد! پس یہ مختصر کتاب ہے جو سفارش کرنے والے عزت والے کے کلام سے چھانٹی گئی ہے، میں نے اس کو چنا ہے اس کتاب سے جو کہ روشن اور چمکدار ہے جو "مشكوة المصابيح" کے ساتھ مشہور ہے، اور میں نے اس کا نام رکھا ہے "زاد الطالبين من كلام رسول رب العالمين" اس کتاب کے الفاظ کم ہیں اور اس کے معانی بہت ہیں، تازگی حاصل کرے گا جو اس کو پڑھتا ہے اور سنتا ہے، میں نے اس کو مرتب کیا ہے دو بابوں میں کہ ان دونوں بابوں کا نفع عام ہے دنیا وآخرت میں اور اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ اس کو کرے خالص اپنی ذات کریم کے واسطے اور نعمت کے گھر (جنت) میں داخل ہونے کے لئے ذریعہ بنادے پس بیشک وہ بہت بخشنے والا اور بیشک بڑی فضیلت والا ہے۔

لغات: اَلحَمْدُ، حَمِدَ (س) بمعنی تعریف کرنا قال تعالیٰ: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

لله: (س) اِلٰهًا بمعنی متحیر ہونا، قال تعالیٰ: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾.

شَرَّفَنَا: (تفعیل) بمعنی تعظیم کرنا، شرف بزرگی (ک) شَرَافَةً صاحب عزت ہونا، شَرِفَ (س) شَرْفًا بلند ہونا

سَائِر: سَأَرَ: (س) سَأْرًا باقی رہنا، (ف) کچھ باقی چھوڑنا۔

الْأُمَم: جمع امت کی ہے، بمعنی جماعت قال تعالیٰ: ﴿مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ﴾

رِسَالَتَهٗ: بمعنی خط، پیغام، جمع رَسَائِل اور رِسَالَات آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾.

اِخْتَصَّهٗ: (افتعال) اِخْتِصَاصًا، خاص کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَشَآءُ﴾ خَصَّ (ن) خَصًّا، خاص کرنا۔

اَلاَنَام: بالقصر و بالمد بمعنی مخلوق، قال تعالیٰ: ﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ﴾

جَوَامِع: جمع ہے جامع اسم فاعل کی، وہ کلام جو لفظ کے اعتبار سے کم اور معنی کے اعتبار سے بہت ہوں، جَمَعَ (ف) جَمْعًا بمعنی جمع کرنا۔

اَلْکَلِم: جمع ہے اَلْکَلِمَۃ کی، وہ بامعنی لفظ جو انسان بولے، قال تعالیٰ: ﴿اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ﴾ کَلِمَ (ن ض) کَلْمًا بمعنی زخمی کرنا۔

اَلْوَجْه: چہرہ، سامنے کا حصہ، جمع اَوْجُهٌ، وَجُوْهٌ آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾.

اَلْکَرِیْمُ: صاحب کرم درگذر کرنے والا، اللہ کے ناموں میں سے ہے، کَرَمَ (ن) کَرْمًا کرم میں غالب ہونا، تَکْرِیْمًا تعظیم کرنا۔

صَلّٰی: اچھی تعریف کرنا، مرادی معنی رحمت بھیجنا، درود بھیجنا، صلّٰی صَلٰوۃ نماز پڑھنا، صَلِیَ (س) صِلًّی آگ میں جلنا۔

تَعَالٰی: بلند ہونا، عَلَا (ن) عُلُوًّا کہا جاتا ہے ''عَلَا النَّهَارُ'' دن چڑھنا، عَلِیَ (س) عَلَاءً بلند ہونا ''عَلٰی فُلَانٌ فِی المَکَارِمِ'' درجہ میں بلند ہونا۔

اٰلِهٖ: اہل وعیال، اس کا استعمال صرف اشراف میں ہوتا ہے، خواہ شرافت دینی ہو یا دنیاوی، قال تعالیٰ: ﴿اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾

وَصَحْبِهٖ: صاحب کی جمع ہے بمعنی ساتھی، ایک ساتھ زندگی گذارنے والے، صَحَبَ باب فَتَحَ سے جانور کی کھال اتارنے کے معنی میں آتا ہے۔ البتہ ''باب سَمِعَ'' سے رفاقت اور زندگی گزارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ صُحْبَۃً ساتھ ہونا دوستی کرنا، قال تعالیٰ: ﴿قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ﴾

بَارَكَ: برکت کی دعاء کرنا ''بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْكَ'' برکت دینا، بَرَكَ (ن) بُرُوْكًا اونٹ کا بیٹھنا۔

وَسَلَّمَ: سَلَّمَ عَلَيْهِ السلام علیکم کہنا، سَلِمَ (س) سَلَامَۃً بمعنی نجات پانا، بچالینا، قال تعالیٰ: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ﴾ ''السلام'' اللہ کا نام ہے۔

نَطَقَ: نَطَقَ (ض) نُطْقًا نُطُوْقًا و مَنْطِقًا بولنا، قال تعالیٰ: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾

اللِّسَان: جمع اَلْسِنَۃ لِسَانَات وغیرہ آتی ہے، بمعنی زبان، مذکر ومؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾.

بِمَدْحِهٖ: مَدَحَ (ف) تعریف کرنا، ''مَدَحْتُ اللُّؤْلُؤَ'' میں نے موتی کی تعریف کی۔

اَلْقَلَم: جس سے لکھا جائے، قلم کا اطلاق تراشنے کے بعد ہوتا ہے، تراشنے سے پہلے اس کو ''يَرَاعَه اور قَصَبَه'' کہا جاتا ہے، جمع اَقلام قِلام، قال تعالیٰ: ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾.

بَعْد: ظرف زمان ہے اضافت لازمی ہے قال تعالیٰ: ﴿لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ﴾

وَجِیْز: بروزن قتیل، مختصر کلام وَجَزَ (ض، ك) وَجزاً الْکَلَامَ مختصر کرنا، کم سخن ہونا۔

مُنْتَخَب: چنا ہوا، اِنْتَخَبَ الشیءَ، چننا، نَخَبَ (ن) نَخْبًا فُلَانَ الشَّئَ، کھینچنا، عمدہ حصہ لینا۔

اَلشَّفِیْع: سفارش کرنے والا، شَفَعَ (ف) شَفَاعة مَشْفَعٌ لَهُ مِنْهُ اِلَيْهِ، سفارش کرنا، قال تعالٰی: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ﴾

اَلْعَزِیْز: عزت والا، شریف، قوی، بادشاہ، اللہ کے ناموں میں سے ہے، جمع عِزَاز، وَأَعِزَّاء آتی ہے عَزَّ، عِزًّا، عِزَّةً، غالب ہونا (ن) عَزًّا، قوی کرنا، قال تعالٰی: ﴿اِنَّ رَبَّکَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ﴾.

اِقْتَبَسْتُهُ: حاصل کرنا، سیکھنا، قَبَسَ (ض) قَبْسًا مِنْهُ النَّار، شعلہ حاصل کرنا۔

اَللَّامِع: روشن چمکدار ہونا، لَمَعَ (ف) لَمْعًا وَلَمَعَانًا وَلُمُوْعًا، البرق، بجلی کا چمکنا، روشن ہونا۔

اَلصَّبِیْح: خوب صورت، جمع صِبَاحٌ، صَبِحَ (س) صَبْحًا، چمکدار ہونا، صَبُحَ (ك) صَبَاحَةَ الْوَجْه، چہرے کا روشن ہونا۔

اَلْمَعْرُوْف: اسم مفعول، مشہور، خیر، احسان، رزق، ہر وہ چیز جو شریعت میں بہتر ہو، عَرَفَ (ض) عِرْفَةً وَعِرْفَانًا پہچاننا، عَرَفَ (ن) عَرَافَةً عَلَى الْقَوْم، چودہری، قال تعالٰی: ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ﴾.

اَلْمِشْكٰوة: طاق، چراغ دان، قال تعالٰی: ﴿كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ﴾

اَلْمَصَابِیْح: مصباح کی جمع ہے، بمعنی چراغ۔

سَمَّیْتُهُ: سَمًّا (ن) وَسُمُوًّا بلند ہونا، "سَمَوْتُ اِلَيْهِ بَصَرِیْ"، اس کی طرف میں نے نگاہ اٹھائی، اگر مصدر "سَمْوًا" ہو تو بمعنی نام رکھنا، قال تعالٰی: ﴿سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾.

زاد: سفر کے لئے تیار کیا ہوا کھانا، جمع اَزْوِدَة، وَاَزْوَاد، آتی ہے، زَادَ (ن) زَوْدًا، توشہ لینا قال تعالٰی: ﴿فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی﴾

اَلطَّالِبِیْن: طالب کی جمع ہے، شاگرد، جمع طُلَبَاء طَلَبَ (ن) طَلَبًا الشیء ڈھونڈنا، علم حاصل کرنا، قال تعالٰی: ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾

رَسُوْل: بھیجا ہوا جمع رُسُلْ، قال تعالٰی: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾

رَبٌّ: سردار، مالک، پرورش کرنے والا، اللہ کے ناموں میں سے ہے جمع اَرْبَاب، رُبُوْب، رَبَّ (ن) رَبًّا، القوم سردار ہونا قال تعالٰی: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾.

اَلْعٰلَمِیْن: جمع عالم، ساری مخلوق ماسوی اللہ، قال اللّٰه تعالٰی: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾.

اَلْفَاظُهُ: واحد لفظ، لَفِظَ (ض، س) "لَفَظًا الشَّیَٔ وَبِالشَّیْءِ مِنْ فَمِهٖ" منہ سے پھینکنا، قال تعالٰی: ﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ﴾.

قَصِیْرَة: چھوٹا، چھوٹے قد کا ہونا، جمع قِصَار، قَصِیْرَات، قَصَائِر آتی ہے، قَصُرَ (ك) قِصَرًا وَقَصَارَةً چھوٹا ہونا۔

مَعَانِیْه: کلام کا مضمون، معنی الکلمۃ، جمع مَعَانٍ، اس سے انسان کے صفات محمودہ بھی مراد لئے جاتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے "فلان حسن المعانی".

كَثِیْرَة: بہت، كَثُرَ (ك) كَثْرَةً، وَكَثَارَةً، بہت ہونا (ن) كَثَرَ الرَّجُلُ کثرت میں غالب آنا قال تعالٰی: ﴿لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ﴾

یَتَنَضَّر: تروتازہ ہونا، نَضِرَ (ن، س، ك) نَضْرَةً، نُضُوْرًا، تروتازہ ہونا قال تعالٰی: ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾

قرأہ: (ف، ن) قَرْءً وَقِرَائَۃً پڑھنا، قال تعالیٰ: ﴿فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ﴾.

حَفِظَهُ: (س) حفاظت کرنا، زبانی یاد کرنا، اس سے حفیظ بھی ہے جو اللہ کے ناموں میں سے ہے قال تعالیٰ: ﴿حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾.

يَبْتَهِجُ: خوش ہوتا ہے، بَهِجَ (ف) بَهْجًا خوش کرنا (س) بَهَجًا خوش ہونا (ک) بَهَاجَةً وَبُهْجَانًا خوبصورت ہونا قال تعالیٰ: ﴿حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ﴾

دَرَّسه: دَرَسَ (ن) دُرُوْسا پڑھنا، ودِرَاسا باہم پڑھنا، مدرسہ تعلیم حاصل کرنے کی جگہ، قال تعالیٰ: ﴿وَدَرَسُوْا مَافِيْهِ﴾.

وَرَتَّبْتُهُ: رَتَبَ (ن) رَتْبًا وَرُتُوْبًا قائم وثابت ہونا، رَتَبَ فِي الصَّلٰوةِ نماز میں سیدھا کھڑا ہوا۔

اَلْبَابَيْنِ: یہ تثنیہ ہے باب کا معنی دروازہ، مراد کتاب کا باب ہے، جمع اَبْوَاب ہے، قال تعالیٰ: ﴿فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَآءِ﴾.

يَعُمُّ: عَمَّ (ن) عُمُوْمًا عام ہونا، اَلْعَائِم سب کو شامل ہونے والا اسی سے ہے عام لوگ جمع عوام۔

نَفَعَهَا: نَفَعَ (ف) نفع دینا اسی سے النافع ہے جو اللہ کے ناموں میں سے ہے قال تعالیٰ: ﴿أَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾.

اَلدَّارَيْن: دَارٌ کی تثنیہ ہے گھر، رہنے کی جگہ، جمع دُوْر دِيَارْ، أَدْوُر، دُوْرَات، دُوْرَان، قال تعالیٰ: ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾

أَسْأَلُ: سَأَلَ (ف) سُؤَالاً، وَسَأَلَةً طلب کرنا، درخواست کرنا، سائل، مانگنے والا جمع سَائِلُوْن آتی ہے۔

يَجْعَلُه: جَعَلَ جَعْلاً بنانا، پیدا کرنا، جَعَلَه حَاكِمًا اس نے اسے حکم مقرر کیا، قال تعالیٰ: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾

خَالِصًا: بے کھوٹ، صاف رنگ، جمع خُلَّص ہے خَلَصَ (ن) خُلُوْصًا خالص ہونا قال تعالیٰ: ﴿لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا﴾

سَبَبًا: راستہ، ذریعہ، رسی جمع سَبَائِب.

دُخُوْل: دَخَلَ (ن) دُخُوْلاً اندر آنا، داخل ہونا، قال تعالیٰ: ﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ﴾.

اَلنَّعِيْم: آرام، نَعِمَ (ف، س) نِعْمَةً خوش حال ہونا، دَارُالنَّعِيْم سے مراد جنت ہے، قال تعالیٰ: ﴿اُوْلٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾

وَاسِع: کشادہ ہونا، وَسِعَ (ف، س، ك) وَاسِعَةً وَوُسْعًا، کشادہ ہونا، کشادہ کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾

اَلْمَغْفِرَة: معافی، بخشش، غَفَرَ (ص) غَفْرًا و غُفْرَانًا معاف کرنا، چھپانا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾.

اَلْفَضْل: فَضِلَ (ن، س) فَضْلاً باقی رہنا، زائد ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ﴾.

اَلعظيم: زیادتی احسان، بڑا ہونا، صفت عظیم ہے، العظم ہڈی کو کہتے ہیں، "ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْم"، بڑے فضل والا۔

جَوَاهِرُ: جمع جَوْهَرَة کی بمعنی قیمتی پتھر۔

اَلْحِكَمُ: جمع ہے حكمة کی بمعنی عدل، بردباری حلم، حَكُمَ (ك) حِكْمَةً بمعنی دانا ہونا قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ﴾

الباب الأوّل

پہلا باب

فی جوامع الکلم ومنابع الحکم والمواعظ الحسنة

لغات: مَنَابع: جمع مَنْبع کی، نبعَ (س، ك) نبعًا وَنبعَانًا، چشمہ سے پانی نکلنا۔ اَلْمَوَاعِظ: جمع ہے مَوْعِظَة کی، بمعنی وعظ، نصیحت، وَعَظَ وَعْظًا وَعِظَةً نصیحت کرنا ایسی بات کہنا جس سے دل نرم ہوجائے، قال تعالیٰ: ﴿قُلْ اِنَّمَا أَعِظُکُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ اَلْحَسَنَة: نیکی، بھلائی، حسن کا مؤنث ہے، جمع حِسَانٌ، حَسَنَاتٌ اور حَسَنٌ، مذکر کی جمع صرف حِسَانٌ آتی ہے، حَسُنَ (ك، ن) حُسْنًا خوب صورت، اچھا ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾.

اعمال کا درومدار نیتوں پر ہے

① قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا أَوِامْرَأَةٍ یَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ.

ترجمہ: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”تمام کاموں کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو وہ نیت کرے، پس جس نے ہجرت کی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو اس کی ہجرت ہے اللہ اور اس کے رسول کے لئے اور جس نے ہجرت کی دنیا کمانے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے، تو جس نے جس غرض کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اسی غرض کے لئے ہوگی۔“

لغات: اَعْمَال: عَمَلٌ کی جمع ہے بمعنی کام (س) کام کرنا، قال تعالیٰ: ﴿لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَکُمْ أَعْمَالُکُمْ﴾ اَلنِّیَات: نِیَة کی جمع ہے دل کا ارادہ، نَوَیٰ یَنْوِیْ نِیَةً، ”بتشدید الیاء و تخفیف الیاء“ معنی قصد کرنا ارادہ کرنا۔
اِمْرِئٌ: معنی مرد اس کی ضد اِمْرَأَةٌ آتی ہے بمعنی عورت۔ هِجْرَت: ترک وطن (ن) هَجْرًا وهِجْرَانًا، اصطلاح میں ہجرت کے دو معنی آتے ہیں، ترک وطن، دوسرا ترک معصیت، یہاں پر اول والا ہی معنی مراد ہے، قال تعالیٰ: ﴿مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ دُنْیَا: موجودہ زندگی، دَنَا، یَدْنُوْا، دُنُوًّا، (ن) کسی چیز کا قریب ہونا، قال تعالیٰ: ﴿خَسِرَ

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ يُصِيبُهَا: أَصَابَ يُصِيبُ إِصَابَةً، (باب افعال) اَلشَّئ لینا، حاصل کرنا، پالینا پہنچنا، صَابَ (ض) يَصِيبُ صَيْبًا، نشانہ پر لگنا، درست ہونا، قال تعالیٰ: ﴿أَوْيُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ يَتَزَوَّجُهَا: نکاح کرنا، قال تعالیٰ: ﴿زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ﴾

تَشْرِیح: حدیث کا شان ورود: جس طرح قرآن کی آیتوں کا شان نزول ہوتا ہے تو اسی طرح احادیث کا بھی شان ورود ہوتا ہے، حدیث بالا کے بارے میں دو روایتیں ملتی ہیں ایک روایت "مَوَاهِب لَدُنِّيَّه" میں بحوالہ "مُنْتَهٰى الآمَالِ لِلسُّيُوْطِىْ" کی ہے، اس روایت میں ہے کہ ایک صاحب نے ہجرت کی اور پھر ایک عورت سے نکاح کرلیا، دوسری روایت "طبرانی" میں ہے اس روایت میں اس عورت کا نام "ام قیس" بتایا گیا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس عورت کا نام تو قیلہ تھا کنیت ام قیس تھی۔ (۱)

حدیث کی فضیلت: یہ بہت ہی عظیم الشان حدیث ہے اس حدیث کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ثلث علم ہے۔ (۲)

اس کی وجہ بیان کی ہے کہ انسان کے کل اعمال کی تین قسمیں ہیں: اول: وہ عمل جس کا تعلق دل سے ہو، دوم: وہ عمل جس کا تعلق زبان سے ہو، سوم: وہ عمل جس کا تعلق اعضاء سے ہو، اس حدیث کا تعلق ان تینوں ہی کے ساتھ ہے۔

ابن دقیق العید نے فرمایا کہ: علماء نے اس حدیث کو ثلث الاسلام کا لقب دیا ہے۔ (۳) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث نصف فقہ ہے۔ علماء عموماً اس حدیث سے ہی اپنی کتابوں کو شروع کرتے ہیں تاکہ پڑھنے پڑھانے والے اپنی نیتوں کو اول ہی سے درست کرلیں۔ (۴)

اَلْاَعْمَال: یہ عمل کی جمع ہے، عمل اور فعل کو بعض علماء نے مترادف بتایا ہے، (۵) لیکن امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: فرق ہے فعل عام ہے، اختیاری اور غیر اختیاری دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، بخلاف عمل کہ یہ صرف اختیاری پر ہی بولا جاتا ہے۔

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "عمل وہ ہے جس میں مشقت ہو بخلاف فعل کے کہ اس میں (۶) مشقت نہیں ہوتی۔"

نیات: یہ نیت کی جمع ہے، پھر نیت کی علماء نے تین قسمیں بیان کی ہیں:

اول:...... "تمییز عبادت عن العادت"، نیت کے ذریعہ عبادت کو عادت سے جدا کرنا، مثلاً ایک آدمی نماز کی حالت میں کھڑا ہے، اگر اس نے نیت کی ہے تو نماز ہے ورنہ وہ ویسا ہی کھڑا ہے۔

دوم:...... "تمییز عبادت عن الْعِبَادَةِ"، نیت کے ذریعہ ایک عبادت کو دوسری عبادت سے جدا کرنا مثلاً نیت کے ذریعہ ظہر

(۱) فتح الباری ۱/ ۸، فیض الباری، مرقاۃ، تعلیق، فضل الباری ۱/ ۱۳۹، عمدۃ القاری، ص ۱/ ۲۸، مرعاۃ المفاتیح ۱/ ۳۴
(۲) فتح الباری، مرقاۃ، ۱/ ۴۲ (۳) فتح الباری ۱/ ۱۰ (۴) فتح الباری، ۱/ ۱۱، مرآۃ المفاتیح، ۱/ ۳۲
(۵) قاموس، یہ لغت کی کتاب ہے، جس کے مصنف مجد الدین ابن یعقوب فیروزآبادی المتوفی ۸۱۷ء ہیں (۶) فیض الباری، ص ۱/ ۵

وعصر کی نماز میں فرق کرنا۔

سوم: ...... "تمییز معبود عن المعبود": نیت کے ذریعہ ایک معبود کی عبادت سے دوسرے معبود کی عبادت کو جدا کرنا، مثلاً کوئی نماز پڑھ رہا ہے اب نیت سے معلوم ہوگا کہ اللہ کے لئے پڑھ رہا ہے یا کسی اور معبود کے لئے۔ (۱)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں وہی عمل قابل قبول ہوگا جو صحیح نیت سے کیا گیا ہو اگر نیت صحیح نہیں تو وہ عمل فاسد اور مردود ہوگا۔ (۲)

دنیا کے ساتھ عورت کو خاص طور پر کیوں ذکر کیا؟

سُؤال: دنیا میں عورت بھی داخل تھی، تو پھر عورت کو مستقل کیوں ذکر کیا؟

محدثین نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں:

اول: ...... مورد حدیث چونکہ ایک عورت کا ہی واقعہ ہے اس لئے خصوصیت سے اس کو بیان کر دیا۔ (۳)

دوم: ...... یہ جواب صاحب "مَوَاهِبِ لَدُنِّيه" نے دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصار نے ان کے ساتھ ہمدردی کی کہ اپنی جائیداد اور مال وغیرہ ان کو دینا چاہا، یہاں تک کہ بعض انصار نے اپنے مہاجر بھائی سے یہ کہا کہ میری بیویوں میں سے جو تم کو پسند ہو میں اس کو طلاق دیتا ہوں تم اس سے نکاح کر لینا تو اس بات کا احتمال ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ مکہ میں مال اور بیویوں سب کو چھوڑ دو مدینہ میں سب کچھ مل جائے گا مال بھی اور عورت بھی اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ان دونوں ہی کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

سوم: ...... عورت کا فتنہ بڑا فتنہ ہے اس میں بڑے بڑے لوگ پھنس جاتے ہیں، اس وجہ سے عورتوں کو خاص طور سے بیان فرمایا (۴) بقول اکبر الہ آبادی:

اکبر نہ دب سکے کبھی برٹش کی فوج سے
لیکن شہید ہوگئے بیوی کی نوج سے

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص ۱۱ پر ہے، اور پوری حدیث بھی انہی الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاري ومسلم فالبخاري في مواقع متعددة مثلا في باب كيف كان بدء الوحي وفي باب الخطاء والنسيان الخ، واخرجه مسلم في كتاب الامارة في باب قوله انما الاعمال بالنية.

ترکیب حدیث: قال: فعل، النبی: فاعل۔ صلی: فعل۔ لفظ اللّٰہ: فاعل۔ علی: حرف جار۔ ہ: مجرور جار مجرور یہ متعلق ہوا صلی فعل کے صلی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ معطوف علیہ۔ و: حرف عطف، سلم: فعل ضمیر۔ ھو: فاعل، فعل اپنے

---

(۱) التعلیق الصبیح ص ۱/۹، مرعاۃ المفاتیح ۱/۳۴ (۲) فتح الباری

(۳) فیض الباری، فتح الباری، ۱/۱۰، التعلیق الصبیح ص ۱/۱۰ (۴) عمدۃ القاری ص ۱/۲۸، فضل الباری، ۱/۱۴۹

فاعل سے مل کر جملہ معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ دعائیہ انشائیہ معترضہ ہوا۔

انما: کلمہ حصر۔ الاعمال: مبتداء۔ باء: حرف جار۔ النیات: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا محذوف فعل کے، محذوف فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر الاعمال مبتداء کی خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، انما: کلمہ حصر۔ لامرئ: ل: حرف جار۔ امرئ: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل متعلق ہوا ثابت محذوف کے ثابت صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مقدم۔ ما: موصولہ۔ نوی: فعل، ضمیر فاعل، نوی فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول کا، موصول اپنے صلہ سے مل مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فمن: فاء: تفصیلیہ۔ من: موصولہ۔ کانت: فعل ناقص۔ ھجرتہ: مضاف ضمیر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر کانت کا اسم ہوا۔

الی: حرف جار۔ لفظ اللّٰہ: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ رسول: مضاف، ہ: مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر الی جار کا مجرور ہوا جار اپنے مجرور سے مل کر اسم محذوف کے متعلق ہوکر خبر ہوئی کانت کی، کانت اپنے اسم اور خبر سے مل کر من کا صلہ ہوا موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتداء متضمن معنی شرط ہوا۔

فھجرتہ: فاء: جزائیہ۔ ھجرتہ: مضاف ضمیر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ الی: جار۔ لفظ اللّٰہ: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ رسولہ: مضاف۔ ہ: مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر الی جار کا مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر محذوف اسم کے متعلق ہوکر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر قائم مقام جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ من: موصولہ۔ کانت: فعل ناقص۔ ھجرتہ: مضاف ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر اسم ہوا کانت کا۔ الی: حرف جار۔ دنیا: موصوف۔ یصیب: فعل ضمیر فاعل۔ ھا: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ۔ او: حرف عطف، امراۃ: موصوف۔ یتزوجھا: فعل، ضمیر فاعل۔ ھا: ضمیر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر الی جار کا مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر محذوف اسم کے متعلق ہوکر خبر ہوئی کانت کی، کانت اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول کا، موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتداء متضمن معنی شرط ہوا۔ فھجرتہ: فاء: جزائیہ۔ ھجرتہ: مضاف، ضمیر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔
الی: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ ھاجر: فعل ضمیر فاعل۔ الی: حرف جار۔ ہ: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا ھاجر فعل کے، ھاجر فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول کا، صلہ اپنے موصول سے مل کر الی جار کا مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر یہ متعلق ہوا ''کائنۃ'' کے کائنۃ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر قائم مقام جزاء شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

الجملة الاسمية

جملہ اسمیہ

اس باب میں وہ احادیث ذکر کی جائیں گی جو ترکیب میں جملہ اسمیہ ہوں گی، یعنی ان کا پہلا لفظ اسم سے ہوگا

دین نصیحت کا کام ہے

② اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَةُ.

تَرجَمَۃ: ''دین سراسر نصیحت ہے۔''

لغات: اَلدِّیْن: بمعنی ملت ومذہب، جمع اَدْیَان آتی ہے۔ اَلنَّصِیْحَة: اسم مصدر ہے، خیر خواہی کرنا، جمع نَصَائِح آتی ہے، خالص کے معنی میں بھی آتا ہے، تَوْبَةً نَصُوْحًا، خالص توبہ، قال تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحًا﴾

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نصیحت اور خیر خواہی افضل ترین عمل ہے، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث تمام دین کا خلاصہ ہے کیونکہ نصیحت کے معنی اخلاص کے ہیں اور اخلاص ہی تمام عبادات کی جان ہے، اس کے بغیر عبادات مردود ہیں۔ (۱)

علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک فرمایا کہ: النصیحة کے معنی ادا کرنے کے لئے کلام عرب میں کوئی لفظ نہیں، یہی بات علامہ خطابی نے کہی ہے، (۲) مگر بعض علماء نے فرمایا کہ: عرف میں نصیحت اس کو کہتے ہیں کہ: خلوص ومحبت کے ساتھ کسی کو کوئی خیر کی بات بتائے، (۳) اردو میں اس کا قریب ترین ترجمہ خیر خواہی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، تمام قسم کی خیر خواہی اس میں داخل ہو کہ کوئی سلام کرے تو جواب دے، کوئی بیمار ہو جائے تو عیادت کو جائے، کسی کو دھوکہ نہ دے، چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب کرے، چغلی نہ کرے، غیبت نہ سنے اور نہ کرے وغیرہ، (الى غير ذلك ما لا يكاد ينحصر فى العبارة) (۴)

تمام کی تمام خیر خواہیاں اس میں داخل ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطا فرمایا تھا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کہ ایک مختصر سی حدیث میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو جمع فرما دیا۔ (۵)

(۱) شرح مسلم فتح الباری ۱/ ۱۳۸ تقریر بخاری من افادات شیخ الحدیث محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ ۱/ ۱۵۸
(۲) فتح الباری ۱/ ۱۳۸ (۳) فتح الباری ۱/ ۱۳۸، مرقاۃ ۹/ ۲۲۴، اشعۃ اللمعات ۴/ ۱۳۰
(۴) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۹/ ۲۲۴، شرح اربعین ۶۲، ۶۱ (۵) مظاہر حق ۴/ ۵۴۲

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة على الخلق"، ص۴۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعن تميم الدارى انّ النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: الدين النصيحة ثلثا قلنا: لمن، قال: للّٰه ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم.

تخریجِ حدیث: اخرجه "البخارى" فى كتاب الايمان (فى باب قول النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدين النصيحة). واخرجه "مسلم" فى كتاب الايمان فى باب بيان الدين النصيحة)

ترکیبِ حدیث: الدين: مبتدا۔ النصيحة: خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

مجالس کی باتیں امانت ہوتی ہیں

③ اَلْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ.

تَرجَمۂ: ”مجالس امانت کے ساتھ وابستہ ہیں۔“

لُغات: اَلْمَجَالِسُ: جمع مَجْلِس کی ہے، بیٹھنے کی جگہ، جَلَسَ (ض) جُلُوْسًا وَمَجْلِسًا، بیٹھنا، قال تعالیٰ: ﴿تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجَالِسِ﴾. اَلْاَمَانَة: جمع اَمَانَات آتی ہے، بمعنی محفوظ کرنا، فریضہ خداوندی، أَمِنَ (س، ض) محفوظ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ﴾.

تشریح: اس حدیث میں مجلس کے آداب میں سے یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ مجلس کی تمام باتیں مصلحت اور اصحاب مجلس کی اجازت کے بغیر دوسروں سے اس کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ: کسی شخص کے لئے یہ بات زیبا نہیں کہ جب کسی مجلس میں کسی کے بارے میں کوئی بات ہو تو وہ اس بات کو لوگوں کے سامنے افشاء کرتا پھرے، ہاں تین مجلسوں کی باتوں کو افشاء کرنے کی اجازت ہے:

1. جس میں کسی کے ناحق قتل کی بات ہو رہی ہو۔
2. کسی عورت کی عصمت لوٹنے کی بات ہو رہی ہو۔
3. کسی کا مال ناحق لینے کی بات ہو رہی ہو، اس میں حکم ہے کہ ان کے متعلقہ لوگوں کو فوراً آگاہ کردے تاکہ وہ اپنے آپ کو بچالیں۔[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اس مجلس کی بات بھی افشاء کرے جس میں دین یا قوم کو نقصان پہنچانے کی گفتگو ہو رہی ہو۔[2]

یہ حدیث ”مشکوۃ“ میں ”باب الحذر والتانی فی الامور“ ص ۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: المجالس بالامانة الا ثلثة مجالس، سفك دم حرام، اوفرج حرام، او اقتطاع مال بغير حق.

تخریج حدیث: اخرجہ ابوداؤد فی کتاب الادب عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما.

ترکیب حدیث: المجالس: مبتداء۔ باء: حرف جار۔ الامانة: مجرور، جار مجرور سے مل کر محذوف اسم کے متعلق ہو کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ: ۹/۲۸۳ (۲) اشعۃ اللمعات

دعاء عبادت کا مغز ہے

④ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ.

ترجمہ: ''دعا عبادت کا مغز ہے۔''

لغات: اَلدُّعَاء: یہ دعا کا مصدر ہے، دَعَا یَدْعُوْ (ن) دُعَاءً ودَعْوىً پکارنا، مدد طلب کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ﴾. مُخّ: ہڈی کا گودا، جمع مِخَاخ آتی ہے۔

تشریح: تمام عبادات کا مقصد یہ ہے کہ انسان میں عاجزی آجائے اور یہ بات دعا میں بدرجہ اتم حاصل ہوتی ہے [۱] اسی وجہ سے فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾﴾ [۲] جو لوگ میری عبادت یعنی دعا سے تکبر اور بڑائی کرتے ہیں تو عنقریب وہ ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے یہاں پر عبادت سے مراد دعا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو، جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دعاء کے شروع میں اللہ کی تعریف اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور پھر یقین کے ساتھ دنیا وآخرت کے بارے میں جو مانگنا ہے مانگے آخر میں پھر درود پڑھے مگر کسی گناہ کے کام، قطع رحمی، یا وہ امور جو عقلاً یا شرعاً محال ہوں ان امور کی دعا نہ کرے، دعا قبول ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ آدمی حرام مال وغذا سے بچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: مسافر، پراگندہ بال پریشان حال شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے لیکن اس کا کھانا، اس کا لباس اور اس کا مال حرام ہوتا ہے تو کیسے اس کی دعا قبول ہوگی۔

یہ حدیث ''مشکوٰۃ'' میں ''کتاب الدعوات'' ص۱۹۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدّعاء مخّ العبادة.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی کتاب الدعوات عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالٰی عنه وقال الترمذی هذا حدیث غریب.

ترکیب حدیث: الدعاء: مبتداء۔ مخ: مضاف۔ العبادۃ: مضاف الیہ: مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء کی خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح، ۱/۴۸ (۲) سورۃ مؤمن آیت ۶۰

حیاء ایمان کا حصہ ہے

⑤ اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: ''حیاء ایمان کا حصہ ہے۔''

لغات: اَلْحَیَاء: شرم وحیاء، قال تعالیٰ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیِیْ أَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً﴾. شُعْبَة: فرقہ، شاخ، پانی بہنے کی جگہ، مراد فرقہ وشاخ ہے جمع شِعَب و شِعَاب آتی ہے۔

تشریح: حیاء کی تعریف: حیاء کی تعریف میں ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ اس کیفیت کا نام ہے جو آقا کے سامنے درخواست وطلب سے آدمی کو باز رکھے، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے حیاء کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ: اللہ کی بے شمار نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں کو دیکھ کر نفس میں جو حالت پیدا ہو اس کو حیاء کہتے ہیں، حیاء کو ایمان کا حصہ بیان کیا گیا، کیوں کہ حیاء کی وجہ سے آدمی بہت سے گناہوں (زنا، چوری، گالی گلوچ، وغیرہ) سے بچ جاتا ہے، اسی وجہ سے علماء نے فرمایا کہ اگر حرام کام ہے تو اس میں حیاء کرنا واجب ہے، اگر مکروہ ہے تو مندوب اور اگر مباح ہو تو حیاء عرفی ہے اور جس میں حیاء نہ ہو تو اس کو مجنون اور پاگل کہا جائے گا۔ (۱)

شعبة: شعبة میں تنوین تعظیم کے لئے ہے یعنی حیاء ایمان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

سؤال: ایمان کے اور بہت سے حصے اور شاخیں ہیں تو یہاں خصوصی طور سے حیاء کو کیوں بیان کیا؟

جواب: حیاء ہی ایسی چیز ہے جو بوجہ خوف دنیا وآخرت کے ہر معروف کی طرف داعی اور ہر منکر سے مانع ہوتی ہے، یعنی تمام امور کی انجام دہی کے لئے یہی سبب بنتی ہے، اس لئے خصوصی طور سے بیان کیا گیا۔ (۲)

حیاء کرنے سے آدمی بہت سے گناہوں سے رُک جاتا ہے مثلاً زنا، ناچ گانا، چوری وغیرہ۔

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حیاء کو خصوصی طور سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ امر طبعی ہے، عموماً اس کی طرف ذہن نہیں جاتا اس لئے یاد دلایا گیا کہ حیاء بھی ایمان کا حصہ ہے۔ (۳)

اس حدیث کو شاعر نے کیا خوب ادا کیا ہے:

اذا لم تخش عاقبة اللیالی * ولم تستحیی فاصنع ما تشآء
فلا واللّٰه ما فی العیش خیر * ولاالدنیا اذا ذهب الحیاء
یعیش المرأ ما استحیٰ بخیر * ویبقی العود ما بقی الحیاء

ترجمہ: ''جب تو راتوں کے انجام سے نہیں ڈرتا، اور شرم نہیں کرتا تو جو تو چاہے کرتا رہے، اللہ کی قسم زندگی میں کوئی

(۱) فتح الملہم ۱/۲۱۰ (۲) التعلیق الصبیح ۱/۲۳ (۳) فیض الباری

خیرنہیں، اور نہ دنیا میں جب کہ حیاء چلی گئی ہو آدمی کی زندگی جب تک ہی ہے جب تک خیر کے ساتھ زندہ رہے کیونکہ ٹہنی کی بقاء اسی وقت تک ہے جب تک اس کا تنا باقی ہے۔"

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "کتاب الایمان" ص۱۲، پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الايمان بضع وسبعون شعبة افضلها قول لااله الاالله وادناها اماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان.

تخریجِ حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الایمان (باب امور الایمان) عن ابی هريرة واخرجه مسلم فی شعب الايمان عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه.

ترکیبِ حدیث: الحیاء: مبتداء۔ شعبة: موصوف۔ من: حرف جار۔ الایمان: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر محذوف کائنۃ کے متعلق ہو کر صفت ہوئی موصوف صفت سے مل کر خبر ہوئی مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قیامت کے دن آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں محبت کرتا تھا

⑥ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ.

ترجمہ: ''آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے۔''

لغات: اَلْمَرْءُ: مرد، ضد اِمْرَأَة، قال تعالیٰ: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ﴾. أَحَبَّ: باب افعال سے بمعنی محبت کرنا، قال تعالیٰ: ﴿إِنِّي لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ﴾.

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حدیث کا معنی عام ہے کہ آدمی اچھے آدمی سے محبت رکھے تو قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا اور اگر کسی فاسق وفاجر سے محبت رکھے تو قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے ''اَلْمَرْءُ عَلٰی دِيْنِ خَلِيْلِهِ''، [1] آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔

شان ورود: بخاری شریف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے یہ مضمون منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کسی سے محبت تو رکھتا ہے مگر اس جیسے اعمال نہیں کرتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کہ: ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ'' کہ محشر میں ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت رکھتا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس حدیث کو سننے کے بعد ہوئی۔ [2]

بعض علماء نے یہاں تک فرمایا کہ: اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے خاتمہ بالخیر کی بشارت ہے جو اللہ کے نیک بندوں سے دنیا میں محبت رکھتے ہیں کیونکہ قیامت میں یہ ان کے ساتھ اسی وقت ہوگا جب کہ خاتمہ بالخیر ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان ستر برس بھی عبادت کرے تب بھی اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت رکھتا ہے۔ [3]

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''باب الحبّ فی اللّٰہ والبُغضِ فی اللّٰہ'' ص ۴۲۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود قال: جآء رجل الی النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال یا رسول اللّٰہ: کیف تقول فی رجل أحب قوما ولم یلحق بھم فقال: المرء مع من احب.

(۱) ترمذی شریف ومظاہر حق ۵۶۴/۴ (۲) مسلم (نوٹ) اس قسم کے سوالات کئی صحابہ سے نقل کئے گئے ہیں۔

(۳) احیاء العلوم ۲۳۰/۲، اس مسئلہ کی لمبی بحث ہے احیاء العلوم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب عن عبداللّٰه بن مسعود واخرجه مسلم فی البرّ والصّلة عن ابن مسعود وابی موسی رضی اللّٰه تعالٰی عنهما.

ترکیب حدیث: المرء: مبتداء۔ مع: مضاف۔ من: موصولہ۔ احب: فعل ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر موصول کا صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر فعل محذوف کا ظرف ہوکر مبتداء کی خبر ہوکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

شراب کی مذمت

⑦ اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ.

ترجمہ: ”شراب ہر قسم کے گناہوں کا مجموعہ ہے۔“

لغات: اَلْخَمْرُ: انگوری شراب، اور ہر نشہ آور چیز جو عقل کو ڈھانپ لے، خَمَرَ (ن) خَمْرًا، چھپانا، دوپٹہ کو بھی خمار کہتے ہیں اس سے بھی سر کو چھپایا جاتا ہے، قال تعالٰی: ﴿یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ﴾. جُمَّاعٌ: مبالغہ بہت جمع کرنے والا، جَمَعَ (ف) جَمْعًا، اکٹھا کرنا، قال تعالٰی: ﴿وَجَمَعَ فَأَوْعٰی﴾. اَلْاِثْمُ: بمعنی گناہ، اَثِمَ (س) اِثْمًا اَثَمًا واَثَامًا گناہ کرنا۔

تشریح: اس حدیث کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں کہ:

”شراب پینے کے بعد جب انسان کی عقل وحواس اس کے قبضہ میں نہیں رہتے ہیں تو وہ بہت سے ایسے گناہوں کا ارتکاب کرلیتا ہے جو اسے معلوم بھی نہیں ہوتے جیسے کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے: اَلْخَمْرُ الْفَوَاحِشُ وَأَكْبَرُ الْكَبَائِرِ مَنْ شَرِبَهَا وَضَعَ عَلٰی أُمِّهٖ وَخَالَتِهٖ وَعَمَّتِهٖ [1]، شراب بے حیائی کی جڑ ہے اور بڑے گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ ہے جس نے شراب پی تو گویا اس نے اپنی ماں، خالہ، پھوپھی کے ساتھ ہم بستری کی۔“

شراب پینے کی جہاں قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں ہیں اسی طرح سے دنیا کے بڑے بڑے فلاسفروں اور ڈاکٹروں نے بھی اس کی مذمت کی ہے، مثلاً: ڈاکٹر پارس اٹلی کہتے ہیں:

”اگر دنیا میں شراب نہ ہوتی تو ہمیں دنیا کے نصف گناہ اور بیماریاں معلوم نہ ہوتیں۔“

ایک اور فلاسفر کا مقولہ ہے کہ: ”دنیا میں نصف سے زائد گناہ شراب کی بدولت سرزد ہوتے ہیں۔“

ایک ڈاکٹر کے بقول:

❶ یہ خوراک نہیں بلکہ زہر ہے۔
❷ جسم کی طاقت کو ختم کرتی ہے۔
❸ ہاضمہ کو بھی خراب کرتی ہے۔
❹ اس سے قبض بھی پیدا ہوتا ہے۔
❺ بھوک کے نظام کو بھی خراب کرتی ہے۔
❻ قوت مردانہ کو ختم کرتی ہے۔

---

(۱) مشکوۃ، مظاہر حق ۴/۱۷

❼ دردِ سر اور کثرت تشنگی اس کی ناقابل بیان ہے۔
❽ آواز بھی بھاری ہوجاتی ہے۔
❾ دائمی کھانسی کی شکایت بھی ہوجاتی ہے۔
❿ مدہوشی میں آدمی اپنا پوشیدہ راز ظاہر کردیتا ہے جس کا نقصان اکثر تباہ کن ہوتا ہے۔
⓫ چہرے کی ہیئت کو بگاڑنے کے ساتھ پیٹ کو بڑھادیتی ہے۔[1]

بہرحال شراب ام الخبائث ہے یعنی ہر برائی کی جڑ، اس کی وجہ سے بہت سے گناہ وجود میں آتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "کتاب الرّقاق" ص۴۴۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حذیفة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول فی خطبته: الخمر جمّاع الاثم والنّسآء حبائل الشيطان وحبّ الدنيا رأس كل خطيئة، قال: سمعته اخّروا النسآء اخرهنّ اللّٰه.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوٰة الى رزين وهكذا ذكره المنذرى فى الترغيب۳/۲۵۷.

ترکیب حدیث: الخمر: مبتداء۔ جمّاع: مضاف۔ الاثم: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر ہوکر جملہ اسمیہ ہوا۔

---

(۱) یہ مضمون "الداء والدواء لابن القیم" ص۹۱ تفسیر المنار اور کچھ حصہ معارف القرآن سے لیا گیا ہے۔

بردباری اختیار کرنا اور جلد بازی کو ترک کرنا

⑧ اَلْأَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَان.

تَرجَمَہ: ”بردباری اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔“

لُغَات: اَلْاَنَاۃ: بردباری، وقار، انتظار، اَنِیَ یَأْنٰی (س، ض) بمعنی دیر کرنا۔ اَلْعُجْلَۃ: جلدی کرنا عَجِلَ (س) عَجَلاً جلدی کرنا، قال تعالٰی: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾. شَیْطَان: جمع شَیَاطِیْن بمعنی سرکش ہونا، دیو، شَطَنَ: (ن) مخالفت کرنا، قال تعالٰی: ﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ﴾.

تَشرِیح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب کسی دنیاوی کام کو اس کے تمام پہلوؤں پر نظر کئے بغیر شروع کیا جائے اور وہ کام انجام کو نہ پہنچے تو اب دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کام شیطان کی طرف سے ہوگا اسی وجہ سے انجام کو نہیں پہنچا تو اس حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ پہلے کام کے تمام پہلوؤں کو دیکھ لیا جائے اس کے بعد اس کو شروع کیا جائے، البتہ نیک کام میں جلدی کرنا یہ محمود ہے جیسے کہ قرآن مجید میں نیک لوگوں کی تعریف میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ﴾ کہ وہ اچھے کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔ (۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ:

”عبادات اور طاعات کے شروع کرنے میں جلدی کرنا یہ اچھا ہے مگر درمیان عبادت میں جلد بازی کرنا یہ مذموم ہے اور جو اس حدیث میں ممانعت ہے وہ اس بات پر کہ عبادت کے دوران جلد بازی نہ کرے یہ شیطان کی طرف سے ہوگی، مثلاً کوئی آدمی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو اب نماز کو جلدی شروع کرے یہ تو محمود اور اچھا ہے مگر جب نماز شروع کردی تو پھر جلد بازی نہ کرے اس وقت جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوگی۔“ (۲)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ”باب الحذر والتانی فی الامور“ ص ۴۲۹، پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل بن سعد الساعدی رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: الاناة من اللّٰه والعجلة من الشیطان.

تَخرِیج حَدِیث: اخرجه الترمذی فی باب البرّ والصلة عن سهل بن سعد الساعدی رضی اللّٰه تعالٰی عنه وقال حدیث غریب.

تَرکِیب حَدِیث: الاناۃ: مبتداء۔ من: حرف جار۔ لفظ اللّٰہ: مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا محذوف اسم کے اور پھر خبر مبتداء کی مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واو: حرف عطف۔ العجلۃ: مبتداء۔ من: جار الشیطان: مجرور، جار مجرور محذوف اسم کے متعلق ہو کر خبر مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق، ۴/۵۹۶ (۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۹/۲۷۹

مؤمن شریف ہوتا ہے

⑨ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ.

تَرجَمَۃ: ''مؤمن بھولا بھالا شریف ہوتا ہے۔''

لُغَات: غِرٌّ: ناتجربہ کار جوان، بھولا بھالا، جمع اَغْرَارٌ آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ كَرِيْم: صاحب کرم اللہ کے ناموں میں سے ہے، کَرُمَ (ك) کَرَمًا وَکَرَامَةً، قال تعالیٰ: ﴿فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ﴾.

تَشرِیح: ''غر'' کا معنی ہوتا ہے دھوکہ کھانے والا، حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ نیک آدمی نرم مزاج ہوتا ہے، اور وہ ہر ایک پر اعتماد کرلیتا ہے اس وجہ سے وہ ہر ایک دھوکہ دینے والے سے دھوکہ کھاجاتا ہے۔

دوسری وجہ دھوکہ کھانے کی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے، کوئی بھی اس کو کسی قسم کی بات کہہ دے وہ سچ مان لیتا ہے۔

تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کے سامنے ہمیشہ آخرت ہوتی ہے اس لئے کوئی آدمی اس سے کوئی بات کہہ دے تو وہ اس کو مان لیتا ہے اور آخرت کے انعام جو معاف کرنے پر وارد ہوئے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سب کو معاف کردیتا ہے اور کسی سے انتقام نہیں لیتا۔ (۱)

معاف کرنے کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی پکارے گا کہ جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو وہ کھڑا ہوجائے اور جنت میں داخل ہوجائے، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: لوگوں کو معاف کرنے والے۔

بہر حال مؤمن آدمی کے سامنے اس قسم کے فضائل ہوتے ہیں اس لئے وہ سب کو معاف کردیتا ہے، لوگ اس وجہ سے اس کو بھولا بھالا سمجھتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''باب الرفق والحیاء وحسن الخلق'' ص۴۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: المؤمن غرّ كريم والفاجر خبّ لئيم.

تَخرِیجِ حَدِیث: اخرجه الترمذی فی (باب ماجآء فی البخل) وقال حديث غريب، واخرجه ابوداؤد عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه فی كتاب الادب (باب فی حسن العشيرة).

تَرکِیبِ حَدِیث: المؤمن: مبتداء۔ غر: خبر اول۔ کریم: خبر ثانی مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق ۶۱۴/۴

فاجر کمینہ ہوتا ہے

⑩ وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِيْمٌ.

تَرجَمہ: ''اور فاجر مکار، کمینہ ہوتا ہے۔''

لغات: فَاجِر: حد سے تجاوز کرنے والا اور خوب گناہ کرنے والا، جمع فُجَّار آتی ہے، فَجَرَ (ن) تجاوز کرنا، قال تعالی: ﴿وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾. خَبٌّ: بالفتح: بمعنی مکار، دغا باز، دھوکہ دینے والا، جمع خُبُوْب، خَبَّ (س) خَبًّا وَخِبًّا مکار ہونا۔ لَئِيْم: کمینہ، ذلیل، جمع لِئَام، لُؤَمَاء، لَؤُمَ (ك) کمینہ ہونا، قال تعالٰی: ﴿وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾.

تشریح: ''خب'' کہتے ہیں مکار، دھوکہ باز کو، حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ فاسق وفاجر دھوکہ باز اور مکار ہوتا ہے وہ کسی سے دھوکہ نہیں کھاتا الا یہ کہ کوئی اس سے بھی بڑا دھوکہ باز اور مکار ہو اور جب اس کو کسی نے دھوکہ دے دیا تو پھر یہ شب وروز اسی فکر میں رہتا ہے کہ کب میرا بس چلے اور میں اس سے بدلہ لے لوں۔

یا مطلب یہ ہے کہ جیسے کہ مؤمن کے بارے میں گذرا کہ اس کے سامنے آخرت ہوتی ہے اس لئے وہ دنیا میں سب کو معاف کردیتا ہے مگر فاسق وفاجر کی نظروں کا معاملہ اوجھل ہوتا ہے، اس لئے یہ انتقام کا جذبہ رکھتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ دنیا ہی کی زندگی کو سمجھتا ہے، بہرحال فاسق وفاجر حصول دنیا ہی کو مقصود بنائے ہوتا ہے، اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار رہتا ہے، اگر کسی مقصد کی خاطر کسی کو دھوکہ بھی دینا پڑے تو وہ دھوکہ بھی دے دیتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے قیامت کے دن دھوکہ باز کو جنت کے قریب بلایا جائیگا، اور جب وہ جنت کے قریب پہنچے گا اور داخل ہونا چاہے گا تو جنت کا دروازہ بند کردیا جائے گا، اسی طرح اس سے معاملہ کیا جائے گا اور اس کو کہا جائے گا کہ جس طرح دنیا میں تم لوگوں سے دھوکہ بازی کرتے تھے آج تمہارے ساتھ بھی دھوکہ بازی کی جاتی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الرفق والحياء وحسن الخلق'' ص۴۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: المؤمن غرّكريم والفاجر خبّ لئيم.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی (فی باب ما جآء فی البخل) وقال: حديث غريب، واخرجه ابوداود عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه فی كتاب الادب (باب فی حسن العشيرة).

ترکیب حدیث: الفاجر: مبتداء۔ خب: خبر اول۔ لئیم: خبر ثانی، مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق، ۴/۶۱۴

ظالم قیامت کے دن تاریکی میں ہوگا

⑪ اَلظُّلۡمُ ظُلُمَاتٌ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ.

تَرۡجَمۃ: ''ظلم قیامت کے روز اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔''

لُغَات: اَلظُّلۡم: بے موقع رکھنا، جمع ظُلُمَات (ض) بے موقع رکھنا، (س) رات کا تاریک ہونا، قال تعالیٰ: ﴿فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ﴾. یَوۡم: دن جمع أَیَّام جمع الجمع اَیَاوِیۡم، قال تعالیٰ: ﴿مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ﴾. اَلۡقِیَامَۃ: موت کے بعد اٹھنا، قَامَ یَقُوۡمُ (ن) قَوۡمًا وَقِیَامًا، کھڑا ہونا، قال تعالیٰ: ﴿لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ﴾.

تَشۡرِیح: ''ظالم قیامت کے دن تاریکی میں ہوگا''، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ظالم کو میدان محشر میں تاریکیاں اس طرح گھیرے ہوئے ہوں گی کہ وہ نور جو مؤمنوں کو ملے گا یہ اس سے بالکل محروم ہوں گے جس کے بارے میں خداوند قدوس کا فرمان ہے ﴿نُوۡرُهُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ أَیۡدِیۡهِمۡ وَبِاَیۡمَانِهِمۡ﴾، تَرۡجَمۃ: قیامت کے دن مؤمنوں کے لئے نور ان کے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا''، (اس کی روشنی میں وہ اپنی منزل مقصود یعنی جنت تک پہنچیں گے)۔

بعض علماء نے فرمایا کہ: اس حدیث میں جو لفظ ''ظلمات'' استعمال ہوا ہے اس سے مراد قیامت کے دن کی تکالیف اور مشکلات ہیں جن میں قیامت کے دن ظالم لوگ گھرے ہوئے ہوں گے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلۡ مَنۡ یُّنَجِّیۡکُمۡ مِّنۡ ظُلُمَاتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ﴾ (۱)

تَرۡجَمۃ: ''کہہ دیجئے کہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی تکالیف سے نجات دیتا ہے۔''

ظلم کی قباحت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسانی زندگی مسخ ہو کر رہ جاتی ہے اور معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے، اسلام چاہتا ہے کہ انسانوں کی آپس میں ہمدردی اور بھائی چارگی ہو مگر ظلم سے یہ سب ختم ہو کر رہ جاتا ہے معاشرہ بالکل آتش کدہ کا منظر پیش کرنے لگتا ہے۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود فرمایا:

''یَاعِبَادِیۡ اِنِّیۡ حَرَّمۡتُ الظُّلۡمَ عَلٰی نَفۡسِیۡ وَجَعَلۡتُهٗ بَیۡنَکُمۡ مُحَرَّمًا فَلَا تُظَالِمُوۡا.''

تَرۡجَمۃ: ''اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کر لیا ہے اور تم لوگوں کے درمیان بھی ظلم حرام کیا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔''

یہ ''صحیح مسلم'' کی لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے، مسلم ''کتاب البرّ والصلۃ والادب''، ''باب تحریم الظلم''ظلم کے بارے میں قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اس کی مذمت آئی ہے، مثلاً ''آل عمران پارہ ۳، آیت ۱۸''، سورہ ۲ آیت ۲۵۸، سورۃ

(۱) مرقاۃ ۹/۳۱۹ ومظاہر حق ۴/۲۳۶

فرقان آیت ۲۵، سورۂ ابراہیم پ۱۴ آیت ۲۲، سورۃ حج پ ۱۷، آیت ۷۱، سورۃ مؤمن آیت ۴۵، سوۃ اعراف پ ۸ آیت ۴۴ اور احادیث کی تو تقریباً ہر کتاب میں باب ظلم موجود ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب الظلم" ص۴۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما ان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قال: الظلم ظلمات یوم القیامة.

تخریج حدیث: أخرجه البخاری (ابواب المظالم والقصاص) عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما وأخرجه فی باب تحریم الظلم عن جابر بن عبداللّٰہ وعن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنهم.

ترکیب حدیث: الظلم: مبتداء۔ ظلمات: موصوف۔ یوم: مضاف۔ القیامة: مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر محذوف فعل کا مفعول ہو کر صفت ہوئی، موصوف اپنی صفت سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سلام میں پہل کرنا تکبر سے دور رکھتا ہے

⑫ اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِیْءٌ مِنَ الْکِبْرِ.

ترجمہ: ”سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہے۔“

لغات: اَلْبَادِئ: اسم فاعل، پہل کرنے والا، بَدَأَ (ف) شروع کرنا، بَرِیْءٌ: (ک، س، ف) بُرُوْءًا، بَرَاءَۃً، بری کرنا، نجات پانا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰہَ بَرِیْءٌ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ اَلْکِبْر: غرور، بڑا گناہ، کَبُرَ (ك) کِبَرًا وَکُبْرًا مرتبہ میں بڑا ہونا۔ (ن) کَبَرَ (س) کِبَرًا عمر میں بڑا ہونا، قال تعالیٰ ﴿اِمّا یبلغن عندك الکبر﴾.

تشریح: جب دو انسان ایک ہی حالت میں ہوں یعنی دونوں پیدل ہوں یا دونوں سواری پر ہوں تو اس صورت میں ان میں سے جو پہلے سلام کرے گا وہ کبر اور بڑائی سے دور ہوگا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندر سے بڑائی نکال دے گا۔[1]

تکبر کی تعریف: تکبر یہ ہے کہ لوگوں کو حقیر سمجھے اور اپنے آپ کو تمام کمالات کا اہل سمجھے اور دوسرے کو اس کا اہل نہ جانے ایسا شخص دوسرے کو خاطر میں نہیں لاتا اور دوسرے کو سلام کرنے میں اپنی توہین سمجھتا ہے، اس لئے حدیث میں فرمایا گیا کہ: جو شخص سلام میں پہل کرے گا کبر سے بری ہے۔[1]

تکبر کی مذمت: تکبر کی مذمت قرآن مجید کی متعدد آیات اور متعدد روایات سے ہوتی ہے، مثلاً ایک جگہ ارشاد نبی ﷺ ہے کہ: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

نیز ایک روایت میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد نبی کریم ﷺ نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ”عظمت اور کبریائی میری چادر ہیں جو ان میں سے کسی کا دعوی کرے گا میں اسے جہنم میں ڈالوں گا۔“

بہر حال، تکبر بہت سخت گناہ ہے بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا ہر ایک اس سے دور رہے اور علاج کرتا رہے، ایک علاج تو حدیث بالا میں بھی فرمایا گیا ہے کہ جو سلام میں پہل کرتا رہے گا اللہ اس کے اندر سے تکبر کو نکال دیں گے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ”باب السلام“ ص ۴۰۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰہ ان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال: البادی بالسلام بری من الکبر.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ فی باب السلام الی البیھقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: البادی: صیغہ اسم فاعل ضمیر اس میں فاعل۔ بالسلام: باء حرف جار۔ السلام: مجرور، جار مجرور سے مل کر یہ البادی کے متعلق ہو کر مبتداء۔ بری: شبہ فعل ضمیر اس میں کا فاعل۔ من: حرف جار۔ الکبر: مجرور، جار مجرور سے مل کر بری کے متعلق، بری اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مبتداء کی خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/ ۶۹ مظاہر حق ۴/ ۳۶۷

دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت

⑬ اَلدُّنیاسِجنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الکَافِرِ.

تَرجَمَہ: ''دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔''

لُغات: سِجن: قید خانہ، جمع سُجُوْن ہے، سَجَنَ (ن) سَجْنًا قید کرنا، قال تعالٰی: ﴿إِذْ أَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ﴾ جَنَّۃ: باغ جمع جَنَّات، جِنَانٌ ہے، علماء اہل لغت نے لکھا ہے کہ: جس کلمہ میں (ج-ن) کا مادہ ہو اس میں چھپنے کا معنی ہوگا، مثلاً، جَنِین، ماں کے پیٹ کا بچہ، جُنُوْن، دیوانہ، جن، ''جن'' کو بھی جن اسی لئے کہتے ہیں، قال تعالٰی: ﴿فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ﴾ کَافِرْ: اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا، جمع کَافِرُوْن ہے، کُفَّارْ: کَفَرَ (ن) کُفْرًا، چھپانا، قال تعالٰی: ﴿وَلَا تَکُوْنُوْا أَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ﴾.

تَشرِیح: دنیا کی زندگی مؤمن کے لئے قید خانہ ہونے کا کیا مطلب؟ مؤمن کے لئے دنیا کی زندگی قید خانے کے مثل ہے، یعنی جس طرح قیدی اپنی زندگی آزاد ہوکر اور اپنی مرضی سے نہیں گزارتا تو اسی طرح ایک مؤمن دنیا میں اپنی زندگی آزاد ہوکر اور اپنی مرضی سے نہیں گزارتا بلکہ ہر معاملہ میں اللہ کے حکم کو سامنے رکھتا ہے، یا مطلب یہ ہے کہ قیدی جیل خانے میں جی نہیں لگاتا اور اس کو اپنا گھر نہیں سمجھتا تو اسی طرح مؤمن بھی دنیا میں جی نہیں لگاتا۔ (۱)

بعض علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا کہ جب مؤمن جنت میں داخل ہوجائے گا اور وہاں کی نعمتیں دیکھے گا تو اس کو اس وقت یہ دنیا قید خانہ معلوم ہوگی۔ (۲)

دنیا کی زندگی کافر کے لئے جنت ہونے کا کیا مطلب؟ کافر کے لئے دنیا کی زندگی جنت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر دنیا میں آزاد ہوکر زندگی گزارتا ہے جس کام کا جب دل چاہا کرلیا اور وہ اسی دنیا کو اپنا گھر سمجھتا ہے جس طرح مؤمن جنت کو اپنا مسکن اور گھر سمجھتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ: کافر اپنا مقصد زندگی دنیا کے حصول کو بناتا ہے اور دنیا کی لذتوں اور شہوتوں کو جمع کرنے میں اتنا منہمک ہوجاتا ہے کہ وہ اسی دنیا کو نعمت کدہ سمجھنے لگتا ہے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص ۴۳۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدّنیا سجن المؤمن وجنّۃ الکافر.

---

(۱) معارف الحدیث ۱/ ۶۷ (۲) مرقاۃ ۹/ ۳۷۷، ومظاہر حق ۴/ ۶۷۰ (۳) اشعۃ اللمعات ص ۴/ ۸۴

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی اول کتاب الزهد عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه، واخرجه الترمذی فی ابواب الزهد.

ترکیب حدیث: الدنیا: مبتداء۔ سجن: مضاف۔ المؤمن: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ جنة: مضاف۔ الکافر: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف الیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

مسواک کرنے کی فضیلت

⑭ السِّوَاكُ مِطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ.

ترجمہ: ''مسواک کرنا منہ کی پاکی کا سبب ہے اور اللہ کی رضامندی کا سبب ہے۔''

لغات: اَلسِّوَاكُ: دانت صاف کرنے کی لکڑی، جمع مَسَاوِيْك ہے، سَاكَ (ن) سَوْكًا بمعنی ملنا، رگڑنا۔ مِطْهَرَةٌ: صفائی کا آلہ، یا صفائی حاصل کرنے کی جگہ، جمع مَطَاهِر ہے، طَهَرَ (ف) طُهْرًا وَطُهُوْرًا، پاک کرنا، (ن، ف) طُهُوْراً وَطَهَارَةً، پاک کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ﴾. اَلْفَم: منہ، اصل میں فُوْهٌ ہے جمع اَفْوَاه آتی ہے، فَاهَ (ن) فَوْهًا بمعنی منہ سے بولنا، قال تعالیٰ: ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ﴾. مَرْضَاةٌ: خوشنودی حاصل کرنے کی جگہ، رَضِيَ (س) رِضًى، راضی ہونا، قال تعالیٰ: ﴿تَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ اَزْوَاجِكَ﴾.

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ: چالیس سے زائد احادیث میں مسواک کے روحانی وجسمانی فوائد مذکور ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ: مسواک کرنے میں بہتر (۷۲) فائدے ہیں، علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مراقی کے حاشیہ میں مسواک کے وہ فوائد جن کو ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کئے ہیں درج کیا ہے، ان میں چند حسب ذیل ہیں:

1. مسواک کرنے سے کشادگی اور مال میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔
2. بلغم کو دور کرتی ہے۔
3. سر کے درد کو دور کرتی ہے۔
4. بینائی کو تیز کرتی ہے۔
5. معدے کو درست رکھتی ہے۔
6. زبان کی فصاحت حافظہ اور عقل کو بڑھاتی ہے۔
7. کھانے کو ہضم کرتی ہے۔
8. بڑھاپے کو مؤخر کرتی ہے۔
9. حالت نزع کی حالت جلدی ختم کرتی ہے۔
10. موت کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی ہے۔

ایک حدیث کے مطابق جو شخص مسواک کے ساتھ نماز پڑھے وہ بغیر مسواک کی نماز پر ستر گنا فضیلت رکھتی ہے۔(۱)

(۱) الترغیب والترہیب ومشکوٰۃ

مسواک پکڑنے کا طریقہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے کی طرف اور انگوٹھا اوپر کی جانب مسواک کے نیچے اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رہیں۔ (۱)

مسواک کرتے وقت کی دعا: مسواک کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے:

"اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ فَمِيْ وَنَوِّرْ قَلْبِيْ وَطَهِّرْ بَدَنِيْ وَحَرِّمْ جَسَدِيْ عَلَى النَّارِ." (۲)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب السواك" ص۴۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السّواك مطهرة للفم ومرضاة للرب.

تخریج حدیث: اخرجه النسائى (باب الترغيب فى السواك، واخرجه الدارمى ايضا).

ترکیب حدیث: السواك: مبتداء۔ مطهرة: صیغہ اسم آلہ ضمیر اس میں فاعل۔ للفم: ل: حرف جار، الفم: مجرور، جار مجرور سے مل کر یہ مطهرة کے متعلق ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ مرضاة صیغہ اسم ظرف، ضمیر اس میں اس کا فاعل۔ للرب: ل: حرف جار۔ رب: مجرور، جار مجرور سے مل کر یہ مرضاة کے متعلق ہوکر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر مبتداء کی خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) شامی (۲) بنایہ نے درایۃ سے نقل کیا ہے۔

دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

⑮ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی.

تَرجَمہ: ''اوپر کا ہاتھ (دینے والا) بہتر ہے نیچے کے ہاتھ (لینے والے) سے۔''

لُغات: اَلْیَد: ہاتھ، اصل میں یَدْیٌ ہے جمع أَیْدِیْ، اور أَیَادِیْ ہے، قال تعالیٰ: ﴿یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ أَیْدِیْھِمْ﴾، اَلْعُلْیَا: ہر بلند جگہ، یہ اَلْاَعْلٰی اسم تفضیل کا مؤنث ہے، عَلٰی (ن) عُلُوًّا، عَلِیَ (س) عَلَاءً، بلند ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا﴾ اَلسُّفْلٰی: یہ اَسْفَل کی مؤنث ہے، بمعنی پست تر، سَفِلَ (ن، س، ك) سُفُوْلًا، پست ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا السُّفْلٰی﴾.

تَشرِیح: شرح مسلم میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اس بات میں اتفاق ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا حرام ہے اور جو شخص کما کر اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے تو وہ کما کر ہی اپنی ضرورت پوری کرے کسی سے سوال نہ کرے، اگر مجبور ہوجائے تو سوال کرسکتا ہے لیکن تین شرائط کے ساتھ: اول: اس سوال کرنے میں اپنے کو ذلیل نہ کرے۔ دوم: مبالغہ کے ساتھ سوال نہ کرے۔ سوم: جس سے مانگ رہا ہے اس کو ایذاء وتکلیف نہ پہنچائے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس ایک دن بقدر غذاء ہو تو اس کو ہاتھ دراز کرنا حرام ہے اور زکوۃ لینا بھی جائز نہیں ہے

سُؤال: سوال کرنے کی کس کو اجازت ہے؟

جَواب: اگر کسی شخص کو اپنی موت کا خوف ہے تو اب سوال کر کے جان بچانا ضروری ہوجاتا ہے اگر اس صورت میں وہ نہ مانگے اور اسی بھوک کی حالت میں مرجائے تو گناہ گار ہوگا۔

خلاصہ حدیث کا یہ ہوا کہ آدمی ہر ممکن سوال سے بچے کیونکہ سوال کرنے والا ہاتھ اچھا نہیں ہوتا، دینے والا ہاتھ اچھا ہوتا ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب من لا تحل لہ المسئلۃ ومن تحل'' ص۱۶۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما انّ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال وھو علی المنبر وھو یذکر الصّدقۃ والتعفّف عن المسألۃ: ''الید العلیا خیر من الید السفلی والید العلیا ھی المنفقۃ والسّفلی ھی السائلۃ.''

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الزکوۃ عن حکیم بن حزام (باب الاستعفاف عن المسئلۃ) واخرجہ مسلم فی کتاب الزکوۃ عن حکیم بن حزام وعبداللّٰہ ابن عمر وابی امامۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم.

ترکیب حدیث: الید العلیا: موصوف صفت سے مل کر مبتداء خیر: صیغہ اسم تفضیل، ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔ الید السفلی: موصوف صفت سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر خیر کے متعلق اور پھر یہ خیر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

غیبت کرنا زنا سے بدتر ہے

⑯ اَلْغِيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا.

ترجمہ: ”غیبت کرنا زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔“

لغات: اَلْغِيْبَة: پیٹھ پیچھے برائی کرنا، غَابَ (ض) غَيْبَةً، وَاِغْتَابَهُ، غیبت کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾. اَشَدُّ: شَدَّ (ض) شِدَّةً سخت ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ اَلزِّنَا: زَنٰى (ض) زِنًى وَزِنَاءً، زنا کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا﴾.

تشریح: غیبت کی تعریف: غیبت کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق ایسی بات کرنا کہ اگر وہ سنے تو ناپسند کرے اور وہ بات اس میں واقعۃً موجود ہو۔ اگر اس میں وہ برائی اور عیب موجود نہیں تو اس کو بہتان کہتے ہیں، جو غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔ (۱)

اس حدیث بالا میں غیبت کو زنا سے بدتر فرمایا گیا ہے اس کی کئی وجوہات علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے لکھی ہیں، مثلاً ایک یہ کہ زنا میں آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں نے گناہ کیا ہے اس پر وہ نادم ہوتا ہے اور توبہ واستغفار بھی کرتا ہے مگر غیبت کرنے والا غیبت کو معمولی گناہ سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے توبہ کی طرف اس کا دھیان نہیں جاتا۔

دوسرا مطلب بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ: غیبت کرنے والا اس کو گناہ ہی شمار نہیں کرتا اس لئے یہ وعید فرمائی گئی۔

تیسرا مطلب یہ ہے کہ غیبت کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی کیونکہ یہ حقوق العباد ہے جس کی غیبت کی ہے جب تک وہ معاف نہیں کرتا اللہ بھی اس کو معاف نہیں کرتا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ”باب حفظ اللّسان والغيبة والشتم“ میں ص ۴۱۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی سعيد وجابر رضی الله عنهما قالا: قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الغيبة أشد من الزّنا، قالوا: يا رسول الله كيف الغيبة أشد من الزّنا؟ قال: انّ الرجل ليزنی فيتوب فيتوب الله عليه وفی رواية فيتوب فيغفر الله له وان صاحب الغيبة لايغفر له حتی يغفرها له صاحبه وفی رواية انس قال صاحب الزّنا فيتوب وصاحب الغيبة ليس له توبة.

تخریج حدیث: اخرجه البيهقی فی شعب الايمان.

ترکیب حدیث: الغيبة: مبتداء۔ اشد: صیغہ اسم تفضیل ضمیر اس کا فاعل۔ من: حرف جار۔ الزنا: مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا اشد کے، اور اشد خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مشکوٰۃ (۲) مظاہر حق ۴/۴۸۷

پاکی ایمان کا حصہ ہے

⑰ اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: ''پاکی ایمان کا آدھا حصہ ہے۔''

لغات: شَطْر: جزء، نصف، جانب، دوری سب معنی میں استعمال ہوتا ہے، جمع اَشْطُر، شُطُوْر، شَطَرَ (ن) شَطْرًا، دو برابر حصہ میں کرنا، قال تعالٰی: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾.

تشریح: **طہارت نصف ایمان ہے:** طہارت پاکی اور نظافت کو کہتے ہیں اور اس کی ضد نجاست آتی ہے، اصطلاح میں طہارت اس کو کہتے ہیں کہ: نجاست حکمی اور نجاست حقیقی سے پاکی حاصل کی جائے۔

حدیث بالا میں طہارت کو نصف ایمان فرمایا گیا ہے۔

محدثین فرماتے ہیں کہ: جب ایک کافر مسلمان ہوتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، سب معاف ہوجاتے ہیں، تو یہ کل ہوا، اور وضو یعنی طہارت حاصل ہونے سے اسکے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ نہیں اس لئے طہارت نصف ایمان ہوا۔

بعض شراح فرماتے ہیں کہ: یہاں ایمان سے مراد نماز ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾، اللہ تمہاری نمازوں کو ضائع کرنے والا نہیں، اس آیت میں ایمان سے مراد نماز ہے تو اب مطلب یہ ہوا کہ صحت صلوۃ کے لئے طہارت اہم ترین شرط ہے اس لئے طہارت کو نصف صلوۃ فرمایا گیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ'' میں صرف یہ نہیں کہ ظاہری اعضاء پر پانی بہادے بلکہ اس کے ساتھ باطنی طہارت یعنی اپنے دل کو تکبر، حسد، اور تمام خصائص رذیلہ سے اپنے آپ کو پاک کرے۔ (١)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الطهارة'' میں ص ٣٨٠ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي مالك الاشعري قال: قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطّهور شطر الايمان، والحمد لله تملأ الميزان، وسبحان الله والحمدلله تملأن او تملأ ما بين السّموات والارض، والصّلوة نور، والصّدقة برهان، والصّبر ضياء، والقرآن حجّة لك اوعليك، كل النّاس يغدو فبائع نفسه فمعتقها او موبقها (رواه مسلم وفي رواية لا اله الاّ الله والله اكبر تملأن مابين السمآء والارض لم اجد هذه الرواية في الصحيحين ولا في كتاب الحميدي ولا في الجامع ولكن ذكرها الدارمي بدل سبحان الله والحمد لله).

تخریج حدیث: اخرجه مسلم في كتاب الطهارة عن أبي مالك الاشعري.

ترکیب حدیث: الطهور: مبتداء۔ شطر: مضاف۔ الایمان: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(١) احیاء العلوم

قرآن قیامت کے دن مدعی ہوگا

⑱ اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ.

ترجمہ: ''قرآن تمہارے لئے یا تمہارے خلاف حجت ہے۔''

لغات: اَلْقُرْآن: اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہوئی کتاب۔ قَرَنَ: (ض) باندھنا، ملانا، جمع کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ﴾۔ حُجَّة: بمعنی دلیل، جمع، حُجَج، حِجَاج، حَجَّ (ن) حَجًّا، دلیل میں غالب ہونا۔

تشریح: قیامت کے دن قرآن مدعی ہوگا: مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ جو شخص قرآن کے حقوق کو ادا کرے تو قیامت کے دن قرآن اس کے بارے میں سفارش کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی سفارش کو قبول فرمائیں گے ایسے شخص کے لئے قرآن حجت اور دلیل بن جائے گا۔

اس کے مدمقابل اگر قرآن کے حقوق ادا نہ کئے جائیں تو قیامت کے دن قرآن اس کے لئے ضرر کا باعث ہوگا، جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ قرآن ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش قبول کی جائے گی اور ایسا مدعی ہے جس کا دعویٰ تسلیم کیا جائے گا، جس نے اس کو اپنے آگے رکھا اس کو جنت میں داخل کرائے گا اور جس نے اس کو اپنے پس پشت ڈالا تو اس کو جہنم میں گرادے گا۔(۱)

نیز ایک دوسری روایت میں قرآن کے بارے میں آتا ہے کہ: ''يُحَاجُّ الْعِبَادَ'' قرآن بندوں سے جھگڑا کرے گا، اپنے حقوق کے بارے میں جس طرح انسان آپس میں ایک دوسرے کے خلاف جھگڑتے ہیں۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صرف قرآن پڑھ لینا نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''كتاب الطهارة'' ص ۳۸ پر ہے، پوری حدیث ماقبل میں حدیث نمبر ۱۷ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب الطهارات عن أبی مالك الاشعری.

ترکیب حدیث: القرآن: مبتداء۔ حجة: موصوف مصدر ضمیر فاعل۔ لك: ل: حرف جار۔ ك: مجرور، جار مجرور سے مل کر اسم محذوف کے متعلق ہو کر معطوف علیہ۔ و: حرف عطف۔ عليك: على: حرف جار۔ ك: مجرور، جار مجرور سے مل کر اسم محذوف کے متعلق ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر صفت حجة کے اور پھر یہ مبتداء کی خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مستدرک الحاکم

گھنٹہ شیطان کی بانسری ہے

⑲ اَلْجَرَسُ مَزَامِیرُ الشَّیْطَانِ.

ترجمہ: "گھنٹہ شیطان کی بانسری ہے۔"

لغات: اَلْجَرَس: گھنٹہ، جمع اَجْرَاس. مَزَامِیر: مِزْمَارٌ کی جمع ہے، بمعنی بانسری، زَمَرَ (ض، ن) زَمْرًا، زَمِیرًا، بانسری بجانا۔

تشریح: اس حدیث میں "مزامیر" جمع اس وجہ سے استعمال فرمایا کہ بانسری میں ایسا تسلسل ہوتا ہے کہ وہ منقطع نہیں ہوتی گویا ہر سلسلہ ایک مزمار ہے اس وجہ سے اس کو جمع کے صیغہ کے ساتھ لایا گیا۔ (۱)

اس کو شیطان کی بانسری اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جس طرح گانا بجانا انسان کو ذکر سے روکتا ہے اسی طرح اس سے بھی انسان ذکر وعبادت سے رک جاتا ہے۔ محدثین اس حدیث کو آداب سفر میں لاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سفر کے دوران جانور کے گلے میں گھنٹی ہو اور وہ مسلسل بجتی رہے تو پھر انسان دوسری عبادت میں مشغول نہیں ہوسکتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"یہ زندیقوں کی ایجاد ہے اس کو اس لئے ایجاد کیا کہ: "یُشْغِلُوا الْمُسْلِمِیْنَ عَنْ کِتَابِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ" مسلمان اس میں مشغول ہو کر قرآن اور نماز سے غافل ہوجائیں"۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب آداب السفر" ص ۳۳۸ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه انّ رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال الجرس مزامير الشيطان.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فى باب كراهية الكلب والجرس فى السفر عن أبى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه.

ترکیب حدیث: الجرس: مبتداء، مزامیر: مضاف، الشیطان: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۴/۲۵۸ (۲) مدخل الشرع ۳/۱۰۰، وجد وسماع ص ۴۳

عورتیں شیطان کا جال ہیں

⑳ اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ.

ترجمہ: ''عورتیں شیطان کا جال ہیں۔''

لغات: حَبَائِل: یہ جمع حِبَالَہ کی بمعنی جال، حَبَلَ، (ن) حَبْلاً، رسی سے باندھنا، قال تعالٰی: ﴿حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ﴾.

تشریح: شیطان عورتوں کی وجہ سے اکثر گناہ کرواتا ہے جیسے کہ سعید ابن میسیّب رحمۃ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالٰی نے کسی نبی کو بھی مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ شیطان اس بات سے ناامید نہیں ہوا کہ ان کو عورتوں کے ذریعہ ہلاک کردے۔''(۱)

اسی طرح حضرت حسن بن صالح رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''شیطان عورتوں کو خطاب کرکے یہ کہتا ہے کہ: اے عورتو! تم میرا آدھا لشکر ہو اور تم میرے ایسے تیر ہو کہ جس کو تمہاری وجہ سے مارتا ہوں وہ نشانہ سے خطا نہیں کرتا اور تم میری بھید کی جگہ ہو اور میری حاجت پوری کرنے میں قاصد کا کام دیتی ہو''۔(۲)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص۴۴۴ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حذیفة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول فی خطبته: الخمر جماع الاثم والنسآء حبائل الشیطان وحب الدنیا رأس كل خطیئة قال وسمعته یقول اخروا النسآء حیث اخرهن اللّٰه.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الی رزین وهكذا ذكره المنذری فی الترغیب. ۳/ ۲۵۷.

ترکیب حدیث: النساء: مبتداء۔ حبائل: مضاف۔ الشیطان: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تلبیس ابلیس ص ۳۸ و مرقاۃ ۳۸۴/۹

(۲) تلبیس ابلیس ص ۳۹

کھانا کھا کر شکر کرنے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے

(۲۱) اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ كَالصَّائِمِ الصَّابِرِ.

تَرجَمۃ: ”کھانا کھا کر اللہ کا شکر کرنے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے۔“

لغات: اَلطَّاعِم: طَعِمَ (س) طَعْمًا وَطَعَامًا بمعنی کھانا کھانا، قال تعالیٰ: ﴿فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ﴾ اَلشَّاكِرُ: شَكَرَ: (ن) شُكْرًا شُكْرَانًا، قدر دانی کرنا، احسان کا اعتراف کرنا، قال تعالیٰ: ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾. اَلصَّائِم: صَامَ (ن) صَوْماً روزہ رکھنا، قال تعالیٰ: ﴿وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ﴾ اَلصَّابِر: صَبَرَ (ض) صَبْرًا، صبر اور برداشت کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ﴾.

تشریح: کھانا کھا کر شکر ادا کرنے کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ کھانے کے شروع میں کھانے کی دعا ”بسم اللّٰہ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰہِ“ پڑھے اور کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے، اور روزے کا کم از کم شکر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو مفسدات صوم سے روکے رکھے۔

تو اب اس حدیث میں کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والے کو روزہ دار صابر سے تشبیہ دی گئی ہے وہ تشبیہ اس میں نہیں ہے کہ دونوں ہر اعتبار سے برابر ہیں بلکہ تشبیہ اس میں ہے کہ دونوں نفس ثواب میں برابر ہیں [۱] ورنہ صبر کرنے والا فقیر شکر کرنے والے مال دار سے بہت بہتر ہے۔ [۲]

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ”کتاب الاطعمة“ ص ۳۶۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: الطّاعم الشّاكر كالصّائم الصابر.

تخریج حدیث: اخرجه الدارمی فی كتاب الاطعمة واخرجه الترمذی بلفظ مختلف واخرجه ابن ماجه بلفظ الترمذی.

ترکیب حدیث: الطاعم: موصوف۔ الشاکر: صفت، موصوف صفت سے مل کر مبتداء۔ کالصائم: ك: حرف جار، الصائم: موصوف۔ الصابر: صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوا جار کا جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا ”الثابت“ کے اور پھر یہ خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) جیسے کہ نحوی مثال دیتے ہیں کہ زید کالاسد، یہاں پر یہ مراد نہیں ہوتا کہ زید بالکل شیر کی طرح ہے بلکہ شجاعت میں تشبیہ مراد ہوتی ہے۔

(۲) التعلیق الصبیح ۴/ ۳۵۹

خرچ میں میانہ روی اختیار کرنے کی ترغیب

㉒ اَلِاقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصْفُ المَعِیْشَةِ.

ترجمہ: ''خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی آمدنی ہے۔''

لغات: اَلِاقْتِصَاد: قَصَدَ (ض) قَصْدًا وَاِقْتَصَدَ، میانہ روی اختیار کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ﴾، اَلنَّفَقَة: خرچ، جمع نفقات، قال تعالیٰ: ﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً﴾. نصف: کسی چیز کا آدھا، جمع اَنْصَاف، نَصَفَ (ن، ض) نَصْفًا آدھا لینا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَاتَرَكَ﴾. اَلْمَعِيْشَة: زندگی کا ذریعہ، عَاشَ يَعِيْشُ (ض) عَيْشًا مَعَاشًا، مَعِيْشًا، زندہ رہنا، قال تعالیٰ: ﴿بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا﴾.

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی ضروریات زندگی میں میانہ روی اختیار کرنا چاہئے کہ نہ وہ بخل کرے اور نہ ہی اسراف اور فضول خرچی کرے[1] میانہ روی ان دونوں کے وسط میں ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہے۔

علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ: ''انسان کی معاشی زندگی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے، ایک آمدنی اور دوسرا خرچ ان دونوں میں جو شخص میانہ روی اختیار کرے وہ ہمیشہ خوش رہے گا،[2] اگر آدمی اخراجات کو اپنی آمدنی سے زیادہ کرتا ہے تو نہ صرف اس سے اس کی خوش حالی مفقود ہوگی بلکہ معیشت کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا، نیز میانہ روی کو ہر حال میں اختیار رکھے، خواہ امیر ہو یا غریب، جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ: ''اَلِاقْتِصَادُ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی'' میانہ روی غربت اور کشادگی دونوں میں اختیار کی جائے۔''[3]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الحذر والتأنی فی الامور'' ص۴۲۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة والتودّد الی الناس نصف العقل وحسن السؤال نصف العلم.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: الاقتصاد: مصدر موصوف۔ فی: حرف جار۔ النفقة: مجرور، جار مجرور سے مل کر الکائن کے متعلق ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر مبتداء۔ نصف: مضاف۔ المعیشة: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) دونوں کی قرآن مجید میں متعدد جگہ مذمت آئی ہے۔ (۲) مظاہر حق ۴/۶۰۴ (۳) معارف الحدیث ۲/۲۳۵

اچھے لوگوں سے دوستی رکھنا آدھی عقل ہے

﴿۲۳﴾ وَالتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ العَقْلِ.

ترجمہ: ''لوگوں سے دوستی رکھنا آدھی عقل ہے۔''

لغات: اَلتَّوَدُّدُ: دوستی کرنا، وَدَّ (س) وَدًّا، وَدَادًا محبت کرنا، قال تعالٰی: ﴿تَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ﴾. اَلنَّاسُ: اسم ہے واحد اِنسَانٌ ہے، تصغیر نُوَیْسٌ ہے، نَاسَ يَنُوْسُ (ن) نَوْسًا، قال تعالٰی: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا﴾. اَلْعَقْلُ: وہ نور جس سے غیر حسی چیزیں معلوم کی جاتی ہیں، جمع عُقُوْل، عَقَلَ (ض) عَقْلاً، سمجھ دار ہونا، قال تعالٰی: ﴿مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ﴾.

تشریح: اچھے لوگوں سے دوستی رکھنا اور اس دوستی کی برکت سے اپنے معاملات وغیرہ کو درست کرنا نصف عقل ہے، پوری عقل مندی اس وقت ہوگی جب انسان کوئی کسب یا پیشہ اختیار کر کے جائز اور پاکیزہ روزی بھی حاصل کرے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''آدمی کسی کو دوست بنانے سے پہلے اس میں پانچ باتیں دیکھے:

اول: عقل، دوست بنانے کے لئے لازم ہے کہ عقل والا ہو، بیوقوف کو دوست بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

دوم: اچھے اخلاق والا ہو، اگر اچھے اخلاق والا نہیں تو بسا اوقات آدمی عقلمند تو ہوتا ہے مگر غصہ اور شہوت وغیرہ اس کو صحیح کام کرنے نہیں دیتے۔

سوم: فاسق نہ ہو، اللہ تعالٰی سے ڈرنے والا ہو، اگر اسمیں خوف خدا نہیں تو وہ کسی وقت بھی دھوکہ دے دے گا یا معاصی میں مبتلاء کر کے الگ ہو جائے گا۔

چہارم: بدعتی نہ ہو، اگر بدعتی ہے تو اس کی صحبت سے اس پر بھی بدعت کا اثر ظاہر ہو جائے گا۔

پنجم: دنیا کی محبت رکھنے والا نہ ہو، اس کی دوستی سے اس میں بھی دنیا کی محبت آجائے گی، جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ'' دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الحذر والتانی فی الامور'' ص ۴۲۰ پر ہے، پوری حدیث ماقبل میں حدیث نمبر ۲۲ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیھقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: التودد: مصدر موصوف۔ الی: حرف جار۔ الناس: مجرور، جار مجرور سے مل کر الثابت کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مبتداء۔ نصف: مضاف۔ العقل: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) احیاء العلوم ۲/۲۴۶

اچھا سوال کرنا بھی علم میں داخل ہے

⑳ وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ.

ترجمہ: ''اچھے انداز سے سوال کرنا آدھا علم ہے۔''

لغات: حُسْن: خوب صورتی، جمع مَحَاسِن (ن) حُسْنًا خوبصورت ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾.

تشریح: کسی علمی مسئلہ میں خوب سوچ سمجھ کر اچھی طرح سوال کر کے اپنے شک کو دور کرنا آدھا علم ہے، اس سوال کی بناء پر اس کا شک اور تردد ختم ہو جائے گا، اور اس کو پورا علم حاصل ہو جائے گا۔

سؤال: سوال کرنے والا تردد اور شک میں ہوتا ہے گویا وہ اس مسئلہ سے ناواقف اور جاہل ہے تو اس حدیث میں اس کو نصف علم والا کیوں کہا گیا؟

جواب: جب آدمی سوال کر رہا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو کچھ نہ کچھ علم ہے اور سوال کر کے وہ اپنے ناقص علم کو کامل کر رہا ہے اس وجہ سے اس کو نصف علم والا کہہ دیا۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جو سوال بغیر سوچے سمجھے یا حصول علم کے علاوہ کسی اور نیت سے ہو تو وہ نصف علم نہیں ہوتا، اس کی مثال ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کی دی ہے کہ وہ خاموش رہتا تھا، اما ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس سے فرماتے کہ تم بھی پوچھا کرو، ایک دن جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے روزے کے بارے میں فرمایا کہ صبح سے غروب تک ہوتا ہے اس پر اس طالب علم نے سوال کیا کہ حضرت اگر سورج غروب نہ ہو تو پھر کیا کریں؟ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فَاِنَّ سُكُوْتَكَ خَيْرٌ مِنْ كَلَامِكَ'' تمہاری خاموشی سوال کرنے سے بہتر ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الحذر والتانی فی الامور'' ص ۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث ماقبل میں حدیث نمبر ۲۲ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: و: حرف عطف۔ حسن: مضاف۔ السوال: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ نصف: مضاف۔ العلم: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۸۶، مظاہر حق ۴/ ۶۰۵
(۲) مرقاۃ ۹/۲۸۶

توبہ کرنا گناہ کو بالکل منہدم کردیتا ہے

۲۵ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ.

ترجمہ: ”گناہ کرکے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔“

لغات: اَلتَّائِبُ: اسم فاعل توبہ کرنے والا، تَابَ (ن) تَوْبًا وَتَوْبَةً، متوجہ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ﴾، اَلذَّنْب: گناہ، جمع ذُنُوْب، جمع الجمع ذُنُوْبَات، قال تعالیٰ: ﴿بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾.

تشریح: سب سے زیادہ بلند مقام انسان کی بندگی کا ہے اور بندگی کا بہترین مظاہرہ توبہ کے وقت میں ہوتا ہے کہ توبہ واستغفار کے وقت بندہ انتہائی ندامت اور احساس پستی کی حالت میں ہوتا ہے بندے کی یہ صفت اللہ کو بہت پسند ہے اس حالت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے تیرے سب گناہ معاف کردیئے۔ (۱)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”جب بندہ توبہ کے ذریعہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو دوشکلوں میں سے ایک ضرور ہوتی ہے، اول: یہ کہ اس کے گناہوں کو بالکل مٹادیا جاتا ہے جیسے اس حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے، دوم: یہ کہ اس کو ثواب ملتا ہے مگر گناہ نہیں مٹایا جاتا مگر توبہ تو ہر دو حال میں فائدہ دیتی ہے“۔ (۲)

مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ”توبہ کرنے سے بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہوں کے داغ کو بھی عموماً مٹادیا جاتا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے: ”كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ“ توبہ کرنے کی وجہ سے بندہ ایسا ہوجاتا ہے کہ گویا کہ اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے۔“

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کو بالکل مٹادیتے ہیں، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کے گناہوں پر کوئی گواہی دینے والا نہیں ہوگا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الاستغفار والتوبة“ ص ۲۰۶ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة فی کتاب الزهد (باب ذکر التوبة) والبیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: التائب: صیغہ اسم فاعل ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔ الذنب: مجرور، جار مجرور سے مل کر التائب کے متعلق ہوکر مبتداء۔ کمن: ك: حرف جار۔ من: موصولہ۔ لا: نفی جنس۔ ذنب: اس کا اسم۔ له: جار مجرور، (کائن) کے متعلق ہوکر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہوکر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا ک حرف جار کا، جار مجرور یہ متعلق ہوا کائن کے اور پھر یہ خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) معارف الحدیث ۵/۳۱۰ (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۳) اصبهانی بحوالہ مکاشفۃ القلوب ص ۴۲۰

عقل منداور نادان شخص کی پہچان

(۲۶) اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالعَاجِزُمَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ.

ترجمہ: ”عقل مند شخص وہ ہے جس نے نفس کو تابع کرلیا ہو اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور نادان شخص وہ ہے جو اپنی خواہشات کے تابع ہو اور اللہ پر امیدیں باندھے۔“

لغات: اَلْکَیِّسُ: عقلمند، ہوشیار، جمع اَکْیَاسٌ ہے، کَاسَ (ض) کَیْسًا، وَکِیَاسَةً، بمعنی چالاک ہونا، دَانَ: دان (ض) دَیْنًا بمعنی ذلیل ہونا، تابع بنانا، نَفْسَهُ: مصدر بمعنی روح، خون، بدن مراد دل ہے، قال تعالیٰ: ﴿یَا أَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ اَلْمَوْتُ: زندگی کی ضد ہے، قال تعالیٰ: ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ﴾ اَلْعَاجِز: قدرت نہ رکھنے والا، عَجِزَ (س) عَجْزًا عُجُوْزًا، عاجز ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْ آیَاتِنَا مُعَاجِزِیْنَ﴾ اَتْبَعَ: تبع (س) پیچھے چلنا ھَوٰی: خواہش، عشق خواہ خیر میں ہو یا شر میں، قال تعالیٰ: ﴿وَاتَّبَعَ هَوٰهُ﴾ تمنّی: ارادہ کرنا (ن) آزمائش کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی﴾۔

تشریح: من دان نفسه: اس سے مراد محاسبہ ہے، اب مطلب یہ ہوا کہ عقل مند وہ ہے جو اپنی زندگی میں اپنے قول وفعل کا محاسبہ کرتا رہے، پھر اگر نیکیوں کا غلبہ معلوم ہو تو شکر ادا کرے اور اگر برائیوں کا غلبہ ہو تو توبہ واستغفار کرے، اسی وجہ سے ایک دوسری روایت میں آتا ہے: ”حَاسِبُوْا أَنْفُسَکُم قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا“، اپنے نفس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔ (۱)

”من أتبع نفسه هواها وتمنّٰی علی اللّٰه“: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ: باطل آرزوؤں اور جھوٹی امیدوں سے دور رہو، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو محض آرزوؤں کے سہارے نہ دنیا میں کامیاب کیا ہے اور نہ ہی آخرت میں کرے گا۔ (۲)

غرض یہ کہ اس حدیث میں عقلمند کی علامت یہ ارشاد فرمائی گئی کہ جو اپنی خواہشات کے تابع نہ ہو، اور نادان بیوقوف کی علامت یہ ارشاد فرمائی گئی کہ جو اپنے نفس کو خواہش کے تابع بنادے، مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تمنا قائم کرے کہ اللہ میری مغفرت کر ہی دے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب استعجاب المال والعمر للطاعة“ ص ۴۵۱ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن شداد بن اوس رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: الکیّس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنی علی اللّٰه.

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/۴۰ ومظاہر حق ۴/۸۳ ۷ (۲) احیاء العلوم مظاہر حق ۴/۸۴ ۷

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة القیامة وکذا اخرجه ابن ماجة فی "کتاب الزهد" (باب ذکر الموت والاستعداد لهٗ).

ترکیب حدیث: الکیس: مبتداء۔ من: موصولہ۔ دان: فعل ضمیر فاعل۔ نفسه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول ہوا فعل کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ عمل: فعل ضمیر فاعل۔ لما: ل: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ بعد الموت: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ ہوا فعل مقدر کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر صلہ ہوا ما کا، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا، جار مجرور سے مل کر عمل فعل کے متعلق ہو کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر مبتداء کی خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

العاجز: مبتداء۔ من: موصولہ۔ اتبع: فعل ضمیر فاعل۔ نفسه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول اول۔ هو اها: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ۔ و تمنی: فعل ضمیر فاعل۔ علی اللّٰہ: جار مجرور متعلق تمنی فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ فعلیہ معطوفہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ اسمیہ معطوفہ ہوا۔

مؤمن محبت کرنے والا ہوتا ہے

(۲۷) اَلْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ.

ترجمہ: ''مؤمن محبت کی جگہ ہے اور ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو خود بھی کسی سے محبت نہ کرے اور دوسرے بھی اس سے محبت نہ کریں۔''

لغات: مَأْلَف: اسم ظرف ہے، دوستی کی جگہ، جمع مآلف، اَلِفَ: (س) اَلْفًا، مانوس ہونا، محبت کرنا۔

تشریح: لفظ ''مَأْلَف'' میں احتمالات: محدثین فرماتے ہیں کہ: لفظ مالف میں کئی احتمالات ہیں:

پہلا احتمال: یہ کہ اس کو مصدر میمی مانا جائے، اس وقت یہ فاعل اور مفعول دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ یہ خود بھی دوسروں کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور دوسرے بھی اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔

دوسرا احتمال: جس کو علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ: مألف کو مصدر بطور مبالغہ کے مانا جائے۔ جیسے زید عدل، زید عدل نہیں ہوتا بلکہ عادل ہوتا ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مؤمن محبت کرنے والا ہی ہوتا ہے۔

تیسرا احتمال: یہ کہ اس کو اسم مکان مانا جائے مطلب یہ ہوگا کہ اس کی محبت دوسرے میں آجاتی ہے اور دوسرے کی محبت اس میں آتی ہے۔ [۱]

ایک روایت میں اس کی مزید وضاحت آئی ہے۔ فرمایا:

''اِنَّ أَقْرَبَكُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا اَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا اَلْمُوْطِئُوْنَ اَكْنَافًا الَّذِيْنَ يَأْلَفُوْنَ وَيُؤْلَفُوْنَ.'' [۲]

ترجمہ: تم میں سے مجھ سے سب سے زیادہ قریب نشست میں وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں اچھے ہیں اور ان کے پہلو دوسرے کے لئے نرم ہیں اور وہ اوروں سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے ان سے محبت کرتے ہیں۔

اگر اس محبت کو درمیان سے نکال دیا جائے تو پھر یہ دنیا کی زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے اور پھر تفرقہ بازی کی ایسی آگ بھڑکتی ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الشفقة والرحمة على الخلق'' ص ۴۲۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه انّ النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: المؤمن مألف ولا خير فيمن لا يألف ولا يؤلف.

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۴۳، ومظاہر حق ۴/۵۵۸ (۲) طبرانی باب مکارم اخلاق

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة الى البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: المؤمن: مبتداء۔ مألف: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لا: نفی جنس۔ خیر: اس کا اسم۔ فی: حرف جار۔ من: موصولہ۔ لا یألف: فعل، ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ و لا یؤلف: فعل، ضمیر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ ہوکر صلہ موصول من کا، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا فی کا، جار مجرور یہ کائن کے متعلق ہوکر لائے نفی جنس کی خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر المؤمن مبتداء کی خبر، مبتداء اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے

۲۸ اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ.

تَرجمہ: ”گانا دل میں نفاق اس طرح اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔“

لُغات: اَلْغِنَاء: گانا، جمع أَغَانِي، غَنِيَ (س) غِنىً، مال دار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾، غَنّٰى (تفعیل) تَغْنِيَةً، ترنم سے گیت گانا یُنْبِتُ: نَبَتَ (ن) نَبْتًا وَنَبَاتًا، بمعنی سبزہ زار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ﴾ اَلنِّفَاق: مصدر باب مفاعلہ کا ہے کہ زبان سے اسلام ظاہر کرنا اور دل میں کفر رکھنا، اَلْقَلْب: دل، جمع قُلُوْب، قَلَبَ (ض) قَلْبًا الٹ پلٹ کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُنِيْبٍ﴾. اَلزَّرْع: کھیتی، جمع زُرُوْع، زَرَعَ (ف) زَرْعًا بیج ڈالنا، قال تعالیٰ: ﴿كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ﴾.

تَشریح: ایک دوسری حدیث میں اس کی مزید وضاحت آئی ہے: اِنَّ الْغِنَاءَ وَاللَّهْوَ یُنْبِتَانِ النِّفَاقَ کَمَا یُنْبِتُ الْمَآءُ الْعُشْبَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ اِنَّ الْقُرْآنَ وَالذِّکْرَ یُنْبِتَانِ الْاِیْمَانَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَآءُ الْعُشْبَ،[1] بے شک گانا اور کھیل یہ دونوں نفاق کو اس طرح اگاتے ہیں جس طرح پانی سبزی کو اگاتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ قرآن کی تلاوت اور ذکر یہ دونوں قلب میں ایمان کو اس طرح اگاتے ہیں جس طرح پانی سبزی کو اگاتا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”فتاوی قاضی خان“ میں لکھا ہے کہ: لہو ولعب کی چیزوں یعنی ساز اور باجوں کا سننا حرام اور سخت گناہ ہے اور استدلال میں یہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: باجوں کا سننا گناہ ہے اور اس کے پاس بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔[2]

آج امت کے پستی میں جانے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ امت تلاوت اور ذکر کو چھوڑ کر گانے بجانے میں مشغول ہوگئی ہے۔

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جتنی اسلامی سلطنتوں کو زوال آیا ان میں سے اکثر کا باعث یہی تھا کہ ان کے بادشاہ ناچ گانوں کی محفلوں میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔[3]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب البیان والشعر“ ص ۴۱۱ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع.

---

(۱) مظاہر حق ۴/۴۵۲ (۲) فتاوی قاضی خان (۳) مقدمہ ابن خلدون

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة الی البیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: الغناء: مبتداء۔ ینبت: فعل ضمیر فاعل۔ النفاق: مفعول۔ فی: حرف جار۔ القلب: مجرور، جار مجرور سے مل کر ینبت کے متعلق ہوا۔ کما: ك: حرف جار۔ ما: مصدریہ۔ ینبت: فعل، الماء: فاعل۔ الزرع: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر بتاویل مصدر ہوکر حرف جار کا مجرور ہوا پھر جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا ینبت کے۔ ینبت فعل اپنے فاعل، مفعول اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہوئی الغناء مبتداء کی۔ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قیامت کے دن بعض تاجروں کا حشر فاجروں کے ساتھ ہوگا

۲۹ اَلتُّجَّارُ یُحْشَرُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَبَرَّ وَصَدَقَ.

ترجمہ: ''قیامت کے دن تاجروں کا حشر فاجروں کے ساتھ ہوگا مگر وہ تاجر جس نے پرہیزگاری اختیار کی اور نیکی کی اور سچ بولا۔''

لغات: اَلتُّجَّار: جمع تَاجِر کی، سوداگر، تَجَرَ (ن) تِجَارَةً، تجارت کرنا، قال تعالیٰ: ﴿هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾ يُحْشَرُوْنَ: حَشَرَ (ن) حَشْرًا: بمعنی جمع کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ﴾، اِتَّقٰی: پرہیز کرنا، وَقٰی (ض) وِقَايَةً، حفاظت کرنا، قال تعالیٰ: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى﴾، بَرَّ: (س. ض) سچ بولنا، قال تعالیٰ: ﴿كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾، صَدَقَ (ن) صَدْقًا صِدْقًا، سچ بولنا، قال تعالیٰ: ﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ﴾.

تشریح: اس حدیث میں ان تاجروں کی مذمت کو بیان کیا گیا ہے جو صحیح طور سے لین دین نہ کریں مگر ان تاجروں کو اس سے مستثنیٰ فرمایا گیا جن میں تین صفات ہوں: ① تقویٰ ② نیکی ③ سچ بولنا۔

اگرچہ تقویٰ میں بقیہ دونوں صفات داخل ہوگئی تھیں، لیکن تاجر جن برائیوں میں عام طور سے مبتلا ہوتے ہیں ان کے تدارک کے لئے ان دوصفات کو مزید اہتمام سے بیان فرمایا۔

تاجروں کے لئے چند اصول: اسی طرح سے بعض اور بھی اصول ہیں مثلا: کھوٹ وملاوٹ اور دغاوفریب نہ کریں، اور ایک یہ بھی کہ قسم کھا کر چیزوں کو فروخت نہ کریں اس سے حدیث میں منع فرمایا گیا اس کے بارے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ: جو جھوٹی قسم کے ذریعہ مال فروخت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے کلام نہیں فرمائیں گے، اور تاجروں کے لئے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ناپ تول میں انصاف رکھیں اور بھی بہت سے اصول ہیں جو احادیث اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں، خلاصہ یہ کہ اگر تاجر شریعت کے اصول کے مطابق تجارت نہ کرے تو اس کے لئے بہت سی وعیدیں ہیں، منجملہ ان میں سے یہ حدیث بالا بھی ہے کہ قیامت کے دن ایسے تاجروں کا حشر فاجروں کے ساتھ ہوگا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب المساهلة فی المعاملہ'' ص۲۴۳ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبید ابن رفاعة رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: التّجار يحشرون يوم القيمة فجّارًا الا من اتّقى وبرّ وصدق.

تخریج حدیث: اخرجه الدارمی (فی باب التجار)، وابن ماجة فی ''کتاب التجارات'' (باب التوقی فی التجارة) واخرجه الترمذی ایضا، وقال حدیث حسن صحیح.

ترکیبِ حدیث: التّجار: مبتداء۔ یحشرون: فعل ضمیر ذوالحال۔ یوم القیامۃ: مضاف، مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ ہوا۔ فجار: مستثنیٰ منہ۔ الا: حرف استثناء۔ من: موصولہ۔ اتقی: فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ بر: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف ہوا۔ واؤ: حرف عطف۔ صدق: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر معطوف۔ معطوف علیہ معطوف سے مل کر صلہ ہوا من موصولہ کا، موصول صلہ سے مل کر مستثنیٰ۔ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے مل کر حال ہوا۔ حال ذوالحال سے مل کر یحشرون کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

بعض تاجروں کا حشر نبیوں صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا

۳۰ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ.

ترجمہ: ”دیانتداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا شخص (قیامت) کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔“

لغات: الشُّهَدَاء: شَهِیْد، شَهِدَ (س) شُهُوْدًا، حاضر ہونا، گواہ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَأَنْتُمْ شُهَدَآءُ﴾.

تشریح: جو تاجر شریعت کی منشاء کے مطابق تجارت کرے اس کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ: قیامت کے دن ایسے تاجر کا حشر نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا، علماء فرماتے ہیں کہ: جنت میں اس کو ان کی رفاقت ملے گی، نبیوں کے ساتھ اس وجہ سے کہ ان کے احکامات کی روشنی میں اس نے تجارت کی، صدیقوں کی رفاقت اس وجہ سے کہ اس نے سچائی کے ساتھ تجارت کی۔

تجارت کے بارے میں علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ: دنیاوی اعتبار سے بھی تجارت میں بہت برکت ہے، ایک روایت میں یہاں تک فرمایا گیا کہ: تجارت کا پیشہ اختیار کرو کہ اللہ تعالیٰ نے دس حصوں میں سے نو حصے برکت تجارت میں رکھے ہیں، بقول اکبرالہ آبادی:

لفظ تاجر خود ہے برکت کا ثبوت دیکھ لو تاجر کے سر پر تاج ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب المساهلة فی المعاملة“ ص۲۴۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی سعید رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهدآء.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی عن أبی سعید الخدری وقال حدیث حسن، واخرجه الدارمی (باب فی التاجر الصدوق) ورواه ابن ماجة عن ابن عمر (فی باب الحث علی المکاسب).

ترکیب حدیث: التاجر: موصوف۔ الصدوق: صفت اول۔ الامین: صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مبتداء۔ مع: مضاف۔ النبیین: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ الصدیقین: معطوف علیہ معطوف۔ الشهداء: معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر النّبیین کا معطوف ہوکر مضاف الیہ ہوا مع کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر الثابت محذوف کا مفعول ہوکر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

دنیا کے چار سب سے بڑے گناہ

(۳۱) اَلْکَبَائِرُ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ.

ترجمہ: "بڑے گناہوں میں سے چند یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی شخص کو ناحق مار ڈالنا، جھوٹی قسم کھانا۔"

لغات: اَلاِشْرَاك: شریک بنانا، شریک کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾، عُقُوْق: عَقَّ (ن) عُقُوْقًا، نافرمانی کرنا، عَقَّ الْوَلَدُ وَالِدَهُ، لڑکے نے اپنے باپ کی نافرمانی کی، قَتَلَ: (ن) قَتْلاً، مار ڈالنا، قال تعالیٰ: ﴿فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ﴾، يَمِيْن: قسم جمع أَيْمَن، أَيْمَان، اَلْغَمُوْس: جان بوجھ کر قسم کھانا، جمع غُمُسٌ، غَمَسَ (ض) غَمْسًا، ڈبونا، اس میں آدمی گناہ میں ڈوب جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں چار بڑے گناہوں کو بتایا گیا ہے۔

الاشراك بالله: ان میں سے پہلا یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک قرار دے۔

عقوق الوالدین: دوسرا بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے، علماء کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ: والدین کے بارے میں تین باتوں کا خوب خیال رکھا جائے، اول: یہ کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور نہ ہی کسی اور طرح سے، دوم: یہ کہ اپنی جان و مال میں سے جتنا بھی ممکن ہو ان پر خرچ کرے، سوم: یہ کہ جس وقت بھی وہ بلائیں حاضر ہو جائے، حدیث میں آتا ہے کہ انسان کو والدین کی نافرمانی کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔[1]

قتل النفس: تیسرا بڑا گناہ کسی کو ناحق قتل کرنا ہے، ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ: جس نے ایک کلمہ سے بھی قاتل کی مدد کی تو یہ شخص میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جب کھڑا ہوگا تو پیشانی پر یہ لکھا ہوگا: "آئِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ" یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس کر دیا گیا ہے،[2] نیز ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ: اگر ساتوں آسمان و زمین والے کسی مؤمن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو ان سب کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا[3] اور بھی بہت سی احادیث میں اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔

الیمین الغموس: چوتھا بڑا گناہ جھوٹی قسم کھانا ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس کی تعریف یہ ہے کہ جس نے ماضی کے زمانے میں جو کام کیا ہے اس پر قسم کھائے کہ کام نہیں کیا، اگر نہیں کیا تو قسم کھائے کہ کیا ہے، اس قسم کو غموس اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہوتے ہیں "ڈھانپ لینا" تو یہ بھی انسان کو گناہوں میں ڈھانپ لیتی ہے۔[4]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الکبائر وعلامات النفاق" ص ۱۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الكبائر الاشراك بالله،

(۱) بیہقی فی شعب الایمان (۲) بیہقی (۳) ابن ماجہ (۴) مرقاۃ ۱/۲۲

وعقوق الوالدين، وقتل النفس واليمين الغموس، رواه البخارى، وفى رواية انس وشهادة الزّور بدل اليمين.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى عن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما فى "كتاب الايمان والزور"، واخرجه مسلم فى كتاب الايمان عن أبى بكرة وانس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنهما.

ترکیب حدیث: الكبائر: مبتداء۔ الاشراك: باللّٰه: جار مجرور یہ متعلق ہو کر الاشراك کے معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ عقوق: مضاف۔ الوالدين: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ قتل: مضاف۔ النفس: مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے مل کر پھر معطوف علیہ معطوف واؤ: حرف عطف۔ اليمين: موصوف، الغموس: صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف اپنے تمام معطوفات سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نیکی اور برائی کی علامت

(۳۲) اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالاِثْمُ مَا حَاكَ فِیْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ.

ترجمہ: ''نیکی خوش خلقی کا نام ہے اور گناہ وہ کام ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ پسند نہ کرو کہ لوگ اس پر واقف ہوں۔''

لغات: اَلْخُلُقُ: بمعنی طبیعت، عادت، سیرت، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾، حَاكَ: (ن) حَوْكًا، حِيَاكًا، شک اور تردد میں ڈالنا، صَدْر: ہر چیز کا سامنے سے اوپر کا حصہ، صَدَرَ (ض، ن) صَدْرًا، آگے بڑھنا، قال تعالیٰ: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾، كَرِهْتَ: (س) كَرْهًا كُرْهًا ناپسند کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾، يَطَّلِع: جاننا، (ف، س، ن) طُلُوْعًا، جاننا، پہاڑ پر چڑھنا، اِطَّلَعَ (افتعال) واقف ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ﴾.

تشریح: اس حدیث میں دو باتوں کو بیان کیا گیا ہے:

البرّ حسن الخلق: کہ نیکی خوش خلقی کا نام ہے، ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک سائل نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''حسن خلق''(۱) اور ایک جگہ حسن خلق کے بارے میں فرمایا گیا کہ اگر تم مال و دولت سے لوگوں کی امداد نہ کر سکو، تو خندہ پیشانی اور حسن خلق سے مدد کرو۔(۲)

والاثم ما حاك فی صدرك: دوسری بات جو اس حدیث میں فرمائی گئی کہ وہ یہ کہ بعض گناہ ایسے بھی ہیں کہ جن کو قرآن و حدیث میں صاف طور پر بیان نہیں کیا گیا تو اس صورت میں آدمی کیا کرے؟ تو اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ: اگر وہ کام کرتے وقت دل مطمئن نہ ہو اور دل میں کھٹکا پیدا ہو کہ لوگ کیا کہیں گے تو اب جان لے کہ یہ گناہ ہے اس کو چھوڑ دے، اگر دل مطمئن ہو اور کسی قسم کا دل میں خوف نہ ہو تو اس کام کو کر لے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الرفق والحیاء وحسن الخلق'' ص ۴۳۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن النواس بن سمعان قال: سألت رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عن البرّ والاثم، فقال: البر حسن الخلق والاثم ما حاك فی صدرك وكرهت ان يطلع عليه الناس.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم عن النواس بن سمعان فی كتاب البرّ والصّلة (باب تفسير البرّ والاثم) واخرجه الترمذی فی ابواب الزّهد (باب ما جآء فی البرّ والاثم) واخرجه الدارمی (باب فی البرّ والاثم).

---

(۱) مکاشفۃ القلوب، ص ۵۷۹ (۲) مکاشفۃ القلوب ص ۵۸۹ (۳) مظاہر حق ۴/۶۰۹

ترکیبِ حدیث: البر: مبتداء۔ حسن: مضاف، الخلق: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر معطوف علیہ، واؤ: حرف عطف، الاثم: مبتداء، ما: موصولہ، حاك: فعل ضمیر فاعل، فی: حرف جار، صدرك: مضاف مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر حاك کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واؤ: حرف عطف، کرھت: فعل، ضمیر فاعل، ان: ناصبہ، یطلع: فعل، علیہ: جار مجرور یہ متعلق یطلع کے، الناس: فاعل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مصدر ہوکر مفعول ہوا کرھت کا، فعل اپنے فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر صلہ ہوا، صلہ اپنے موصول سے مل کر خبر ہوئی الاثم مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ معطوفہ ہوا۔

تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے

۳۳ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ أَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ.

تَرجَمَہ: ''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس اللہ کے نزدیک مخلوق میں بہترین شخص وہ ہے جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

لُغات: عِیَال: جن کا نان نفقہ آدمی پر واجب ہو، عَالَ (ن) عَوْلاً، وَعِیَالاً، اہل وعیال کے معاش کی کفالت کرنا۔

تَشرِیح: اسلام کی عجیب تعلیم ہے کہ تمام مخلوق کو ایک ہی خاندان فرمایا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح آدمی اپنے خاندان والوں کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کے ساتھ پیش آتا ہے اور ان کو اپنا سمجھتا ہے تو اسی طرح اس کو چاہئے کہ تمام مخلوق خدا کو اپنا ہی سمجھے، جب اسلام کی یہ تعلیم زندہ ہوگی تو پھر تمام انسان آپس میں بھرپور محبت والی زندگی گذاریں گے۔

اسی وجہ سے ایک حدیث میں فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ''تمام مسلمان ایک آدمی کے مانند ہیں، اگر اس کی آنکھ کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم بے چین ہوجاتا ہے، جب اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو تمام جسم اس کے درد کو محسوس کرتا ہے۔''

جب آدمی سب کو اپنا سمجھے گا اور سب کے دکھ درد میں شریک ہوگا تو اس سے آپس میں الفت ومحبت پیدا ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت خاصہ نازل فرمائیں گے، بقول شاعر کے:

کرو مہربانی تم اہل زمین پر ❁ خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الشفقہ والرحم علی الخلق'' ص ۴۲۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہ.

تخریج حدیث: قال صاحب المشکوۃ ھذا حدیث اخرجہ البیھقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: الخلق: مبتداء، عیال اللّٰہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، فاحب: اسم تفضیل مضاف، الخلق: مضاف الیہ، الی اللّٰہ: جار مجرور یہ متعلق ہوا فاحب کے اور پھر ''احب'' مضاف اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر مبتداء، من: موصولہ، احسن: فعل ضمیر فاعل، الی: حرف جار، عیالہ: مضاف، ہ: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا الی کا اور پھر جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل احسن کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر صلہ ہوا من موصولہ کا، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

۳۴ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ.

ترجمہ: ''کامل مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان (کی تکلیف) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

تشریح: یہ حدیث بہت ہی جامع حدیث ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے پانچ احادیث کا انتخاب فرمایا، ان میں سے یہ حدیث بالا بھی ہے، اس حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے تو عجیب وضاحت سمجھ میں آتی ہے، مثلاً حدیث میں سب سے پہلے لفظ ''اَلْمُسْلِمُ'' فرمایا گیا، اس میں مسلمانوں کو غیرت دلانا مقصود ہے کہ تم مسلمان ہو کر بھی تکلیف دیتے ہو۔[1]

پھر ''لسانہ'' کے بعد ''یدہ'' فرمایا، علماء کرام رحمہم اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ: زبان کو ہاتھ پر اس لئے مقدم فرمایا کہ اکثر ایذاء زبان ہی سے دی جاتی ہے، یا یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ زبان سے زندہ اور مردہ دونوں کو برا کہا جاسکتا ہے یا یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ زبان سے کہی ہوئی بات کا اثر دیر تک باقی رہتا ہے، بخلاف ہاتھ کے کہ وہ آدمی کچھ عرصہ کے بعد بھول جاتا ہے،[2] عربی کا شاعر کہتا ہے:

جراحات السنان لها التيام ❋ ولا يلتام ما جرح اللسان

ترجمہ: تیروں کے زخم تو بھر جاتے ہیں لیکن زبان کا لگا ہوا زخم نہیں بھرتا۔

اس شعر کے مفہوم کو محمد اسماعیل میرٹھی نے بھی اپنی شاعری میں اس طرح ادا کیا ہے:

چھری کا تیر کا گھاؤ بھرا ❋ لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا

دوبارہ پھر ''سلم المسلمون'' فرمایا گیا مزید تاکید اور اہتمام کی وجہ سے کسی کو بھی بالکل ایذاء اور تکلیف نہ دی جائے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الایمان'' ص ۱۵ پر موجود ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمؤمن من امنه الناس علی دمائهم واموالهم.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الايمان ورواه مسلم فی کتاب الايمان أيضا.

ترکیب حدیث: المسلم: مبتداء، من: موصولہ، سلم: فعل، المسلمون: فاعل، من: حرف جار لسان: مضاف، ہ: مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ، واؤ: حرف عطف، یدہ: مضاف، مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر مجرور ہوا من کا، جار مجرور سے مل کر سلم فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر من موصول کا صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) فضل الباری ۱/۳۲۴ (۲) مرقاۃ، ۱/۷۲، فتح الباری، فتح الملہم، عمدۃ القاری

مؤمن سے لوگوں کو اطمینان رہتا ہے

۳۵ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ.

ترجمہ: ''مؤمن وہ ہے جس سے دوسرے لوگ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے بارے میں مطمئن رہیں۔''

لغات: دِمَائُهُمْ: دَمٌ کی جمع ہے، بمعنی خون، اصل میں ''دَمِيٌ'' ہے، لام کلمہ حذف کرکے دَمٌ بنایا گیا، جمع دِمَاء، قال تعالٰی: ﴿وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾، أَمْوَالِهِمْ: یہ مال کی جمع ہے بمعنی دولت، قال تعالٰی: ﴿وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾.

تشریح: یہ ماقبل کی حدیث کا جزء ہے، مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی خوبی یہ ہے کہ اس سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچے نہ زبان سے اور نہ ہاتھ سے اور نہ ہی کسی اور ذریعہ سے خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ذمی ہو یا حربی، مرد ہو یا عورت، وہ سب کی ہمدردی اور خیر خواہی کرتا ہو، حاضر ہو یا غائب دونوں ہی حالت میں لوگ اس سے اپنے جان اور مال کے بارے میں مطمئن ہوں، اگر مسلمان اسی ایک حدیث پر عمل کرلیں تو آج بھی دنیا آزارے نباشد ہوجائے اور تمام امن وچین کی زندگی بسر کرنے لگیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الایمان'' ص ۱۵ پر موجود ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمؤمن من أمنه الناس علی دمائهم واموالهم.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: حديث حسن صحيح.

ترکیب حدیث: المؤمن: مبتداء، من: موصولہ، امن: فعل ہ: مفعول، الناس: فاعل، علی: حرف جار، دماء: مضاف، ہم: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ واموالہم مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر علی کا مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا ''امن''، فعل کے، فعل اپنے فاعل، مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر من موصول کا صلہ ہوا، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نفس سے مجاہدہ کرنے والا حقیقت میں مجاہد ہے

۳۶ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ.

تَرجَمہ: ''حقیقی مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی اطاعت وعبادت میں اپنے نفس سے مجاہدہ کیا۔''

لُغات: مُجَاهِد: پوری طاعت صرف کرنا، جَهَدَ (ف) جُهْدًا، بہت کوشش کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا﴾،
طَاعة: فرمانبردار ہونا، طَاعَ (ن) طَوْعًا، فرمانبردار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾.

تشریح: اس حدیث میں فرمایا کہ اصل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس امارہ کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔

ہجرت کی دو قسمیں ہیں: ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہجرت کی دو قسم ہیں، ایک: ظاہری، دوم: باطنی۔

ہجرت ظاہری: ظاہری ہجرت یہ ہے کہ آدمی دین کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے۔

باطنی ہجرت: اور باطنی ہجرت یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کی زندگی چھوڑ کر اطاعت کی زندگی اختیار کرے۔[1]

محدثین رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظاہری ہجرت کر رہے تھے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں تسلی ہے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے جو عذر کی وجہ سے ظاہری ہجرت نہیں کر سکتے تھے، ان کو کہا جا رہا ہے کہ اصل ہجرت گناہوں کو چھوڑ کر اطاعت کی طرف آنا ہے، تم اس کو کر کے ثواب حاصل کر سکتے ہو۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الایمان'' ص ۱۵ پر موجود ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمؤمن من أمنه الناس علی دمائهم واموالهم، رواه الترمذی والنسائی، وزاد البيهقی فی شعب الايمان برواية فضالة، والمجاهد من جاهد نفسه فی طاعة اللّٰه والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الی البيهقی فی شعب الايمان، واخرجه ابن ماجة فی كتاب النفس (باب حرمة دم المؤمن وماله).

ترکیبِ حدیث: المجاهد: مبتداء، من: موصولہ، جاهد: فعل، ضمیر فاعل، نفس: مضاف، ہ: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول جاهد کا، فی: جار، طاعة: مضاف، لفظ اللّٰہ: مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر فی جار کا مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر من موصول کا صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) فتح الباری، فضل الباری ۱/۳۲۵ (۲) فتح الباری شرح البخاری

حقیقی مہاجر گناہوں کو چھوڑنے والا ہے

۳۷ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ.

ترجمہ: "حقیقی مہاجر وہ ہے جس نے تمام گناہوں کو چھوڑ دیا۔"

لغات: اَلْخَطَايَا: جمع ہے، اَلْخَطِيْئَة کی، بمعنی گناہ، خَطِیَ (س) خطاءً غلطی کرنا، قال تعالیٰ: ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ﴾.

تشریح: اس حدیث میں فرمایا گیا کہ مہاجر وہ ہے، جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، تو یہاں ہجرت سے مراد یہ ہوا کہ "تَرْكُ مَا تَدْعُوْ اِلَيْهِ النَّفْسُ الْاَمَّارَةُ وَالشَّيْطَانُ" کہ چھوڑنا ہے ہر اس چیز کو جس کی طرف نفس امارہ اور شیطان دعوت دیتا ہے۔

ایک اور ہجرت ہے جس کو عام طور سے سب ہی جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ "اَلْفِرَارُ بِالدِّيْنِ مِنَ الْفِتَنِ" کہ دین کے فتنہ کی وجہ سے کسی دوسری جگہ چلے جانا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ دوسری ہجرت کا سبب بھی اول والی ہی علت بنتی ہے کہ آدمی کو گناہوں میں پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے اور کوئی طریقہ نہیں ہوتا اس سے بچنے کا تو وہ دوسری جگہ ہجرت کر جاتا ہے تاکہ احکامات خداوندی کی پیروی کرے اور اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھ سکے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص ۱۵ پر موجود ہے، پوری حدیث اور اس کی تخریج ماقبل میں حدیث نمبر ۳۶ کے ضمن میں مذکور ہے۔

ترکیب حدیث: المهاجر: مبتداء، من: موصوله، هجر: فعل، ضمیر فاعل، الخطايا: معطوف علیه، واؤ: حرف عطف، الذنوب: معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر ھجر کا مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر من کا صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتداء کی خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تنظیم الاشتات

گواہ مدعی کے ذمہ ہے اور قسم مدعی علیہ کے ذمہ ہے

⑱ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ.

ترجمہ: ''گواہ مدعی کے ذمہ ہے اور قسم کھانا مدعی علیہ کے ذمہ ہے۔''

لغات: اَلْبَیِّنَۃ: دلیل، حجت، جمع بَیِّنَات، بَانَ (ص) بَیَانًا وَتِبْیَانًا ظاہر ہونا۔

تشریح: ''مُدَّعِیْ'' دعوی کرنے والے کو کہتے ہیں، اور ''مُدَّعٰی عَلَیْہِ'' جس پر دعوی کیا گیا ہے، مطلب یہ ہوا کہ دعوی کرنے والے کو اپنا دعوی ثابت کرنے کے لئے دو گواہ پیش کرنے ہوں گے اور جس پر دعوی کیا گیا ہے اگر وہ مدعی کی بات کو صحیح نہیں مانتا تو اپنی بات منوانے کے لئے اس کو قسم کھانی ہوگی بشرطیکہ مدعی اس کا مطالبہ کرے۔

اس حدیث بالا کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث بطور ضابطہ اور قانون کے ہے، کیونکہ یہ حدیث مشہور ہے اور یہی بات قرآن مجید سے بھی ثابت ہوتی ہے:

﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ﴾ (۱)

ترجمہ: دو اشخاص کو اپنے مردوں میں سے گواہ کرلیا کرو اگر وہ دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں''، اسی طرح دوسری جگہ پر فرمایا گیا کہ: آپس میں دو معتبر اشخاص کو گواہ کرلو۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاقضیۃ والشھادات'' ص ۳۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمروبن شعیب عن أبیه عن جدّه انّ النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قال: البیّنة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الاحکام عن عمروبن شعیب عن أبیه عن جده عن النبی صلی الله علیه وسلم، وقال: هذا حدیث حسن صحیح.

ترکیب حدیث: البینة: مبتداء، عَلٰی: حرف جار، المدعی: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنة کے متعلق ہوکر خبر، مبتداء خبر سے مل کر معطوف علیہ، واؤ: حرف عطف، الیمین: مبتداء، علی: حرف جار، المدعی: صیغہ اسم مفعول، ضمیر نائب فاعل، علی: حرف جار، ہ: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر المدعی کے متعلق ہوکر علی جار کے لئے مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنة کے متعلق ہوکر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۱ (۲) سورۃ الطلاق آیت ۲

مؤمن مؤمن کا آئینہ ہے

(۳۹) اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَنْهُ ضَيْعَتَهٗ وَيَحُوْطُهٗ مِنْ وَرَائِهٖ.

ترجمہ: ''ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے اور ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا بھائی ہے جو اپنے مؤمن بھائی کو نقصان سے بچاتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔''

لغات: مِرْآة: آئینہ، جمع مَرَاءٍ وَمَرَایَا ہے، رَأىٰ (ف) رُؤْيَةً، دیکھنا، أَخُو: جمع أَخ، بھائی، ساتھی دوست قال تعالیٰ: ﴿فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا﴾، يَكُفُّ: كَفَّ (ن) كَفًّا، كِفَايَةً، بمعنی روکنا، قال تعالیٰ: ﴿عَسَى اللّٰهُ أَن يَكُفَّ﴾، ضَيْعَتَهٗ: جائیداد، ضَاعَ (ض) ضَيْعًا ضائع ہونا، تلف ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ يَحُوْطُهٗ: حَاطَ (ن) حَوْطًا حفاظت کرنا، نگہبانی کرنا، گھیر لینا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ﴾.

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اس حدیث میں مؤمن کی مثال آئینہ کے ساتھ دی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی جب آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے اگر اس میں کوئی عیب وغیرہ ہو تو آئینہ دوسرے کو اس عیب پر آگاہ نہیں کرتا، تو اس طرح مسلمان جب اپنے بھائی میں کوئی عیب دیکھے تو تنہائی میں اس کو سمجھا دے، لوگوں کے سامنے اس کو ظاہر نہ کرتا پھرے تاکہ لوگوں کی نگاہ میں وہ ذلیل نہ ہو، یا مطلب یہ ہے کہ آدمی اتنا نیک بن جائے کہ دوسرا آدمی جو بھی اس کو دیکھے وہ بھی نیک ہو جائے جیسے کہ آئینہ کو دیکھ کر آدمی اپنے آپ کو درست کر لیتا ہے''۔ (۱)

اس حدیث میں لفظ ''اخو'' استعمال فرمایا گیا ہے، یہ سگے اور حقیقی بھائی کو کہتے ہیں، اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جس طرح ایک بھائی دوسرے کا خیال رکھتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ ہونا چاہئے۔

''يكف عنه ضيعته'': اخوت کا مظہر یہ بھی ہے کہ جب اس کا بھائی موجود نہیں ہے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کی عزت آبرو جان و مال کی حفاظت کرے۔ علماء فرماتے ہیں کہ: اس میں یہ بھی داخل ہے جب اس کے سامنے مسلمان کی غیبت یا عیب جوئی کی جائے تو اس کو منع کر دے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الشفقة والرحمة على الخلق'' ص ۴۲۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: انّ احدكم مرآة اخيه فان رأى به اذى فليحط عنه رواه الترمذی، وضعّفه، وفی رواية له ولابی داؤد المؤمن مرآة المؤمن والمؤمن اخو المؤمن يكف عنه ضيعته ويحوطه من ورآئه.

(۱) مرقاۃ، ج۹ ص ۲۳۷، ومظاہر حق ج۴، ۵۵۲.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب الادب (باب فی الضیعة) عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه، واخرجه البخاری فی الادب المفرد (باب المسلم مراة اخیه)

ترکیب حدیث: المؤمن: مبتداء، مراۃ: مضاف، المؤمن: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ: حرف عطف، المؤمن: مبتداء، اخو: مضاف، المؤمن: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر المؤمن مبتداء کی خبر اول، یکف: فعل، ضمیر فاعل، عنه: عن: حرف جار، ہ: مجرور، جار مجرور سے مل کر یکف فعل کے متعلق، ضیعة: مضاف، ہ: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر یکف فعل کا مفعول، فعل اپنے فاعل، مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ: حرف عطف، یحوط: فعل، ضمیر فاعل، من: حرف جار، و رائه: مضاف مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا من جار کا، جار اپنے مجرور سے مل کر یحوط فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر "المؤمن" کی خبر ثانی، مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

سارے مؤمن ایک جسم کے مانند ہیں

۴۰ اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ.

ترجمہ: ''سارے مؤمن ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ کو کوئی تکلیف ہو تو اس کے تمام اعضاء کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو بھی اس کے سارے بدن کو تکلیف ہوتی ہے۔''

لغات: اِشْتَکٰی: بیمار ہونا، اِشْتَکٰی باب افعال، اِشْکَاءً شکایت قبول کرنا، شَکَوا، الم پہنچانا عَیْنُہٗ: آنکھ جمع عُیُوْن ہے۔

تشریح: اسلام نے آپس کے ترحم اور حسن سلوک کی جو تعلیم دی ہے، اس کی نظیر کسی اور مذہب اور دین میں نہیں ملتی اسلام نے تمام مسلمانوں کو ایک برادری بنا دیا اور تمام ذات وقبائل اور تفرقات کو بالکل ختم کر دیا اور فرمایا کہ تم نہ سرخ رنگ والوں سے بہتر ہو اور نہ سیاہ رنگ والوں سے مگر تقویٰ کے اعتبار سے افضل ہو سکتے ہو۔

اسلام نے ہی تمام مسلمانوں کو ایک بدن کے مانند بنایا کہ جب کسی کو تکلیف پہنچے تو یہ سمجھے کہ مجھ کو ہی تکلیف دی جا رہی ہے، اس کی مثال حدیث بالا میں ایک عام سی فرمائی گئی ہے کہ جب انسان کی آنکھ کو تکلیف ہوتی ہے تو یہ نہیں کہ وہ تکلیف صرف آنکھ کو ہی ہو، بلکہ اس کی تکلیف سارا بدن محسوس کرتا ہے اسی طرح اگر پوری امت ہو جائے تو آج بھی اس میں وہ طاقت آ سکتی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تھی اور پھر کوئی مسلمانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکے گا، اسی مفہوم کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

بنی آدم اعضائے یکدیگرند ❁ کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار ❁ دگر عضوہا را نماند قرار

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الشفقة والرحمة على الخلق'' ص ۴۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمنون كرجل واحد ان اشتكى عينه اشتكى كله وان اشتكى رأسه اشتكى كله.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی البرّ والصّلة عن النعمان بن بشير رضى الله تعالىٰ عنه.

ترکیب حدیث: المؤمنون: مبتداء، ك: حرف جار، رجل: موصوف، واحد: صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر محذوف کے متعلق ہو کر المؤمنون کی خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، ان: حرف شرط، اشتکی: فعل، عینه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط اشتکی: فعل، کله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جزا، شرط جزاء سے مل معطوف علیہ، ان: حرف شرط، اشتکی: فعل، راسه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل فعل فاعل سے مل کر شرط اشتکی: فعل، کله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

سفر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی ہدایت

(٤١) اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَاِذَاقَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ وَجْهِهٖ فَلْيُعْجِلْ اِلٰى أَهْلِهٖ.

ترجمہ: ''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے سفر تمہیں روکتا ہے سونے اور کھانے اور پینے سے لہٰذا تم میں سے جب کوئی سفر کی غرض کو پوری کرلے تو اس کو چاہئے کہ اپنے گھر والوں کی طرف جلدی لوٹ جائے۔''

لغات: اَلسَّفَر: مسافت طے کرنا، جمع أَسْفَار، سَفَرَ (ن) سُفُوْرًا سفر کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ﴾، قِطْعَة: جمع قِطَع ٹکڑا، قطع کرنا، قَطَعَ (ف) قَطْعًا، جدا کرنا، کاٹنا، قال تعالیٰ: ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ﴾، يَمْنَع: مَنَعَ (ف) مَنْعًا روکنا، محروم کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾، نَوْمَهٗ: نَامَ (ن) نَوْمًا وَنِيَامًا، سونا، قال تعالیٰ: ﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾، قَضٰى: (ض) پورا کرنا، فارغ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا﴾، نَهْمَتَهٗ: حاجت ضرورت، نَهِمَ (س) نَهْمًا، وَنَهَامَةً مریض ہونا، وَجْهِهٖ: جمع أَوْجُه، وُجُوْه، وَجَهَ (ض) وَجَاهَةً، منہ پر مارنا، قال تعالیٰ: ﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ فَلْيُعْجِلْ: عَجِلَ باب سمع. وعجلت اليك رب لترضٰى. جلدی کرنا، عَجِلَ (س) عَجَلًا وعَجَلَةً، جلدی کرنا، قال تعالیٰ: ﴿فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾

تشریح: سفر میں انسان کو جسمانی وروحانی مشقت کے ساتھ ساتھ سردی وگرمی، خوف وغیرہ کا سامنا ہوتا ہے اور زندگی کی بہت سی راحتوں کو چھوڑنا ہوتا ہے، خاص کر کے گذشتہ زمانے میں جب یہ موجودہ سواریاں بھی نہ تھیں تو انسان کو کتنی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہوں گی، یہ وہی شخص جان سکتا ہے جس پر یہ تکالیف پڑتی ہوں گی، اس وجہ سے اس حدیث میں سفر کو ''قطعة من العذاب'' فرمایا گیا ہے، [۱] نیز یہ کہ اس حدیث میں سونے، کھانے، پینے کو بطور مثال کے ذکر کیا گیا ہے ورنہ سفر اور بھی بہت سی چیزوں سے روک دیتا ہے، مثلاً جمعہ کی نماز، عیدین کی نماز، جماعت کی نماز، روزہ وغیرہ سے۔ [۲]

''فليعجل الى اهله'': گھر کی طرف لوٹ آئے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ اس وقت ہے جب کہ سفر ضروری نہ ہو، [۳] علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: واپس جلدی لوٹ آئے تاکہ جمعہ، عیدین، جماعت کی نماز وغیرہ زیادہ اس سے فوت نہ ہوں۔ [۴]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''كتاب آداب السفر''، ص ۳۳۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: السفر قطعة من العذاب يمنع احدكم نومه وطعامه وشرابه فاذا قضى احدكم نهمته من وجهه فليعجل الى اهله.

---

(۱) التعليق الصبيح ۴/۲۵۹ - ۳/۶۲۳ (۲) مرقاة (۳) مرقاة (۴) معالم السنن

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی ابواب العمرة وفی الاطعمة عن أبی هریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه، واخرجه مسلم فی کتاب الامارة (باب السفر قطعة من العذاب).

ترکیب حدیث: السفر: مبتداء، قطعة: موصوف، من: حرف جار، العذاب: مجرور، جار مجرور سے مل کر "کائنة" کے متعلق ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر "السفر" کی خبر اول، یمنع: فعل، ضمیر فاعل، احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول اول، نومه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ، واؤ: حرف عطف، طعامه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مطوف علیہ معطوف، واؤ: حرف عطف، شرابه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر مفعول ثانی یمنع فعل کا، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر ثانی، مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فاذا: لفظ شرط، قضی: فعل، احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، نهمته: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، من وجهه: جار مجرور متعلق قضی کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول اور متعلق سے مل کر شرط، فلیعجل: فاء: جزائیہ، فعل فاعل، الی اهله: متعلق "فلیعجل" کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

نوع آخر منها

یہاں سے بھی مصنف "جملہ اسمیہ" ہی والے جملے لائیں گے مگر مسند الیہ معرف باللام نہیں ہوگا۔

جہاد سے واپسی پر بھی جہاد والا ثواب ملتا ہے

۴۲ قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ.

ترجمہ: "جہاد سے واپس آنا بھی جہاد پر جانے کے برابر ہے۔"

لغات: قَفْلَةٌ: (ن ض) قَفْلاً، وَقُفُوْلاً، بمعنی سفر سے لوٹنا، غَزْوَة: غَزَا (ن) غَزْوَةً، غَزْوًا، بمعنی جہاد کے لئے نکلنا، اس کی جمع غَزَوَات آتی ہے۔

تشریح: **حدیث کا شان ورود**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر جہاد کے لئے روانہ کیا مگر دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ لشکر لوٹ آیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم لوگ اس لئے واپس آئے ہو کہ مزید لوگوں کو ساتھ لے جاؤ اور اس وقت فرمایا کہ: "قفلة كغزوة." (۱)

اس حدیث میں جہاد سے گھر واپس ہونے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس کو بھی جہاد فرمایا گیا ہے کیونکہ غازی کی نیت تو یہ ہوتی ہے کہ پھر جب جہاد ہوگا، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑوں گا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب آدمی جہاد سے واپس آتا ہے اور گھر والوں سے ملتا بھی ہے تب بھی اس کا ثواب ختم نہیں ہوتا جیسے کہ حاجی کا ثواب ختم نہیں ہوتا ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "كتاب الجهاد" ص ۳۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما انّ رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "قفلة كغزوة."

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما فی (باب فضل القفل فی الغزو).

ترکیب حدیث: قفلة: مبتداء، كغزوة: ك: حرف جار، غزوة: مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا کائنة محذوف کے، اور پھر یہ خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاة ۷/۲۹۹ (۲) اشعة اللمعات والتعليق الصبيح ۴/۲۴۳

مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

﴿۴۳﴾ مَطَلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ.

تَرجَمۃ: ”صاحب استطاعت کا قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔“

لُغات: مَطَلَ: (ن) مَطْلاً، ٹال مٹول کرنا، اَلْغَنِیّ: مال دار۔

تَشرِیح: ٹال مٹول کرنے والے کے بارے میں وعید: علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب کوئی مال دار آدمی کوئی چیز خریدے پھر باوجود مال موجود ہونے کے اس کی قیمت ادا نہ کرے یا اسی طرح کوئی آدمی کسی سے قرض لے باوجود مال موجود ہونے کے قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے اور آج کل کرتا رہے، تو اس حدیث میں ایسے شخص کے لئے وعید ہے کہ اس نے ظلم کا کام کیا۔

غنی سے مراد یہ ہے جو قرض کے ادا کرنے پر قادر ہو اگرچہ فی نفسہٖ وہ فقیر ہی کیوں نہ ہو، اس میں عموم ہے خواہ وہ معاملہ بیوی شوہر کے درمیان کا ہو، یا آقا غلام کے درمیان کا ہو یا حاکم رعایا کے درمیان کا ہو خواہ وہ مالی ہو یا غیر مالی سب کو ہی یہ حدیث شامل ہے۔[۱]

ٹال مٹول کرنے والے کی سزا: ایک دوسری حدیث میں آتا ہے جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ“ قرض نہ ادا کرنے والے کا ٹال مٹول کرنا حلال کر دیتا ہے اس کی آبرو اور سزا کو،[۲] یعنی اگر اسلامی حکومت ہو تو ایسے شخص کو سوسائٹی کی نگاہ میں گرایا جاسکتا ہے اور اس کو ذلیل کرنے کے لئے دوسرے طریقے بھی اختیار کئے جاسکتے ہیں، اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلا کہ جب آدمی کو ضرورت ہو تو قرض لے لے، مگر جب ضرورت پوری ہو تو جلدی واپس کر دے، ٹال مٹول نہ کرے۔

علماء لکھتے ہیں کہ اس طرح ٹال مٹول سے کام لینے والا شخص فاسق ہو جاتا ہے اور اس کی گواہی معتبر نہ ہوگی اور حکومت ایسے شخص کو جیل میں بھی بند کروا سکتی ہے، اور تعزیر کے طور پر سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الافلاس والانظار“ ص ۲۵۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه انّ رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: مطل الغنى ظلم، فاذا اتبع احدكم على ملئ فليتبع.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فى كتاب المسقاة والمطل، واخرجه البخارى فى كتاب الاستقراض واداء الديون، عن أبى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه.

ترکیب حدیث: مطل: مضاف، الغنى: مضاف اليه، مضاف مضاف اليه سے مل کر مبتداء، ظلم: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تکملہ فتح الملہم ۱/۵۰۸، عمدۃ القاری ۵/۶۶۳، فتح الباری ۴/۳۸۱ (۲) ابوداؤد

امیر خادم ہوتا ہے

(۴۴) سَیِّدُ الْقَوْمِ فِی السَّفَرِ خَادِمُھُمْ.

ترجمہ: ''سفر میں جماعت کا امیر ان کا خادم ہوتا ہے۔''

لغات: سَیِّد: بمعنی سردار، جمع سَادَات آتی ہے، خَادِمُھُمْ: (ض، ن) خدمت کرنا جمع خُدَّام آتی ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب تم سفر کا ارادہ کرو تو کسی ایک کو اپنا امیر بنالو، اور حدیث بالا میں امیر کے لئے ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ امیر ایسا ہو جو لوگوں کی خدمت کرنے والا ہو، ساتھیوں کی مصالح پر نظر رکھے اور ان کے ہر معاملہ میں رعایت رکھے۔

قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے: بعض محدثین اس حدیث کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قوم اور جماعت کی خدمت میں لگا رہے حقیقت میں وہی امیر ہے اگرچہ بظاہر کسی دوسرے کو امیر بنایا گیا ہو۔ (۱)

مرقاۃ نے اس پر ایک قصہ لکھا ہے کہ ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ نے سفر میں عبداللہ مرزوی رحمۃ اللہ علیہ کو امیر بنایا تمام سفر میں عبداللہ مرزوی رحمۃ اللہ علیہ تمام سامان کمر پر رکھتے اور جب ایک رات بارش ہوئی تو تمام رات رفیق سفر کے سر پر چادر تانے کھڑے رہے کہ بھیگے نہیں اور جب ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ ان کو منع کرتے تو فرماتے کہ: تم نے ہی تو مجھ کو اپنا امیر بنایا ہے پس میری اطاعت کرنی ہوگی۔ (۲)

بہرحال اس حدیث میں امیر کی یہ صفت بیان کی گئی کہ اس میں ساتھیوں کی خدمت کا جذبہ ہو اور اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب السفر'' ص ۳۴۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سھل بن سعد رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: سید القوم فی السفر خادمھم فمن سبقھم بخدمۃ لم یسبقوہ بعمل الا الشھادۃ.

تخریج حدیث: اخرجہ البیھقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: سید القوم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء، فی: حرف جار، السفر: مجرور، جار مجرور سے مل کر، خادمھم: کے متعلق مقدم خادمھم: مضاف مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۷/۳۳۹، اشعۃ اللمعات، والتعلیق الصبیح ۴/۲۶۴

(۲) مرقاۃ ۷/۳۳۹، احیاء العلوم ۲/۳۶۳ والتعلیق الصبیح ۴/۲۶۴

محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے

﴿۴۵﴾ حُبُّكَ الشَّئَ يُعْمِىْ وَيُصِمُّ.

ترجمہ: ”کسی چیز سے محبت کرنا تجھ کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔“

لغات: يُعْمِىْ، بمعنی اندھا کرنا، عَمِىَ (س) عَمىً اندھا ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ﴾. يُصِمُّ: بمعنی بہرا کرنا، صَمَّ (س) صَمًّا بہرا ہونا۔

تشریح: محبت کی تعریف: ”امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ“ نے محبت کی تعریف یہ لکھی ہے کہ: ”پسندیدہ چیز کی طرف طبیعت کا مائل ہونا۔“[1]

چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے: اس حدیث میں انسان کی فطرت کو بیان کیا گیا ہے کہ انسان جب کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو یہ محبت اس پر ایسی غالب آ جاتی ہے کہ اس کو اپنے محبوب کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔[2]

اور انسان اس محبت میں ایسا ہو جاتا ہے کہ اس محبت میں وہ کسی کی مذمت کو سننا بھی پسند نہیں کرتا (بقول متنبی)

عذل العواذل حول قلبی التائه ❊ وهوى الاحبة منه فی سودائه[3]

ترجمہ: ملامت کرنے والیوں کی ملامت میرے پریشان دل کے اردگرد، اور محبوبوں کی محبت دل کے بیچ میں ہے۔

جیسے کہ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذكر المحبة يا مولاى اسكرنى ❊ وهل رأيت محبا غير سكران[4]

ترجمہ: اے مولا! تیری محبت کی یاد نے مجھے مدہوش کر دیا کیا تو نے کسی ایسے محبّ کو دیکھا ہے جو مدہوش نہ ہوا ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب المفاخرة والعصبية“ ص ۴۱۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبى الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: حبك الشئ يعمى ويصم.

تخریج حدیث: اخرجه أبوداؤد عن أبى الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه فى كتاب الادب (باب فى الهوى)

ترکیب حدیث: حب: مصدر، مضاف ك: مضاف الیہ معنیً فاعل، الشئ: مفعول، مصدر اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مبتداء يعمى: فعل ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، ويصم: فعل ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مبتداء کی خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مکاشفۃ القلوب ص ۸۴ (۲) مظاہر حق، جواہر الحکم ص ۱۱۳ (۳) دیوان المتنبی ص ۳ (۴) مکاشفۃ القلوب

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

﴿۴۶﴾ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ.

ترجمہ: ”علم (دین) حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“

لغات: طَلَبَ: (ن) تلاش کرنا، فَرِيْضَة: فَرَضَ (ض) فرض کرنا۔

تشریح: طلب علم سے کیا مراد ہے؟ اس کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اتنا علم مراد ہے جس کے بغیر آدمی نہ فرائض ادا کر سکے اور نہ ہی حرام سے بچ سکے۔ (یہ) دین ہی کے علم سے ہوگا تو مراد دین کا ہی علم ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں وہ علم مراد ہے جس کی ضرورت انسان کو بالفور ہو۔ (۱)

بعض کے نزدیک اس سے مراد اخلاص ہے کہ اس کے ذریعہ وہ نفس کی برائیوں کو (مثلاً کینہ، حسد، تکبر وغیرہ) کو اپنے سے دور رکھے۔ نیز اس کا علم بھی ضروری ہے جس سے اعمال فاسد ہوجاتے ہیں۔ (۲)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ: اتنا علم حاصل کرے کہ اپنے دین سے فائدہ اٹھا سکے۔ (۳)

حسن بن الربیع رحمۃ اللہ علیہ نے جب عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: جب آدمی کو دین کی کسی بات میں شک ہو تو اب اس پر فرض ہے کہ سوال کر کے اس شک کو دور کرلے۔ (۴)

ان اقوال کے درمیان کوئی تضاد نہیں سب ہی مراد ہو سکتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب العلم“، ص۳۴ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: طلب العلم فریضة علی کل مسلم وواضع العلم عند غیر اھله کمقلد الخنازیر الجواھر واللؤلؤ والذھب.

تخریج حدیث: رواہ ابن ماجة ورواہ البیھقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: طلب العلم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء، فریضة: صیغہ صفت مشبہ علی: حرف جار، کل: مضاف، مسلم: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا حرف جار کا، جار مجرور سے مل کر فریضة کے متعلق، فریضة اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف القرآن ۔۴/۴۸۹ (۲) مظاہر حق (۳) العلم والعلماء ص۴۳ (۴) العلم والعلماء ص۴۳

مال کے حرص کی مذمت

۴۷ مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى.

تَرجَمۃ: ”جو (مال) کم ہو اور کفایت کرنے والا ہو وہ اس (مال) سے بہتر ہے جو زیادہ اور غافل رکھنے والا ہو۔“

لُغات: قَلَّ: (ض) کم ہونا، قال تعالیٰ ﴿وَقَلِيْلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ اَلْهٰى: بمعنی غافل کرنا، قال تعالیٰ ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾.

تشریح: مال کی حرص کی مذمت: انسان کی طبیعت میں مال کی حرص ہے۔ اگر اس کو انسان قابو نہ کرے تو بڑھتی ہی جاتی ہے اور پھر انسان اسی دھن میں شب و روز ایک کرتا ہے۔ اس حدیث بالا میں ایسے شخص کو تنبیہ کی گئی ہے کہ انسان کو یہ چاہیے کہ تھوڑے ہی مال پر قناعت کرلے۔ ایسا نہ ہو کہ مال تو زیادہ ہو جائے اور یہ اس مال میں ایسا لگے کہ اپنے رب کو بھی بھول جائے۔ (۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ: ”اے انسان! تجھے ساری دنیا کی دولت بھی مل جائے تب بھی تجھے دو وقت کی روٹی ہی میسر آتی ہے“۔ (۲)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو اس کے تقسیم کردہ رزق پر راضی نہ ہوں، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهُ لَحَقٌّ﴾، آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان اور زمین کے رب کی قسم وہ حق ہے۔“ (۳)

للّٰہ در القائل:

انّ القناعة من يحلل بساحتها ❁ لم يلق فى ظلها هما يؤرقه (۴)

تَرجَمۃ: بے شک جو شخص قناعت کو پالیتا ہے کبھی اس پر دکھ کا سایہ نہیں پڑتا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الرقاق“ ص ۴۴۵ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبى الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما طلعت الشمس الا وبجنبيها ملكان يناديان يسمعان الخلائق غير الثقلين: يا ايها الناس هلموا إلى ربكم ما قل وكفى خير مما كثر والهى.

تخریج حدیث: اخرجه ابن حبان.

---

(۱) مظاہر حق (۲) مکاشفۃ القلوب ص ۳۷۳ (۳) مکاشفۃ القلوب (۴) مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۴

ترکیبِ حدیث: ما: موصولہ۔ قل: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ کفی: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مبتداء۔ خیر: صیغۂ اسم تفضیل۔ مما: من حرف جار۔ ما: موصولہ۔ کثر: فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عاطفہ الھی: فعل فاعل سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور سے مل کر خیر کے متعلق ہوا۔ خیر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سحری کے وقت کا خواب عموماً سچا ہوتا ہے

۴۸ اَصۡدَقُ الرُّؤۡیَا بِالۡاَسۡحَارِ.

ترجمہ: ”صبح کے وقت کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے۔“

لغات: اَلرُّؤۡیَا: اس کی جمع رُؤًی ہے بمعنی خواب، قال تعالیٰ ﴿اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُؤۡیَایَ﴾، اَسۡحَار: جمع سَحَر، صبح صادق سے پہلے کا وقت، اگر باب تفعیل سے ہو بمعنی سحری کھانا، حدیث میں ہے: تَسَحَّرُوۡا فَاِنَّ السُّحُوۡرَ بَرَکَۃٌ.

تشریح: خواب کی تین قسمیں: علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواب کی تین قسمیں ہیں:

اول محض خیالی: یعنی انسان دن بھر جو کام کرتا ہے رات کو خواب میں متشکل ہو کر اس کو دیکھتا ہے۔

دوسری قسم: بشارت الٰہیہ ہوتی ہے، اسی خواب کے بارے میں حدیث بالا میں اصدق الرویا سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تیسری قسم: شیطانی اثرات کے عکاس ہوتا ہے۔(۱)

سحری کے وقت کے خواب سچے ہونے کی وجہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”سحری کے وقت کے خواب کئی وجوہات کی بناء پر سچے ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ آخر رات کو دل و دماغ میں سکون ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ اس وقت میں نزول ملائکہ ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ ان سب وجوہات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سحری کے وقت کے عموماً خواب سچے ہوتے ہیں۔“(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الرؤیا“ ص ۳۹۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی سعید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قال: اصدق الرؤیا بالاسحار.

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی فی ابواب الرؤیا واخرجہ الدارمی.

ترکیب حدیث: اصدق الرؤیا: اسم تفضیل۔ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ بالاسحار: جار مجرور سے مل کر متعلق محذوف کے ہو کر مبتداء کی خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تفسیر قرطبی (۲) مرقاۃ ۹/۴۵

کمانے کے چار درجے

۴۹ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ.

ترجمہ: ”حلال روزی حاصل کرنا بھی ایک فرض ہے دوسرے فرائض کے بعد۔“

لغات: کَسب: بمعنی کمانا، کَسَبَ (ض) کَسْبًا قال تعالٰی ﴿وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ﴾. اَلْحَلَالُ: اس کی ضد حَرَامْ آتی ہے، قال تعالٰی: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ یہاں فرائض سے مراد ہے ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، توحید وغیرہ ہیں اس حدیث میں انسان کو کمانے کی اجازت دی گئی ہے مگر ساتھ ساتھ حد بھی بیان کردی گئی ہے کہ اس کمانے میں انسان فرائض کو نہ بھول جائے۔

کمانے کے چار درجے: علماء نے لکھا ہے کہ کبھی کمانا فرض ہوجاتا ہے اور کبھی حرام اور کبھی مستحب اور کبھی مباح۔

فرض: اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس کے پاس اتنا بھی مال نہ ہو جس سے وہ خود اور اپنے اہل وعیال کو کھلا سکے۔

حرام: اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اس مال سے فخر اور اپنی شان کو بڑھانے کے لئے کمائے۔

مستحب: اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت سے زائد کمائے اس نیت کے ساتھ کہ میں اس مال سے مسکینوں اور فقیروں کی مدد کروں گا۔

مباح: اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد کمائے اس نیت سے کہ اس مال سے اپنی عزت وآبرو وغیرہ کی حفاظت کروں گا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ”باب الکسب و طلب الحلال“ ص۲۴۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: طلب: مضاف۔ کسب: مضاف الیہ مضاف۔ الحلال: مضاف الیہ تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مبتداء۔ فریضۃ: موصوف۔ بعد الفریضۃ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر صفت۔ موصوف اپنی صفت سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۳/۲۹۳

بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے

۵۰ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَه.

ترجمہ: "تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔"

لغات: خَیر: اصل میں اَخْیَر ہے، ہمزہ کو تخفیف کی وجہ سے حذف کردیا، تَعَلَّمَ: باب تفعل سے بمعنی سیکھنا اور باب تفعیل سے عَلَّمَ بمعنی سکھانا۔ قال تعالیٰ: ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ﴾.

تشریح: قرآن کو سیکھنے اور سکھانے والا سب سے بہتر ہے: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: جو شخص قرآن مجید کو سیکھے اور پھر لوگوں کو سکھائے تو یہ سب سے افضل اور بہترین لوگوں میں سے ہے کیونکہ اس نے دونوں خیروں کو جمع کرلیا ہے۔ (۱)

بعض علماء فرماتے ہیں: بہترین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا اس مقصد کے لئے تھا کہ وحی کے ذریعہ جو قرآن حاصل ہو اس کی حکمت کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا جائے۔ تو اب جو بھی قیامت تک قرآن مجید کو سیکھے اور سکھائے تو یہ شخص گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مشن کا علمبردار ہوتا ہے۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص الخاص نسبت حاصل ہوگی اس لئے اس کو سب سے افضل فرمایا گیا ہے۔ (۲)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام کے بعد یہ لوگ بہترین ہیں جو کلام اللہ کو سیکھیں اور پھر سکھائیں مگر اس سیکھنے اور سکھانے میں اخلاص اور رضاء الٰہی کو سامنے رکھیں دنیاوی کوئی غرض سامنے نہ ہو۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب فضائل القرآن" ص ۱۸۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمران قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: خیرکم من تعلم القرآن وعلمه .

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب فضائل القرآن. واخرجه ابوداود فی کتاب الصلوة (باب فی ثواب قراءة القرآن)

ترکیب حدیث: خیرکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ من: موصولہ۔ تعلم: فعل ضمیر فاعل۔ القرآن: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ علمہ: فعل ضمیر فاعل ہ: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر جملہ ہوکر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) فتح الباری ۹/۷۶ (۲) التعلیق الصبیح ۳/۳، معارف الحدیث ۵/۷۹ (۳) مرقات ۴/۳۳۳

دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے

⑤١ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ.

ترجمہ: ''دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔''

لغات: اَلدُّنْیَا: عالم۔ موجودہ زندگی کو کہتے ہیں۔ دَنَا (ن) دُنُوًّا بمعنی قریب ہونا، دنیا بھی آخرت سے قریب ہے قال تعالیٰ: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾

تشریح: علامہ طیبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث جامع احادیث میں سے ہے۔

تمام برائی کی جڑ دنیا کی محبت ہے: اکثر گناہ دنیا کی محبت ہی کی وجہ سے انسان کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! دنیا کی محبت میں مشغول نہ ہونا میری بارگاہ میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ (۱)

عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ: جب دنیا کی محبت اور گناہوں نے کسی دل کو اپنا شکار بنالیا تو اب ایسے دل میں بھلائی کبھی نہیں پہنچ سکتی۔ (۲)

صاحب مظاہر حق فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت جس دل میں آجائے تمام اصلاح کرنے والے اس کو راہ راست پر نہیں لاسکتے۔ اور جس نے دنیا کو اپنے دل سے نکال دیا تو اب تمام گمراہ لوگ اس کو راہ راست سے بھٹکا نہیں سکتے۔ (۳)

علماء فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ دنیا سے بے تعلق رکھنا یہ تمام عبادتوں اور نیکیوں کی جڑ ہوگی۔

للّٰہ درالقائل:

وما المال والاهلون الاوديعة ❁ ولا بدّ يوما ان ترد الودائع

ترجمہ: مال اور اولاد سب مستعار چیزیں ہیں انہیں ایک دن یقیناً واپس کرنا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص۴۴۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حذيفة رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول فى خطبته: الخمر جماع الاثم والنساء حبائل الشيطان وحب الدنيا رأس كل خطيئة قال وسمعته أخروا النّساء حيث اخرهن الله.

تخریج حدیث: رواه البيهقى فى شعب الايمان كما عزاه اليه صاحب المشكوة .

ترکیب حدیث: حب الدنیا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ رأس: مضاف۔ کل: مضاف الیہ مضاف۔ خطیئۃ: مضاف الیہ تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) احیاء العلوم ۲/۲۵۰۔ مکاشفۃ القلوب ص ۲۲۸ (۲) مکاشفۃ القلوب ص ۲۴۰۔ احیاء العلوم (۳) مظاہر حق ۴/۱۷ و مرقاۃ ۹/۳۸۴

پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے

۵۲ أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ.

ترجمہ: ''اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔''

لغات: اَعْمَال: عَمَلٌ کی جمع ہے بمعنی کام قال تعالٰی: ﴿اَشْتَاتًا لِيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ﴾. اَدْوَمُهَا: دَامَ (ن) دَوْمًا وَدَوَامًا ہمیشہ رہنا۔ قال تعالٰی ﴿مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ﴾.

تشریح: اس حدیث کا مطلب علماء فرماتے ہیں آدمی جب کسی نیک کام کو شروع کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کو ہمیشہ کرے چھوڑنا نہیں چاہئے اگرچہ یہ مقدار میں عمل تھوڑا ہی ہو۔ یہ بہتر ہوگا اس عمل سے جو مقدار میں زیادہ ہو مگر اس کے آداب و شرائط کے ساتھ نہ کیا گیا ہو اور نہ وہ ہمیشگی کی صفت سے مزین ہو۔ [۱]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زیادہ اعمال کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اتنے ہی اعمال کرو جن پر تم مداومت کر سکتے ہو۔

کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خاص عمل بیان کریں اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کوئی خاص عمل تو نہیں تھا ہاں یہ ضرور تھا جس کام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع کرتے تھے۔ اس پر مداومت کرتے تھے۔

اسی وجہ سے بعض عارفین سے منقول ہے ''اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ.'' استقامت کرامت سے افضل ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب القصد فی العمل'' ص ۱۱۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: احب الاعمال الی اللّٰه ادومها وان قل.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب اللباس (باب الجلوس علی الحصیر) واخرجه مسلم (فی باب فضیلة العمل الدائم من قیام اللیل) عن عائشة.

ترکیب حدیث: احب: صیغہ اسم تفضیل مضاف۔ الاعمال: مضاف الیہ۔ الی اللّٰه: جار مجرور متعلق ہوا ''احب'' کے اور ''احب'' اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر مبتداء۔ ادومها: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر قائم مقام جزا۔ وان: وصفیہ شرطیہ۔ قل: فعل فاعل سے مل کر شرط۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۳/۱۵۴

بہترین صدقہ کسی جاندار کا پیٹ بھرنا

۵۳ أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ تُشْبِعَ كَبِداً جَائِعاً.

ترجمہ: ''بہترین صدقہ یہ ہے کہ کسی جاندار بھوکے کا پیٹ بھرا جائے۔''

لغات: صَدَقَة: اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو مال دیا جائے۔ جمع صَدَقَات قال تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾. تُشْبِعَ: (س) شَبْعًا و شِبْعًا. شکم سیر ہونا (باب افعال) کسی کا پیٹ بھرنا۔ كَبِدا: بمعنی جگر و کلیجہ جمع اَكْبَاد، كُبُود آتی ہے یہاں مراد پیٹ ہے۔ جَائِعًا: جَاعَ (ن) جُوْعًا بمعنی بھوکا ہونا، جمع جِيْعَان آتی ہے۔

تشریح: صدقہ کی تعریف: صدقہ کہتے ہیں ''اپنے مال کو اللہ کی رضامندی اور قرب حاصل کرنے کے لئے کسی کو دینا۔''

بھوکے کو کھانا کھلانے کی فضیلت: بھوکے کو کھانا کھلانے کے بارے میں متعدد احادیث میں فضائل وارد ہوئے ہیں مثلاً: ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: مغفرت کو واجب کرنے والی چیزوں میں بھوکوں کو کھانا کھلانا بھی ہے۔(۱)

ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے جو شخص کسی جان دار کو کھانا کھلائے حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت کے کھانوں میں سے کھلائیں گے۔(۲)

علماء نے حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ اس میں انسانوں کے ساتھ حیوانات بھی داخل ہیں جو کسی حیوان کو بھی کھلائے وہ بھی اسی فضیلت میں داخل ہوگا اس پر استدلال اس روایت سے بھی کرتے ہیں (۳) جس میں آتا ہے کہ ایک بدکار عورت نے ایک ایسے کتے کو پانی پلایا جو پیاس کی وجہ سے زبان نکال رہا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس فاحشہ عورت کی مغفرت کردی (۴) مگر اس سے وہ جانور خارج ہوں گے جو موذی جانور ہیں اور جنہیں مار ڈالنے کا شریعت نے حکم دیا ہے مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ۔(۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب افضل الصدقة'' ص ۱۷۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: افضل الصدقة ان تشبع کبدا جائعا.

تخریج حدیث: اخرجه البیهقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللّٰه عنه.

ترکیب حدیث: افضل الصدقة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ تشبع: فعل فاعل۔ کبدا جائعا: موصوف صفت سے مل کر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) کنز العمال (۲) کنز العمال (۳) بخاری و مسلم (۴) مرقاۃ ۴/۲۲۵ (۵) مظاہر حق ۲/۲۸۶

علم اور مال والے کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا

۵۴ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ فِى الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ وَمَنْهُوْمٌ فِى الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا.

ترجمہ: ''حرص کرنے والے دو شخص ہیں جن کا پیٹ نہیں بھرتا۔ ایک علم میں حرص کرنے والا اس کا پیٹ علم سے نہیں بھرتا اور دوسرا دنیا کا حرص کرنے والا کہ اس کا پیٹ بھی نہیں بھرتا۔''

لغات: مَنْهُوْمَانِ: نَهِمَ (س) نَهْمًا بمعنی حریص ہونا۔

تشریح: علم دین ایک ایسا نور ہے جتنا حاصل ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس کی خواہش اور تمنا میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے گویا ''رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا۔''(۱) اس کے بارے میں قبول ہوئی معلوم ہوتی ہے۔(۲)

اس کی تمنا ہوتی ہے کہ میں علم کی آخری منزل تک پہنچ جاؤں مگر اس کی یہ تمنا پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ علم کا میدان اتنا وسیع ہے کہ کوئی اس کی انتہاء تک پہنچنے کا دعویٰ نہیں کرسکتا اس پر دلیل یہ ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے ایک چڑیا کو سمندر سے چونچ میں پانی لیتے دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ: تمہارا اور میرا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا کہ اس چڑیا کی چونچ کا پانی۔(۳)

اسی طرح دنیا کے حریص کا پیٹ نہیں بھرتا جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر انسان کو ایک وادی سونے کی دے دی جائے تو دوسری کی فکر میں رہے گا جب اس کو دوسری مل جائے تو پھر تیسری کی فکر میں رہے گا۔ کبھی یہ قناعت نہیں کرتا۔(۴)

بعض داناؤں کا مقولہ ہے کہ: دنیا کی مثال شراب کی طرح ہے جتنا پیتا ہے اتنا ہی اس کی طلب میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔(۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه انّ النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: منهومان لا يشبعان منهوم فی العلم لا يشبع منه ومنهوم فی الدنيا لا يشبع منها.

تخریج حدیث: اخرجه البيهقی فی شعب الايمان ورواه الدارمی عن عبدالله بن مسعود.

ترکیب حدیث: منهومان: مبتداء۔ لا يشبعان: خبر، مبتداء خبر سے مل کر مفسر۔ منهوم: اسم مفعول، ضمیر نائب فاعل۔ فی العلم: جار مجرور متعلق منهوم کے۔ منهوم اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے ملکر مبتداء۔ لا يشبع: فعل ضمیر فاعل۔ منه: جار مجرور متعلق لا يشبع کے، لا يشبع فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتداء خبر سے مل کر معطوف علیہ۔ ومنهوم فی الدنيا: اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر مبتداء۔ لا يشبع منها: فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر معطوف۔ معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر تفسیر۔ مفسر تفسیر سے مل کر جملہ تفسیریہ ہوا۔

---

(۱) ترجمہ: ''اے رب! زیادہ کر میری سمجھ۔'' (۲) التعلیق الصبیح ۱/۱۴۴ (۳) بخاری (۴) مشکوۃ (۵) احیاء العلوم

منافق کی تین علامتیں

⑤⑤ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

ترجمہ: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں: ① جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ ② جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ ③ اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔“

لغات: آیة: بمعنی علامت، جمع آیات آتی ہے۔ حَدَّثَ: روایت کرنا۔ بیان کرنا۔ اَخْلَفَ: وعدہ خلافی کرنا قال تعالیٰ: ﴿فَاَخْلَفْتُمْ مَوْعِدِیْ﴾. اُؤْتُمِنَ: باب افتعال سے کسی کو امین بنانا۔ خَانَ: (ن) خَوْنًا وَخِيَانَةً خیانت کرنا۔

تشریح: نفاق کے اصل معنی ہیں ظاہر باطن کے مخالف ہونا، پھر نفاق کی کئی قسمیں ہیں:

اول: ایک اعتقادی نفاق اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص بظاہر اللہ کی توحید ورسالت فرشتوں وغیرہ کا اعتقاد ظاہر کرے مگر دل میں ان سب کا انکار کرے ایسا شخص تو کافر ہے۔

دوم: دوسرا عملی نفاق ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دل سے تو اعتقاد ان سب کے حق ہونے کا رکھتا ہے مگر اپنے دینی انحطاط کی وجہ سے ان باتوں کو بھی اختیار کرتا ہے جو منافقین کا خاصہ اور نشانی ہے ایسا شخص فاسق ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں مؤمن کو ڈرایا گیا ہے کہ ان کمزوریوں سے اپنے آپ کو بچانے کا غایت درجہ اہتمام کرے کہ میں کہیں منافقین میں داخل نہ ہو جاؤں۔

علماء نے اس حدیث کو بھی جوامع الکلم میں سے شمار کیا ہے کیونکہ انسانی اعمال تین قسم کے ہوتے ہیں:

① قول ② فعل ③ نیت۔

اذا حدث کذب: اس سے قول کے فساد کی طرف نشان دہی ہے۔

اذا وعد اخلف: اس سے فساد نیت کی طرف نشان دہی ہے۔

اذا اؤتمن خان: اس سے فساد فعل کی طرف نشان دہی ہے۔

تو ان تین جملوں میں انسان کے تمام ہی اعمال داخل ہو گئے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الکبائر وعلامات النفاق“ ص ۱۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آية المنافق ثلث زاد مسلم وان صام وصلی وزعم انه مسلم ثم اتفقا اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الایمان (باب علامة النفاق) وکذا اخرجه مسلم فی کتاب الایمان وزاد فی روایة مسلم وان صام وصلی وزعم انه مسلم.

ترکیب حدیث: آیة المنافق: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ ثلث: خبر مبتداء خبر سے مل کر جملہ۔ اذا: کلمہ شرط۔ حدث: فعل فاعل سے مل کر شرط۔ کذب: جزا شرط جزا جملہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ اذا: کلمہ شرط۔ وعد: شرط۔ اخلف: جزا، شرط جزاء جملہ ہوکر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ اذا: کلمہ شرط۔ اؤتمن: شرط۔ خان: جزا شرط جزاء سے مل کر معطوف تمام معطوفات عطف ہوکر جملہ اسمیہ معطوفیہ ہوگیا۔

بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے

(۵۶) أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ.

تَرْجَمَہ: ''بہترین جہاد اس شخص کا ہے جو ظالم جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہے۔''

لُغَات: جَائِر: جَارَ (ن) جَوْرًا بمعنی ظلم کرنا۔ مَنْ: بمعنی الذی۔

تَشْرِیح: علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ:

''ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو ''افضل الجہاد'' اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ دشمن کے مقابلے کے وقت دونوں باتیں ہوسکتی ہیں، (۱) جان بچنے کی امید اور (۲) ہلاکت کا خوف۔ مگر ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے والے کو ہلاکت ہی کا خوف ہوتا ہے بچنے کی امید نہیں ہوتی۔''

بعض علماء فرماتے ہیں کہ: ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو ''افضل الجہاد''(۱) اس لئے کہا کہ بادشاہ کے ماتحت پوری رعایا اور مخلوق ہوتی ہے۔ اگر اس نے جان پر کھیل کر بادشاہ کو ظلم سے روک دیا تو گویا کہ پوری مخلوق اور رعایا پر اس نے احسان کیا۔(۲)

اس حدیث کو سامنے رکھ کر دنیا کی تاریخ پر ایک نظر ڈالی جائے تو تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جو علماء محققین اور راسخ فی العلم ہوئے وہ کبھی بھی ظالم بادشاہوں سے نہیں ڈرے انہوں نے حق بات خوف وخطر میں بھی کہہ ڈالی۔ حجاج ابن یوسف کی تلوار اور سفا کی سے کون واقف نہ ہوگا؟ مگر علماء اظہار حق سے اس کے زمانے میں بھی باز نہ آئے، اس پر تاریخ میں ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات مل جائیں گے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۴۱ھ کے خلق قرآن کے عقیدہ میں اس دور کے فرماں روا خلیفہ مامون الرشید اور معتصم بن ہارون الرشید جیسے بڑے بڑے بادشاہ بھی ان کی زبان نہ روک سکے، آخری دور میں مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی متوفی ۱۰۳۴ھ کا شہنشاہ اکبر کے عقیدہ ہزارہ دوم دعوائے امام واجتہاد کی کھل کر مخالفت کرنا اور اس سلسلہ کو جہانگیر کے عہد تک جاری رکھنا سب میں مشہور ومعروف ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر زمانے کے علماء حق نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر اس حدیث پر مکمل عمل کیا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الامارۃ'' ص۳۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جائر.

تَخْرِیجِ حَدِیْث: اخرجه البغوى فى شرح السنة بهٰذا اللفظ ٢٥/١٠. واخرجه ابوداود فى كتاب الملاحم وابن ماجة فى كتاب الفتن (بلفظ افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر). واخرجه

---

(۱) مرقاۃ ۷/۲۲۲۔ التعلیق الصبیح ۴/۲۰۲ (۲) مرقاۃ ۷/۲۲۲

الترمذی فی ابواب الفتن (بلفظ ان اعظم الجهاد کلمة عدل عند سلطان جائر). اخرجه النسائی فی کتاب البیعة (مع اختلاف یسیر).

ترکیبِ حدیث: افضل الجهاد: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء، من: موصولہ، قال: فعل ضمیر فاعل، کلمة حق: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مقولہ، عند: مضاف، سلطان جائر: موصوف صفت سے مل کر مضاف الیہ اور پھر یہ مفعول فیہ ہوا قال کا۔ قال فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ اور مقولہ سے مل کر صلہ ہوا۔ صلہ موصول سے مل کر مضاف الیہ ہوا جہاد محذوف کا۔ پھر مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

صبح یا شام اللہ کے راستہ میں نکلنا تمام دنیا سے بہتر ہے

۵۷ لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

ترجمہ: ''اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام کے لئے جانا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔''

لغات: غَدْوَةٌ: غَدَا (ن) غُدُوًّا. بمعنی صبح کو جانا۔ رَوْحَة: یہ غدوۃ کا مقابل ہے۔ رَاحَ (ن) رَوَاحًا. بمعنی شام کے وقت جانا، قال تعالیٰ: ﴿غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾

تشریح: اس حدیث کے بارے میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ: اللہ کے راستہ میں جانا اس کا ثواب تو باقی رہے گا۔ اور دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب فنا ہو جائے گا اس لئے اس کو تمام دنیا سے بہتر فرمایا گیا۔[1]

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ:

''اگر ایک شخص کو پوری دنیا حاصل ہو جائے اور وہ اس دنیا کو اللہ کی اطاعت میں بھی خرچ کر دے تب بھی اس سے بدرجہا بہتر یہ ہے کہ وہ اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام لگا دے۔ اس مطلب کی تائید میں ایک دوسری روایت پیش کی ہے جو آپ نے حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو فرمائی تھی۔ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا فِيْهِمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَتَأَخَّرَ يَشْهَدُ الصَّلَاةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ مَا أَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ.[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا اس میں عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ رک گئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائیں آپ نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم خرچ کر دو جو کچھ زمین میں ہے تب بھی تم اس فضیلت کو حاصل نہیں کر سکتے جو صبح نکلنے میں تھی۔

بعض علماء نے اس حدیث سے ایک عجیب بات سمجھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ''لغدوة'' اور ''روحة'' تنوین کے ساتھ ہے جو ''تنکیر'' کے لئے آتی ہے تو معلوم ہوا کہ صبح و شام پورا نہ ہو بلکہ اس کا ایک حصہ بھی نکل جائے وہ بھی اس حدیث کی فضیلت میں داخل ہوگا اور یہ نکلنا بھی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہوگا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الجهاد''، ص ۳۲۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لغدوة فى سبيل الله أو روحة خير من الدنيا ومافيها.

---

(۱) ۷/۲۲۹۔ التعلیق الصبیح ۴/۲۲۸ (۲) فتح الباری مرقاۃ ۷/۹، التعلیق الصبیح ۴/۲۲۷

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الجهاد وأخرجه مسلم فی کتاب الامارة (باب فضل الغدوة والروحة فی سبیل اللّٰه).

ترکیب حدیث: لغدوة: لام ابتدائیہ، غدوة: موصوف۔ فی: حرف جار۔ سبیل اللّٰه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا۔ جار مجرور سے مل کر "کائنة" کے متعلق ہوکر غدوة کی صفت۔ موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ۔ او: حرف عطف۔ روحة: معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر مبتدا۔ خیر: صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔ الدنیا: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ما: موصولہ۔ فیها: جار مجرور فعل محذوف کے متعلق ہوکر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق خیر کے۔ خیر اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے

⑤⑧ فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ.

ترجمہ: ''ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔''

لغات: فَقِيهٌ: فَقِهَ (س) فِقهًا (ك) فَقَاهَةً بمعنی سمجھ دار ہونا۔ علم فقہ کا جاننے والا جمع فُقَهَآء آتی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں فقیہ سے وہ عالم دین مراد ہے، جس کا قلب ودماغ نور الٰہی کی مقدس روشنی سے منور ہو تو ایسا عالم خود بھی شیطانی اغواء سے اپنے کو بچاتا ہے اور کئی لوگوں پر سے اس کے حملے کو ناکام بنا دیتا ہے۔

ایک عارف کے بقول: فقیہ وہ ہے جو اپنے مولیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے اللہ کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کے غیر سے طالب خیر نہ ہو اور اس کی تلاش میں پرندے کی طرح اڑتا رہے، حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: فقیہ وہ شخص ہے جو دنیا سے روگرداں ہو، امور اخرویہ میں رغبت کرنے والا اور اپنے ذاتی عیوب کو دیکھنے والا ہو۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شیطان انسان کے لئے خواہشات اور شہوات کا دروازہ کھولتا رہتا ہے مگر عالم دین اس کے مکر کو جانتا ہے اس لئے وہ اس کے مکر سے محفوظ رہتا ہے۔ مگر عابد شیطان کے اس جال میں پھنستا جاتا ہے اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شیطان کا مکر وفریب ہے۔[1] للہ در القائل:

تفقه فان الفقه افضل قائد ❊ الى الله والتقوى واعدل قاصد

ترجمہ: ''علم فقہ ضرور حاصل کرو کیونکہ اس سے اعمال صالحہ کی توفیق اور تقویٰ کی سعادت حاصل آتی ہے۔''

هو العلم الهادى الى سنن الهدى ❊ هو الحصن ينجى من جميع الشدائد

ترجمہ: ''اور فقہ سے ہدایت کی راہیں فقیہ پر کھلتی ہیں اور یہ ایسا مضبوط قلعہ ہے جس کی پناہ میں فقیہ تمام حوادث وآفات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔''

فانّ فقيها واحدا متورعا ❊ اشد على الشيطان من الف عابد

ترجمہ: ''ایک تقویٰ والا فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔''[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد.

---

(۱) اشرف التوضیح ۱/۲۹۳ (۲) التعلیق الصبیح ۱/۱۵۱

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة فی ابواب العلم واخرجه الترمذی فی ابواب العلم (باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة) عن ابن عباس وقال حدیث غریب.

ترکیب حدیث: فقیه واحد: موصوف صفت سے مل کر مبتداء۔ أشد: اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ علی الشیطان: جار مجرور متعلق اشد. من: حرف جار۔ ألف عابد: ممیز تمیز سے مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق ہوا أشد کے۔ أشد اسم تفضیل اپنے فاعل اور دونوں متعلقات سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

استغفار کرنے کی شرائط

۵۹ طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اسْتِغْفَاراً کَثِیْراً.

تَرجَمَہ: ’’خوش بختی ہے اس شخص کے لئے جو اپنے اعمال نامے میں استغفار کی کثرت پائے (یعنی قیامت کے دن)۔‘‘

لُغات: طُوْبٰی: طَابَ (ض) طِیْبًا بمعنی اچھا ہونا۔ یہ طوبٰی ’’أَطْیَب‘‘ کا مونث ہے۔ صَحِیْفَة: لکھا ہوا کاغذ یہاں مراد نامۂ اعمال ہے، جمع صَحَائِف، صُحُف آتی ہے۔ قال تعالٰی: ﴿صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾

تَشرِیح: ’’استغفار‘‘ کہتے ہیں اللہ تعالٰی سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی اور بخشش مانگنا۔[1] اس حدیث پاک میں اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں استغفار کی کثرت کو دیکھے گا۔

بعض علماء نے اس حدیث سے ایک لطیف نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ: اس حدیث میں ’’طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ‘‘ فرمایا ہے نہ کہ صرف ’’طُوْبٰی لِمَنْ اِسْتَغْفَرَ کَثِیْرًا‘‘ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ قیامت کے دن بھی وہ اپنے استغفار کو دیکھے گا یہ اسی وقت ممکن ہوگا جبکہ وہ استغفار کو اس کی شرائط اور اخلاص کے ساتھ کرے۔[2]

استغفار کے لئے شرائط: علامہ آلوسی نے ’’تفسیر روح المعانی‘‘ اور شیخ محی الدین ابوزکریا نووی نے ’’شرح مسلم‘‘ میں فرمایا کہ توبہ کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں:

پہلی شرط: ’’أَنْ يَقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ.‘‘ اس گناہ سے الگ ہوجائے۔

دوسری شرط: ’’أَنْ يَنْدَمَ عَلَيْهَا.‘‘ اس گناہ پر ندامت قلبی بھی ہو۔

تیسری شرط: ’’أَنْ يَعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا أَنْ لَا يَعُوْدَ اِلٰى مِثْلِهَا أَبَدًا.‘‘ پکا عزم کرے کہ اب انشاء اللہ ایسا گناہ کبھی بھی نہیں کرونگا۔ بعض علماء فرماتے ہیں لفظ ’’طوبی‘‘ بہت جامع لفظ ہے دنیا اور آخرت کی تمام دولتیں مل گئیں۔[3]

یہ حدیث مشکوۃ میں ’’باب الاستغفار والتوبة‘‘ ص ۲۰۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن بسر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: طوبی لمن وجد فی صحیفته استغفارا کثیرا.

تَخرِیجِ حَدِیث: اخرجه ابن ماجة فی کتاب الادب باب الاستغفار.

تَرکِیبِ حَدِیث: طوبی: مبتداء۔ لمن: ل حرف جار، من: موصولہ۔ وجد: فعل ضمیر فاعل۔ فی: حرف جار۔ صحیفته: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا ’’وجد‘‘ کے۔ استغفارا کثیرا: موصوف صفت سے مل کر مفعول ہوا۔ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور سے مل کر مقدر فعل کے متعلق ہوکر مبتداء کی خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر الحق ۲/ ۵۴۸ (۲) التعلیق الصبیح ۱۱۵ (۳) معارف الحدیث ۵/ ۳۴۳ واحیاء العلوم ۴/ ۱۲

خدا کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے

۶۰ رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ.

ترجمہ: ''پروردگار کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔''

لغات: رِضَی: رَضِیَ (س) رُضًی وَرِضًی بمعنی خوش ہونا۔ سَخِطَ: (س) سَخَطًا ناراض ہونا، اکثر بڑوں کی ناراضگی کے وقت بولا جاتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا کا مدعا یہ ہے کہ جو شخص اپنے مالک ومولا کو راضی کرنا چاہے تو اس کو یہ چاہئے کہ اپنے والد کو راضی اور خوش رکھے کیونکہ اللہ کی رضا جوئی کے لئے والد کی رضا جوئی شرط ہے اسی طرح اگر والد کی ناراضگی ہوگی تو اس کا لازمی نتیجہ اللہ کی ناراضگی کے ساتھ نکلے گا۔ (۱)

سؤال: اس حدیث میں صرف والد کا ذکر کیا گیا ہے والدہ کو ذکر نہیں کیا گیا۔

جواب: جب اس فضیلت میں والد داخل ہیں تو والدہ تو بدرجہ اولیٰ داخل ہونگی۔ کیونکہ اولاد پر والدہ کا حق والد کے بہ نسبت زیادہ ہے۔ (۲) بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد پر والدہ کا حق والد سے تین گنا زیادہ ہے کیونکہ ان کو تین ایسی بڑی بڑی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو والد کو کرنا نہیں پڑتا۔

اول: حمل کا بوجھ۔

دوم: وضع حمل کی مشقت برداشت کرتی ہیں۔

سوم: دودھ پلانے کی محنت بھی ان کو ہی کرنی پڑتی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البرّ والصّلة'' ص ۴۱۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصلة عن عبداللّٰہ بن عمر.

ترکیب حدیث: رضی الرب: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ فی: حرف جار۔ رضی الوالد: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر فعل محذوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ سخط الرب: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ فی: حرف جار۔ سخط الوالد: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فعل محذوف کے متعلق ہو کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۶/۴۶۔ مرقات ۹/۲۰۰ (۲) مظاہر حق

چھوٹے بھائیوں پر بڑے بھائی کی حیثیت باپ والی ہوتی ہے

(۶۱) حَقُّ کَبِیْرِ الْاِخْوَۃِ عَلٰی صَغِیْرِھِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ.

ترجمہ: ''چھوٹے بھائیوں پر بڑے بھائی کا وہی حق ہے جو باپ کا حق اپنے بیٹے پر ہے۔''

لغات: اَلِاخْوَۃ: جمع ہے أَخٌ کی بمعنی بھائی، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ﴾.

تشریح: اس حدیث میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے:

اول یہ ہے کہ بڑے بھائی کو یہ سمجھایا ہے کہ جب والد کا انتقال ہوجائے تو اب تمام ذمہ داری بڑے بھائی پر آجاتی ہے بڑے بھائی ہی کے ذمہ ہے کہ چھوٹے بھائیوں کی صحیح تربیت کرے اوران کی ہر ممکن ضروریات کو پوری کرنے کی کوشش کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں چھوٹوں کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے بڑے بھائی کو باپ کی طرح سمجھیں اوران کا کہنا مانیں تاکہ گھر کا نظام صحیح رہے جیسے کہ والد کی حیات میں رہتا تھا۔

اس کے مدمقابل اگر دونوں نے اپنی اپنی راہ لی تو تمام نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ خاندان کو تباہی سے بچانے کے لئے شریعت مطہرہ نے اصول بتادیا ہے اس پر عمل کرکے ہی خاندان کو تباہ ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البرّ والصلۃ'' ص۴۲۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق کبیر الاخوۃ علی صغیرھم حق الوالد علی ولدہ.

تخریج حدیث: اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان واخرجہ الطبرانی.

ترکیب حدیث: حق کبیرالاخوۃ: حق مصدر مضاف کبیر الاخوۃ مضاف الیہ سے مل کر مضاف الیہ، علی: حرف جار، صغیرھم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور سے مل کر حق مصدر کے متعلق مصدر اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر مبتداء، حق الوالد: مضاف مضاف الیہ۔ علی: حرف جار۔ ولدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا جار مجرور سے مل کر حق مصدر کے متعلق مصدر اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق

بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں

(۶۲) كُلُّ بَنِىْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ.

ترجمہ: ”تمام بنی آدم بہت خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہی ہیں جو بہت توبہ کرنے والے ہیں۔“

لغات: خَطَّاء: مبالغہ کا صیغہ ہے معنی غلطی کرنے والا، خَطِئَ (س) خَطَأً وَاَخْطَأَ معنی غلطی کرنا۔ اَلتَّوَّابُوْنَ: یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے۔ تَابَ (ن) تَوْبًا وَتَوْبَةً گناہ چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾.

تشریح: مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”انبیاء علیہم السلام کے سوا خطاء ولغزش تو گویا آدمی کی سرشت میں ہے۔ بنی آدم کا کوئی فرد (انبیاء کے سواء) اس سے مستثنیٰ نہیں، مگر بنی آدم میں سے وہ بندے بہت ہی خوش نصیب ہیں جو گناہ ہوجانے کے بعد نادم ہوکر اپنے مالک کی طرف رجوع کرتے ہیں“۔ (۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بندہ بعض اوقات گناہ کرتا ہے مگر اس پر نادم رہتا ہے، مرنے کے بعد اس کے لئے جب جنت کا فیصلہ ہوگا تو اس وقت شیطان یہ کہے گا کہ کاش کہ میں اس کو گناہ میں مبتلا ہی نہ کرتا۔ (۲)

بہر حال انسان سے جب گناہ ہوجائے تو فوراً اللہ سے رجوع کر لینا چاہئے اللہ تعالیٰ بھی اس کو معاف فرمادیتے ہیں یہ توبہ اس کے تمام گناہوں کو محو کروادے گی اور یہ ایسا ہوجائے گا گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ کبھی اس سے اسکے گناہ کے داغ کو مٹایا تو نہیں جائے گا مگر ثواب تو ہر حال میں اتنا ہی ہے، (۳) انسان کو اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے رہنا چاہئے جیسے کہ بعض روایات میں آتا ہے آپ نے امیہ بن الصلت کا یہ شعر پڑھا:

ان تغفر اللّٰهم فاغفر جما ❁ وای عبد لك لا الما (۴)

ترجمہ: ”اگر بخشے تو اے الٰہی تو ہی بڑے بڑے گناہوں کو بخش دے اور کون سا بندہ ایسا ہے جس نے چھوٹے گناہ بھی نہ کئے ہوں۔“

عبداللہ ابن سلام فرماتے ہیں کہ: جب بندہ ایک لمحہ بھی نادم ہوتا ہے تو پلک جھپکنے سے بھی پہلے اس کے گناہوں کو معاف کردیا جاتا ہے۔ (۵)

ظالم ابھی ہے فرصت توبہ نہ دیر کر ❁ وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا (۶)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الاستغفار والتوبہ“ ص ۲۰۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

---

(۱) معارف الحدیث ۳/۳۱۶ (۲) احیاء العلوم ۴/۲۴ (۳) مشکوۃ

(۴) احیاء العلوم (۶) یہ شعر مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان کا ہے۔

عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة القیامة. واخرجه ابن ماجة فی کتاب الزهد والدارمی فی باب التوبة.

ترکیب حدیث: کل بنی آدم: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مبتداء۔ خطاء: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ خیر الخطائین: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء، التوابون: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ہر عبادت میں شریعت کی منشا کا لحاظ رکھنا ضروری ہے

⑥③ كَم مِّنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الظَّمَاءُ وَكَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ اِلَّا السَّهَرُ.

ترجمہ: ''بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں ان کے روزے سے سوائے پیاسا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جنہیں سوائے بے خوابی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

لغات: اَلظَّمَآء: ظَمِیَ (س) ظَمَاءً سخت پیاسا ہونا۔ اَلسَّهَر: سَهِرَ (س) سَهَراً بمعنی بے خوابی۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھنے کے بعد شریعت نے جن چیزوں سے اس کو روکا ہے اس کا یہ ارتکاب کرے۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کو پیاسا ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔

محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں وہ شخص مراد ہے جو روزہ تو رکھتا ہے مگر فواحش، جھوٹ اور غیبت وغیرہ سے اجتناب نہیں کرتا۔ یہ بات الگ ہے کہ اس سے روزے کی فرضیت ساقط ہو جائے گی مگر اس پر جو ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنا چاہئے تھا وہ اس سے محروم ہو گیا۔ اسی طرح قیام کرنے والے کا حال ہوگا۔ (۱)

تمام عبادات میں شریعت کی حدود کا لحاظ رکھنا ضروری ہے: علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں صرف دو عبادتوں پر یہ حکم لگایا گیا مگر اس سے مراد صرف دو ہی عبادتیں نہیں بلکہ جملہ عبادات مثلاً حج، زکوۃ، تبلیغ، تدریس، تصنیف وغیرہ میں یہی مسئلہ درپیش ہوگا کہ تمام ہی میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا جذبہ ہو ورنہ اس عبادت پر جو اجر وثواب ہونا چاہئے وہ نہ ہوگا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب تنزیہ الصوم'' ص ۱۷۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كم من صائم ليس له من صيامه الاّ الظّماء وكم من قائم ليس له من قيامه الا السّهر.

تخریج حدیث: اخرجه الدارمی فی كتاب الرقاق (باب المحافظة علی الصوم) عن أبی هريرة رضی الله عنه.

ترکیب حدیث: کم: مضاف۔ من: زائد۔ صائم: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ لیس: فعل ناقصہ۔ لہ: ثابتا مقدر کے متعلق اول۔ من: جار۔ صیامہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر ثابتا کا متعلق ثانی اور پھر ثابتا یہ خبر ہوئی لیس کی۔ الا: استثناء لغو۔ الظّماء: اسم لیس، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر پھر خبر ہوا مبتداء کا، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اگلے جملے کی ترکیب بھی بعینہٖ اوّل جملہ کی طرح ہے۔

---

(۱) مرقاۃ ۴/۲۷۱ (۲) مظاہر حق

اسلام کی خوبی یہ ہے کہ آدمی لغویات کو چھوڑ دے

⑥④ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ.

ترجمہ: ''انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جن میں فائدہ نہ ہو۔''

لغات: ترکہ: تَرَكَ (ن) تَرْكًا معنی چھوڑنا، قال تعالٰی ﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾. یعنی جو فائدہ نہ دے اور غیر مفید ہو۔

تشریح: لایعنی چھوڑنے کی ترغیب: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بہت جامع حدیث ہے۔ یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار ہے۔ (۱)

''لایعنی'' کہتے ہیں جس کی طرف دینی یا دنیاوی ضرورت نہ ہو۔ (۲)

انسان کو اللہ تعالٰی نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اللہ تعالٰی نے جو سرمایہ اور صلاحیتیں انسان کو عطاء کی ہیں ان کو لایعنی یعنی فضول اور غیر مفید کاموں اور باتوں سے بچایا جائے اور اس پر کوئی داغ نہ آنے دیا جائے یہی اسلام کا جوہر ہے اور اسی سے انسان کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ (۳)

لایعنی چھوڑنے کے فضائل: لایعنی چھوڑنے کی بہت سی احادیث میں ترغیب آئی ہے مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں تجھے ایسا عمل نہ بتادوں کہ بدن پر ہلکا اور میزان میں بھاری ہو وہ یہ ہے کہ

''اَلصَّمْتُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَتَرْكُ مَالَا يَعْنِيْكَ.''

ترجمہ: سکوت اور خوش خلقی اور غیر مفید چیز کا چھوڑنا ہے۔ (۴)

مشکوۃ کی ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جب لوگوں نے حکیم لقمان سے سوال کیا کہ تم کو حکمت کی باتیں کیسے نصیب ہوئیں؟ تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''سچ بولنے اور امانت کو ادا کرنے اور لایعنی سے اپنے کو بچانے سے۔''

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب حفظ اللّسان والغیبة والشتم'' ص ۴۱۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن علی بن الحسن رضی اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد وابن ماجة فی کتاب الفتن (باب کف اللسان فی الفتنة).

ترکیب حدیث: من: حرف جار۔ حسن اسلام المرء: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مجرور ہوا، جار مجرور سے مل کر محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم۔ ترکه: مصدر مضاف مضاف الیه. ما: موصولہ۔ لا یعنیه: فعل ضمیر فاعل اور ''ہ'' مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر ترك مصدر کا مفعول، اور پھر ترکہ اپنے مفعول اور مضاف وغیرہ سے مل کر مبتداء موخر، خبر مقدم مبتداء موخر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۲/۱۵۶ (۲) مرقاۃ ۹/۱۵۱ (۳) معارف الحدیث ۱/۱۴۶ (۴) احیاء العلوم ۳/۱۳۲

ہر ایک سے قیامت کے دن اس کے ماتحت کے بارے میں سوال ہوگا

⑥⑤ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.

ترجمہ: ''آگاہ رہو! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا۔''

لغات: رَاعٍ: صیغہ اسم فاعل معنی چرواہا اس کی جمع رُعَاۃ، رُعْیَان آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا﴾

تشریح: اس حدیث میں مسلمانوں کی ایک اہم ذمہ داری کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے اور وہ تبلیغ دین کی ذمہ داری ہے۔ جس طرح ہمارے اسلاف نے اسلام کی تبلیغ وخدمت میں جس قدر تن دہی اور عرق ریزی کا ثبوت دیا اسی کی بدولت اسلام کا بادل عرب کی وادی غیر ذی زرع سے اٹھا اور شمال وجنوب کو سیراب کرتا ہوا مشرق ومغرب کے دور دراز علاقوں پر برسا اور دیکھتے ہی دیکھتے افریقہ کے صحراؤں میں اور دوسری طرف چین کے میدانوں میں توحید وسنت کی آواز گونجی، اسی پر بس نہیں بلکہ روما کے عظیم الشان گرجوں، جرمنی کے فلک بوس عبادت خانوں اور انگلستان کے عالی مرتبت کلیساؤں میں ''اللہ اکبر'' کے نعروں نے پادریوں کو لرزا دیا تھا۔[1] مگر جب مسلمان اقامت دین میں سستی اور کاہلی کرنے لگے اور ان کے شب وروز عیش وراحت کے تلاش کرنے میں گذرنے لگے تو اب اسلام بزبان حال آنسو بہاتے ہوئے یہ کہہ رہا ہے

میرا وقت مجھ سے بچھڑ گیا میرا رنگ وروپ بگڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں[2]

اور پھر انسان نے ترقی اسلام کے سوا دوسری چیزوں میں تلاش کرنی شروع کردی پھر کیا تھا، بقول شاعر:

حقیقت میں جدھر دیکھو تنزل ہی تنزل ہے
ترقی کی طرف تہذیب انسانی نہیں جاتی

بہرحال بہت سی احادیث میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ خود بھی اپنے اعمال کی حفاظت کرنی ہے اور دوسرے کو بھی نہایت دل سوزی اور اخلاص کے ساتھ راہ راست پر لانے کے لئے اپنی قیمتی جان اور سرمایہ بھی کھپانا ہے اور بدی کو مٹانے کے لئے ہر وقت ساعی رہنا ہے۔

حق نے کر ڈالی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے[3]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الامارۃ'' ص۳۲۱ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

(۱) تبلیغ الاسلام ص ۷ (۲) تبلیغ الاسلام ص ۲۶ (۳) تبلیغ الاسلام ص ۱۳

عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الا كلكم راعٍ وكلكم مسئول عن رعيته فالحاكم الذى على الناس راع وهو مسئول عن رعيته والرجل راع على اهل بيته وهو مسئول عن رعيته والمرأة راعية على بيت زوجها وولده وهى مسئولة عنهم وعبد الرجل راع على مال سيده وهو مسئول عنه الا فكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب النكاح وكتاب الجمعة واخرجه مسلم فى كتاب الامارة (باب فضيلة الامام العادل).

ترکیب حدیث: کلکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ راع: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ کلکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ مسئول: صیغہ اسم مفعول ضمیر نائب فاعل۔ عن: حرف جار۔ رعیتہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر "مسئول" کے متعلق ہوا، پھر "مسئول" اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

بہترین جگہ مساجد ہیں

⑥⑥ أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا.

تَرجَمَہ: ’’اللہ کے نزدیک محبوب ترین جگہ شہروں میں ان کی مسجدیں ہیں۔‘‘

لُغَات: اَلْبِلَاد: یہ جمع بَلَدٌ کی بمعنی شہر۔ مَسَاجِدُهَا: مَسْجِد اسم ظرف کا صیغہ ہے، (ن) بمعنی سجدہ کرنے کی جگہ۔

تَشرِیح: جو شخص مسجد میں رہتا ہے تو اس پر خداوند قدوس اپنی رحمت کا سایہ کرتا ہے اور اسے خیر و بھلائی کی سعادت سے نوازتا ہے، اسی وجہ سے فرمایا کہ بہترین جگہ مسجدیں ہیں۔

ایک اور روایت میں عبداللہ بن مغفل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ہم نے سنا کہ شیطان سے بچنے کے لئے مسجد ایک مضبوط قلعہ ہے، اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اے بیٹے! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہئے کیونکہ میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسجدیں پرہیز گاروں کا گھر ہیں لہٰذا جس کا گھر مسجد ہو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کا اور پل صراط سے جنت کی طرف گذرنے کا ضامن ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص مسجد میں داخل ہوا وہ اللہ کا مہمان بن جاتا ہے۔

اللہ کی مہمانی یہ ہوتی ہے کہ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے اسی وجہ سے فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ: جب مسجد میں اذان کے بعد فرشتے نعمتوں کا دسترخوان لے کر نازل ہونے لگے تو اب مسجد سے باہر نکلنے والا گویا اللہ کے دسترخوان کو چھوڑ کر جاتا ہے اور یہ بہت ہی نامناسب بات ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب المساجد ومواضع الصلوۃ“ ص ۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: احب البلاد الی اللّٰه مساجدها وابغض البلاد الی اللّٰه اسواقها.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب المساجد (باب فضل الجلوس فی مصلاه بعد الصبح وفضل المساجد).

ترکیب حدیث: احب البلاد: مضاف مضاف الیہ۔ الی اللّٰه: جار مجرور متعلق ”احب“ کے، پھر ”احب“ اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر مبتداء۔ مساجدها: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

بدترین جگہ بازار ہیں

⑥⑦ وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا.

ترجمہ: ''خدا کے نزدیک بدترین جگہ شہروں میں ان کے بازار ہیں۔''

لغات: اَبْغَض: بَغُضَ (ن، ك، س) بَغَاضَةً بمعنی نفرت کرنا، دشمنی کرنا۔ أَسْوَاقُهَا: یہ جمع ہے سُوق کی بمعنی بازار۔

تشریح: گذشتہ حدیث میں ابھی گذرا کہ مسجد میں رہنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں رہتا ہے تو اس کے برعکس اس حدیث میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ: بازار جہاں شیطان کا تسلط ہوتا ہے اور اس میں حرص، طمع، جھوٹ اور خدا کی یاد سے غافل کرنے والی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں، تو اب جو شخص اپنی ضروریات کی تکمیل کے علاوہ محض تفریح کی غرض سے اس میں رہتا ہے تو ایسا شخص خدا کی رحمت سے دور ہوجاتا ہے۔

سؤال: دنیا میں بازار سے زیادہ بری جگہیں بھی ہیں، مثلاً شراب خانے، بت خانے، جوئے خانے وغیرہ ان کو اس حدیث میں بدترین جگہ نہیں بتایا، بازار تو ان کے مقابلے میں کچھ بہتر ہے۔

جواب: جن مقامات کو شریعت نے قائم کرنے کی اجازت دی ہے ان میں سے بدترین مقام بازار ہیں، بخلاف شراب خانے، بت خانے وغیرہ ان کو تو شریعت نے پہلے ہی سے قائم کرنے کی اجازت نہیں دی وہ تو پہلے ہی سے حرام ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب المساجد ومواضع الصلوۃ'' ص ۶۸ پر ہے، پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۶۶ ص ۱۶۱ پر گذر چکی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب المساجد (باب فضل الجلوس فی مصلاه بعدالصبح وفضل المساجد).

ترکیب حدیث: ابغض البلاد: مضاف مضاف الیہ۔ الی اللّٰه: جار مجرور متعلق ''ابغض'' کے، پھر ''ابغض'' مضاف الیہ اور اپنے متعلق سے مل کر مبتداء۔ اسواقها: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

برے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے تنہا بیٹھنا بہتر ہے

۶۸ اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ.

ترجمہ: ”برے ہمنشینوں کے ساتھ بیٹھنے سے تنہا بیٹھنا بہتر ہے۔“

لغات: اَلسُّوء: بمعنی شروفساد، رَجُلٌ سُوْءٍ بدکار آدمی۔

تشریح: صحبت کا اثر ہوتا ہے جن لوگوں کی صحبت میں آدمی اٹھتا بیٹھتا ہے غیر شعوری طور سے ان کا اثر اس میں منتقل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے حدیث بالا میں فرمایا گیا ہے کہ آدمی اپنی بیٹھک صحیح لوگوں میں رکھے اگر صحیح بیٹھک نہ ملے تو اب تنہا ہی بیٹھ جائے اور شریعت نے اس کی اجازت نہیں دی کہ یہ غلط قسم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنے اعمال وعقائد کو خراب کرلے۔

برے آدمی کی صحبت کی مثال ایک روایت میں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ”برے ہمنشین کی مثال ایسی ہے جیسی بھٹی، کہ اگر تجھ کو وہ اپنی چنگاری سے نہ جلائے تب بھی تم کو ضرور ضرر پہنچائے گی۔“

خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے لوگوں کی صحبت جس سے آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو بہتر یہ ہے کہ تنہا ہی بیٹھ کر اللہ کی قدرت وصناعت پر غور کرتا رہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خامش اند و نعرہ تکرار شان
میروند تا یار و تحت یار شان

ترجمہ: ”نیک لوگ جب خاموش بھی ہوتے ہیں اس وقت بھی ان کے باطن سے حق تعالیٰ تک مناجاۃ خاصہ کا خاص ربط قائم رہتا ہے۔“

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب حفظ اللسان والغیبة والشتم“ ص۴۱۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمران بن حطان رحمه الله قال: اتیت اباذر (رضی الله تعالٰی عنه) فوجدته فی المسجد محتبیا بکساء اسود وحده فقلت یا اباذر: ما هذه الوحدة؟ فقال سمعت رسول الله صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یقول: الوحدة خیر من جلیس السوء والجلیس الصالح خیر من الوحدة واملاء الخیر خیر من السکوت والسکوت خیر من املاء الشر.

تخریج حدیث: اخرجه البیهقی فی شعب الایمان عن أبی ذر رضی الله عنه کما عزاه صاحب المشکوة.

ترکیب حدیث: الوحدة: مبتداء۔ خیر: صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔ جلیس السوء: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا، جار مجرور سے مل کر ”خیر“ کے متعلق، ”خیر“ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

تنہا بیٹھنے سے بہتر نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے

۶۹ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ.

ترجمہ: ''تنہا بیٹھنے سے نیک ہم نشینوں کے ساتھ بیٹھنا بہتر ہے۔''

لغات: اَلصَّالِح: صَلُحَ نیک ہونا، صَلاَحًا وَصُلُوحًا وَصَلاَحِيَةً، قال تعالٰی ﴿وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾

تشریح: جیسے کہ اس سے پہلے حدیث میں گذرا کہ آدمی پر صحبت کا غیر شعوری طور سے اثر ہوتا ہے، اب حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ: جب کوئی اچھا ساتھی مل جائے تو اس کے ساتھ بیٹھے یہ تنہا بیٹھنے سے بہتر ہے، ایک دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال اس طرح دی:

''اَلْجَلِيْسُ الصَّالِحُ مِثْلُ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِن لَّمْ يَهَبْ لَكَ مِنْهُ تَجِدْ رِيْحَهٗ.''

ترجمہ: نیک ہم نشین (کی مثال) جیسے مشک والا اگر وہ تجھ کو مشک نہ دے تب بھی تم کو اس کی خوشبو ضرور پہنچے گی۔

اسی وجہ سے بعض اکابر سلف فرماتے ہیں کہ: دوست بہت سے پیدا کرو ہر ایمان دار شفاعت کرے گا، تو کیا عجب ہے کہ تم کسی اپنے دوست کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوجاؤ، کہتے ہیں کہ بندہ کی جب مغفرت ہوجائے گی تو وہ اپنے دوستوں کے لئے سفارش کرے گا، اس لئے علماء نے اس حدیث کی بناء پر نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔[1]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب حفظ اللسان والغيبة والشتم'' ص۴۱۴ پر ہے: پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۶۸ ص ۱۶۵ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البيهقى فى شعب الايمان عن أبى ذر رضى الله عنه كما عزاه صاحب المشكوة.

ترکیب حدیث: الجليس الصالح: موصوف صفت سے مل کر مبتداء۔ خیر: صیغۂ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ من الوحدة: جار مجرور متعلق ہوا خیر کے، خیر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) احیاء العلوم ۲/۲۴۶

بری باتیں کرنے سے خاموش رہنا بہتر ہے

⑦⓪ وَاِمْلَاءُ الْخَیْرِ خَیْرٌ مِّنَ السُّکُوْتِ وَالسُّکُوْتُ خَیْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ.

تَرجَمَہ: ”اچھی بات کا بولنا (لکھوانا) بہتر ہے خاموش رہنے سے اور خاموش رہنا بہتر ہے بری بات بولنے (لکھوانے) سے۔“

لُغَات: اِمْلاء: مصدر بمعنی بول کر لکھوانا، اس کی جمع ”امال“ اور ”اَمَالِی۔“ اَلشَّر: شَرَّ (س، ن) شَرًّا بمعنی شرارت کرنا، برائی، جمع اَشْرار اور اَشرآتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ﴾.

تَشرِیح: اس حدیث پاک میں دو باتیں بیان کی گئیں ہیں:

❶ چپ رہنے سے بھلائی کی باتیں کرنا بہتر ہے۔

❷ بری باتیں کرنے سے خاموش رہنا بہتر ہے۔ اسی کو دوسری روایت میں اس طرح بیان فرمایا گیا کہ: ”جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے۔“

دونوں ہی امور اپنی اپنی جگہ پر اہم ہیں، کہ جب وہ بھلائی کی بات دوسرے سے کرے گا اور دوسرے اس کو سمجھ کر عمل کریں گے تو اس کو ان کے عمل کا پورا پورا اجر ملے گا اور اس کو دین سکھانے والے کے بارے میں جتنی فضیلتیں ہیں وہ سب حاصل ہونگی۔

دوسری بات اس حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ بری باتیں کرنے سے خاموش رہنا بہتر ہے کیونکہ بولنے میں بسا اوقات آدمی کو غلطی ہو جاتی ہے اور پھر اس کو کئی آفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر خاموش رہنے والا آدمی ان تمام آفتوں سے محفوظ و سلامت رہتا ہے۔[1] جیسے کہ ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ”مَنْ صَمَتَ نَجَا.“ جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

ابو ذیال رحمۃ اللہ علیہ (ایک بزرگ ہیں) فرماتے ہیں: جس طرح تم گفتگو کرنا سیکھتے ہو اسی طرح خاموش رہنا بھی سیکھو، اس حدیث کے مفہوم کو ”ابو العتاہیہ“ نے یوں بیان کیا ہے۔[2]

من لزم الصمت نجی ❁ من قال بالخیر غنم

تَرجَمَہ: ”خاموشی میں نجات ہے، نیک گفتگو مال غنیمت ہے۔“

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم“ ص۴۱۴ پر ہے۔ پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۶۸ کے ضمن میں مذکور ہے۔

---

(۱) مظاہر حق (۲) العلم والعلماء ص ۱۰۸

تخریج حدیث: اخرجه البیهقی فی شعب الایمان عن أبی ذر رضی اللّٰه عنه کما عزاہ صاحب المشکوۃ.

ترکیب حدیث: املاء الخیر: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ خیر: صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ من السکوت: جار مجرور متعلق ہوا "خیر" کے، "خیر" اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ والسکوت: مبتداء۔ خیر: صیغہ اسم تفضیل، ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔ املاء الشر: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر "خیر" کا متعلق، "خیر" اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

مؤمن کا تحفہ موت ہے

(۷۱) تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ.

ترجمہ: ''موت مؤمن کا تحفہ ہے۔''

لغات: تحفة: ہر وہ چیز جو کسی کے سامنے عاجزانہ اور مہربانی کے طور پیش کی جائے، اس کی جمع تُحَف آتی ہے۔

تشریح: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: موت بڑی سعادت اور بلندی تک پہنچنے کے لئے سبب بنتی ہے اور موت ہی جنت اور جنت کی نعمتوں کے حصول کے لئے ذریعہ ہوتی ہے اس لئے موت کو مؤمن کے لئے تحفہ کہا گیا ہے۔ (۱)

صاحب سنن ابی ابوداؤد فرماتے ہیں کہ: میں اپنے رب کے پاس جانے کے شوق میں موت کو پسند کرتا ہوں اور گناہوں کے کفارہ کے لئے مرض کو پسند کرتا ہوں۔ (۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اس حدیث میں جو موت کو تحفہ فرمایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کے ذریعہ مؤمن خدا کی نعمت وکرم اور اس کی جنت میں پہنچ جاتا ہے اور دنیا کی مشقتوں اور سختیوں سے اس کو چھٹکارا مل جاتا ہے۔ (۳)

اسی مفہوم کو ایک روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: موت ایک ایسا پل ہے کہ جس کے ذریعہ سے محبّ اپنے محبوب سے مل جاتا ہے۔ (۴)

خلاصہ یہ ہوا کہ مؤمن کے لئے تو موت ایک تحفہ ہے کیونکہ موت کے بعد ان کے لئے راحت والی زندگی کا دروازہ کھل جاتا ہے، بخلاف فساق وکفار کے کہ ان کے لئے یہ ایک عذاب ہے کہ اس کے بعد ان کے لئے پریشانی اور تکالیف کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب تمنی الموت وذکرہ'' ص۱۴۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: تحفۃ المؤمن الموت.

تخریج حدیث: اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان عن عبداللّٰہ بن عمر کما عزاہ الیہ صاحب المشکوۃ.

ترکیب حدیث: تحفۃ المؤمن: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ الموت: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) ملا علی قاری ۵۵ (۲) احیاء العلوم (۳) اشعۃ اللمعات (۴) مشکوۃ

جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے

(۷۲) يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ.

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔''

لغات: یَدٌ: بمعنی ہاتھ، ہتھیلی، نعمت، مرتبہ، قدرت مراد مدد اور رحمت ہے، اس کی جمع أَیَادِیْ اور أَیْدِیْ آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ﴾. ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ﴾

تشریح: **جمہور کی اتباع کرو:** اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو انہی افعال واقوال کی اتباع کرنا چاہئے جو جمہور علماء سے ثابت ہوں۔

اللہ کا ہاتھ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تو ہاتھ وغیرہ سے پاک ہے تو پھر اس حدیث میں جو ہاتھ فرمایا گیا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق وتائید وحفاظت کا ہونا ہے۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی لحاظ سے من حیث القوم یہ امت کبھی ضلالت اور گمراہی پر جمع نہیں ہوگی (۲) اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ پر ایک نظر ڈالئے کہ اس عرصہ میں کتنے کتنے فتنے اٹھے جن کا تصور کرتے ہوئے جسم کانپ جاتا ہے، قلم میں لغزش آجاتی ہے، زبان کو طاقت گفتار نہیں رہتی جن میں کئی لوگ جادۂ مستقیم کو چھوڑ کر ''ضالۃ الغنم'' بھی ہوگئے، مگر مجموعی حیثیت سے امت مرحومہ کا کبھی ضلالت وگمراہی پر اجماع نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ونصرت امت محمدیہ کی جماعت پر ہمیشہ رہا اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا، اسی روایت کی تائید عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی ہوتی ہے:

''لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ أُمَّتِيْ عَلٰى ضَلَالَةٍ أَبَداً وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ.''

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہمیشہ رہے گا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة'' ص ۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله لا يجمع امتى او قال امة محمد على ضلالة ويد الله على الجماعة ومن شذّ شذّ فى النار.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذى فى ابواب الفتن (باب لزوم الجماعة عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما)

ترکیب حدیث: يد الله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ على الجماعة: جار مجرور سے مل کر ثابت سے متعلق ہو کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۱/۱۳۰۔ ومرقاۃ ۱/۲۴۹ (۲) مرقاۃ ۱/۲۴۹ (۳) مستدرک ۱/۱۱۵ تا ۱۱۷، اسی طرح کی روایت ترمذی ۲/۳۹ پر بھی ہے۔

تین باتوں کے علاوہ ابن آدم کا تمام کلام اس پر وبال ہے

(۷۳) كُلُّ كَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ.

ترجمہ: ''ابن آدم کا ہر کلام اس پر وبال ہے سوائے اس کلام کے جو کسی اچھے کام کے کرنے کے لئے ہو یا کسی بری بات سے روکنے کے لئے ہو یا وہ اللہ کی یاد کے لئے ہو۔''

لغات: مَعْرُوْف: ہر اس کام کو کہتے ہیں جس کی اچھائی عقل یا شریعت سے معلوم ہو اس کا مقابل منکر آتا ہے، قال تعالیٰ: ﴿يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

تشریح: اس حدیث کا مدعا یہ ہے کہ انسان اپنی زبان کی حفاظت کرے اس کو لغو باتوں سے بچائے، ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ بلاشبہ انسان اپنے قدم سے بھی پھسلتا ہے مگر اس سے زیادہ اپنی زبان سے پھسلتا ہے۔(۱) اسی طرح جب ایک موقعہ پر حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''یارسول اللہ! میرے بارے میں سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس چیز کا خوف ہے''؟ تو آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کہ ''سب سے زیادہ خطرہ اس کا ہے۔''(۲)

کسی عارف نے کیا عجیب انداز سے اس کو سمجھایا ہے:

''لَوْ تَشْتَرُوْنَ الْقَرَاطِيْسَ لَحَفِظْتُمْ اَلْسِنَتَكُمْ عَنْ كَثِيْرِ الْكَلَامِ''

ترجمہ: ''اگر تم کو کراماً کاتبین کے لئے کاغذ خریدنا پڑتا تو تم زیادہ بولنے سے رک جاتے۔''

بعض لوگ اس حدیث پر ایک اعتراض کرتے ہیں کہ اس حدیث سے تو بظاہر مباح بات کی بھی ممانعت معلوم ہوتی ہے کہ وہ بھی وبال ہے حالانکہ ایسا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ مباح باتیں جائز ہیں مگر اس حدیث میں مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ مسلمان تو آخرت کا حریص ہوتا ہے اس لئے اپنے آپ کو مباح باتوں سے بھی دور رکھے اور صرف انہی باتوں میں لگا رہے جس میں اس کی آخرت کا نفع ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ'' ص ۱۹۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ام حبیبة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كل كلام ابن آدم عليه لا له الا امر بمعروف او نهي عن منكر اوذكر الله.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجاء فی حفظ اللسان) وقال حدیث غریب، واخرجه ابن ماجة فی کتاب الفتن (باب کف اللسان فی الفتنة)

ترکیب حدیث: کل کلام ابن آدم: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مبتداء۔ علیه: جار مجرور محذوف کے متعلق ہو کر

معطوف علیہ۔ لا: حرف عاطفہ۔ له: جار مجرور محذوف کے متعلق ہو کر معطوف، پھر معطوف معطوف علیہ سے مل کر مستثنیٰ منہ الا: حرف استثناء۔ امر: مصدر۔ بمعروف: جار مجرور متعلق ہوا "امر" کے، پھر "امر" مصدر اپنے متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ او: حرف عاطفہ۔ نهی: مصدر۔ عن منکر: جار مجرور متعلق ہوا "نهی" مصدر کے، پھر "نهی" اپنے متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ او: حرف عاطفہ۔ ذکر اللّٰہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، پھر معطوف علیہ اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ذکر کرنے والے کی مثال زندہ کی سی ہے

⑦④ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ.

تَرْجَمَۃ: ''جو شخص اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کو یاد نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ شخص کی سی ہے۔''

لُغَات: اَلْحَی: باب افعال سے بمعنی زندہ کرنا، یہ اسم ہے تو معنی ہوا زندہ، قال تعالیٰ: ﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ﴾.
اَلْمَیِّت: مَاتَ (ن) مَوْتًا، وَمَوَاتًا، یہ ''الحی'' کی ضد ہے بمعنی موت، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ﴾

تَشْرِیح: علماء اس حدیث کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث میں دل کی کیفیت کا بیان ہے کہ ذکر کرنے والے کا قلب زندہ ہے اور ذکر سے غفلت قلب کی موت ہے جس طرح زندہ آدمی اپنی زندگی سے بہرہ ور ہوتا ہے تو اسی طرح ذکر کرنے والا اپنے عمل سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

صوفیاء اس حدیث کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرتے ہی نہیں، اس دنیا سے جانے کے بعد بھی وہ زندوں کے ہی حکم میں ہوتے ہیں جیسا کہ شہیدوں کے بارے میں قرآن مجید کا فیصلہ ہے:

﴿بَلْ أَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾

''وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں۔''

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مدارج السالکین'' میں ذکر کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کا ذکر ہی وہ راستہ اور دروازہ ہے جو اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کھلا ہوا ہے اس کے ہی ذریعہ بندہ اللہ کی بارگاہ عالی تک پہنچ سکتا ہے اور جب انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو یہ اہم دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ (للّٰہ در القائل)

فنسیان ذکر اللّٰہ موت قلوبهم ❁ واجسامهم قبل القبور قبور

تَرْجَمَۃ: اللہ کی یاد سے غافل ہو جانا ان کے دلوں کی موت ہے، اور ان کا جسم زمین والی قبروں سے پہلے ان مردہ دلوں کی قبریں ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیه'' ص ۱۹۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی موسی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر مثل الحی والمیت.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی الدعوات (باب فضل ذکر اللّٰه تعالیٰ عن أبی موسی رضی اللّٰه تعالٰی عنه)

ترکیب حدیث: مثل: مضاف۔ الذی: موصول۔ یذکر: فعل، ضمیر فاعل ربه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، پھر فعل اپنے فاعل مفعول سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر معطوف علیہ۔ والذی لا یذکر: موصول صلہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر "مثل" کا مضاف الیہ ہوا، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ مثل: مضاف الحی والمیت: معطوف علیہ معطوف سے مل کر مضاف الیہ، پھر مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وہ علم جس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے

⑦⑤ مَثَلُ الْعِلْمِ لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَا يُنْفَقُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

تَرجَمۃ: ”اس علم کی مثال جس سے نفع نہ اٹھایا جائے اس خزانہ کے مانند ہے جس میں سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہ کیا جائے۔“

لُغات: کَنز: بمعنی خزانہ، ذخیرہ کی ہوئی چیز، جمع کُنُز و کُنُوز آتی ہے، کَنَزَ (ض) کَنْزًا، قال تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ﴾

تشریح: جب آدمی پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ اس کو اپنا محبوب علم سکھایا تو اب اس کے لئے بھی مناسب نہیں کہ اس کو وہ چھپائے بلکہ اس پر اس وقت دو باتیں لازم ہیں: ایک یہ کہ اس پر عمل کرے، دوسرے یہ کہ دوسرے کو بھی سکھائے، یہی مطلب ہے علم سے فائدہ اٹھانے کا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں علم کو مال کے ساتھ جو تشبیہ دی گئی ہے وہ صرف فائدہ حاصل نہ کرنے اور خرچ کے اعتبار سے ہے کہ جس طرح مال والے کے پاس مال ہے مگر وہ مال کو خرچ نہیں کرتا اسی طرح یہ علم والا بھی نہیں کر رہا اور خود بھی فائدہ حاصل نہیں کر رہا۔ (۱)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم آواز دیتا ہے کہ جو شخص مجھ پر عمل کرے گا تو میں باقی رہوں گا ورنہ جو عمل نہیں کرے گا تو میں بھی چلا جاؤں گا۔

ایک عارف کا مقولہ ہے:

”عِلْمٌ بِلَا عَمَلٍ كَحِمْلٍ عَلٰى جَمَلٍ“

تَرجَمۃ: علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسا اونٹ پر بار۔ (۲)

خلاصہ یہ ہوا کہ صاحب علم کو چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنا علم عطا فرمائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو خوب دوسرے تک پہنچائے اسی طرح صاحب مال کو بھی چاہئے کہ اپنے مال کو اعلاء کلمۃ اللہ میں خرچ کرے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب العلم“ ص ۲۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: مثل العلم لا ينتفع به كمثل كنز لا ينفق منه فی سبيل الله.

---

(۱) مرقاۃ ۱/۳۱۸، التعلیق الصبیح ۱/۱۶۹ (۲) احیاء العلوم

تخریجِ حدیث: اخرجه الدارمی فی (ابواب العلم عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه).

ترکیبِ حدیث: مثل: مضاف۔ العلم: موصوف. لا ینتفع: فعل مجہول ضمیر نائب فاعل۔ به: جار مجرور متعلق فعل کے، پھر فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صفت، پھر موصوف صفت سے مل کر "مثل" کا مضاف الیہ ہوکر مبتداء۔ کمثل: ك: جار۔ مثل: مضاف۔ کنز: موصوف۔ لا ینفق: فعل مجہول ضمیر نائب فاعل۔ منه: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے۔ فی: جار۔ سبیل الله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، پھر جار مجرور سے مل کر متعلق ثانی فعل کا، پھر فعل اپنے نائب فاعل اور دونوں متعلق سے مل کر صفت ہوا "کنز" کا، پھر موصوف صفت سے مل کر "مثل" کا مضاف الیہ ہوکر کاف کا مجرور ہوا، پھر جار مجرور سے مل کر متعلق محذوف کے ہوکر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سب سے بہترین ذکر کلمہ توحید اور بہتر دعا الحمد للہ ہے

⑦⑥ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ.

ترجمہ: ''سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے بہتر دعا الحمد للہ ہے۔''

تشریح: تمام اذکار میں بہتر ذکر کلمہ توحید ہے: اس حدیث میں لا الہ الا اللہ کو سب سے افضل بتایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسی کلمہ سے انسان ایمان کی حدود میں داخل ہوتا ہے اور یہی کلمہ تمام انبیاء علیہم السلام کا پہلا سبق تھا۔ (۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کلمہ توحید کو سب سے افضل ذکر فرمایا گیا کیونکہ یہی کلمہ دین کی بنیاد ہے اور دین کی چکی اس کے اردگرد گھومتی ہے۔ (۲)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کلمہ کو افضل ذکر اس وجہ سے کہا گیا ہے کیونکہ یہ کلمہ ظاہری و باطنی صفائی کے لئے بہت ہی موثر ہے اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب بندہ لا الہ کہتا ہے تو اس سے تمام معبودوں کی نفی ہوجاتی ہے اور جب الا اللہ کہتا ہے تو ایک معبود حقیقی یعنی اللہ کا اقرار ہوتا ہے اور اس اقرار سے اس کا قلب و باطن روشن ہوجاتا ہے اور باطن کا اثر ظاہری اعضاء پر بھی مرتب ہوتا ہے تو اب اس سے وہی اعمال و افعال صادر ہوں گے جو اس کلمہ کا تقاضہ اور منشاء ہیں۔ (۳)

تمام دعاؤں میں بہتر دعا الحمد للہ ہے: کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے، جب انسان کسی کی تعریف کرتا ہے تو مطلب سوال کرنا ہی ہوتا ہے، یا اس کی وجہ یہ ہے جو علامہ طیبی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے کہ جب انسان منعم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کرتا ہے تو صرف اسی تعریف کرنے سے ہی اللہ تعالیٰ مزید انعامات کی بارش فرماتے ہیں، جیسے کہ قرآن مجید میں بھی ہے ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ﴾ ''تم شکر کروگے تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔'' (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب ثواب التّسبيح والتّحميد والتّهليل والتّكبير'' ص ۲۰۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: افضل الذكر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذى فى الدعوات (باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة) وقال حديث حسن غريب.

ترکیب حدیث: افضل الذكر: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ لا: نفی جنس اله: موصوف۔ الا اللّٰه: صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر اسم ہوا ''لا'' کا ''موجود'' محذوف ''لا'' کی خبر، پھر ''لا'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتداء کی خبر، پھر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ افضل الدعاء: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ الحمد: مبتداء۔ للّٰه: جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا ثابت کے، پھر ثابت اپنے متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر پھر خبر ہوئی افضل الدعاء مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۵/۵۳ (۲) مرقاۃ (۳) التعلیق الصبیح ۳/۸۷ (۴) التعلیق الصبیح ۳/۸۷

خدا کو ہر حال میں یاد رکھنے والے کے فضائل

⑦⑦ أَوَّلُ مَنْ يُّدْعٰى اِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ.

تَرجَمَۃ: ''قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کو جنت کی طرف بلایا جائے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جو خوشی وسختی ہر حالت میں اللہ کی تعریف کرنے والے ہوں گے۔''

لُغَات: يَحْمَدُوْنَ: حَمِدَ (س) حَمْدًا معنی تعریف کرنا۔ اَلسَّرَّاءُ: بمعنی خوشی، سَرَّ (ن) سُرُوْرًا بمعنی خوش کرنا۔ اَلضَّرَاءُ: بمعنی سختی، قحط جانی ومالی نقصان، ضَرَّ (ن) بمعنی نقصان دینا، قال تعالیٰ: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ﴾.

تَشرِیح: ہر حال میں اللہ کو یاد رکھنے والوں کے فضائل: اس حدیث میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں کی نشانی بیان کی گئی ہے کہ جو ہر حال میں اپنے اللہ کو یاد رکھیں خواہ ان پر خوشی کے حالات ہوں یا غمی کے۔ خوشی وغمی کی قید اس وجہ سے لگائی کہ عموماً ان دونوں حالتوں میں انسان اللہ کو بھول جاتا ہے مگر مراد تمام ہی اوقات ہیں کہ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھے۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن کی بھی عجیب شان ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو صبر کرتا ہے اور جب خوشی نصیب ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے ان دونوں حالتوں میں اس کو اجر ملتا ہے۔

خصوصاً غمی میں اللہ کو یاد رکھا جائے: عموماً انسان غمی میں اللہ تعالیٰ کو بالکل بھول جاتا ہے اور غم میں کچھ اس طرح لگ جاتا ہے کہ بسا اوقات اس کے منہ سے غیر پسندیدہ الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جن کو شریعت پسند نہیں کرتی تو غم کی حالت میں انسان کو اپنے اوپر زیادہ قابو پانے کی ضرورت ہے اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس پر کوئی مصیبت نازل ہو اور وہ اس میں کپڑے پھاڑے تو ایسا ہے کہ نیزے سے اللہ کا مقابلہ کرنے والا ہو۔ (۲)

نیز امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ جب تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو تو مخلوق میں کسی سے شکایت نہ کیا کرو میں بھی تیرے عیوب وخطاء جو میرے پاس آتے ہیں فرشتوں سے شکایت نہیں کرتا ہوں۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب ثواب التّسبيح والتّحميد والتّهليل والتّكبير'' ص ۲۰۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اول من يدعى الى الجنّة يوم القيٰمة الذين يحمدون الله فى السّرّاء والضّرّاء.

تخريج حديث: اخرجه البيهقى فى شعب الايمان كما عزاه صاحب المشكوٰة.

(۱) التعلیق الصبیح ۸۸/۳ (۲) اشعۃ اللمعات ص ۲۴۰ (۳) احیاء العلوم

ترکیبِ حدیث: اول: مضاف۔ من: موصولہ۔ یدعی: فعل ضمیر نائب فاعل۔ الی الجنة: جار مجرور متعلق فعل کے۔ یوم القیمة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فعل کا مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل مفعول فیہ اور متعلق سے مل کر صلہ موصول صلہ سے مل کر اول کا مضاف الیہ ہوکر مبتداء۔ الذین: موصول۔ یحمدون: فعل ضمیر فاعل (جو الذین کی طرف راجع ہے)۔ لفظ اللّٰہ: مفعول۔ فی: جار۔ السّراء و الضّرّاء: معطوف معطوف علیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نوع آخر منہ

مصنف یہاں سے بھی جملہ اسمیہ کو بیان کریں گے مگر یہاں وہ جملہ اسمیہ آئے گا جس کے شروع میں لانفی جنس کا ہوگا، لا نافیہ کی چار قسمیں ہیں:

① نفی جنس کے لئے۔ ② بمعنی لیس۔ ③ جواب ضد نعم۔ ④ لا نافیہ عطف کے لئے۔

یہاں پر لانفی جنس معنی میں ''نفی کمال'' کے لئے ہوگا۔

امانت داری اور ایفائے عہد کی اہمیت

⑦⑧ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا أَمَانَةَ لَهٗ وَلَادِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ.

تَرْجَمَہ: ''اس شخص کا ایمان (مکمل) نہیں جو امانت داری نہیں کرتا، اس شخص کا دین (مکمل) نہیں جو ایفاء عہد نہ کرے۔''

لُغَات: عَهْد: بمعنی وعدہ، وصیت وغیرہ جمع عُهُوْد آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾

تَشْرِیح: اس حدیث میں مسلمانوں کے اوصاف کو بیان کیا جارہا ہے کہ جن کے بغیر یہ مسلمان لذت ایمانی سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا، یہ دونوں وصف ہر مسلمان میں ہونا ضروری ہیں، اسی اہمیت کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر وعظ ونصیحت میں اس حدیث کو بیان فرماتے تھے۔

پہلا وصف امانت کو پورا کرنا اس کو قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ ''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو ان کی امانتیں واپس کرو۔''

امانت اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے: امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے مثلاً تاجر کی امانت یہ ہے کہ لین دین میں برابری کرے، ملازم کی امانت یہ ہے کہ اپنی ڈیوٹی کو ایمانداری سے ادا کرے، کسان کی امانت یہ ہے کہ پیداوار میں مناسب محنت کرے وغیرہ غرض یہ کہ ہر شعبہ زندگی میں امانت داری سے کام کرنا اس میں داخل ہے۔

عہد کا پورا کرنا اتمام دین میں سے ہے: دوسرا وصف عہد اور وعدہ کو پورا کرنا ہے اس کو بھی قرآن نے بیان کیا ہے:

﴿وَأَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾

”اپنا عہد پورا کیا کرو بے شک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

عہد کا مفہوم بھی بہت وسیع ہے اس میں ہر قسم کا عہد داخل ہے خواہ:

① وہ عہد انسان اور اللہ کے درمیان ہو

② یا انسان کا انسان سے ہو

اس دوسرے عہد میں تفصیل یہ ہے کہ اگر عہد شرع کے خلاف ہو تو اب دوسرے کو اطلاع کر کے اس عہد کو ختم کر دینا چاہئے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الایمان“ ص ۱۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قلما خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له.

تخریج حدیث: رواہ البیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ ایمان: اسم۔ لمن: ل: حرف جار۔ من: موصولہ۔ لا: نفی جنس۔ امانة: اسم۔ له: جار مجرور ثابت محذوف کے متعلق ہو کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق فعل محذوف ہو کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لا: نفی جنس۔ دین: اسم۔ لمن: ل: جار۔ من: موصولہ، لا: نفی جنس۔ عهد: اسم۔ له: جار مجرور مل کر متعلق ہوا ثابت محذوف کے، ثابت اپنے متعلق سے ملکر لا کی خبر، لا نفی اپنے اسم اور خبر سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق محذوف ہو کر خبر، لا اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

حکیم کے لئے تجربہ ضروری ہے

⑦⑨ لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ وَلَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ.

ترجمہ: ''کوئی شخص کامل بردبار نہیں ہوسکتا جب تک وہ لغزش نہ کھائے اور کوئی کامل حکیم نہیں ہوسکتا جب تک اس کو تجربہ حاصل نہ ہوجائے۔''

لغات: حَلِيْم: بمعنی بردبار، قال تعالیٰ: ﴿لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک آدمی معاملات وغیرہ میں نفع ونقصان برداشت نہیں کرتا احتیاط نہیں کرتا اور جب اس کو دھوکہ یا نقصان ہوجائے تو پھر یہ احتیاط سے چلتا ہے اور پھر ان اسباب سے دور رہتا ہے جس سے اس کو پہلی مرتبہ نقصان ہوا ہے جیسے کہ ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا [1] تو عقلمند آدمی کو جب ایک جگہ سے نقصان ہوجائے تو پھر وہ اس کے قریب بھی نہیں جائے گا۔

حکیم کے لئے تجربہ ضروری ہے: ولا حکیم الا ذو تجربة: حکیم کہتے ہیں دانا، عقلمند کو یا چیز کی اصلیت اور حقیقت کے جاننے والے کو۔ اور تجربہ کہتے ہیں کہ کاموں کی واقفیت کا ہونا اور چیزوں کے طریقوں کو جاننا، تو اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا شخص جس کے سامنے معاملات وغیرہ کے اتار چڑھاؤ، برائی اچھائی سب ہو تو اس شخص کو حکیم کہا جائے گا۔ [2]

بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس حدیث میں حکیم سے مراد عرفی حکیم اور ڈاکٹر ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ صرف طب اور ڈاکٹری کی کتابیں پڑھنے سے کوئی طبیب یا ڈاکٹر نہیں بنتا جب تک کہ وہ مشق اور تجربہ نہ کرے۔ [3]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الحذر والتانی فی الامور'' ص ۴۲۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی سعید رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا حلیم الا ذو عثرة ولا حکیم الا ذو تجربة.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصلة (عن أبی سعید رضی اللّٰه تعالیٰ عنه) وقال حدیث غریب.

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ حلیم: اسم۔ الا: حرف استثناء۔ ذو عثرة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ''لا'' کی خبر، ''لا'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ولا: نفی جنس۔ حکیم: اسم۔ الا: حرف استثناء۔ ذو تجربة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ''لا'' کی خبر، ''لا'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) حدیث کی عربی عبارت یہ ہے ''لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ''۔ (مشکوۃ)

(۲) مرقاۃ ۹/۲۷۹ (۳) مظاہر حق ۴/۵۹۷۔ مرقاۃ ۹/۲۷۹

تدبیر کے مثل کوئی عقل مندی نہیں

⑧ لَاعَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ.

ترجمہ: ”تدبیر کے مثل کوئی عقل نہیں اور گناہوں سے رکنے کے مثل کوئی پرہیز گاری نہیں۔“

لغات: اَلتَّدْبِيْرِ: غور کرنا، انتظام کرنا۔ وَرِعَ: (س) وَرَعًا، پرہیز گار ہونا۔ اَلْكَف: باز رکھنا، مراد شبہات سے باز رہنا۔

تشریح: ”تدبیر“ کہتے ہیں ہر کام کے انجام پر نظر رکھنا اور اس کے لئے سامان مہیا کرنا، اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی عقل، تدبیر یعنی جس میں انجام پر نظر رکھی جائے یہ اس کے برابر نہیں ہوسکتا کہ جس کام میں انجام کو نہ دیکھا جائے۔

”ورع“ کے معنی پرہیز گاری اور تقویٰ کے ہیں مگر بعض علماء کرام تقویٰ اور ورع میں فرق کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ: تقویٰ تو کہتے ہیں حرام چیز سے اجتناب کرنا مگر ورع کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ آدمی ان چیزوں سے بھی اجتناب کرے جو حرام کے قبیل سے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ مکروہ اور مشتبہ چیزوں سے بھی اجتناب کرے۔

”کف“ کے معنی ہیں احتیاط کرنا، ورع اور کف میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بعض علماء ان دونوں کو مترادف کہتے ہیں، مگر بعض ان دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں۔

سوال: جب کف اور ورع ایک ہی معنی میں ہوجائے تو حدیث کا مطلب کچھ یوں ہوجائے گا کہ ”باز رہنا باز رہنے کے برابر نہیں“ جملہ بے معنی سا ہوجاتا ہے۔

جواب: اس کا جواب علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ: مطلب حدیث کا اگرچہ ایسا ہوتا ہے مگر مسلمانوں کو ایذاء دینے یا زبان کو لغو باتوں میں مشغول کرنے سے باز رکھنا اس میں بہت سے مفاسد اور برائیاں ہوتی ہے اس لئے ازراہ مبالغہ اس طرح بیان کردیا گیا، بعض علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ ورع اور کف میں فرق ہے، ورع امتثال اور اجتناب دونوں کو شامل ہوتا ہے یعنی جن امور کا حکم دیا گیا ہے اس کو کرنا اور جن سے منع کیا گیا ہے اس سے باز رہنا اور کف صرف اجتناب کو کہتے ہیں معنی جن امور سے روکا گیا ہے اس سے باز رہے تو دونوں الگ الگ ہیں تو اب سوال ہی نہیں ہوگا۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الحذر والتانی فی الامور“ ص ۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أباذر! لا عقل كالتدبير ولا ورع كالكف، ولا حسب كحسن الخلق.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة فى كتاب الزهد (باب الورع والتقوى) ورواه البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ عقل: اسم۔ کالتدبیر: جار مجرور متعلق سے مل کر خبر، ”لانفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لا: نفی جنس۔ ورع: اسم۔ کالکف: جار مجرور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۸۵، ومظاہر حق ۴/۶۰۳

خاندانی شرافت حسن خلق کے برابر نہیں

⑧١ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ.

ترجمہ: ”خاندانی شرافت اچھے اخلاق کے برابر نہیں۔“

لغات: حَسَب: مصدر۔ حَسُبَ (ك) حَسَابَةً معنی خاندانی شرافت۔ حَسَنَ: (ن. ك) حُسْنًا بمعنی خوب صورت ہونا، صفت حَسَنٌ اور جمع حِسَانٌ آتی ہے۔ الخُلُق: بمعنی عادت طبیعت۔

تشریح: حسب پر فخر کرنے کی مذمت: حسب اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے باپ دادے کے فضائل ومناقب گنوائے اور پھر اس پر فخر کرے، تو اس حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور یہ فرمایا گیا کہ انسان کی شرافت وفضیلت اس میں ہے کہ اس میں خود اچھے اخلاق ہوں، اگر اس میں اچھے اخلاق نہیں تو وہ لاکھ اپنے خاندانی مناقب کو گنوائے سب فضول ہے۔ (۱)

حسن خلق کی فضیلت: حسن خلق کے متعدد روایات میں فضائل وارد ہوئے ہیں، مثلاً ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ مسلمان بندہ اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے راتوں کو قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔ (۲)

ایک دوسری روایت میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ قیامت کے دن مؤمن کے ترازو میں سب سے زیادہ وزنی چیز جو ہوگی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔ (۳)

ایک اور موقعہ پر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ سب سے افضل عمل حسن خلق ہے، بہرحال اس حدیث میں فرمایا گیا کہ اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے اندر اوصاف کو پیدا کیا جائے اور ان اوصاف میں سب سے عظیم صفت حسن خلق کی ہے اس کو انسان اپنائے۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الحذر والتانی فی الامور“ ص۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۸۰ ص ۱۹۰ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: رواه البيهقى فى شعب الايمان واخرجه ابن ماجة فى كتاب الزهد (باب الورع والتقوى).

ترکیب حدیث: لا: حرف نفی جنس۔ حسب: اسم۔ کاف: حرف جار۔ حسن الخلق: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ”کاف“ کا مجرور، جار مجرور سے مل کر محذوف کے متعلق ہو کر ”لا“ کی خبر، پھر ”لا“ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۶۰۴ (۲) ابوداود شریف (۳) ترمذی شریف (۴) مکاشفۃ القلوب ص ۵۷۹

دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے: ”اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعَافِيَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ“ اے اللہ! میں تجھ سے صحت سلامتی اور حسن الخلق کا سوال کرتا ہوں۔

لوگوں کی خاطر خدا کی نافرمانی جائز نہیں

⑧٢ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ.

ترجمہ: ”مخلوق کے اس حکم کی تابعداری جائز نہیں جس سے خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔“

لغات: طَاعَة: طوعا بمعنی فرمانبردار، صفت طَائِعٌ جمع طُوَّعٌ اور طَائِعُوْن آتی ہے، قَالَ تَعَالٰی: ﴿طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوْفٌ﴾

تشریح: لوگوں کی خاطر اللہ کی نافرمانی جائز نہیں: مطلب یہ ہے کہ انسان خواہ حاکم ہو یا نہ ہو اگر وہ کوئی ایسا حکم صادر کرے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو تو اب اس کے حکم کو نہیں مانا جائے گا مگر اس کے ساتھ ساتھ علماء نے اس کی اجازت دی ہے کہ کسی کو طاقت کے زور سے کسی گناہ کے کرنے پر مجبور کیا جائے تو اب اس پر گناہ نہیں ہوگا۔

علماء مزید اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حاکم ایسا حکم وفرمان جاری کرے جس پر عمل سے خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو تو اس صورت میں اس حاکم کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کی جائے گی لیکن اس صورت میں بھی ایسے حاکم کے خلاف بغاوت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اس کے خلاف محاذ جنگ کرنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

اس عبارت مذکورہ سے یہ بات ذہن میں نہ آئے کہ حکم حاکم کے ہی ساتھ خاص ہے بلکہ حدیث عام ہے کوئی بھی ہو حاکم ہو یا خواہ اور کوئی ہو جس کے حکم میں بھی اللہ جل جلالہ کی نافرمانی لازم آتی ہو تو اس کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہوگی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الامارۃ والقضاۃ“ ص ۳۲۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن النواس بن سمعان رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق.

تخریج حدیث: اخرجه البغوی فی شرح السنة واخرجه الامام احمد فی مسنده عن علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنه.

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ طاعة: اسم۔ ل: حرف جار۔ مخلوق: مجرور، جار مجرور متعلق ہوا طاعة کے۔ فی: حرف جار۔ معصیة الخالق: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر خبر ہے کائنة کے، کائنة صیغہ اسم فاعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر ”لا“ کی خبر، ”لا“ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

⑧③ لَاصَرُوْرَةَ فِی الْاِسْلَامِ.

ترجمہ: ”رہبانیت اسلام میں نہیں ہے۔“

لغات: صَرُوْرَة: نکاح نہ کرنا، حج پر نہ جانا، رہبانیت اختیار کرنا۔

تشریح: رہبانیت اسلام میں نہیں ہے: اس حدیث کی شرح میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں، مثلاً بعض علماء فرماتے ہیں کہ صرورۃ کا معنی یہ ہے کہ نکاح اور حج کو چھوڑنا اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ نکاح اور حج کو چھوڑنا یہ اسلام کے طریقوں میں سے نہیں ہے، اس کو چھوڑنا رہبانیت ہے اور رہبانیت اسلام میں نہیں ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حج کی طاقت رکھتا ہو اور پھر باوجود استطاعت کے وہ حج نہ کرے، تو اس حدیث کی رو سے وہ مسلمان نہیں مگر یہ ارشاد زجر و تشدید کے طور پر ہوگا یا یہ کہا جائے کہ باوجود استطاعت کے حج پر نہ جائے تو وہ کامل مسلمان نہیں۔ (۱)

یا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے الگ تھلگ ہو جائے پھر اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ لوگوں سے قطع تعلق کرنا یہ اسلام میں نہیں ہے۔ مگر دین کو بچانے کے لئے اپنی جگہ کو چھوڑنا یہ رہبانیت میں داخل نہیں یہ نصاری کی طرح رہبانیت نہیں ہوگی کیونکہ انہوں نے بلاضرورت محض ثواب سمجھ کر وطن اور تعلقات و قرابت کو چھوڑ دیا تھا، اور اس ضمن میں حقوق العباد کو بھی فوت کر دیا تھا، خلاصہ یہ ہوا کہ اصل کمال انسانیت یہ ہے کہ تمام حقوق ادا کرتے ہوئے تمام احکام الٰہی کو ادا کرے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب المناسک“ ص ۲۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لا صرورة فی الاسلام.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب المناسک.

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ صرورة: اسم۔ فی الاسلام: جار مجرور محذوف کے متعلق ہو کر خبر، ”لا“ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۳/۱۷۹۔ مظاہر حق ۲/۶۵۶

متقی آدمی کے پاس مال ہونے میں کوئی حرج نہیں

﴿۸۴﴾ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ.

تَرجَمَہ: ''دولت مند ہونے میں کوئی حرج نہیں اس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔''

لُغَات: اَلْغِنٰی: (س) غِنَاءً اور غُنْیَانًا بمعنی مال دار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ﴾ اِتَّقٰی: وَقٰی (ض) وِقَایَةً بمعنی حفاظت کرنا۔ عَزَّ: (ض) عَزًّا وَعِزَّةً معنی عزیز ہونا، قوی ہونا۔ جَلَّ: (ض) جَلَالًا وَجَلَالَةً بمعنی بڑے مرتبہ والا ہونا۔

تَشرِیح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہے اس میں بھلائی بھی ہے اور کبھی کبھار تو حالات کے اعتبار سے ضروری بھی ہوجاتا ہے جیسے کہ حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم لوگوں کے پاس دراہم و دنانیر نہ ہوتے تو یہ امراء و سلاطین ہمیں ذلیل کردیتے اور مزید فرمایا کہ اگر کسی کے پاس تھوڑا مال ہو تو وہ اس کو تجارت میں لگادے اور اس کے بڑھانے کی کوشش کرے، یا اس کو کفایت سے خرچ کرے تاکہ جلدی ختم نہ ہوجائے اور فرمایا کہ ہمارا زمانہ ایسا ہے کہ اس میں کوئی محتاج ہو تو دنیا کی خاطر اپنے دین کو اپنے ہاتھ سے گنوا دیتا ہے۔[1]

اسی وجہ سے ایک دوسری روایت میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''کَادَ الْفَقْرُ أَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا'' کہ تنگدستی کبھی صفت ایمان کو کفر تک پہنچانے کا سبب بن جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ مال فی نفسہ مذموم نہیں ہے۔ بشرطیکہ آدمی اس کے حقوق ادا کرتا رہے اور اس سے اس کی زکوٰۃ خیرات اور دوسرے دینی کاموں میں خرچ کرتا رہے، اسی وجہ سے امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مال کی مثال سانپ کی طرح ہے فائدہ اور نقصان دونوں کا احتمال رکھتا ہے، تقویٰ اس کا منتر ہے اگر دل میں تقویٰ ہو تو اب مال اس کو نقصان نہیں بلکہ فائدہ پہنچائے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب استحباب المال والعمر الطاعة'' ص۴۵۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن رجل من اصحاب النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قال: کنا فی مجلس فطلع علینا رسول اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وعلی راسه اثرماء فقلنا: یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم! نراك طیب النفس قال: اجل، قال: ثم خاض القوم فی ذکر الغنی، فقال: رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا باس بالغنی لمن اتقی اللّٰه عز وجل والصحة لمن اتقی خیر من الغنی وطیب النفس من النعیم.

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسنده.

(۱) مظاہر حق ۴/۷۸۵

ترکیبِ حدیث: لا: نفی جنس۔ باس: اسم۔ بالغنی: جار مجرور متعلق ہوا ثابت کے۔ لمن: لام: حرف جار۔ من: موصولہ۔ اتقی: فعل فاعل۔ لفظ اللّٰہ: ذوالحال۔ عز: فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ جل: فعل فاعل سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر حال، پھر حال ذوالحال سے مل کر فعل کے لئے مفعول، پھر فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر ثابت کا متعلق ثانی ہو کر پھر خبر ''لا'' کی، ''لا'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الجملة الاسمية التى دخلت عليها حرف "انّ"

مصنف یہاں سے اب ایسی احادیث کو بیان کریں گے جو جملہ اسمیہ ہوں گی اور ان پر انّ (حرف مشبہ بالفعل) داخل ہو۔

بعض بیان جادو کی طرح اثر کرتے ہیں

۸۵ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْراً.

ترجمہ: "بلاشبہ بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں۔"

لغات: اَلْبَیَان: وہ گفتگو جو مافی الضمیر کو ظاہر کرے، بَانَ (ض) بَیَانًا وَتِبْیَانًا، ظاہر کرنا۔ لَسِحْرًا: وہ چیز جس کا ماخذ لطیف اور دقیق ہو، جادو، دھوکہ، حیلہ، فساد، مراد جادو ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُبِیْنٌ﴾

تشریح: صراح میں ہے کہ بیان کے معنی ہیں کھولنا اور اچھی طرح ظاہر کرنا یا یہ کہا جائے کہ بیان اس فصیح گفتگو اور تقریر کو کہتے ہیں جس میں مافی الضمیر کو نہایت وضاحت اور حسن اسلوبی کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے۔ (۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کو سحر اس لئے فرمایا کہ جس طرح سحر سے آدمی کو ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل کر دیا جاتا ہے تو اسی طرح فصاحت فی البیان سے انسان کے دل کو تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ (۲)

حدیث کا شان ورود: اس حدیث کا شان ورود یہ ہے کہ ایک جماعت بنوتمیم کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جس میں سے دو شخصوں نے خوب فصاحت و بلاغت سے اپنے اوصاف وفضائل بیان کئے اس پر لوگوں کو تعجب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر یہ حدیث ارشاد فرمائی۔ (۳)

ان میں سے ایک کا نام حصین بن بدر لقب زبرقان اور دوسرے کا نام عمرو بن الاہتم تھا، محدثین کا اس حدیث کے بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مذمت بیان فرمائی ہے یا تعریف فرمائی ہے، دونوں ہی قول علماء سے ملتے ہیں۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البیان والشعر" ص ۴۰۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما قال: قد جاء رجلان من المشرق فخطبا فعجب الناس لبيانهما فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ان من البيان لسحرا.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب النكاح (باب الخطبة) وفى كتاب الطب (باب من البيان سحر)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من: حرف جار۔ البیان: مجرور، جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر ان کے لئے خبر مقدم۔ لسحرا: ان کا اسم مؤخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/ ۴۳۵ (۲) تنظیم الاشتات ۳/ ۱۵۸ (۳) مرقاۃ ۹/ ۱۲۰ و مظاہر حق ۴/ ۴۳۵ (۴) مظاہر حق ۴/ ۴۳۵۔ و مرقاۃ ۹/ ۱۲۱

بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے

⑧٦ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً.

ترجمہ: ''یقیناً بعض شعر پر حکمت ہوتے ہیں۔''

لغات: حِکْمَة: دانائی انصاف، بودباری، علم، اس کی جمع حِکَمٌ آتی ہے۔

تشریح: شعر کے لغوی معنی دانائی اور علم دقیق کے ہیں، اور اصطلاح میں وہ کلام جس میں قائل نے موزونیت کا قصد وارادہ کیا ہو، لہٰذا اس تعریف سے قرآن وحدیث میں جو موزوں کلام واقع ہوا ہے وہ خارج ہوجاتے ہیں کیونکہ اس میں موزونیت کا قصد نہیں کیا گیا ہے[1] جیسے کہ قرآن میں آتا ہے:

﴿ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ثُمَّ أَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ﴾

اسی طرح حدیث میں بھی آتا ہے:

''هَلْ أَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ'' [2]

حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ تمام اشعار برے نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے بعض اچھے اور فائدہ مند بھی ہوتے ہیں اور بعض اشعار سے حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔[3]

ان سب کے باوجود آپ ﷺ نے خود تو کبھی اشعار نہیں کہے، مگر بعض موقع پر پسند ضرور فرمایا ہے، جیسے کہ لبید کے ایک شعر کو آپ ﷺ نے سنا تو بہت پسند فرمایا وہ شعر یہ تھا:

ألا كل شيئ ما خلا الله باطل ❁ و كل نعيم لا محالة زائل[4]

ترجمہ: ''سنو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے، یہاں کی ہر نعمت ایک دن ختم ہوجائے گی۔''

اسی طرح بعض مواقع پر آپ نے اور بھی شعروں کو پسند فرمایا ہے، بسبب اس کے کہ ان میں حکمت کی باتیں ہوتی ہیں۔

علماء نے اشعار کے صحیح ہونے کے لئے چار شرطیں لکھی ہیں:

❶ اشعار کا مفہوم اور مضمون صحیح ہو۔

❷ سنانے والا مرد ہو عورت اور نابالغ بچہ نہ ہو۔

❸ آلہ سماع صحیح ہو باجا، میوزک نہ ہو۔

❹ سامع سننے والا بھی صحیح ہو۔

---

(۱) الاشعۃ ۴/۵۸ ومظاہر حق (۲) الاشعۃ ۴/۶۱ ومرقاۃ ۹/۱۲۲ (۳) مرقاۃ ۹/۱۲۲ (۴) فتح الباری ۱۵/۴۳۰

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البیان والشعر" ص ۴۰۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی بن کعب رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ان من الشعر حکمة.

تخریجِ حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب (باب مایجوز من الشعر والرجز).

ترکیبِ حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من الشعر: جار مجرور ثابت کے متعلق ہوکر خبر مقدم۔ حکمة: اسم موخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

بعض علم بھی جہل ہیں

⑧⑦ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلاً.

ترجمہ: ''بلاشبہ بعض علم جہالت ہیں۔''

لغات: جَهْلاً: (س) ناواقف ہونا، جاہل ہونا، قَالَ تعالٰی: ﴿بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾

تشریح: علماء کرام نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے ہیں:

پہلا یہ کہ کوئی شخص ایسے علم میں مشغول ہو جو بذات خود فائدہ مند نہ ہو اور نہ ہی اس کی ضرورت ہو، جیسے علم جفر، رمل اور علم نجوم وغیرہ، اور ضرورت والے علم قرآن وحدیث وغیرہ کو چھوڑ دے تو یہ غیر ضروری علم میں مشغول ہوا تو حقیقت میں یہ جاہل ہی ہے۔

دوسرا یہ کہ علم تو حاصل کرے مگر اس کے مطابق عمل نہ کرے تو یہ بھی جاہل ہی ہے۔ (۱)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص علم حاصل کرنا چاہے تو اس سے پہلے وہ یہ بات طے کرے کہ آیا اس تحصیل علم سے اس کا مقصد کیا ہے اگر صرف فخر ونمائش اور بڑائی لوگوں پر جتلانا ہے تو یہ شخص علم کے ساتھ جاہل اور اپنی جان کا دشمن ہے اور اگر حصول علم سے مقصود اللہ کی رضا اور جہالت کا دور کرنا اور دوسرے کا سکھانا ہو تو اب اس شخص کو چاہئے کہ وہ علم حاصل کرے (۲) بقول شاعر:

ہو علم اگر نصیب تو تعلیم بھی کر ❁ دولت جو ملے تو اس کو تقسیم بھی کر

اللہ عطاء کرے جو عظمت تجھ کو ❁ جو اہل ہیں اسکے ان کی تعظیم بھی کر

خلاصہ یہ ہوا کہ بعض علم جہل کا سبب ہوتے ہیں جس علم سے وہ راہ حق کو نہ حاصل کرسکتا ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البیان والشعر'' ص۴۱۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن صخر بن عبداللّٰه بن بريدة رضى اللّٰه تعالىٰ عنهم عن أبيه عن جده قال: سمعت رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: ان من البيان سحرا وان من العلم جهلا وان من الشعر حكمة وان من القول عيالا.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فى كتاب الادب (باب ما جاء فى الشعر)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من العلم: جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر ''ان'' کی خبر مقدم۔ جهلا: اسم مؤخر، ''ان'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۱۳۳، ۱۳۱، الاشعۃ ۴/۶۷، مظاہر حق ۴/۴۴۸ (۲) احیاء العلوم

بعض باتیں آدمی پر وبال ہیں

⑧⑧ اِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالاً.

ترجمہ: ”بلاشبہ بعض قول بوجھ (وبال) ہوتا ہے۔“

لغات: عِيَالاً: وہ لوگ جن کا نان نفقہ واجب ہو، عَالَ يَعِيلُ عَيْلاً، محتاج ہونا۔

تشریح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب آدمی اپنی زبان سے قصداً جھوٹ بولے تو اب اس جھوٹ کا وبال اسی کو پہنچے گا اسی طرح سے اردو کا بھی ایک محاورہ ہے کہ ”پہلے تولو اور پھر بولو“، جہاں اس زبان سے آدمیوں کو بہت سے انعامات مل سکتے ہیں اسی طرح زبان اس کو ہلاکت کی وادی میں بھی ڈال سکتی ہے، اس لئے شریعت نے زبان کی حفاظت کرنے کا بار بار حکم دیا ہے، مثلاً ایک حدیث میں فرمایا جو شخص اپنی زبان اور پیٹ اور شرم گاہ کے شر سے بچ گیا اس نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی۔[1]

اسی طرح ایک روایت میں حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں، ایک اس چیز کی ضمانت جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (زبان)۔ دوسری جو اس کی دونوں رانوں کے درمیان ہے (شرم گاہ)[2] للّٰہ درُّ القائل:

ما ان ندمت على السكوت مرة ❁ و لقد ندمت على الكلام مرارا

ترجمہ: میں کبھی بھی خاموش رہنے کی وجہ سے شرمندہ نہیں ہوا، جبکہ بولنے کی وجہ سے کئی مرتبہ شرمندہ ہوا ہوں۔

ایک اردو کا شاعر کہتا ہے:

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب البيان والشعر“ ص ۴۱۰ پر ہے، پوری حدیث ماقبل میں حدیث نمبر ۸۷ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فى كتاب الادب (باب ماجاء فى الشعر)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من القول: جار مجرور متعلق ہو کر خبر مقدم۔ عیالا: اسم مؤخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) کنز العمال (۲) بخاری

ریا کی علامت وعلاج

⑧⑨ اِنَّ یَسِیْرَ الرِّیَاءِ شِرْكٌ.

تَرجَمۃ: ”بیشک تھوڑی ریاکاری بھی شرک ہے۔“

لغات: یَسِیْر: تھوڑا، نرم، کم، یَسُرَ (ن. ك. ض) یَسْرًا ویُسْرًا کم ہونا۔ اَلرِّیَاء: دکھاوا کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَاءُ وْنَ﴾. شِرْك: بمعنی شریک، حصہ، اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنا، اس جگہ شرک خفی مراد ہے، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾

تشریح: معمولی سی ریا بھی شرک ہے اور ریاکاری یہ ایسا گناہ ہے کہ تھوڑا سا ہونا بھی بہت سخت ہے۔

ریا کی تعریف: ریا کی تعریف یہ ہے کہ اپنی عبادت اور نیکی کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں اپنی منزلت ومرتبہ کو پیدا کرنا۔

ایک دوسری روایت میں اس کی مذمت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن صاحب شرک سے کہا جائے گا کہ جس کے لئے تو نے عمل کیا تھا آج اسی سے بدلہ لے لے۔

ریاکاری کی علامت: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ریا کی تین علامتیں ہیں:

اول: جب اکیلا ہو تو سست ہو اور جب مجمع میں ہو تو چست ہو۔

دوم: یہ کہ جب اس کی تعریف کی جائے تو عمل زیادہ کردے۔

سوم: یہ کہ جب اس کی مذمت کی جائے تو عمل میں کمی کردے۔

ریاکاری کا علاج: مگر یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آدمی ریا کے خوف سے اپنی عبادت کو چھوڑ نہ دے بلکہ عمل کرتا رہے اور نیت کی اصلاح کرتا رہے، پہلے عبادت کی عادت ہوتی ہے پھر عادت سے عبادت بن جاتی ہے، حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن
پہلے عادت پھر عبادت بن گئی

ریا کی اصلاح ان طریقوں سے کرے:

❶ ڈرتا رہے کہ یہ عمل قبول بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔

❷ ہر عمل کو اللہ کی توفیق سمجھے اس سے ریا ختم ہوکر شکر کی صفت پیدا ہوگی۔

❸ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر خوب دھیان رکھے۔

❹ اپنے گذشتہ گناہوں پر نظر رکھے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب الریاء والسمعة" ص ۴۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالٰی عنه انه خرج یومًا الی مسجد رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فوجد معاذ بن جبل قاعدًا عند قبر النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال: ما یبکیك؟ قال یبکینی شیئ سمعته من رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سمعت رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یقول: ان یسیر الریاء شرك ومن عادی للّٰہ ولیا فقد بارز اللّٰہ بالمحاربة ان اللّٰہ یحب الابرار الاتقیاء الاخفیاء الذین اذا غابوا لم یتفقدوا وان حضروا لم یدعوا ولم یقربوا قلوبهم مصابیح الهدی یخرجون من کل غبراء مظلمة.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ تعالٰی عنه فی کتاب الفتن.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ یسیرا لریاء: مضاف مضاف الیہ سے مل کر "ان" کا اسم۔ شرك: "ان" کی خبر، "ان" اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے دور ہو

⑨⓪ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِبَ الْفِتَنَ.

ترجمہ: ''یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو آزمائشوں سے دور رکھا گیا ہے۔''

لغات: جَنَّبَ: دور کیا، جُنِّبَ، دور کیا گیا، جَنَّبَ الشَّیَ، کسی سے کوئی چیز دور کرنا۔

تشریح: فتنوں سے مراد آفات اور وہ چیزیں جو انسان کے ذہن، قلب وجسم کو تکلیف ورنج میں مبتلا کرتی ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ الفتن سے مراد فاسد وگمراہ کن نظریات باطل افکار اور نفسانی شہوت وخواہشات ہیں تو جو ان چیزوں سے محفوظ کردیا گیا وہ خوش بخت ہوگا، فتنے تو اس پر بھی آئیں گے مگر وہ اس فتنے کے زمانے میں بھی دین اور صبر کا دامن نہیں چھوڑے گا، یہ مطلب ہے کہ وہ فتنے سے دور ہوگا۔

اس پر علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کو کوئی نیک کام کا موقع مل جائے وہ اس نیک کام کرنے میں جلدی کرے کیونکہ معلوم نہیں کہ آنے والا وقت کتنے فتنوں کو اپنے ساتھ سمیٹ کر لاتا ہے، اگر ان فتنوں کے آنے سے پہلے اس شخص نے اپنے ایمان ویقین کو مضبوط کرلیا تو بعد میں انشاء اللہ العزیز یہ فتنوں کے زمانے میں فتنوں سے بچا رہے گا تو ایسے ہی شخص کے بارے میں حدیث بالا ہے کہ جو فتنوں کے زمانے میں فتنوں سے محفوظ رہا، وہ حقیقت میں بہت ہی خوش نصیب ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''کتاب الفتن'' ص ۴۶۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن المقداد بن الاسود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: سمعت رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقول ان السعید لمن جنب الفتن ان السعید لمن جنب الفتن ان السعید لمن جنب الفتن ولمن ابتلی فصبر واھا.

تخریج حدیث: اخرجہ ابوداود فی کتاب الفتن (باب النھی عن السعی فی الفتنۃ)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ السعید: اسم۔ لمن: ل: تاکیدیہ۔ من: موصولہ۔ جنب: فعل مجہول ضمیر نائب فاعل۔ الفتن: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ ہوکر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے

(۹۱) اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ.

ترجمہ: ''بے شک جس سے مشورہ لیا جائے اس کو امین ہونا چاہئے۔''

لغات: اَلْمُسْتَشَار: صیغہ اسم مفعول باب استفعال سے بمعنی جس سے مشورہ طلب کیا جائے۔

تشریح: اس حدیث میں مشورہ کے آداب میں سے یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جب کسی سے مشورہ لیا جائے تو مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے اس کو چاہئے کہ خیر خواہی اور پوری فکر کے ساتھ مشورہ دے، مشورے میں خیانت نہ کرے، جو اس موقعہ پر اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے بھائی کو مشورہ دے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص تم میں سے کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔[1]

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جس نے اپنے کسی بھائی کو کوئی ایسی رائے دی جس کے متعلق اسے علم تھا کہ بھلائی دوسرے کام میں ہے تو اس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی۔[2]

صاحب ''تحفۃ الاحوذی'' اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤتمن کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو اسم مفعول کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جب کسی سے کسی مشورہ کے بارے میں سوال کیا جائے تو جو اس کے ذہن میں خیر کی بات ہو اس کو وہ چھپائے نہیں بلکہ ظاہر کردے۔[3]

مشورہ لینے والے پر بھی یہ بات لازم ہے کہ وہ بھی ہر ایک سے مشورہ نہ لے بلکہ اہل بصیرت سے مشورہ کرے جیسے کہ صاحب ''روح المعانی'' نے خطیب بغدادی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسی بات پیش آئے جو قرآن اور سنت میں نہ ہو تو ہم کیا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے عبادت گذاروں کو جمع کر کے مشورہ کرنا، تنہا فیصلہ نہ کرنا۔[4]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الحذر والتانی فی الامور'' ص۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه ان النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال لابی الهيثم بن التيهان: هل لك خادم؟ قال: لا، فقال: فاذا اتانا سبی فاتنا فاتی النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ برأسين فاتاه ابو الهيثم فقال النبی صلی الله غليه وسلم: اختر منهما، فقال: يا نبی الله اختر لی، فقال النبی صلی الله عليه وسلم: ان المستشار مؤتمن خذ هذا فانی رايته يصلی واستوص به معروفا.

---

(۱) بخاری (۲) مجالس الابرار مجلس نمبر ۴۰ ص ۳۰۷ (۳) تحفۃ الاحوذی ۳/۲۷۵ (۴) روح المعانی

تخریجِ حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجاء فی معیشة اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم) ورواه ابن ماجة فی کتاب الادب (باب المستشار مؤتمن)

ترکیبِ حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل. المستشار: اس کا اسم۔ مؤتمن: خبر، "ان" اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اولاد بخل اور بزدلی کا سبب بن جاتی ہے

۹۲ اِنَّ الْوُلْدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ.

ترجمہ: ”بے شک اولاد بخل اور بزدلی کا سبب ہوتی ہے۔“

لغات: مَبْخَلَة: بخیل بنانے والی، بَخِلَ (س) بَخَلاً، (ك) بُخْلاً، بمعنی کنجوس ہونا بخیل ہونا۔ مَجْبَنَة: بزدل بنانے والی، جَبُنَ (ك) جُبْناً، وَجَبَانَةً، بزدل ہونا، صفت جَبَانٌ آتی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں دو باتیں فرمائی گئی ہیں:

اول: یہ کہ انسان کی اولاد اس کے لئے بخل کا سبب بن جاتی ہے کیونکہ باپ اپنی اولاد کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار رہتا ہے کہ ان کی ضروریات پوری ہوجائیں ان کے مستقبل کے لئے پیسہ کو جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے، ان پیسوں کو وہ اللہ کی راہ میں یا کسی ضرورت مند کے اوپر خرچ کرتے ہوئے بھی ڈرتا ہے یہ سب اولاد کی محبت کرواتی ہے اسی لئے فرمایا کہ اولاد بخل کا سبب بنتی ہے۔

دوم: یہ کہ انسان کی اولاد اس کے لئے بزدلی کا سبب بھی بن جاتی ہے اولاد کی محبت ہی کی وجہ سے وہ اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد جیسی اہم عبادت سے جی چراتا ہے اور یہ ظن، فاسد کرتا ہے کہ اگر میں گیا تو میں قتل یا گرفتار ہوجاؤں گا تو پھر میرے پیچھے میرے بچوں کا کیا ہوگا اور انکی پرورش کیسے ہوگی؟ ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے وہ اس عظیم نیکی سے محروم ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچے بخل اور بزدلی کا سبب ہوتے ہیں۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب المصافحة والمعانقه“ ص ۴۰۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن یعلی رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: ان حسنا وحسینا استبقا الی رسول اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فضمهما الیه وقال ان الولد مبخلة مجبنة.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة فی کتاب الادب (باب برالولد والاحسان الی البنات) اخرجه احمد.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبه بالفعل۔ الولد: اسم۔ مبخلة: خبر اول۔ مجبنة: خبر ثانی، ان اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۸۱

سچ اطمینان کا اور جھوٹ بے اطمینانی کا باعث ہے

۹۳ إِنَّ الصِّدْقَ طَمَأْنِينَةٌ وَإِنَّ الْكِذْبَ رِيبَةٌ.

ترجمہ: ''بے شک سچ اطمینان کا باعث ہے اور جھوٹ بے اطمینانی کا باعث ہے۔''

لغات: طَمَأْنِينَة: اِطْمَئَنَّ، اِطْمِينَانًا، وطَمَأْنِينَةً مطمئن ہونا، رِيبَة: شک بے قراری، جمع رِيَب آتی ہے، رَابَ (ض) رَيْبًا بمعنی شک میں ڈالنا، قال تعالٰی: ﴿لَارَيْبَ فِيْهِ﴾.

تشریح: اس حدیث میں ایک ضابطہ وقاعدہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جس چیز کے بارے میں تمہارا دل مطمئن ہوجائے تو سمجھ لو کہ یہ صحیح ہے اور جس چیز کے بارے میں تمہارے دل میں شک وتردد ہو تو سمجھ لو کہ یہ غلط ہے مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ قاعدہ ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ ان صالح انسانوں کے لئے ہے جن کے ذہن وفکر دل ودماغ تقویٰ وایمان داری کے جوہر سے معمور ہیں، اس کے برعکس جن میں یہ باتیں نہ ہوں کہ وہ دین سے بے اعتنائی اختیار کئے ہوں تو ان کے لئے یہ قاعدہ نہیں۔

یہ قاعدہ کس وقت کے لئے ہے: یہ قاعدہ اس وقت کے لئے ہے جب کسی چیز کے بارے میں کوئی واضح شرعی حکم موجود نہ ہو، اگر کوئی شرعی حکم موجود ہو تو خواہ دل مطمئن ہو یا نہ ہو ہر دوصورت میں ماننا ہی ہوگا، اس صورت میں بھی یہ قاعدہ چلے گا جب کہ بظاہر کسی مسئلہ کے بارے میں قرآن کی آیتوں کا آپس میں تعارض معلوم ہو اور جب حدیث کی طرف رجوع کیا تو اس میں بھی بظاہر تعارض نظر آئے اور اس مسئلہ میں اسلاف کے اقوال بھی مختلف معلوم ہوں تو اب اس کے لئے اجازت ہے کہ دل جو فتوی دے یعنی جس کی طرف دل کا غالب گمان ہوجائے اس کی پیروی کرلے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الکسب وطلب الحلال'' ص۲۴۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن الحسن بن علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما قال حفظت من رسول اللّٰہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دع مایریبك الی مالا یریبك فان الصدق طمانینة وان الکذب ریبة.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی قبیل ابواب صفة الجنة.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الصدق: اس کا اسم۔ طمانینة: اس کی خبر، ''ان'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، اسی طرح دوسرے جملہ کی ترکیب ہوگی۔

اللہ جمال کو پسند کرتا ہے

⑨④ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ.

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

لغات: جَمِيْل: (ك) بمعنی خوب صورت ہونا۔ يُحِبُّ: (س، ك) محبوب ہونا، (ض) پسند کرنا۔

تشریح: بعض علماء اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں اوصاف کاملہ سے موصوف ہے اور تمام ظاہری وباطنی حسن وجمال اسی کے جمال کا عکس ہے تو حسن وجمال حقیقی بس اسی ذات پاک کا خاصہ ہوا اس لئے فرمایا گیا کہ: اللہ تعالیٰ جمیل ہے۔ (۱)

بعض دوسرے علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ جمیل استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں آراستہ کرنا اور جمال بخشنے والا تو اللہ تعالیٰ کی صفت بھی یہی ہے کہ لوگوں کو جمال بخشتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ لفظ جمیل اصل میں جلیل ہے مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمام تر نور اور حسن وجمال کا مالک ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ جمیل کا معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا اچھا کارساز ہے، بہر حال حدیث میں اللہ تعالیٰ کے جمیل ہونے کو بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوبصورتی کا اندازہ اس کی مخلوق کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔

اس حدیث کا ایک مطلب ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جمال یعنی نعمتوں کا اثر دیکھنا چاہتا ہے، اس کی تائید میں ایک دوسری حدیث بھی پیش کی ہے جس میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنی نعمتوں کا اثر اپنے بندوں پر بھی دیکھے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الغضب والکبر“ ص ۴۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنه رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر فقال رجل: ان الرجل یحب أن یکون ثوبه حسنا ونعله حسنا قال ان اللّٰه تعالٰی جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط النّاس.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب تحریم الکبر وبیانه)) واخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصلة (باب ماجاء فی الکبر).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ لفظ اللّٰه: ذوالحال۔ تعالیٰ: فعل، ضمیر فاعل حال، حال ذوالحال سے مل کر ان کا اسم۔ جمیل: خبر اول۔ یحب الجمال: فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر ”ان“ کی خبر ثانی، ”ان“ اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/ ۳۰۸ ومظاہر حق ۴/ ۶۲۲ (۲) مرقاۃ ۹/ ۳۰۸

ہر تیزی کے لئے سستی ہوتی ہے

۹۵ اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ شِرَّةً وَلِکُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ.

ترجمہ: ”بے شک ہر چیز کے لئے تیزی ہے اور ہر تیزی کے لئے سستی ہے۔“

لغات: شِرَّة: بمعنی برائی، تیزی، چستی، شِرَّةٌ مَکْرُوْهٌ. فَتْرَة: بمعنی کمزوری، اس کی جمع فَتَرَات آتی ہے فَتَرَ (ن) فَتْرًا ضعیف ہونا، کمزور ہونا۔

تشریح: "فترة" کے اصلی معنی سستی اور کاہلی کے ہیں اور شرة کے معنی حرص میں مبتلا ہونا مگر مراد یہاں پر کسی چیز میں حد سے زیادہ مشغول ہوجانا ہے۔ (۱)

حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کام کو شروع کرتا ہے تو شروع میں تو وہ اس کام میں بہت تیزی دکھاتا ہے تو اس حدیث میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے ہر کام میں ابتداء ہی سے میانہ روی اختیار کی جائے اور اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہئے تب ہی وہ کام انجام کو پہنچ سکے گا۔ (۲)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ جو شخص اعتدال پر رہے گا وہ انشاء اللہ تعالیٰ جما رہے گا اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے ”أَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ“ (۳) کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عمل زیادہ پسند ہے کہ جو دائمی طور سے ہو اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الریاء والسمعة“ ص ۴۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ان لكل شئ شرة ولكل شرة فترة فان صاحبها سدد وقارب فارجوه وان اشير اليه بالاصابع فلا تعدوه.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة القامة قال الترمذی هذا حديث حسن صحيح.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ل: حرف جار۔ كل شيئ: مضاف مضاف سے مل کر جار کا مجرور ہوا اور پھر یہ محذوف کائن کے متعلق ہو کر ان کی خبر مقدم۔ شرة: ان کا اسم مؤخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ل: حرف جار۔ كل شرة: مضاف مضاف سے مل کر مجرور ہوا اور پھر جار مجرور ثابت محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم۔ فترة: مبتداء اسم مؤخر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/ ۶۷ (۲) مظاہر حق ۴/ ۸۳۵ (۳) مشکوۃ

روزی آدمی کو موت کی طرح تلاش کرتی ہے

۹۶ إِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهُ أَجَلُهُ.

ترجمہ: ''یقیناً رزق آدمی کو ایسے ہی تلاش کرتا ہے جیسے کہ اس کی موت اس کو تلاش کرتی ہے۔''

لغات: یَطْلُبُ: طَلَبَ (ن) طَلَبًا بمعنی تلاش کرنا، طلب کرنا۔ أَجَلُهُ: بمعنی وقت، مدت، قال تعالیٰ: ﴿إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ اس کی جمع آجال آتی ہے۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جس طرح انسان کی موت اس کو پہنچ جاتی ہے اور موت کو ڈھونڈنے کی ضرورت پیش نہیں آتی جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے:

﴿أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾

ترجمہ: تم کہیں بھی ہو موت تم کو آ کر رہے گی تم اگر چہ مضبوط قلعوں میں ہو۔ یہی حال انسان کی روزی کا بھی ہے اس کو پہنچ جاتی ہے اگر چہ وہ اس کو زیادہ تلاش نہ کرے۔ (۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

اول: یہ کہ آدمی کو اس کی روزی کا پہنچنا ضروری اور یقینی ہے۔

دوم: یہ کہ انسان کی روزی اس کی موت سے بھی جلدی پہنچتی ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿اَلَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو مارے گا پھر تم کو زندہ کرے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی پہلے رزق مکمل کرتا ہے پھر اس کو موت آتی ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعوی کو اس حدیث قدسی سے بھی ثابت کیا ہے:

''لَوْ أَنَّ ابْنَ آدَمَ هَرَبَ مِنْ رِزْقِهِ كَمَا يَهْرُبُ مِنَ الْمَوْتِ لَأَدْرَكَهُ رِزْقُهُ كَمَا يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ.''

ترجمہ: ابن آدم اگر رزق سے بھی اس طرح بھاگے جیسے کہ وہ موت سے بھاگتا ہے تو یقیناً اس تک رزق بھی اسی طرح پہنچے گا جیسے کہ موت اس کو پالے گی۔ (۲)

خلاصہ یہ کہ انسان کو حصول رزق کے لئے تدبیر اور سعی معقول اور مناسب طریقہ کے ساتھ کرنا چاہئے مگر توکل اور اعتماد صرف اللہ تعالیٰ پر ہی رکھنا چاہئے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب التوکل والصبر'' ص ۴۵۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

(۱) مظاہر حق ۴/۸۲۲ (۲) مرقاۃ ۱۰/۶۰

عن أبی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان الرزق لیطلب العبد کما یطلبہ اجلہ.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی أبی نعیم فی الحلیۃ.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الرزق: اسم۔ لیطلب العبد: فعل فاعل مفعول۔ کما: کاف: حرف جار۔ ما: مصدریہ۔ یطلبہ: فعل۔ "ہ": مفعول۔ اجلہ: مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر بتاویل مصدر ہوکر مجرور ہوا، جار مجرور متعلق ہوا یطلب اول کے اور پھر یہ ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

شیطان آدمی میں خون کی طرح دوڑتا ہے

(۹۷) اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ.

ترجمہ: ’’بے شک شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح چلتا ہے‘‘

لغات: یَجْرِیْ: جَرٰی (ض) جَرْیًا وَجِرْیَانًا، بمعنی چلنا، اسی سے مجری اسم ظرف بھی ہے بمعنی بہنے کی جگہ قال تعالٰی: ﴿وَالْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ﴾.

تشریح: شان ورود: یہ ارشاد مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر فرمایا جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی (جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے رات کے وقت اعتکاف گاہ سے واپس لوٹ رہی تھیں اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے احاطہ میں تھا، اتنے میں سامنے سے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نمودار ہوئے، اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ صفیہ (رضی اللہ عنہا) ہیں، اور جب انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے بارے میں کوئی غلط گمان نہیں کر سکتے تو آپ نے اس وقت فرمایا کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح سرایت کرتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خوف ہوا کہ ان دونوں انصاریوں کے دل میں کوئی غلط خیال نہ آجائے جس سے یہ کافر ہو جائیں ان کو اس سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

ابو سلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں ایک فقہی بات یہ ہے کہ انسان کو ہر ایسے مکروہ سے بچنا مستحب ہے جس سے لوگوں کو اس کے بارے میں بدگمانیاں پیدا ہوں اور دلوں میں خطرے گذریں اور اگر ایسا ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اس عیب سے اپنی برأت ظاہر کر کے لوگوں کے طعن سے اپنے آپ کو بچائے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں ’’باب الوسوسۃ‘‘ ص ۱۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب بدء الخلق (باب صفۃ ابلیس وجنودہ)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الشیطان: اس کا اسم۔ یجری: فعل ضمیر فاعل۔ من الانسان: جار مجرور ’’یجری‘‘ کے متعلق۔ مجری الدم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ظرف، ’’یجری‘‘، فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تلبیس ابلیس ص ۳۴

میری امت کی آزمائش مال میں ہے

⑨⑧ اِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ.

تَرجَمہ: "بلاشبہ ہر ایک امت کے لئے آزمائش رکھی گئی اور میری امت کی آزمائش مال میں ہے۔"

لُغات: فِتْنَة: آزمائش، امتحان، قال تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾.

تَشریح: مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ میری پیغمبری کے دور میں لوگوں کے لئے جو سب سے زیادہ فتنہ کا سبب بنے گا وہ مال دولت ہوگا، قرآن میں بھی اس کو بیان فرمایا گیا ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں تمہارے لئے فتنہ ہیں، اس حدیث کے دعویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے عہد نبوی ﷺ سے لے کر ہمارے اس زمانے تک تاریخ پر اگرچہ سرسری ہی نظر ڈالی جائے تو یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ یہی مال سب کے لئے آزمائش بنا رہا ہے جس کے ذریعہ بے شمار بندوں نے اللہ کی بغاوت ونافرمانی کی اور اصلی زندگی (آخرت) کی نعمتوں سے محروم ہوگئے۔ (۱)

بعض علماء اس حدیث کا دوسرا مطلب بھی بیان فرماتے ہیں کہ فتنہ سے مراد آخرت کا عذاب ہے کہ اس مال کی وجہ سے بہت سے لوگ فتنوں یعنی عذاب میں مبتلا ہوں گے، دوسری حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے کہ قیامت کے دن دو درہم والے سے ایک درہم والے کی بنسبت زیادہ سوال ہوگا۔ (۲)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ: اسی وجہ سے آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی، اے اللہ، محمد (ﷺ) کے گھرانے کی خوراک اندازے کے مطابق کردے، اور فرمایا قیامت کے دن کوئی فقیر اور مال دار ایسا نہیں ہوگا جو یہ تمنا کرے کہ مجھے دنیا میں خوراک کے مطابق ہی رزق دیا جاتا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص۴۴۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن كعب بن عياض رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: ان لكل امة فتنة وفتنة امتى المال.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذى فى ابواب الزهد، وقال هذا حديث حسن صحيح.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ لكل امة: ل: حرف جار۔ کل امة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر جار کا مجرور ہوا پھر یہ محذوف کے متعلق ہوکر ان کی خبر مقدم۔ فتنة: اسم مؤخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ فتنة امتى: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مبتداء۔ المال: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، پھر معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۲/ ۷۷ (۲) احیاء العلوم (۳) مکاشفۃ القلوب ۲۷۱

غائبانہ دعا جلدی قبول ہوتی ہے

(۹۹) اِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ.

ترجمہ: ”بلاشبہ بہت جلد قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو غائب کی غائب کے لئے ہو۔“

لغات: اِجابة: جواب دینا، کہا جاتا ہے ”اَجَابَ الدُّعَاءَ“ دعا قبول کی، جَابَ (ن) جَوْبًا، قال تعالیٰ: ﴿اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ﴾.

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے لئے جب غائبانہ دعا کرتا ہے تو وہ جلد قبول کر لی جاتی ہے، اس کی وجہ علماء کرام یہ لکھتے ہیں کہ: اس دعا میں اخلاص کامل درجہ کا پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں کسی کے دکھلاوے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جس عمل میں جتنا اخلاص ہوگا اتنا ہی جلدی قبول ہوگا، اس حدیث پاک میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ آدمی اگرچہ سامنے موجود ہو اس کی موجودگی میں ہی اپنے دل میں چپکے چپکے سے اس کے لئے دعا کرے اس صورت میں بھی اخلاص پایا جا رہا ہے تو یہ دعا بھی جلد قبول ہوگی۔ (۱)

بہر حال جو بھی اخلاص اور پورے وثوق اور بھروسے کے ساتھ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور قبول فرمائیں گے، اگر یہ معاملہ انسان انسان سے کرے تو وہ بھی ترس کھا کر کچھ دے ہی دیتا ہے بندہ سے بندہ نواز تو ہزار درجہ مہربان ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ اسے ترس نہ آئے اور وہ کچھ نہ دے:

مانگنے والے کو شکوہ ہے کہ مدعا ملتا نہیں
دینے والے کو گلہ ہے کہ گدا ملتا نہیں

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الدعوات“، ص ۱۹۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ان اسرع الدعا اجابة دعوة غائب لغائب.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب الصلوة (باب الدعاء بظهر الغیب) واخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصلة، (باب ما جاء فی دعاء الاخ لاخیه بظهر الغیب).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ اسرع الدعاء: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ممیّز۔ اجابۃ: تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر ان کا اسم۔ دعوۃ: مضاف۔ غائب: مضاف الیہ۔ لغائب: جار مجرور سے مل کر ظرف لغو متعلق دعوۃ مصدر، مضاف مضاف الیہ سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق

گناہوں کے سبب آدمی رزق سے محروم ہوجاتا ہے

(۱۰۰) اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهٗ.

ترجمہ: ''یقیناً انسان رزق سے محروم کردیا جاتا ہے اپنے اس گناہ کے سبب جس کو وہ کرتا ہے۔''

لغات: اَلرِّزْق: بمعنی روزی، اس کی جمع أَرْزَاق آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کرنے کی وجہ سے انسان کے رزق میں تنگی آجاتی ہے۔

اس حدیث پر بظاہر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فاسق اور اکثر وہ لوگ جو کفر وشرک میں زندگی گذارتے ہیں وہ مسلمانوں سے زیادہ خوش حال ہوتے ہیں؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں رزق سے مراد آخرت کا رزق ہے، کہ جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے وہ آخرت کے رزق سے محروم ہوجائیں گے۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث میں رجل سے مراد وہ مؤمنین ہیں جو نفس کے فریب میں آکر گناہ اور معصیت میں مبتلاء ہوجاتے ہیں پھر اللہ کی رحمت ان پر متوجہ ہوتی ہے اور ان کو فقر وفاقہ میں مبتلا کردیا جاتا ہے اور پھر یہ فقر وفاقہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔[1]

بہر حال مؤمن اگرچہ فقر میں ہوتا ہے مگر قناعت اور صبر کی دولت اللہ نصیب فرمادیتا ہے، اسی کو ایک آیت میں حیوۃ طیبہ سے تعبیر کیا گیا ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾

ترجمہ: ''جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا فرماتے ہیں۔''

بخلاف فاسق وفاجر کے کہ جب اس پر فقر آتا ہے تو اس میں وہ صبر کو چھوڑ کر پریشان ہوجاتا ہے، اسی کو ایک دوسری آیت میں مشکل اور سخت زندگی سے تعبیر کیا گیا:

﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ [2]

ترجمہ: ''جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا اس کو ملتی ہے گزران تنگی کی۔''

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البرّ والصّلة'' ص ۴۱۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ثوبان رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا یرد القدر

(۱) مرقاۃ ۵/۳۳۰ ومظاہر حق ۴/۵۱۹ (۲) مظاہر حق ۴/۵۱۹

الاالدعاء ولا يزيد فى العمر الا البرّ وان الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة فى كتاب الفتن (باب العقوبات).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الرجل: اس کا اسم۔ لیحرم: فعل، ضمیر نائب فاعل۔ الرزق: مفعول ثانی۔ بالذنب: باء: جار۔ ذنب: ذوالحال۔ یصیبہ: فعل فاعل مفعول سے مل کر حال، ذوالحال حال سے مل کر باء کا مجرور ہو کر "لیحرم" کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل مفعول ثانی اور متعلق سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اس وقت تک آدمی نہیں مرتا جب تک اپنا رزق پورا نہ کرلے

(۱۰۱) اِنَّ نَفسًا لَن تَمُوتَ حَتّٰی تَستَکمِلَ رِزقَهَا.

ترجمہ: "بلاشبہ کوئی جان دار اس وقت تک نہیں مرتا جب تک وہ اپنا رزق پورا نہیں کرلیتا۔"

لغات: تَمُوت: مَاتَ یَمُوتُ مَوتًا بمعنی مرنا، قال تعالیٰ: ﴿کُلُّ نَفسٍ ذَائِقَةُ المَوتِ﴾ تَستَکمِلَ: پورا کرنا، کَمُلَ (ن، ك، س) کَمَالاً وَکَمُولاً، پورا ہونا اور کامل ہونا۔

تشریح: ہر جان دار کا رزق اللہ تعالیٰ نے مقرر کردیا ہے جب تک وہ اپنے رزق کو مکمل نہیں کرلیتا اس وقت تک اس کو موت نہیں آتی خواہ وہ اپنے اس رزق کے حصول میں شب وروز ایک کردے یا اللہ کی ذات پر توکل کرے اور جتنا حصول معاش کی سعی کا حکم ہے اس کو پورا کرے دونوں صورتوں میں اتنا ہی ملے گا جتنا اس کی تقدیر میں لکھا جاچکا ہے، جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِی خَلَقَکُم ثُمَّ رَزَقَکُم ثُمَّ یُمِیتُکُم﴾

ترجمہ: "اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو مارتا ہے۔"

صاحب "مظاہر حق" ایک جگہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ نے رزق کا معاملہ اپنے پاس رکھا ہے جو قسمت میں ہوتا ہے وہ انسان کو مل کر رہتا ہے اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِی الاَرضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزقُهَا﴾

ترجمہ: "جتنے جان دار زمین میں چلتے ہیں ان کی روزی اللہ ہی کے ذمہ ہے۔"

اسی کو ایک شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

کم من قوی فی تقلبه ❁ لهذب الرای عنه الرزق منحرف

ترجمہ: کتنے ہی قوی آدمی ہیں جو رائے میں بہت تیز ہیں لیکن روزی ان سے ہٹی ہے۔

کم من ضعیف فی تقلبه ❁ کانه من خلیج البحر یغترف[۲]

ترجمہ: اور کتنے کمزور لوگ ہیں جو اپنے کاروبار میں بھی کمزور ہیں، لیکن روزی ایسے کماتے ہیں گویا کہ سمندر سے پانی بھرتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب التوکل والصبر" ص۴۵۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ایها النّاس لیس من شئ یقربکم الی الجنّة ویباعدکم من النّار الا قد امرتکم به، ولیس شئ یقربکم من النّار

(۱) مظاہر حق ۴/۸۰۳ (۲) روض الرواحین

ویباعدکم من الجنۃ الا قد نهیتکم عنه، وان الروح الامین وفی روایة وانّ روح القدس نفث فی روعی انّ نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقها، الا فاتقوا اللّٰه واجملوا فی الطلب، ولا یحملنکم استبطاء الرزق ان تطلبوه بمعاصی اللّٰه فانه لا یدرك ماعنداللّٰه الا بطاعته.

تخریج حدیث: رواه فی شرح السنة والبیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ نفسا: اس کا اسم۔ لن تموت: فعل ضمیر فاعل۔ حتی: حرف جار۔ تستکمل: فعل ضمیر فاعل۔ رزقها: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر بتاویل مفرد مجرور ہوکر فعل تموت کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

صدقہ اللہ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے

⑩٢ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوْءِ.

ترجمہ: ”بلاشبہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

لغات: لَتُطْفِئُ: اِطْفَأَ النَّار، آگ بجھانا، (س) طُفُوْءَ النَّارِ، آگ کا بجھنا۔

تشریح: مال دار جو صاحب نصاب ہوں ان پر اپنے مال سے چالیسواں حصہ اللہ کی راہ میں محتاجوں اور مسکینوں کو دینا فرض ہے اس کو ”زکوٰۃ“ کہتے ہیں، اس کے علاوہ جو زائد مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اس کو صدقہ اور اردو میں اس کو خیرات کہتے ہیں۔

صدقہ کرنے والا بری موت سے مامون رہتا ہے کہ موت کے وقت شیطان اس کو وسوسوں میں مبتلا نہیں کرتا، یا ایسا آدمی کسی ایسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوتا جس میں وہ صبر کا دامن چھوڑ کر کفر کے الفاظ کہہ دے۔[1]

علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں صدقہ دینے والے کے لئے حسن خاتمہ کی بھی بشارت ہے کہ اخلاص کے ساتھ صدقہ دینے والا حسن خاتمہ کی عظیم دولت سے نوازا جاتا ہے، اس مضمون کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ صدقہ کرنے والا مرنے کے وقت شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے مرض کی شدت میں ناشکری کے الفاظ منہ سے نہیں نکلتے اور یہ صدقہ اس کی ناگہانی موت سے رکاوٹ بنتا ہے بشرطیکہ صدقہ اپنی شرطوں کے ساتھ ہو جب ہی وہ عند اللہ صدقہ ہوگا اس کے لئے چند شرطیں ہیں:

1. صدقہ دینے والا احسان نہ جتلائے۔
2. جس کو دے رہا ہے اس کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھے۔
3. مال پاک اور حلال سے صدقہ دے۔
4. صحیح نیت سے دے۔
5. صدقہ اس کو دے جو اس کا مستحق ہو۔

ان شرائط کے ساتھ جو صدقہ دے گا انشاء اللہ تعالیٰ یہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو بھی دور کرے گا اور بری موت سے بھی حفاظت کروائے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب فضل الصدقة“ ص ١٦٨ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع میتة السوء.

(١) التعلیق الصبیح ٣٥٢/٢

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزکوة (باب ما جاء فی فضل الصدقة) وقال حدیث حسن غریب.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الصدقة: اس کا اسم۔ لام: تاکید۔ لتطفئ: فعل فاعل۔ غضب الرب: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واو: حرف عطف۔ تدفع: فعل فاعل۔ میتة السوء: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول اور پھر فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

آدمی کی فضیلت دوسرے پر تقویٰ کے ساتھ ہے

۱۰۳ اِنَّكَ لَسْتَ بِخَيْرٍ مِنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰى.

ترجمہ: ”تم نہ سرخ رنگ والے سے بہتر ہو اور نہ سیاہ رنگ والے سے، مگر یہ کہ تم ان سے تقویٰ میں بڑھ جاؤ۔“

لغات: اَحْمَر: جس کا رنگ سرخ ہو، جمع اَحَامِر آتی ہے، مونث حمراء آتی ہے۔ أَسْوَدَ: (س) کالا ہونا، مونث سَوْدَاء آتی ہے۔ تَفْضُلَهٗ: فَضِلَ (س. ن) فَضْلاً، باقی رہنا، بہتر ہونا، قال تعالیٰ: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ بِتَقْوٰى: اللہ کا خوف اور اس کے فرمان کے مطابق عمل، پرہیزگاری، قال تعالیٰ: ﴿فَاَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى﴾

تشریح: اس حدیث میں ایک قانون بیان کیا گیا ہے کہ انسانی فضیلت ظاہری شکل وصورت سے نہیں ہوتی بلکہ انسانی فضیلت کا دارومدار دینی اخلاق وکردار وتقویٰ پر ہے۔

اس حدیث پر بعض علماء نے یہ سوال کیا کہ انسان تو اور بھی بہت سے رنگ کے ہوتے ہیں مگر اس حدیث میں صرف دو رنگ کو کیوں بیان کیا گیا؟ اس سوال کے متعدد جواب شراح حدیث نے دیئے ہیں مثلاً یہ کہ اکثر لوگ انہی دو رنگوں کے ہوتے ہیں تو اکثر کو کل کی جگہ پر رکھ دیا۔

دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ احمر سے مراد آزاد اور اسود سے مراد غلام ہیں مطلب یہ ہے کہ آقا کو غلام پر کسی قسم کی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ: احمر سے مراد اہل عجم ہیں اور اسود سے مراد اہل عرب ہیں عرب کو عجم پر صرف تقویٰ سے فضیلت حاصل ہوگی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: حقیقی فضیلت تقویٰ اور عمل صالح سے ہے، مال ودولت، شکل وصورت، نسل ورنگ اور زبان ووطن سے نہیں ہے جیسے کہ قرآن مجید میں بھی آتا ہے: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ﴾.

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الرقاق“ ص۴۴۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن أبی ذر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: قال لہ انك لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوی.

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسنده ۱۵۸/۵.

ترکیب حدیث: انك: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ك: اس کا اسم۔ لستُ: فعل ناقصہ، ضمیر بارز اس کا اسم۔ بخیر: باء: حرف جار۔ خیر: صیغہ اسم تفضیل۔ من: حرف جار۔ احمر ولا اسود: ایک دوسرے پر عطف ہوکر جار کا مجرور ہوا جار مجرور سے مل کر خیر کا متعلق ہو پھر خیر مجرور ہوا باحرف جر کا، جار مجرور سے ملکر محذوف کے متعلق ہوکر لست کی خبر، لست اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہوکر مستثنیٰ منہ۔

الا: حرف استثناء۔ تفضلہ: فعل فاعل۔ ”ہ“: مفعول۔ بتقوی: جار مجرور یہ متعلق تفضلہ، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے مل کر خبر ان کی اور پھر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں بلکہ اعمال کو دیکھتا ہے

(۱۰۴) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلَى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ.

ترجمہ: ”بلاشبہ اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالو ں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔“

لغات: صُوَر: جمع صُوْرَةٌ بمعنی شکلیں۔ قُلُوْبِكُمْ: الٹ پلٹ کرنا، یہاں مراد دل ہے، اس کی مفرد ”قَلْب“ آتی ہے، قال تعالٰی: ﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ﴾.

تشریح: اس حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اللہ انسان کی ظاہری چیزوں کو نہیں دیکھتا بلکہ باطنی طور طریقوں کو دیکھتا ہے اس میں اخلاص اور للّٰہیت کتنی ہے، اسی وجہ سے ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمام اچھے اعمال کی روح وجان یہی اخلاص ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے یہاں مقبولیت کا معیار کسی کی شکل وصورت اور اس کی دولت مندی پر نہیں ہے بلکہ اس کی نیت کے صحیح رخ اور اس کی نیک کرداری کی بنیاد پر ہے۔

حدیث بالا ”جمع الفوائد“ میں ان الفاظ کے ساتھ ہے ”اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلَى أَجْسَادِكُمْ وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ“[۱] اللہ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو اور تمہارے ظاہری اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

یہ الفاظ مطلب بیان کرنے میں زیادہ واضح ہیں کہ مقبولیت کا اصل دار ومدار نیت کی درستی پر مبنی ہے، اگر ظاہری اعمال تو بہت اچھے ہوں مگر اخلاص کی دولت سے خالی تو وہ اللہ کے دربار میں ہرگز قبول نہیں ہوتے،[۲] اسی وجہ سے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ اے نفس! اخلاص پیدا کر اسی سے خلاصی ممکن ہوگی۔[۳]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الرياء والسمعة“ ص ۴۵۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان الله لاينظر الى صوركم واموالكم ولكن ينظر الى قلوبكم واعمالكم.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی البرّ والصّلة (باب تحريم ظلم المسلم وخذله) واخرجه ابن ماجة فی ابواب الزهد (باب القناعة).

---

(۱) جمع الفوائد ۲/۱۶۰ (۲) معارف الحدیث ۲/۳۲۳ (۳) تبلیغ دین ص ۲۵۰

ترکیبِ حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ لفظ اللّٰہ: اس کا اسم۔ لا ینظر: فعل فاعل۔ الی: حرف جار صورکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ و اموالکم: معطوف، پھر یہ معصوف معطوف علیہ مجرور ہوا اور پھر جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، اور فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔ واؤ: عاطفہ۔ لکن: حرف استدراک۔ ینظر: فعل فاعل۔ الی: حرف جار۔ قلوبکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ و اعمالکم: معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، پھر یہ متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

مسلمان کے ساتھ بشاشت کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے

⑩⑤ اِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ تَلْقٰی اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِقٍ.

ترجمہ: ''یقیناً یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے چہرے کی بشاشت کے ساتھ ملو۔''

لغات: طَلِق: طِلْقٌ و طُلُقٌ بتثلیث الطاء، بمعنی کشادہ، خوش وخرم، طَلُقَ (ك) ہنس مکھ ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں شریعت نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب بھی کسی سے ملاقات کی جائے تو چہرے پر خوشی وبشاشت کے آثار ہوں اس طرح ملاقات کرنے کو معروف اور نیکی فرمایا، اصل میں معروف کہتے ہیں ہر اس کام کو جس کو عقل یا شریعت اچھا سمجھتی ہو [1] علماء فرماتے ہیں اس طرح ملنے کو نیکی اس وجہ سے قرار دیا گیا کہ اس سے دوسرے شخص کو فرحت وخوشی محسوس ہوتی ہے اور مسلمان کے دل کو خوش کرنا یہ نیکی ہے۔ [2]

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر تمہارا کوئی دشمن بھی تم سے ملاقات کرنے آئے اس وقت بھی یہی حکم ہوگا کہ اس سے بھی خوشی کے ساتھ ملاقات کی جائے اس پر استدلال ایک دوسری حدیث سے بھی کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے تھے اور ایک آدمی کی برائی بیان فرمارہے تھے اس کے کچھ دیر بعد وہ خود مجلس میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت ہی بشاشت کے ساتھ ملے۔ [3]

بہرحال یہ اسلام کی خصوصیت اور ہمہ گیری ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ ملنے کو بھی نیکی قرار دے دیا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب فضل الصدقة'' ص ۱۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: کل معروف صدقة وان من المعروف ان تلقی اخاك بوجه طلق وان تفرغ من دلوك فی اناء اخیك.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصّلة، واخرجه مسلم فی کتاب البرّ والصّلة.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من المعروف: جار مجرور ثابت محذوف کے متعلق ہوکر ان کی خبر مقدم۔ تلقی: فعل ضمیر فاعل۔ اخاك: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ بوجه طلق: باء: حرف جار۔ وجه طلق: موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوا اور پھر فعل کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مفرد ان کا اسم، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۲/۲۵۲ (۲) التعلیق الصبیح ۲/۳۴۹ (۳) مشکوۃ

اللہ کے ہاں مقرب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے

⑩⑥ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰہِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ.

ترجمہ: ''بلاشبہ لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک وہ شخص زیادہ مقرب ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

لغات: أَوْلٰی: زیادہ حقدار، زیادہ قریب، قال تعالیٰ: ﴿اَلنَّبِیُّ أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾.

تشریح: اس حدیث کے مخاطبین وہ لوگ ہیں جو سلام کرنے کے حکم اور حقوق میں برابر ہوں مثلاً دو شخص راستے میں پیدل ملیں تو اب ان میں سے جو پہل کرے گا وہ اس فضیلت میں داخل ہوگا بخلاف اس صورت کے کہ کوئی شخص کسی کے پاس جاتا ہے اور وہ پہلے سلام کرتا ہے تو وہ اس فضیلت میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ اس کے ذمہ ہی تھا کہ وہ پہلے سلام کرے۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ سلام کی ابتداء کرنے والے کی جو فضیلت اس حدیث میں فرمائی گئی بظاہر اس کی دو وجہ ہیں:

اول: یہ کہ وہ نیک کام میں سبقت کرتا ہے۔

دوم: یہ کہ وہ اپنے بھائی کی خیر خواہی چاہتا ہے اور سلام کے ذریعہ دعا دیتا ہے کہ تجھ پر سلامتی ہو یا سلام کا ترجمہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا سایہ تجھ پر رہے اس میں بھی دعا ہے اور اگر سلام کا ترجمہ یہ کریں جو بعض علماء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے حالات سے واقف ہے لہٰذا تو اس سے غفلت نہ کر اعمال اور آخرت کی فکر میں لگا رہ اس صورت میں بھی وہ اپنے بھائی کی خیر خواہی چاہ رہا ہے۔(۱)

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تین چیزوں سے باہمی تعلقات میں استحکام پیدا ہوتا ہے:

ایک: یہ کہ ملاقات کے وقت میں سلام میں ابتداء کرے۔

دوسرے: یہ کہ مسلمان بھائی کو ایسے نام لے کر پکارے جس کو وہ پسند کرتا ہو۔

تیسرے: یہ کہ جب مسلمان ملاقات کے لئے آئے تو اس کو عزت واحترام سے مجلس میں جگہ دے۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب السلام'' ص ۳۹۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن أبی أمامة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ان اولی الناس باللہ من بدأ بالسلام.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الادب (باب فی فضل من بدأ بالسلام).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ اولی الناس: مضاف مضاف الیہ۔ باللہ: جار مجرور متعلق ہوا اولیٰ کے، اور پھر یہ ان کا اسم۔ من: موصولہ۔ بدا: فعل ضمیر فاعل۔ بالسلام: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا، پھر یہ ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۳۵۳ (۲) مرقاۃ ۹/۵۵

سود کی مذمت

⑩⑦ اِنَّ الرِّبٰوا وَاِنْ کَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَہٗ تَصِیْرُ اِلٰی قِلّ.

ترجمہ: ”بے شک سود سے حاصل شدہ مال خواہ کتنا ہی ہو مگر آخر کار اس میں کمی آجاتی ہے۔“

لغات: اَلرِّبٰوا: زیادتی، سود، رَبَا یَرْبُوْا، رِبَاءً ورُبُوًّا، مال زیادہ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿لَا تَأْکُلُوْا الرِّبٰوا﴾. قَلَّ: (ض) قَلَّ قُلًّا قِلَّۃً، کم ہونا۔ عَاقِبَتَہٗ: ہر چیز کا آخر، جمع عَوَاقِب، عَقَبَ (ن۔ض) ایڑی مارنا، پیچھے آنا۔

تشریح: سودی مال میں خیر و برکت نہیں ہوتی اور جلد ہی وہ ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی آتا ہے ﴿یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ﴾ ”اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔“

بہر حال سود ایک اجتماعی برائی کو جنم دیتا ہے، سود کے نتیجہ میں معاشرہ دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے، امیر تو امیر تر ہوتا جاتا ہے اور غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے اور مال چند ہاتھوں میں جمع ہو کر پورا معاشرہ افلاس و محتاجی کا نمونہ پیش کرنے لگتا ہے، سود خور اپنے مال سے بھی فائدہ حاصل نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ اس کی بڑھانے کی فکر میں وہ اس کو خرچ بھی نہیں کرتا۔

سود کا حرام ہونا قرآن کی متعدد آیات اور ذخیرہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ:
سود تمام شریعتوں میں حرام رہا ہے، یہود کو بھی منع کیا گیا تھا کہ:

﴿واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ﴾

ترجمہ: ”یہود سود لیتے تھے حالانکہ توریت میں ان کو منع کیا گیا تھا۔“(۱)

موجودہ توریت میں اب بھی یہ عبارت موجود ہے:

❶ اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو قرض دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا اور نہ اس سے سود لینا۔(۲)

❷ موجودہ انجیل میں بھی سود کی مذمت موجود ہے اور بغیر سود کے قرض دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الرّبوا“ ص ۲۴۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ان الربوا وان کثر فان عاقبتہ تصیر الی قل.

تخریج حدیث: اخرجہ الامام احمد فی مسندہ، واخرجہ ابن ماجۃ فی ابواب التجارۃ ومتعلقاتھا مع اختلاف.

---

(۱) تفسیر قرطبی ۳/۳۶۶ (۲) توریت سفر خروج باب ۲۲ درس ۲۵ (۳) انجیل لوقا باب ششم درس ۳۵

نوٹ: اتحاف شرح احیاء میں اس کی بہت نفیس بحث موجود ہے ۹/۶۳-۶۶۔

ترکیبِ حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الربوا: اس کا اسم، خبر اس کی محذوف ہے، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ وان کثر: فعل فاعل یہ جملہ شرط، اس کی جزا بھی محذوف ہے یعنی "فھو قلیل" شرط جزا سے مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

فان: حرف مشبہ بالفعل۔ عاقبته: مضاف الیہ سے مل کر ان کا اسم۔ تصیر: فعل فاعل۔ الی قل: یہ متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

غصہ ایمان کو خراب کر دیتا ہے اور غصہ کا علاج

۱۰۸ اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ.

ترجمہ: ''بلاشبہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کرتا ہے جیسے کہ ایلوا شہد کو خراب کرتا ہے۔''

لغات: اَلصَّبِر: بمعنی ایلوا جمع صُبُوْر آتی ہے۔ اَلْعَسَل: بمعنی شہد جمع أَعْسَال عُسْلٌ، عُسُوْلٌ، عَسْلَان آتی ہے، عَسَلَ (ن، ض) عَسْلاً قال تعالیٰ: ﴿وَاَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى﴾.

تشریح: ''غضب'': اردو میں اس کا ترجمہ غصہ ہے، غصہ اس طبعی کیفیت کا نام ہے جو طبیعت ومزاج کے خلاف پیش آنے والی باتوں پر نفس کو برانگیختہ کرتی ہے اور انتقام لینے پر اکساتی ہے، اسی وجہ سے غصہ میں انسان کا چہرہ سرخ اور رگیں پھول جاتی ہیں۔

غصہ ایمان کو خراب کرتا ہے: غصہ میں شیطان آدمی پر اچھی طرح مسلط ہوجاتا ہے اور پھر اس کے منہ سے ایسے کلمات نکلواتا ہے جو بسا اوقات اس کو کفر تک پہنچا دیتے ہیں یا کم از کم اس سے کمال ایمان یا نور ایمان کو ضائع کروادیتے ہیں، (۱) تو فرمایا گیا کہ جس طرح شہد کتنا اچھا اور شیریں ہوتا ہے مگر ایلوا اس کو خراب کر دیتا ہے، اسی طرح ایمان میں بھی شیرینی اور مٹھاس ہے مگر غصہ اس کو خراب کر دیتا ہے۔

غصہ کا علاج: شریعت میں غصہ کے دو قسم کے علاج آتے ہیں:

1. ایک باطنی۔
2. دوسرے ظاہری۔

اول: باطنی یہ ہے کہ یہ تصور کرے کہ قسمت میں اسی طرح لکھا ہوا تھا، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی احمق وبے وقوف چاقو اور چھری پر غصہ کرے کہ تو نے مجھ کو کیوں کاٹا۔

دوم: اس بات کا تصور کرے کہ اللہ قادر مطلق ہے اس کا غصہ کتنا شدید ہوگا مگر وہ بندوں کی نافرمانیوں کو کتنا معاف کرتا ہے اور درگزر کرتا ہے، تو میں اس معمولی سی بات پر غصہ کرتا ہوں۔

ظاہری علاج یہ ہے اول وضوء کرے دوم ''اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم'' پڑھے، سوم کھڑا ہے تو بیٹھ جائے بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔ (۲).

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الغضب والکبر'' ص ۴۴۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جدّه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الغضب ليفسد الايمان كمايفسد الصبر العسل.

(۱) مرقاۃ ۹/۳۱۶ ومظاہر حق (۲) احمد وترمذی (۳) مشکوۃ (۴) مشکوۃ (۵) احمد وترمذی

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیھقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الغضب: ان کا اسم۔ لیفسد: فعل فاعل۔ الایمان: مفعول۔ کما: کاف حرف جار۔ ما: مصدریہ۔ یفسد: فعل۔ الصبر: فاعل۔ العسل: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر بتاویل مصدر ہوکر مجرور ہوا پھر یہ متعلق ہوا لیفسد فعل کے، فعل اپنے فاعل ومفعول اور متعلق سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نیکی جنت کا، اور جھوٹ دوزخ کا راستہ دکھاتا ہے

(۱۰۹) اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَى النَّارِ.

ترجمہ: ”بے شک سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بے شک جھوٹ بولنا فسق ہے اور فسق دوزخ کی طرف لے جاتا ہے۔“

لغات: فُجُوْر: بمعنی جھوٹ بولنا، فَجَرَ (ن) فَجْرًا جھوٹ بولنا۔

تشریح: اس حدیث میں دو اہم صفتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، پہلی صفت سچ بولنا دوسری صفت جھوٹ بولنا، سچ کے اچھے ہونے پر سب ہی متفق ہیں، سچ بولنے پر اس حدیث میں یہ انعام بتایا گیا ہے کہ سچ جنت کا راستہ ہموار کرتا ہے بخلاف جھوٹ کے کہ وہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے۔

حدیث میں الفاظ یہ ہیں ”الصدق بر“ کہ سچائی نیکی ہی ہے، یعنی تمام نیکیوں کی اصل اور بنیاد ہے کہ اس کی برکت سے برائیاں خود بخود اس سے چھوٹتی جاتی ہیں، جیسے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے کہ جس کی وجہ سے میں گناہوں کو چھوڑ دوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ (برائیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی)۔

اسی طرح جھوٹ کے برے ہونے پر سب ہی متفق ہیں، جھوٹ پر وعید اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ جھوٹ جہنم کا راستہ ہموار کرتا ہے، حدیث میں الفاظ یہ ہیں ”الکذب فجور“ جھوٹ بولنا یہ دوسری برائیوں کے لئے اصل ہے اور بنیاد ہے اور اس سے آدمی برائیوں میں خود بخود پھنستا چلا جاتا ہے، یہ حدیث بھی پورے دین کا خلاصہ ہے اور جوامع الکلم میں سے ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب حفظ اللسان والغیبة والشتم“ ص ۴۱۱-۴۱۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: علیکم بالصّدق، فانّ الصّدق یهدی الی البرّ، وانّ البرّیهدی الی الجنّة، وما یزال الرجل یصدق ویتحری الصّدق حتّی یکتب عند الله صدیقا، وایّاکم والکذب فانّ الکذب یهدی الی الفجور، والفجور یهدی الی النّار، ومایزال الرّجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عندالله کذّابا، (متفق علیه وفی روایة لمسلم قال: انّ الصّدق برّ وانّ البرّ یهدی الی الجنّة وانّ الکذب فجور وانّ الفجور یهدی الی النار).

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب البرّ والصّلة (باب قبح الکذب وحسن الصدق) وأخرجه

أبو داود فی کتاب الادب (باب التّشدید فی الکذب).

ترکیبِ حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الصدق: اس کا اسم۔ بر: خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ البر: اس کا اسم۔ یھدی: فعل فاعل۔ الی الجنۃ: اس کے متعلق اور پھر یہ ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الکذب: اس کا اسم۔ فجور: خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ یھدی: فعل فاعل۔ الی النار: فعل کے متعلق ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اللہ کی طرف سے جن کاموں کو حرام کیا گیا ہے

⑪⓪ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ.

تَرجَمۃ: ”بلاشبہ اللہ نے تم پر حرام کردیا ہے ماؤں کی نافرمانی کرنا اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور بخل کرنا اور قیل وقال کرنا اور سوال کی کثرت اور مال کو ضائع کرنا۔“

لُغات: عُقُوق: عَقَّ (ن) عُقُوْقًا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ اَلْاُمَّهَات: جمع ألامّ ہے، بمعنی مائیں، قال تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ﴾. وَأْد: وَأَدَ (ض) وَأْدًا، زندہ درگور کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَاِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ﴾. مَنْع: (س) مَنْعًا، محروم کرنا، روکنا۔ وَهَات: اسم فعل بمعنی اعط بمعنی لاؤ، قال تعالیٰ: ﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ﴾. اِضَاعَة: ضائع کرنا، ضَاعَ (ض) ضَيْعًا بمعنی تلف ہونا۔

تَشرِیح: اس حدیث میں انسان کو چھ کاموں سے روکا گیا ہے:

❶ ماں کی نافرمانی کرنے سے:

یہاں پر صرف ماں کا ذکر کیا باپ کو چھوڑ دیا، اس وجہ سے کہ ماں کا حق زیادہ ہے یا ماں کمزور ہوتی ہے معمولی سی پریشانی بھی برداشت نہیں کرسکتی بخلاف باپ کے کہ وہ بہت کچھ برداشت کرجاتا ہے اس لئے ماں کا زیادہ خیال کیا جائے یا یہ کہ ماں کے ذکر میں باپ بھی داخل ہے۔ (۱)

❷ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے:

یہ اسلام سے پہلے کی رسم تھی، شریعت نے اس کو حرام کردیا ہے اور کہا کہ لڑکی موجب عار نہیں بلکہ موجب برکت ہے۔

❸ مال کو صحیح خرچ نہ کرنے سے:

علماء کرام فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث عام ہے صرف مال میں بخل مراد نہیں بلکہ ہر چیز میں ہوسکتا ہے خواہ افعال ہوں یا اقوال یا کردار اس سے لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنا یہ سب اس میں داخل ہے۔ (۲)

❹ قیل وقال کرنے سے:

یہ عربی کا محاورہ ہے معنی یہ ہوتا ہے کہ اپنے کو بے فائدہ بحث میں لگانا کہ چند آدمی ایک جگہ بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں اور غلط سلط واقعات اور لغو وفضول باتوں میں مشغول ہوں۔

❺ کثرت سے سوال کرنے سے یہ بھی عام ہے:

(۱) مرقاۃ ۹/۱۹۱ (۲) مظاہر حق ۴/۵۱۱

① اپنے علم کا اظہار کرنے کے لئے سوال کرنا۔
② کسی کے احوال کے بارے میں بہت زیادہ تجسس کرے۔
③ یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوال مت کرو جیسا کہ قرآن مجید میں منع فرمایا گیا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ ''اے ایمان والو! مت پوچھو بہت سی ان چیزوں کے بارے میں اگر وہ تم پر کھول دی جائیں تو تم کو بری لگیں۔''

❻ مال کو ضائع کرنے سے:

یہ بھی عام ہے ① فضول خرچی کرے۔ ② مال کو آگ یا پانی یا اسی طرح کسی اور طریقے سے ضائع کردے۔ ③ معلوم ہو کہ جس کو مال دے رہا ہوں یہ غلط جگہ پر خرچ کرے گا تب بھی اس کو دے۔ (۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اخلاق کے بارے میں بہت اہمیت رکھتی ہے اور یہ بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البرّ والصلة'' ص ۴۱۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن المغيرة رضى الله تعالٰى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انّ الله حرّم عليكم عقوق الامّهات ووأد البنات ومنع وهات وكره لكم قيل وقال وكثرة السؤال واضاعة المال.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الادب (باب عقوق الوالدين من الكبائر) واخرجه مسلم فى كتاب الاقضية (باب النهى عن كثرة المسائل).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ لفظ الله: اس کا اسم۔ حرم: فعل ضمیر فاعل۔ عليكم: جار مجرور متعلق فعل کے۔ عقوق الامهات: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ وأد البنات: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ منع: معطوف علیہ معطوف۔ وهات: معطوف تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر حرم کے لیے مفعول، حرم فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ کره: فعل فاعل۔ لکم: متعلق۔ قیل: لفظ مراد ہے تو یہ محذوف قول کا مضاف الیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف وکثرۃ المال معطوفات علیہ معطوف واضاعة المال: معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر کرہ کے لئے مفعول، کرہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف ہوا حرم فعل کا، معطوف علیہ معطوف سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۱۱۲ (۲) مرقاۃ ۹/۱۹۳

اللہ کے لئے دوستی یا دشمنی کرنا

(۱۱۱) اِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ.

تَرجَمَہ: ''بلاشبہ تمام اعمال میں سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کی رضامندی کی خاطر کسی سے دوستی کرے اور اللہ کی رضامندی کی خاطر کسی سے دشمنی کرے۔''

لُغَات: اَلاَعْمَال: عَمَلٌ کی جمع ہے بمعنی کام، قال تعالٰی: ﴿لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَکُمْ أَعْمَالُکُمْ﴾.

تَشرِیح: اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرے اس کو اس حدیث میں بہترین عمل فرمایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص نے کسی دین دار سے محبت کی تو اب عبادات وطاعات کو اپنانا آسان ہوجاتا ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ ''آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے'' جو وہ کرتا ہے وہی وہ بھی کرتا ہے، یہاں بظاہر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے بہتر عمل بھی موجود ہیں مثلاً نماز، جہاد، روزہ وغیرہ پھر اس کو کیوں نہیں بیان کیا گیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ کے لئے محبت وبغض کو سب سے بہتر فرمایا گیا ہے وہ قلبی اعمال کے اعتبار سے ہے باقی جسمانی اعمال میں دوسرے اعمال اس سے بہتر موجود ہیں۔ (۱)

یا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جن امور کو شریعت نے کرنے یا اجتناب کا حکم دیا ہے اس کے بعد سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ کسی سے اللہ کے لئے محبت کرے یا بغض رکھے، اس کی تائید طبرانی کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے کہ:

''أَحَبُّ الاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ بَعْدَ الْفَرَائِضِ اِدْخَالُ السُّرُوْرِ قَلْبَ مُؤْمِنٍ. (۲)

تَرجَمَہ: سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک فرائض کے بعد یہ ہے کہ کسی مؤمن کے دل کو خوش کردے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اللہ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا یہ اہم ترین عبادات میں سے ہے کہ اس کی برکت سے آدمی بہت سے گناہوں سے بچ کر اچھائیوں کے راستہ پر پڑجاتا ہے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الحبّ فی اللّٰہ ومن اللّٰہ'' ص ۴۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ذر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: خرج علینا رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال: اتدرون ای الاعمال احب الی اللّٰہ تعالٰی قال قائل: الصلوۃ والزکاۃ وقال قائل: الجھاد، قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ان احب الاعمال الی اللّٰہ تعالٰی الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ.

تخریج حدیث: اخرجہ ابوداؤد فی کتاب السنۃ (باب مجانبۃ اکل الاھواء) واخرجہ الامام احمد فی مسندہ.

(۱) مظاہر حق ۴/۵۷۳، مرقاہ ۹/۲۵۹ (۲) رواہ طبرانی (۳) احیاء العلوم میں اچھی بحث ہے وہاں دیکھی جاسکتی ہے، ۲/۲۲۶۔

ترکیبِ حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ احب الاعمال: مضاف مضاف الیہ۔ الی اللّٰہ: الی: حرف جار۔ لفظ اللّٰہ: ذوالحال۔ تعالٰی: فعل فاعل سے مل کر حال، حال ذوالحال سے مل کر مجرور ہوا اور پھر یہ احب کے متعلق ہوکر ان کا اسم الحب: ذوالحال۔ فی اللّٰہ: کائنا کے متعلق ہوکر حال، حال ذوالحال سے مل کر معطوف علیہ۔ والبغض: ذوالحال۔ فی اللّٰہ: کائنا کے متعلق ہوکر حال ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ذکر اور علم کے علاوہ دنیا ملعون ہے

﴿۱۱۲﴾ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ.

تَرجَمہ: ”یاد رکھو! دنیا ملعون ہے اور جو چیز دنیا کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے البتہ اللہ کا ذکر اور جو اس کے قریب ہوں اور عالم و متعلّم۔“

لُغات: مَلْعُوْنَۃ: اسم مفعول، لَعَنَ (ف) لَعْناً لعنت کرنا، رسوا کرنا، گالی دینا، خیر سے دور کرنا، قال تعالیٰ: ﴿مَلْعُوْنِیْنَ أَیْنَمَا ثُقِفُوْا﴾. وَالَاہُ: وَالٰی، وِلَاءً وَمُوَالَاۃً، بمعنی آپس میں دوستی کرنا، مدد کرنا۔

تَشریح: ”لعنت“ کہتے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے دور کرنا مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ دنیا اور جو چیز بھی انسان کو اللہ کے قریب ہونے سے روکے ان سب پر اللہ کی لعنت ہے۔

دنیا ملعون ہے: بہت سی روایات میں دنیا کی مذمت بیان کی گئی ہے، مثلاً ایک روایت میں وارد ہے کہ اگر دنیا کی قیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی پینے کا بھی نہ دیا جاتا۔ (۱)

ایک اور روایت میں ارشاد ہے کہ اللہ نے کوئی مخلوق دنیا سے زیادہ بری پیدا نہیں فرمائی (اسی وجہ سے) جب دنیا کو پیدا کیا اس کی طرف رحمت کی نظر نہیں کی۔ (۲)

الا ذکر اللّٰہ: اس دنیا کی چیزوں سے چند چیزیں مستثنیٰ ہیں:

❶ اللہ کا ذکر اس سے مراد یا تو حقیقی معنی مراد ہیں کہ اللہ کا ذکر کرنا۔

❷ یا مجازی معنی اس صورت میں تمام اطاعت خداوندی اس میں داخل ہوگی۔ (۳)

والاہ: اس کے بھی دو معنی ہیں:

❶ ہر وہ چیز جو اللہ کے ذکر کو قریب کرنے والی ہو۔

❷ اللہ کے قریب کرنے والی ہو تو پھر اس میں تمام اطاعت وعبادات داخل ہو جائیں گی۔

عالم و متعلّم: عالم اور طالب علم بھی مستثنیٰ ہیں۔

سُوال: والاہ میں تو یہ داخل ہیں؟

جَواب: ان کی خصوصیت اور اہتمام کی وجہ سے پھر دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔

عالم اور طالب علم کی فضیلت: عالم کے فضائل سب ہی روایات میں بیان کئے گئے ہیں، مثلاً ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کرام سے فرمائے گا کہ اے گروہ علماء! میں نے اپنا علم وحلم اس وجہ سے تم کو دیا تھا کہ میں چاہتا تھا

(۱) الترغیب والترھیب ۱/۱۰۱ (۲) الترغیب والترھیب (۳) مرقاۃ ۹/۳۶۳

کہ تمہاری مغفرت کروں۔

اسی طرح طالب علم کے فضائل بھی متعدد احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس کو اس حال میں موت آئے کہ وہ طالب علمی میں تھا اور اس علم کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرنے کی نیت تھی تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے درمیان اور نبیوں کے درمیان صرف ایک ہی درجہ کا فرق ہوگا وہ نبوت کا درجہ ہوگا اور فرمایا کہ: اس حال میں موت آجائے تو شہید ہوگا، اس حدیث کو بھی ''جوامع الکلم'' میں شمار کیا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص ۴۴۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه ان رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: الا ان الدنيا ملعونة ملعون ما فيها الا ذكر اللّٰه وما والاه وعالم أومتعلم.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجآء فی هوان الدنيا علی اللّٰه واخرجه ابن ماجة فی كتاب الزها (باب مثل الدنيا).

ترکیب حدیث: الا: حرف تنبیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الدنیا: اس کا اسم۔ ملعونۃ: خبر اول۔ ملعون: صیغہ اسم مفعول۔ ما: موصولہ۔ فیھا: جار مجرور فعل محذوف کے متعلق ہوکر ما کے لئے صلہ پھر موصول صلہ سے مل کر ملعون کے لئے نائب فاعل ہوکر مستثنٰی منہ۔ الا: استثناء۔ ذکر اللّٰه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ما: موصولہ۔ والاہ: یہ صلہ، موصول صلہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ عالم او متعلم: معطوف علیہ معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے پر عطف ہوکر مستثنٰی، مستثنٰی منہ مستثنٰی سے مل کر ان کی خبر ثانی، ان اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

بعض اعمال کا ثواب آدمی کے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے

﴿۱۱۳﴾ اِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَنَشَرَهٗ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ أَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهٗ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ أَوْنَهْرًا أَجْرَاهُ أَوْصَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهٖ فِيْ صِحَّتِهٖ وَحَيٰوتِهٖ تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ.

تَرجَمہ: ''بلاشبہ ایک مؤمن کو اس کی موت کے بعد اس کے عمل اور نیکیوں سے جو چیز ملے گی (ایک تو) ایسا علم جس کو اس نے لوگوں کو سکھایا اور پھیلایا (دوسرے) نیک اولاد جس کو اپنے بعد چھوڑا (تیسرے) قرآن جو وارثوں کے لئے چھوڑا ہو (چوتھے) مسجد جو اس نے بنائی ہو (پانچویں) مسافر خانہ جس کو اس نے مسافروں کے لئے تعمیر کروایا ہو (چھٹے) نہر جسے اس نے کھدوایا ہو (ساتویں) وہ صدقہ جو اس نے اپنی تندرستی اور زندگی میں اپنے مال سے نکالا ہو ان سب کا ثواب اس کو مرنے کے بعد بھی پہنچے گا۔''

لُغات: يَلْحَقُ: لَحِقَ (س) لَحْقًا وَلَحَاقًا، ملنا، لاحق ہونا۔ حَسَنَاتِهٖ: واحد حَسَنَةٌ ضد سَيِّئَةٌ. نَشَرَهٗ: نَشَرَ (ض. ن) نَشْرًا، کھولنا، پھیلانا۔ مُصْحَفًا: بمعنی قرآن مجید، جمع مَصَاحِفُ ہے۔ وَرَّثَهٗ: تَوْرِيْثًا، وارث بنانا، وَرِثَ (ح) وَرْثًا، وارث ہونا۔ بَنَاهُ: بَنَاءً وَبُنْيَانًا، تعمیر کرنا، مکان بنانا، قال تعالٰی: ﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا﴾ نَهْرًا: بمعنی ندی، نہر جمع ''أَنْهَارٌ، أَنْهُرٌ، نُهُرٌ، نُهُوْرٌ'' آتی ہے، قال تعالٰی: ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ﴾.

تَشرِیح: پہلی چیز جس کا فائدہ انسان کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے وہ علم ہے جس کو اس نے لوگوں میں پھیلایا ہو اسی علم کا نام دوسری حدیث میں علم نافع رکھا گیا ہے کہ جس کے ذریعہ سے دوسرے کو بھی فائدہ پہنچے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں علم نافع سے دل منور ہوجاتا ہے اور دل سے وہ پردہ اٹھ جاتا ہے جو مانع ہوتا ہے حقائق اشیاء کی معرفت وفہم کے لئے۔[۱]

علم چوں بر دل زنی یارے شود
علم چوں برتن زنی مارے شود

دوسری چیز ولد صالح ہے، ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صالح سے مراد یہاں پر مؤمن ہے۔[۲]

ولد کے ساتھ ''صالح'' کی قید اس لئے لگائی کہ لڑکے کو برانگیختہ کرنا ہے کہ اس کو بھی چاہئے کہ نیک بنے اور دعا کرے، اگرچہ غیر صالح بھی دعا کرے تب بھی فائدہ ہوگا[۳] یا صالح کی قید میں اس کی طرف اشارہ ہو کہ والدین کے ذمہ ہے کہ اولاد کو نیک بنائیں۔

---

(۱) اشعۃ اللمعات (۲) مرقاۃ ۹/۲۶۹ (۳) التعلیق الصبیح ۹/۱۴۳

اسی طرح قرآن، نہر، مساجد کا بھی ثواب مرنے کے بعد انسان کو ملتا ہے کیونکہ "من دل علی خیر فھو کفاعله" جو خیر کی طرف رہنمائی کرے تو کرنے والے کی طرح اس کو بھی ثواب ملتا ہے۔ بقول ذوق کے:

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

سُؤال: اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد انسان کو ملتا رہتا ہے تو اس حدیث بالا میں صرف سات چیزوں کو کیوں بیان کیا؟

جَواب: حصر مقصود نہیں کچھ اس حدیث میں اور کچھ دوسری حدیث میں بیان فرما دیا۔

دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے اس حدیث میں وہ چیزیں بیان کی گئی ہیں جس سے لوگ طویل عرصہ تک فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب العلم" ص ۳۶ پر ہے، پوری حدیث بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة (باب ثواب معلم الخیر).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ مما: من: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ یلحق المؤمن: فعل فاعل اور مفعول۔ من: حرف جار۔ عمله: مضاف مضاف الیہ معطوف علیہ۔ واؤ: عاطفہ۔ حسناته: مضاف مضاف الیہ معطوف، معطوف معطوف علیہ ملکر من کے لئے مجرور ہوکر یلحق کے متعلق۔ بعد موته: مضاف مضاف الیہ مفعول یلحق کا اور پھر یہ صلہ ہوا ما موصولہ کا، موصول صلہ سے مل کر من حرف جار کا مجرور، جار مجرور سے مل کر محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم۔ علما: موصوف۔ علمه: فعل فاعل مفعول معطوف علیہ۔ ونشره: فعل فاعل مفعول معطوف پھر معطوف معطوف علیہ سے مل کر صفت ہوئی علما کی، موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ۔ ولدا صالحا: موصوف۔ صفت سے مل کر موصوف۔ ترکه: فعل فاعل مفعول صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ مصحفا: موصوف۔ ورثه: فعل فاعل مفعول صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ او: حرف عاطفہ۔ مسجدا: موصوف۔ بناه: فعل فاعل مفعول سے مل کر صفت۔ موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ أو: حرف عطف۔ بیتا: موصوف۔ لابن السبیل بناه: ل: جار۔ ابن: مضاف۔ سبیل: مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر مناہ کا متعلق مقدم۔ بناه: فعل فاعل مفعول اور متعلق صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ او: حرف عطف۔ نهرا: موصوف۔ اجراه: فعل فاعل مفعول صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ او: حرف عطف۔ صدقة: موصوف۔ اخرجها: فعل فاعل مفعول۔ من: حرف جار۔ ماله: مجرور ہوکر فعل کے متعلق۔ فی صحته: اور حیوته: ایک دوسرے پر عطف ہوکر مجرور ہوا اور پھر یہ فعل کے متعلق اور پھر یہ صدقۃ موصوف کی صفت ہوکر معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر ان کا اسم موخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ تلحقه: فعل فاعل مفعول۔ من: حرف جار۔ بعد موته: مضاف مضاف الیہ اس کا مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر تلحق کے متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

اللہ دین کا کام فاسق وفاجر سے بھی لے لیتے ہیں

۱۱۴ اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد فاسق شخص کے ذریعہ بھی کرتے ہیں۔“

لغات: لَيُؤَيِّدُ: أَيَّدَهُ، تَائِيْدًا، قوی کرنا، ثابت کرنا۔

تشریح: ”اللہ تعالیٰ دین کی مدد فاسق وفاجر آدمی سے بھی لیتا ہے“ یہاں پر رجل فاجر سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں:

1. جو نام ونمود کے لئے نیک کام کرتا ہو۔
2. منافق شخص مراد ہے۔
3. اس سے مراد وہ شخص ہے جو اچھے کام کے ساتھ ساتھ برے کام بھی کرتا ہے۔

بہرحال اس حدیث میں تنبیہ ہے ان مبلغین دین کے لئے جو دین کا کام کرتے ہیں کہ وہ یہ گمان نہ کریں کہ ہم تو اللہ کے محبوب ہیں، اس لئے اللہ مجھ سے دین کا یہ کام لے رہا ہے، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ جو یہ دین کا کام اللہ مجھ سے لے رہا ہے یہ تو محض اس کا فضل ہے۔

دوسری تنبیہ اس حدیث میں یہ ہے کہ دین کا کام کرنے والے ہروقت اپنے بارے میں ڈرتے رہیں کہ معلوم نہیں کہ میرا شمار کہیں رجل فاجر میں تو نہیں؟ کیونکہ اللہ تو دین کا کام رجل فاجر سے بھی لے لیتا ہے، اس بات پر دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ اس دنیا میں ایک دو نہیں سیکڑوں لوگ ایسے آئے کہ ان کے بارے میں فسق کی نسبت کی گئی ہے مگر اللہ نے ان سے بھی دین کا کام خوب لیا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب فی المعجزات“ ص۵۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال شهدنا مع رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حنينا فقال رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لرجل ممن معه يدعی الاسلام: هذا من اهل النّار فلما حضر القتال قاتل الرجل من اشد القتال وكثرت به الجراح فجاء رجل فقال: يا رسول اللّٰه! أرايت الذی تحدث انه من اهل النار، قد قاتل فی سبيل اللّٰه من اشد القتال فكثرت به الجراح، فقال: اما انّه من اهل النّار، فكاد بعض النّاس يرتاب فبينما هو علی ذلك اذ وجد الرجل الم الجراح فاهوی بيده الی كنانته فانتزع سهما فانتحر بها فاشتدّ رجال من المسلمين الی رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فقالوا: يارسول اللّٰه! صدق اللّٰه حديثك قد انتحر فلان وقتل نفسه فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اللّٰه اكبر اشهد انى عبداللّٰه ورسوله يا بلال! قم فاذّن لا يدخل الجنّة الا مؤمن وانّ اللّٰه ليؤيّدهذا الدّين بالرّجل الفاجر.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى (باب ان اللّٰه ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ لفظ اللّٰه: اسم۔ ليؤيد: فعل ضمیر فاعل۔ هذا الدين: مفعول۔ باء: حرف جار الرجل الفاجر: موصوف صفت سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا لیؤید فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

مساجد کومزین کرنا قیامت کی علامتوں میں سے ہے

۱۱۵ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ.

ترجمہ: ''یقیناً قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مساجد (کی تعمیر) میں فخر کریں گے۔''

لغات: أَشْرَاط: جمع شَرْط کی، علامت، ہر چیز کا اول۔ اَلسَّاعَة: کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً وقت، گھڑی، گھنٹہ، مراد یہاں قیامت ہے، قال تعالیٰ: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ جمع سَاعَاتٌ آتی ہے۔

تشریح: اسلام سادگی کو پسند کرتا ہے، اس حدیث میں قرب قیامت کی ایک علامت کو بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ لوگ اپنی مسجدوں کو خوب مزین کریں گے، اس جیسی احادیث سے علماء متقدمین استدلال کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ مسجد کو مزین ومنقش نہ کیا جائے۔

مگر علماء متاخرین نے چند شرائط کے ساتھ مزین ومنقش کرنے کی اجازت دی ہے جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کیونکہ جب کہ لوگوں کے مکانات خوب مزین ومنقش ہوں گے اور مساجد بالکل سادی رہیں تو اب اس کی وقعت وعظمت نہ ہوگی بلکہ تحقیر آجائے گی جو خطرے کی بات ہے۔

صاحب ''التعلیق الصبیح'' فرماتے ہیں کہ اگر ہم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک نظر ڈالیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو سادگی تھی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور ستون کھجور کی لکڑیوں کے تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مرمت کروائی تب بھی سادی ہی رکھی مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مسجد کو وسیع بھی کروایا اور دیواروں پر منقش پتھر اور چھت پر سال کی لکڑی استعمال کروائی۔ (۱)

بعض علماء کرام اس حدیث بالا کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جب نیت میں فتور ہو کہ لوگ میری تعریف کریں اور مسجدوں کو ایک دوسرے سے فخر کے لئے مزین کروائیں، یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہوگا ورنہ فی نفسہٖ مسجد کو مزین کروانا یہ اچھی بات ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب المساجد ومواضع الصلوۃ'' ص ۶۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ان من اشراط الساعة ان یتباهی الناس فی المساجد.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب الصلوة (باب بناء المسجد).

(۱) التعلیق الصبیح ۱/۳۱۵

ترکیبِ حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من: حرف جار۔ اشراط الساعۃ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل محذوف کے متعلق ہو کر ان کی خبر مقدم۔ ان یتباھی: فعل۔ الناس: فاعل۔ فی المساجد: متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ان کا اسم موخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّما

یہاں سے اب مصنف ایسی احادیث کو بیان کریں گے جن کے شروع میں ''انما'' ہوگا

جہل کا علاج سوال کرنے میں ہے

﴿۱۱۶﴾ اِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السُّؤَالُ.

ترجمہ: ''بے شک نادانی کی بیماری کا علاج سوال ہے۔''

لغات: شِفَاء: صحت یابی، شَفَا (ض) شِفَاءً صحت دینا، قال تعالیٰ: ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ﴾. اَلْعَيّ: گفتگو میں عاجز تھکنے والا اس کی جمع أَعْيَاء آتی ہے، عَيِيَ (س) عَيًّا.

تشریح: انسان کو اللہ ورسول کے احکامات کیسے معلوم ہوں یہ اسی وقت ممکن ہے کہ آدمی خود ہی قرآن وحدیث اور فقہ سے معلوم کرے، اگر اس میں یہ استطاعت نہیں ہے تو اب وہ اہل علم کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرے۔

اس حدیث بالا کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن میں اہل علم سے سوال کرنے کی ترغیب معلوم ہوتی ہے مثلاً ایک روایت میں آتا ہے کہ علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال کرنا ہے پس سوال کیا کرو (اہل علم سے) اس میں چار اشخاص کو ثواب ملتا ہے:

اول: سوال کرنے والے کو۔

دوم: عالم کو۔

سوم: سننے والے کو۔

چہارم: جو اس سے محبت رکھتا ہے۔ (۱)

حضرت ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں ایک مسئلہ سیکھوں یہ میرے نزدیک پوری رات کی شب بیداری سے بہتر ہے۔ (۲) حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ: تعجب ہے مجھ کو اس شخص پر جو علم کے بارے میں جستجو نہیں کرتا پھر اس کا نفس اس کو بزرگی کی طرف کیسے بلاتا ہے۔ (۳) اس حدیث سے علماء نے تقلید پر بھی استدلال فرمایا ہے کہ وہ بھی بیمار لوگوں کے لئے شفاء کا کام دیتی ہے، یہی حدیث بالا کا حکم قرآن سے بھی معلوم ہوتا ہے ﴿فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾۔

ترجمہ: ''سوال کرو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے ہو۔'' (۴)

(۱) کنز العمال (۲) احیاء العلوم ۱/۵۵ (۳) احیاء العلوم ۱/۵۵۱ (۴) سورۃ النحل آیت ۴۳

یہ حدیث مشکوۃ میں "بابُ التیمم" ص۵۴-۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجر فشجه فی راسه فاحتلم فسأل اصحابه هل تجدون لی رخصة فی التیمم قالوا ما نجد لك رخصة وانت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اخبر بذلك قال قتلوه قتلهم اللّٰه الاسألوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال انما كان یكفیه ان یتیمم ویعصب علی جرحه خرقة ثم یمسح علیها ویغسل سائر جسده.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی كتاب الطهارة (باب المجروح یتیمم).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ما: کافہ ہے اس نے ان کو عمل کرنے سے روک دیا۔ شفاء العی: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ السوال: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے

⑪⑦ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ.

تَرجَمۃ: ''بے شک اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔''

لُغات: خَوَاتِیم: جمع خَاتِمَة کی بمعنی انجام، نتیجہ، خَتَمَ (ض) خَتمًا، ختم کرنا، مہر لگانا، قال تعالیٰ: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ﴾.

تَشرِیح: ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ میرا کیا انجام ہونے والا ہے کیونکہ ایک آدمی پوری زندگی اسلام پر گزارتا ہے مگر اس سے کوئی ایسی نافرمانی سرزد ہو جاتی ہے جس سے اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا اس کے برخلاف ایک فاجر شخص کو آخری وقت میں ہدایت مل جاتی ہے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے، مزید یہ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں اس بات پر بھی آمادہ کرنا اور ابھارنا مقصود ہے کہ انسان کو چاہئے کہ طاعات میں لگا رہے اور سیئات سے اپنے آپ کو بچاتا رہے اور اس بات کا ہر عمل کے وقت گمان کرتا رہے کہ ممکن ہے کہ یہی عمل اس کی زندگی کا آخری عمل ہو،(۱) کسی کے بارے میں یقینی طور سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا خاتمہ کیسا ہوگا مگر انبیاء علیہم السلام ان کے بارے میں تو دلائل قطعیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ان کا انجام بالخیر ہی ہوگا ان کے علاوہ سب کو ڈرنا چاہیے کہ انجام معلوم نہیں کن اعمال پر ہو جائے۔(۲)

کسی کو قال نے مارا کسی کو مال نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکر تال نے مارا(۳)

خاتمہ بالخیر کا آسان طریقہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور استحضار ہمیشہ رکھے خواہ خلوت میں ہو یا جلوت میں تو اس کی برکت سے موت کی سختی اور شدت میں بھی اس استحضار میں کمی بیشی نہیں آئے گی، اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا، مولانا اسعد اللہ صاحب محدث سہارنپوری نے خوب فرمایا:

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الایمان بالقدر'' ص۲۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل بن سعيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انّ العبد ليفعل عمل اهل النّار وانّه من اهل الجنّة ويعمل عمل اهل الجنّة وانّه من اهل النّار وانّما الاعمال بالخواتيم.

---

(۱) مرقاۃ/۱/۱۵۳ (۲) التعلیق الصبیح/۱/۷۹ (۳) یہ شعر مولانا محمد اسعد صاحب کا ہے۔

تخریجِ حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب القدر (باب العمل بالخواتیم).

ترکیبِ حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ما: کافہ۔ الاعمال: مبتداء۔ بالخواتیم: جار مجرور فعل محذوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قبر جنت کا باغیچہ یا جہنم کا گڑھا ہے

⑪⑧ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ.

ترجمہ: ”بے شک قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔“

لغات: اَلْقَبْر: جمع قُبُوْر آتی ہے، جس جگہ آدمی کو دفن کیا جائے، قَبَرَ (ن، ض) قَبْرًا، قال تعالیٰ: ﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾. رَوْضَة: بمعنی باغ جمع رُوَض، رِيَاض، رَوْضَات آتی ہے۔ حُفْرَة: بمعنی گڑھا جمع حُفَر.

تشریح: قبر کو جنت کا باغ بنانے اور جہنم بنانے میں صرف انسان کے اعمال کو دخل ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز وہاں ساتھ نہ دے گی جیسے کہ منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازے کو دیکھ کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے قبر کو کہا:

”یَا قَبْرُ! أَ تَدْرِیْ مَنِ الَّتِیْ جِئْنَا بِهَا اِلَیْكَ هٰذِهٖ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم هٰذِهٖ زَوْجَةُ عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی هٰذِهٖ أُمُّ الْحَسَنَیْنِ.“

ترجمہ: ”اے قبر! تجھ کو خبر بھی ہے کہ ہم کس کے جنازے کو لے کر آئے ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں۔“

قبر سے آواز آئی:

”یَا أَبَاذَرٍّ! مَا أَنَا مَوْضِعَ حَسَبٍ وَلَا نَسَبٍ اِنَّمَا أَنَا مَوْضِعُ عَمَلٍ صَالِحٍ فَلَا یَنْجُوْ اِلَّا مَنْ كَثُرَ خَیْرُهٗ وَسَلِمَ قَلْبُهٗ وَخَالَصَ عَمَلُهٗ“

ترجمہ: ”اے ابوذر! میں حسب ونسب کی جگہ نہیں میں تو عمل صالح کی جگہ ہوں یہاں کامیاب نہیں ہوگا مگر وہ شخص جو خیر کو جمع کرے اور دل سالم اور اعمال خالص ہوں۔“

اگر انسان اعمال دنیا سے اچھے کر کے ساتھ لے گیا ہے تو اب اس کی قبر جنت کا ٹکڑا بن جائے گی اور اس کو جنت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے اور جنت کا بستر بچھا دیا جاتا ہے، جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اس کے بخلاف اگر فاسق اور فاجر آدمی تھا تو اس کے لئے جہنم کے دو تختے بچھا دیئے جاتے ہیں اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

قبر کو جنت کا باغ بنانے اور جہنم کا گڑھا بننے سے بچانے کے لئے آسان طریقہ: فقیہ ”ابواللیث“ نے لکھا ہے کہ قبر چار اعمال سے جنت کا ٹکڑا بنتی ہے:

❶ نماز کی پابندی سے۔

❷ صدقہ سے۔

❸ قرآن کی تلاوت سے۔

۴ تسبیحات کی کثرت سے۔

چار اعمال سے قبر جہنم کا گڑھا بنتی ہے:

۱ جھوٹ بولنے سے۔

۲ خیانت کرنے سے۔

۳ چغل خوری سے۔

۴ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے سے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البکاء والخوف" ص ۴۵۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی سعید رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: خرج النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لصلوة فرأی الناس کانهم یکتشرون قال اما انکم لو اکثرتم ذکرهاذم اللذات لشغلکم عما اری الموت فاکثروا ذکرهاذم اللذات الموت فانه لم یأت علی القبر یوم الا تکلم فیقول انابیت "الغربة" وانا بیت "الوحدة" وانا بیت "التراب" وانا بیت "الدود" واذا دفن العبد المؤمن قال له القبر: مرحبا واهلا اما ان کنت لاحب من یمشی علی ظهری الی فاذ ولیتك الیوم وصرت الی فستری صنیعی بك قال فیتسع له مد بصره ویفتح له باب الی الجنة واذا دفن العبد الفاجر او الکافر قال له القبر: لا مرحبا ولا اهلا امان کنت لا بغض من یمشی علی ظهری الی فاذو لیتك الیوم وصرت الی فستری صنیعی بك قال فیلتئم علیه حتی تختلف اضلاعه، قال: وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: باصابعه فادخل بعضها فی جوف بعض، قال: ویقیض له سبعون تنینا لو ان واحدا منها نفخ فی الارض ماانبتت شیئا ما بقیت الدنیا فینهسنه ویخدشنه حتی یفضی به الی الحساب قال: وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انما القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة القیامة.

ترکیب حدیث: انما: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ما: کافہ۔ القبر: مبتداء۔ روضة: موصوف۔ من: حرف جار ریاض الجنة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا اور پھر جار مجرور ثابتۃ کے متعلق ہو کر صفت ہوئی اور پھر یہ معطوف علیہ او: حرف عطف۔ حفرة: موصوف۔ من: حرف جار۔ حفر النار: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا اور پھر یہ متعلق ثابتۃ کے ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تنبیہ الغافلین ص ۴۶

الجُملة الفعليّة

اب مصنف یہاں سے ایسی احادیث کو لائیں گے جن کے شروع میں فعل ہوگا

کبھی کبھار فقر کفر کا سبب بن جاتا ہے

﴿۱۱۹﴾ كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا.

ترجمہ: ''قریب ہے کہ محتاجی کفر کا سبب بن جائے۔''

لغات: كَادَ: یہ افعال مقاربہ میں سے ہے یہ مثل کان فعل ناقص کے عمل کرتا ہے مگر اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾. اَلْفَقْرُ: محتاجی، مفلسی، فَقُرَ (ك) فَقَارَةً، محتاج ہونا، اس کی جمع فُقَرَاء آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾.

تشریح: فقر اور افلاس جب انسان پر آتا ہے تو بسا اوقات یہ فقیر فقر سے گھبرا کر کفر کو اختیار کر لیتا ہے، اس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔

❶ فقر کی وجہ سے نظام الٰہی پر اعتراض کرنے لگ جاتا ہے۔

❷ اللہ کے آگے ہاتھ پھیلانے کے بجائے غیر اللہ کے سامنے دست دراز کرنے لگتا ہے۔

❸ کبھی شیطان اس کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ اکثر اللہ کو نہ ماننے والے بھی تو مال دار ہیں اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں تو اس کو دیکھ کر وہ کفر کی طرف مائل ہونے لگتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ فقر وافلاس میں مسلمان کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ اس امتحان میں وہ اللہ کی طرف نگاہ جمائے رکھے اور غیر اللہ کے بجائے اللہ ہی سے مانگتا رہے تو یہی فقر وافلاس اس کے لئے ایمان کی پختگی اور ترقی درجات کا باعث ہو جاتا ہے[۱] یہ اس فقر میں اللہ کا دوست بن جاتا ہے اور اسی فقر پر اگر وہ صبر کرلے تو ہر روز ایک شہید کا ثواب بھی پاتا رہتا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: دنیا میں فقر اگرچہ مشقت ہے مگر آخرت کے اعتبار سے مسرت اور خوشی کا سبب ہوگا[۲] اور یہی فقر اس کو غنی سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل کروائے گا۔[۳]

خلاصہ یہ ہوا کہ انسان پر فقر آئے تو امتحان سمجھ کر خوشی سے برداشت کرلے اور سمجھ لے کہ یہ امتحان چند دنوں کا ہے پھر راحت ہی راحت ہوگی۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۷۷۔ مظاہر حق ۴/۵۹۲ (۲) تنبیہ الغافلین ص ۳۰۲ (۳) مشکوۃ

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ما ینهی عنه من التهاجر والقاطع واتباع العورات" ص ۴۲۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: كاد الفقر أن يكون كفرا وكاد الحسد ان يغلب القدر.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: کاد: فعل مقاربہ۔ الفقر: اس کا اسم۔ ان یکون: فعل ناقص ضمیر اس کا اسم۔ کفرا: خبر، فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر کاد کی خبر، کاد اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

قیامت کے دن آدمی اس حال میں اٹھے گا جس حال میں مرا تھا

⑫⓪ يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ.

ترجمہ: ''(قیامت کے دن) ہر بندہ کو اس حال میں اٹھایا جائے گا جس حال میں وہ مرا ہے۔''

لغات: يُبْعَثُ: بَعَثَ (ف) بَعْثًا، دوبارہ زندہ کرنا، اسی سے قیامت کو ''يَوْمُ الْبَعْثِ'' کہتے ہیں، قال تعالیٰ: ﴿يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾

تشریح: مطلب اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ آدمی جس حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوگا اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور اخروی معاملہ اسی کے مطابق ہوگا، یعنی اگر وہ اطاعت وعبادت کی حالت میں مرا تو فرمانبردار بندے کی حالت میں اٹھایا جائے گا، اگر گناہ اور معصیت کی حالت میں مرا تو نافرمان بندے کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔[1] تو کامیابی اور ناکامی کا دارومدار خاتمہ پر ہوا اور کسی کو معلوم نہیں کہ میرا کیا انجام ہونے والا ہے تو ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو دین کے کاموں میں مشغول رکھے تاکہ اگر موت آئے تو اسی حالت میں آئے اور دوسری طرف وہ اپنے حسن خاتمہ کے لئے دعا بھی مانگتا رہے جیسے کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی[2] آپ کا حسن خاتمہ یقینی تھا دعا صرف امت کی تعلیم کے لئے تھی، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب شعر:

ایمان چو سلامت بہ لب گور بریم ۞ احسنت بریں چستی و چالاکی ما

جب ایمان کی سلامتی کے ساتھ ہم قبر میں جائیں گے تو اس وقت ہم اپنی موجودہ چالاکی وچستی پر تحسین وتعریف کریں گے۔[3] (کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے جو ابھی ہم کو معلوم نہیں)

اسی کو ایک اردو شاعر اس طرح کہتا ہے:

کیا کیا نہ اپنے زہد و اطاعت پہ ناز تھا ۞ پس دم نکل گیا جو سنا بے نیاز تھا

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البکاء والخوف'' ص ۴۵۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یبعث کل عبد علی مامات علیہ.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها (باب الامر بحسن الظن بالله تعالیٰ عندالموت)

ترکیب حدیث: یبعث: فعل۔ کل عبد: مضاف مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل۔ علی: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ مات: فعل فاعل۔ علیہ: جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ موصول کا، یہ مجرور ہوا جار کا پھر جار مجرور متعلق ہوا یبعث کے، یبعث فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۶/۱۱۰ (۲) مشکوۃ (۳) دنیا کی حقیقت

ہر سنی سنائی بات دوسرے سے کہہ دینا بھی جھوٹ میں داخل ہے

(۱۲۱) كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ.

تَرجَمَۃ: ”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو وہ بیان کردے۔“

لُغَات: بِالْمَرْءِ: بمعنی آدمی ضد امرأۃ آتی ہے، بمعنی عورت۔

تَشرِیح: علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک ضابطہ اور اصول بیان فرمایا گیا ہے وہ یہ کہ جب تک کسی بات کی تحقیق نہ ہوجائے دوسرے کو بیان نہ کیا جائے، اگر اس اصول پر عمل ہوجائے تو بہت سی غلط فہمیاں اور جھگڑے خود بخود ختم ہوجائیں گے، عموماً جھگڑے وغیرہ اسی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔

اس حدیث میں دوسری طرف خود بات کہنے والے کو بھی تنبیہ فرمائی ہے کہ: جب تک بات کی تحقیق نہ ہوجائے بات کو نہ پھیلایا جائے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر تحقیق کے دوسرے کو بات کہہ دینے والا شخص بھی جھوٹا ہے، یہ شخص بھی جھوٹ کی وعیدوں میں داخل ہوگا۔

بہرحال اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب تک کسی بات کا پورا علم اور تحقیق نہ ہو تو نہ خود اس پر عمل کرے اور نہ دوسرے کو بتائے نہ اس خبر کی تصدیق کرے ورنہ یہ شخص جھوٹ کی طرف منسوب کردیا جائے گا۔[1]

بعض علماء اس حدیث کا ایک اور مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ: جس طرح جان کر جھوٹ بولنے والے آدمی پر اعتماد نہیں کیا جائے گا تو اسی طرح جو شخص بغیر تحقیق کے بات کو پھیلا دیتا ہو اس پر بھی اعتماد نہیں کیا جائے گا[2] نیز اس حدیث میں مسلمانوں کو جھوٹ سے نفرت دلانا مقصود ہے کہ اتنا بڑا ہے کہ جو جھوٹ ابھی تو نہیں مگر بعد میں ہوسکتا ہے ان سب کو چھوڑ دے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ان کے نزدیک جھوٹ سے بری کوئی عادت نہیں تھی۔[3]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ“ ص ۲۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ماسمع.

تَخرِیجِ حَدِیث: اخرجه مسلم (باب النهى عن الحديث بكل ماسمع) واخرجه ابوداؤد فى كتاب الادب (باب التشديد فى الكذب مع اختلاف).

تَرکِیبِ حَدِیث: کفی: فعل۔ باء: حرف جار۔ المرء کذبا: ممیز تمیز سے مل کر مجرور ہوکر متعلق ہوا کفی فعل کے۔ یحدث:

---

(۱) مرقاۃ ۱/۲۳۲، التعلیق الصبیح ۱/۱۲۳ و مظاہر حق (۲) معارف الحدیث ۲/۲۷۲ (۳) احیاء العلوم

فعل ضمیر فاعل۔ باء: حرف جار۔ کل: مضاف۔ ما: موصولہ۔ سمع: فعل فاعل سے ملکر صلہ ہوا اور پھر موصول صلہ یہ مضاف الیہ ہوا کل کا اور پھر مضاف مضاف الیہ یہ مجرور ہوا جار کا، جار مجرور متعلق ہوا فعل یحدث کے، یحدث فعل اپنے فاعل متعلق سے مل کر کفی فعل کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

شہید کے قرض کے علاوہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۲۲) یُغْفَرُ لِلشَّھِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْنَ.

شہید کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے سوائے قرض کے

لغات: اَلدَّیْن: بمعنی قرض جمع دُیُوْن، أَدْیُن آتی ہے، دَانَ (ض) دَیْناً قرض دینا، قرض دینے والے کو "دَائِن" اور جس کو دیا جائے اس کو "مَدْیُوْن" کہتے ہیں، قال تعالیٰ: ﴿یُوْصِیْنَ بِھَا أَوْ دَیْنٍ﴾

تشریح: علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں "دین" سے مراد صرف قرض نہیں بلکہ حقوق العباد ہیں، اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ کسی بندے کا کسی پر کوئی حق ہو خواہ مالی ہو یا غیر مالی یعنی کسی کو ناحق قتل کردیا ہو کسی کی غیبت کردی ہو یا اسی طرح اور کوئی کام کیا ہو تو یہ جرم کرنے والا شہید بھی ہوجائے تب بھی شہادت اس جرم کو اس سے نہیں دھوتی کیونکہ یہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف کردے گا مگر حقوق العباد بغیر بدلہ کے معاف نہیں کرے گا۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے وہ شہید مراد ہے جو خشکی میں شہید ہوا ہو مگر جو پانی میں شہید ہوا ہو تو اس کے بارے میں دوسری حدیث جو ابن ماجہ میں ابوامامہ سے مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہید کے حقوق العباد بھی معاف[۱] ہوجائیں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الافلاس والانظار" ص۲۵۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما ان رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال: یغفر للشھید کل ذنب الا الدین.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجھاد (باب من قتل فی سبیل اللّٰہ کفرت خطایاہ الا الدین) واخرجه ابن ماجه (مع اختلاف الفاظ)

ترکیب حدیث: یغفر: فعل۔ للشھید: متعلق ہوا یغفر کے۔ کل ذنب: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مستثنیٰ منہ۔ الا: حرف استثناء، الدین: مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر یہ نائب فاعل ہوا یغفر کا اور پھر یغفر فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق۔

مال کے غلام بننے والے پر اللہ کی لعنت ہے

۱۲۳ لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْھَمِ.

ترجمہ: ”جو شخص دینار کا غلام اور درہم کا غلام ہو اس پر لعنت کی گئی ہے۔“

لغات: لُعِنَ: (ف) لَعْنًا، لعنت کرنا، خیر سے دور کرنا، قال تعالیٰ: ﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾. اَلدِّیْنَار: سونے کا سکہ جمع دَنَانِیْر آتی ہے، اَلدِّرْھَم: چاندی کا سکہ، جمع دَرَاھِم آتی ہے۔

تشریح: جو شخص مال کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ کی عبادت واطاعت سے دوری اختیار کرے تو وہ گویا مال کا غلام بن گیا ہے جس طرح غلام آقا کی ہر بات کو مانتا ہے تو اسی طرح سے یہ شخص بھی مال کا ایسا ہی غلام بن گیا ہے تو ایسا شخص آہستہ آہستہ تمام بھلائیوں سے محروم ہوتا جاتا ہے۔ (۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب روپیہ درہم دینار بنایا گیا تو شیطان نے اس کو بوسہ دیا اور کہا جو اس سے محبت کرے گا وہ حقیقت میں میرا غلام ہوگا (۲) اگرچہ انسان دنیا میں روپیہ پیسہ کے بغیر رہ نہیں سکتا شریعت یہ نہیں کہتی کہ روپیہ پیسہ سے تعلق بالکل ختم کرلیا جائے بلکہ یہ کہ اس کی محبت کو دل میں نہ لایا جائے جیسے کہ مثنوی میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

آب اندر زیر کشتی پشتی است
آب در کشتی ہلاک کشتی است

ترجمہ: ”کہ جب تک کشتی کے نیچے پانی رہے تو کشتی صحیح ہے اور اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہوجائے تو ڈبودے گا۔ (۳) پس دنیا اگر آخرت کی کشتی کے نیچے رہی تو وہی دین کی مددگار بن جائے گی۔“

تنبیہ: اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مال میں فی نفسہ برائی ہے، برائی اس وقت ہوگی جب اس کی محبت دل میں ہو اور اگر دل میں اللہ کا خوف ہو تو مال داری میں کوئی حرج نہیں جیسے کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اس کی مالداری میں کوئی حرج نہیں جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ (۴)

خواجہ عزیز الحسن کا شعر ہے:

کسب دنیا تو کر ہوس کم کر
اس پہ تو دین کو مقدم کر

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الرقاق“ ص ۴۴۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

(۱) مظاہر حق ۴/۶۹۰ (۲) احیاء العلوم (۳) مثنوی شریف (۴) مشکوۃ

عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قال: لعن عبد الدینار ولعن عبد الدرهم.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجاء فی اخذ المال) واخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (مع زیادة الفاظ)

ترکیب حدیث: لعن: فعل مجہول۔ عبد الدینا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ لعن: فعل مجہول۔ عبد الدرهم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل ہوا، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

دوزخ کو خواہشات سے اور جنت کو مشقتوں سے ڈھانپا گیا ہے

﴿١٢٤﴾ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ.

ترجمہ: ”دوزخ کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو مشقتوں سے ڈھانپا گیا ہے۔“

لغات: حُجِبَتْ: حَجَبَهُ (ن) حَجْبًا وَحِجَابًا، چھپانا، حائل ہونا، اسی سے حَاجِبْ ہے بمعنی دربان، اس کی جمع حَوَاجِبْ اور حَوَاجِيب آتی ہے۔ اَلشَّهَوَات: شَهْوَة کی جمع ہے بمعنی خواہش، شَهَا (ن. س) شَهْوَةً، خواہش کرنا، رغبت شدید کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَاتَشْتَهِيْ أَنْفُسُكُمْ﴾ اَلْمَكَارِه: یہ جمع ہے اَلْمَكْرَه کی، مکروہ، ناپسندیدہ، كَرِهَ (س) كَرْهًا، كَرَاهَةً، ناپسند کرنا، قال تعالیٰ: ﴿طَوْعًا أَوْ كَرْهًا﴾.

تشریح: علامہ قطب الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر آدمی جنت میں جانا چاہتا ہے تو اس کو اس سے پہلے خواہشات ولذات کے پردے کو اٹھانا پڑے گا اور جب اس نے مشقتوں کو برداشت کرلیا تو اب اس کی رسائی جنت تک ہوسکے گی۔ (١)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”فَمَنْ هَتَكَ الْحِجَابَ وَصَلَ اِلَى الْمَحْجُوْب“ کہ جس نے پردہ اٹھادیا وہ پردہ کے پیچھے والی چیز سے مل گیا، دوسری طرف جہنم کا بھی پردہ ہے اور وہ پردہ خواہشات اور لذات کا ہے اور یہاں سے وہ خواہشات اور لذات ہیں جن کا تعلق حرام چیز سے ہو جیسے شراب، زنا، غیبت وغیرہ اور اس سے وہ خواہشات مراد نہیں جو مباح ہوں کیونکہ وہ نہ جہنم میں جانے کا باعث بنیں گی اور نہ دخول جنت کے لئے مانع ہوں گی۔ (٢)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس کو جنت کا شوق ہو وہ شہوات سے دور رہے، خلاصہ کلام یہ ہوا کہ آدمی کو چاہئے کہ اپنی خواہشات وجذبات کو روکے رکھے کہ مرنے کے بعد جنت میں اللہ تعالیٰ اس کی تمام خواہشات وجذبات کو پورا کرے گا، اور اگر اس نے اپنی خواہشات کو دنیا میں پورا کرنے کی کوشش کی تو اب نہ دنیا میں اس کی خواہشات وجذبات پورے ہوں گے اور نہ مرنے کے بعد پورے کئے جائیں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الرقاق“ ص ٤٣٩ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: حجبت النّار بالشهوات وحجبت الجنة بالمكاره.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرّقاق (باب حجبت النّار بالشهوات)

ترکیب حدیث: حجبت: فعل مجہول۔ النار: نائب فاعل۔ بالشہوات: متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ حجبت: فعل مجہول۔ الجنۃ: نائب فاعل۔ بالمکارہ: متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(١) مظاہر حق ٤/٦٧٢ (٢) مرقاۃ ٩/٣٤٩۔ التعلیق الصبیح ٦/٥ (٣) احیاء العلوم

بوڑھے آدمی میں دو چیزیں جوان ہوتی ہیں

(۱۲۵) يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ.

ترجمہ: ''انسان خود تو بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس میں دو چیزیں جوان اور قوی ہو جاتی ہیں، مال جمع کرنے کی حرص اور درازی عمر کی آرزو۔''

لغات: يَهْرَمُ: هَرِمَ (س) هَرْمًا هَرَمًا، کمزور ہونا، بہت بوڑھا ہونا۔ يَشِبُّ: شَبَّ (ض) شَبَابًا، جوان ہونا، شَابٌّ جوان اس کی جمع شُبَّانٌ آتی ہے۔

تشریح: آدمی جتنا بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس میں دو چیزیں زیادہ ہوتی رہتی ہیں:

اول: کثرت مال کی حرص۔

دوم: مزید زندگی کی امید۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی اپنے نفس کو علم وعمل کے ذریعہ محفوظ اور پاکیزہ نہ کرے تو وہ خواہشات وجذبات میں گرفتار ہو جاتا ہے اور پھر خواہشات وجذبات کی تکمیل مال اور عمر کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بڑھاپے میں انسان کی خواہشات وجذبات جوں کے توں رہتے ہیں مگر وہ قوت عقلیہ جو قوت شہوانیہ کو قابو کرتی تھی وہ کمزور ہو جاتی ہے تو پھر وہ اس کو دفع نہیں کر سکتی۔

مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خوئے بد درجان تو محکم شدہ ✿ قوت بر کندن او کم شدہ

ترجمہ: ''تیری عادتوں کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اور ان کو اکھاڑنے والی قوت گھٹ گئی اور کمزور ہو گئی۔''

آن درخت بدقوی ترمی شود ✿ بر کنندہ پیر مضطر می شود

ترجمہ: ''برائی کا درخت تو مضبوط ہو جاتا ہے اور اکھاڑنے والا روز بروز بوڑھا اور کمزور ہوتا جاتا ہے۔''(۱)

اس کا علاج موت کو یاد کرنا ہے جیسے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز موت کو یاد کیا کرو۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الامل والحرص'' ص ۴۴۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه قال: قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يهرم ابن آدم ويشب من اثنان الحرص على المال والحرص على العمر

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجاء قلب الشيخ شاب على حب اثنين)

(۱) مظاہر حق ۴/۲۶۷۔ معارف الحدیث ۲/۷۹ (۲) مشکوۃ

واخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (مع اختلاف یسیر).

ترکیبِ حدیث: یھرم: فعل۔ ابن آدم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ یشب: فعل۔ منہ: متعلق۔ اثنان: تمیز۔ الحرص: مصدر۔ علی المال: جار مجرور مصدر کے متعلق ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ الحرص: مصدر۔ علی العمر: جار مجرور مصدر کے متعلق ہوکر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر ممیز ہوئی پھر ممیز تمیز سے مل کر یشب کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

بہترین شخص وہ عالم دین ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے

(۱۲۶) نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيْهُ فِى الدِّيْنِ اِنِ احْتِيْجَ اِلَيْهِ نَفَعَ وَاِنِ اسْتُغْنِىَ عَنْهُ اَغْنٰى نَفْسَهٗ.

ترجمہ: ''بہترین شخص وہ عالم دین ہے کہ اگر اس کی طرف حاجت محسوس کی جائے تو وہ نفع پہنچادے اور اگر اس سے بے پروائی کی جائے تو وہ بھی اپنے کو ان سے مستغنی رکھے۔''

لغات: اَلْفَقِيْه: بہت سمجھ دار اس کی جمع فُقَهَاء آتی ہے۔ اُحْتِيْجَ: محتاج ہونا، حَاجَ (ن) حَوْجًا، محتاج ہونا۔ اِسْتَغْنٰى: بے نیاز ہونا، اکتفاء کرنا، غَنِيَ (س) غِنًى.

تشریح: علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ علماء اپنے آپ کو عوام الناس سے بالکل ہی بے تعلق کرلیں اور اپنے علم سے مخلوق خدا کو محروم رکھیں بلکہ یہ ہے کہ جب لوگ ان کے پاس اپنی دینی ضرورت کی بناء پر آئیں تو ان لوگوں کو ان کے مسائل بتائیں اور ان کی اصلاح ان پر لازم وضروری ہے بشرطیکہ وہاں کوئی دوسرا عالم بھی نہ ہو۔

اور اگر اس کے برعکس معاملہ ہو کہ لوگ ہی ان کے پاس نہیں آتے دین کی عظمت وقدر نہ ہونے کی وجہ سے یا وہاں پر دوسرا عالم ہے جو ان لوگوں کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے تو اب اس عالم کو اجازت ہے کہ اپنے اوقات کو عبادت خداوندی، مطالعہ، تصنیف وتالیف میں مشغول رکھے یا کسی اور طرح سے دین کی خدمت کرے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسہ.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی رزین.

ترکیب حدیث: نعم: فعل مدح۔ الرجل: فاعل۔ الفقیہ: شبہ فعل۔ فی الدین: متعلق شبہ فعل کے، پھر شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مخصوص بالمدح نعم فعل فاعل اور مخصوص بالمدح سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ ان: حرف شرط۔ احتیج: فعل ضمیر نائب فاعل۔ الیہ: فعل کے متعلق ہوکر جملہ شرط۔ نفع: فعل ضمیر فاعل سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ ان: حرف شرط۔ استغنی: فعل ضمیر نائب فاعل۔ منہ: متعلق ہوکر جملہ شرط۔ اغنی: فعل ضمیر فاعل۔ نفسہ: مضاف مضاف الیہ مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) اشعۃ اللمعات۔ التعلیق الصبیح ۱/ ۱۶۱

مردے کے ساتھ قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں

(۱۲۷) يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى مَعَهٗ وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقَى عَمَلُهٗ.

ترجمہ: ''مردے کے ساتھ قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں ان میں سے دو چیزیں واپس آ جاتی ہیں اور اس کے ساتھ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے اس کے ساتھ اس کے رشتہ دار اور اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے لیکن اس کے رشتہ دار اور اس کا مال واپس آ جاتے ہیں اور اسکے ساتھ اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔''

لغات: يَتْبَعُ: (س) تَبْعًا، ساتھ چلنا دوسرے معنی پیچھے چلنا، صفت تَبَعٌ جمع اَتْبَاع ہے، قال تعالیٰ: ﴿صَدَقَةٌ يَتْبَعُهَا أَذًى﴾.

تشریح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جس طرح دنیاوی زندگی میں کوئی شخص ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا ہے تو اسی کے مناسب توشہ تیار کرتا ہے جتنا طویل سفر ہوتا ہے زادراہ اسی کے بقدر تیار کرتا ہے تو اسی طرح آدمی کو آخرت کی طرف سفر کرنا ہے اور پھر وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے تو عقلمند آدمی وہاں کے لئے بھی توشہ تیار کرتے ہیں۔

اس حدیث میں بڑے لطیف انداز سے اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر جو چاہے کرلے مگر ایک دن آخرت کی طرف سفر کرنا ہی پڑے گا اور ساری چیزیں یہاں ہی چھوڑ کر جانا ہوگا، مال وعیال قبر تک ساتھ چھوڑ کر واپس آ جائیں گے (عرب میں مال کو بھی قبرستان لے جانے کا رواج تھا) اور اعمال ہی ایک ایسا ساتھی ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا اور حشر تک ساتھ جائے گا، اسی کو کسی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے دفن کرتے وقت رشتہ داروں نے یوں کہا:

لحد تک تیری تعظیم کردی
اب آگے آپ کے اعمال جانیں

جب آدمی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو موت یوں کہتی ہے:

اے اجل! تجھ سے کیسی نادانی ہوئی
پھول وہ توڑا جس سے چمن کی ویرانی ہوئی

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص ۴۴۰ پر ہے، پوری حدیث بھی اس طرح ہے:

ان انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يتبع الميت ثلثة فيرجع اثنان ويبقى معه واحد يتبعه اهله وماله وعمله فيرجع اهله وماله ويبقى عمله.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (باب سکرات الموت) واخرجه مسلم فی کتاب الزهد واخرجه الترمذی فی ابواب الزهد.

ترکیب حدیث: یتبع: فعل۔ المیت: مفعول۔ ثلثة: فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ فیرجع: فعل۔ اثنان: فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ ویبقی: فعل۔ معه: مفعول۔ واحد: فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر پھر معطوف، تمام معطوفات اپنے معطوف سے مل کر مفسر۔ یتبعه: فعل ضمیر مفعول۔ اهله: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ماله وعمله: یہ بھی معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر یتبعه کا فاعل ہوا، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر پھر معطوف علیہ۔ فیرجع: فعل۔ اهله وماله: معطوف معطوف علیہ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ یبقی: فعل۔ عمله: فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر تفسیر، مفسر تفسیر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

سب سے بڑی خیانت

⑫⑧ كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ.

تَرجَمہ: ’’بہت بڑی خیانت ہے تم اپنے بھائی سے کوئی ایسی بات کرو جس میں وہ تم کو سچا سمجھے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔‘‘

لُغات: كَبُرَتْ: كَبُرَ (ك) كِبَرًا وَكُبْراً، مرتبہ میں بڑا ہونا، قال تعالیٰ: ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰهِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ﴾. خِيَانَة: خَانَ (ن) خَوْنًا وَخِيَانَةً امانت میں خیانت کرنا۔

تَشرِیح: شریعت کا منشاء یہ ہے کہ آدمی صاف گو ہو جو بات بھی کرے صاف کرے گول مول بات کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے کہیں آدمی جھوٹ جیسی سنگین برائی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

جھوٹ بولنے کے بارے میں آپ ﷺ نے مختلف احادیث میں وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں، ایک روایت میں ارشاد ہے کہ جھوٹ بولنے کی وجہ سے آدمی کے رحمت کے فرشتے اس سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے۔(۱)

ایک اور روایت میں حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کیا مؤمن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! پھر عرض کیا گیا کہ مؤمن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں، اور جب یہ پوچھا گیا کہ کیا مؤمن جھوٹ بھی بول سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: نہیں۔(۲)

جھوٹ بولنا ہر حال میں ہر موقع پر اور ہر شخص کے ساتھ منع ہے لیکن بعض صورتوں میں تو اس کی سنگینی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے ان صورتوں میں سے ایک صورت حدیث بالا میں بھی ارشاد فرمائی گئی ہے کہ کوئی آدمی تم پر پورا بھروسہ اور اعتماد کرے کہ واقعی جو کچھ تم کہہ رہے ہو بالکل سچ ہی کہہ رہے ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ تم اس کے اعتماد اور حسن ظن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس سے جھوٹ بولو اور اس کو دھوکہ دو۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ’’باب حفظ اللسان والغيبة والشتم‘‘ ص۴۱۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سفيان بن اسد الحضرمی رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: كبرت خيانة ان تحدث اخاك حديثا هولك مصدق وانت به كاذب.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی كتاب الادب (باب فی المعاريض).

---

(۱) مشکوۃ (۲) مشکوۃ (۳) معارف الحدیث ۴۶۵ ج ۲

ترکیبِ حدیث: کبرت: فعل ضمیر ممیز۔ خیانۃ: تمیز، ممیز تمیز سے مل کر پھر مفسر۔ ان: تفسیریہ۔ تحدث: فعل ضمیر فاعل۔ اخاك: مضاف مضاف الیہ مفعول۔ حدیثا: ذوالحال۔ ھو: مبتداء۔ لك: جارمجرور، مصدق کے متعلق۔ مصدق: صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ خبر، مبتداء خبر سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ انت: مبتداء۔ بہ: کاذب کے متعلق۔ کاذب: صیغہ اسم فاعل، ضمیر فاعل، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر معطوف پھر معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر حال ہوا، حال ذوالحال سے مل کر مفعول ہوا تحدث فعل، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر تفسیر، مفسر تفسیر سے مل کر کبرت کا فاعل، کبرت فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ذخیرہ اندوزی کرنے والے کی مذمت

(۱۲۹) بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰهُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ.

ترجمہ: ”(غلہ وغیرہ کی ناجائز) ذخیرہ اندوزی کرنے والا بندہ بہت برا ہے، اگر اللہ نرخوں کو کم کرتا ہے رنجیدہ ہوتا ہے اور اگر نرخوں میں مہنگائی ہوتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔“

لغات: بِئْسَ: فعل ذم میں سے ہے، قال تعالٰی: ﴿بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾. اَلْمُحْتَكِرِ: باب افتعال سے ہے، مہنگا بیچنے کے لئے روکنے والا۔ اَرْخَصَ: بھاؤ سستا کرنا، رَخُصَ (ك) رَخَاصَةً، سستا ہونا۔ اَلْاَسْعَار: جمع سِعْر کی بمعنی بھاؤ نرخ۔

تشریح: ”احتکار“ کے لغوی معنی غلہ کو مہنگا فروخت کرنے کی نیت سے ذخیرہ اندوزی کرنے کے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں ایسی چیز کو مہنگا بیچنے کی نیت سے روکنا جس کا تعلق انسان یا حیوان کی غذا کے ساتھ ہو۔ (۱)

احتکار سے مستثنیٰ صورت:

❶ اگر بڑا شہر ہے وہاں پر احتکار کرنے سے کسی قسم کا نقصان نہ ہو تو جائز ہے۔

❷ اپنی زمین کے غلہ کا احتکار کرے جائز ہے۔

❸ کوئی تاجر کسی دوسرے شہر سے غلہ خریدے اور اس کا احتکار کرے جائز ہے، (۲) اس میں قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ اگر احتکار کرنے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اب احتکار کرنا گناہ ہوگا ورنہ نہیں۔ (۳)

احتکار کرنے کے بارے میں احادیث میں وعیدیں

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے احتکار کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے، دوسری روایت میں فرمایا کہ: یہ شخص خیر و بھلائی سے محروم ہے، ایک اور روایت میں اس کو جذام کی بیماری کی بددعا فرمائی ہے اور نیز ایک اور روایت میں اس کے مفلس ہونے کی بھی بددعا فرمائی گئی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الاحتکار“ ص ۲۵۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن معاذ رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: بئس العبد المحتكر ان ارخص اللّٰه الاسعار حزن وان اغلاها فرح.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان.

---

(۱) ہدایہ ومظاہر حق (۲) ہدایہ (۳) ہدایہ

ترکیبِ حدیث: بئس: فعل ذم۔ العبد: فاعل۔ المحتکر: مخصوص بالذم۔ فعل اپنے فاعل اور مخصوص سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ ان: حرف شرط۔ ارخص: فعل۔ لفظ اللّٰہ: فاعل۔ الاسعار: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ حزن: فعل فاعل جزا، شرط جزا سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ان: حرف شرط۔ اغلاھا: فعل فاعل مفعول مل کر شرط۔ فرح: فعل فاعل جزا، شرط جزاء سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نوع آخر من الجملة الفعليّة

مصنف اب یہاں سے ایسی احادیث لائیں گے جن کے شروع میں فعل ہو اور فعل کی ابتدا ''لانفی'' سے ہوگی۔

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا

(۱۳۰) لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ.

ترجمہ: ''چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

لغات: قتّات: چغل خور، قَتَّ (ن) قَتًّا، جھوٹ بولنا۔

تشریح: چغل خوری کی عادت ان سنگین گناہوں میں سے ہے کہ کوئی آدمی اس گندی اور شیطانی عادت کے ساتھ جنت میں نہ جاسکے گا، اس کا مطلب محدثین یہ فرماتے ہیں کہ: چغل خور ابتداء میں جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان لوگوں کے ساتھ یہ جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا۔[۱]

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چغل خوری تین خبیث خصلتوں کا مجموعہ ہے اور یہ تینوں ذلت کی بنیاد اور ارکان ہیں: اول: جھوٹ۔ دوم: حسد۔ سوم: نفاق۔[۲]

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: قیامت کے دن بدترین آدمی دو چہروں والا چغل خور ہوگا جو ایک کے پاس ایک چہرے کے ساتھ آتا ہے اور دوسرے کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ جاتا ہے،[۳] ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: جو دنیا میں دو زبانیں رکھتا ہے قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی[۴] یہ بات مشہور ہے کہ عذاب قبر کے تین حصے ہیں: ایک غیبت کی وجہ سے اور دوسرا پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے، اور تیسرا چغل خوری کی وجہ سے ہوتا ہے۔[۵]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب حفظ اللسان عن الغیبۃ والشتم'' ص ۴۱۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حذیفۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: سمعت رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقول: لا یدخل الجنۃ قتات.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الادب (باب مایکرہ من النمیمۃ) واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان (باب بیان غلظ تحریم النمیمۃ).

ترکیب حدیث: لا یدخل: فعل۔ الجنۃ: مفعول۔ قتات: فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۲/۲۵۲ (۲) احیاء العلوم ۳/۱۸۱ و مرقاۃ ۹/۱۳۹ (۳) مشکوۃ (۴) مکاشفۃ القلوب ص ۱۵۹ (۵) تنبیہ الغافلین ص ۱۷۹

قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جاسکے گا

⑬١ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ.

ترجمہ: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

لغات: قَاطِع: قَطَعَ (ف) قَطْعًا، جدا کرنا، کاٹنا، قال تعالیٰ: ﴿فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا﴾

تشریح: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ فی الجملہ ناطہ جوڑنا یہ واجب ہے اور ناطے توڑنا یہ گناہ کبیرہ ہے اسی وجہ سے قطع تعلق پر بہت سی روایات میں سخت سے سخت وعیدیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ بغاوت اور قطع رحمی دو ایسے گناہ ہیں جن پر دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب دیا جاتا ہے، ''مسند احمد'' میں ہے کہ انسانوں کے اعمال ہر جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں مگر قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔

''ابن حبان'' کی ایک روایت میں آتا ہے کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

① شرابی۔ ② قاطع رحم ③ جادوگر۔ بہر حال حدیث بالا بھی اسی کے متعلق ہے جس میں ارشاد ہے کہ قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (۱)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح مسلم'' میں اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ: یہ روایت اس شخص کے بارے میں ہے کہ جو جاننے کے باوجود قطع رحمی کرے اور حقوق ادا نہ کرے تو اس نے یہ کام حرام کیا اور اگر وہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے قطع تعلق کرتا ہے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہوگا۔ (۲)

یا مطلب یہ ہے کہ وہ قطع رحمی جو کہ حرام ہے اس کو حلال جانتا ہو اور حلال سمجھ کر قطع رحمی کرتا ہے تو اس پر جنت کا داخلہ حرام ہوگا۔

یا مطلب یہ ہے کہ اولین لوگوں کے ساتھ یہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البرّ والصّلة'' ص ۴۱۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جبير بن مطعم رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يدخل الجنّة قاطع.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الادب (باب اثم القاطع) واخرجه مسلم فى كتاب البرّ والصّلة (باب صلة الرحم وتحريم قطعيتها).

ترکیب حدیث: لا یدخل: فعل۔ الجنة: مفعول۔ قاطع: فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مکاشفۃ القلوب ص ۱۷۱ (۲) حاشیہ مسلم۔ مظاہر حق ۴/ ۵۱۷

مؤمن کو بار بار ایک سوراخ سے ڈسا نہیں جاسکتا

۱۳۲ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ: "مؤمن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا۔"

لغات: يُلْدَغُ: لَدَغَ (ف) لَدْغًا، ڈسنا۔ جُحْر: سوراخ، بل جمع أَجْحَار، جِحَرَة، جَحَرَ (ف) جَحْرًا بمعنی سوراخ میں داخل ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں ایک حکیمانہ اصول بیان کیا جارہا ہے کہ: مؤمن کی شان یہ ہوتی ہے کہ دین کے دشمن کی عہد شکنی اور سرکشی سے بار بار چشم پوشی نہیں کرتا تاکہ دشمن دین اس دھوکہ میں نہ آئیں کہ یہ دین دار ایسے بے وقوف ہوتے ہیں۔

شان ورود: علماء کرام نے اس حدیث کا شان ورود یہ بیان کیا ہے کہ: زمانہ رسالت میں ایک شاعر تھا اس کا نام "ابوعزہ" تھا، وہ اپنے اشعار میں مسلمانوں کی خوب ہجو کیا کرتا تھا مگر جب غزوہ بدر ہوا اس میں قیدیوں کے ساتھ یہ شاعر بھی گرفتار ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس نے معافی مانگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عہد واقرار لے کر اس کو چھوڑ دیا مگر اس کی ازلی شقاوت کی وجہ سے اس نے پھر وہی پرانی حرکت شروع کردی، یہ شاعر پھر غزوہ احد میں گرفتار ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہت عہد وپیمان کئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس مرتبہ معاف نہیں فرمایا اور اس کو قتل کروادیا اور جب بعض لوگوں نے اس کی سفارش کرنی چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر حدیث بالا ارشاد فرمائی۔ (۱)

علماء کرام نے لکھا ہے کہ اگر مسلمان اس اہم اصول کی طرف توجہ کرلیں تو اس کی رعایت کرنے سے مسلمان دشمنان دین کے شر وفساد سے بچے رہیں گے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحذر والتأنی فی الامور" ص ۴۲۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: لا يلدغ المؤمن من جحر واحد، مرتين.

ترکیب حدیث: لا يلدغ: فعل مجہول۔ المؤمن: نائب فاعل۔ من: حرف جار۔ جحر واحد: موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوکر فعل کے متعلق ہوا۔ مرتين: یہ صفت ہے، موصوف محذوف لدغين کے لئے، موصوف صفت سے مل کر مفعول يلدغ کے لئے، فعل مجہول اپنے نائب فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/ ۲۷۸۔ ومظاہر حق ۴/ ۵۹۴ وشرح النووی

(۲) مظاہر حق ۴/ ۵۹۴

پڑوسی کے حقوق

⑬۳ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَن لَّا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ.

ترجمہ: ''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا (ابتداء) جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔''

لغات: جَار: پڑوسی، پناہ دینے والا، جمع جِیرَان آتی ہے۔ بَوَائِقَهُ: اَلْبَائِقَة کی جمع ہے، مصیبت، شر، فساد، بَاقَ (ن) بَوْقًا، لڑائی جھگڑا کرنا۔

تشریح: ہمسایوں کے حقوق کا اندازہ اس حدیث بالا سے بخوبی کیا جاسکتا ہے، آپ ﷺ امت پر کتنے شفیق و مہربان تھے اور یہ ارشاد کیسے جلال سے معمور ہے، نبوت کی زبان میں کسی عمل کی سخت تاکید اور دین میں اس کی انتہائی اہمیت جتانے کے لئے آخری تعبیر یہی ہوئی ہے کہ ہمسایوں کے حقوق میں کوتاہی کرنے والا مؤمن نہیں یا وہ جنت میں نہیں جاسکے گا۔ (۱)

ہمسایوں کے بارے میں احادیث میں تاکید: پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت رکھنے کی احادیث مقدسہ میں بہت تاکید آئی ہے مثلاً ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جبرائیل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کے متعلق اس قدر تاکید فرماتے ہیں کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ اسے وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ (۲)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کیسے معلوم ہو کہ میں اچھا ہوں یا برا؟ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تیرے پڑوسی تجھے اچھا کہیں تو تو اچھا ہے اور جب وہ تجھے برا کہیں تو تو برا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پڑوسی کا اچھا ہونا تکلیف نہ دینے کا نام نہیں بلکہ پڑوسی کی اچھائی یہ ہے کہ ہمسائے کی ایذاء پر صبر کرے، (۳) خلاصہ یہ ہوا کہ ایمان والوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ برتاؤ اور رویہ ایسا شریفانہ رکھیں کہ وہ اس کی طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الشفقة والرحمة فی الخلق'' ص۴۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لا یدخل الجنة من لا یأمن جاره بوائقه.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب تحریم ایذاء الجار) وعند البخاری فی کتاب الادب.

ترکیب حدیث: لایدخل: فعل۔ الجنة: مفعول۔ من: موصولہ۔ لا یأمن: فعل۔ جاره: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل۔ بوائقه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ ہوا موصول صلہ سے مل کر فاعل ہوا یدخل کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۹۴/۶ (۲) مشکوۃ (۳) تنبیہ الغافلین ص ۱۴۸ (۴) مظاہر حق ۵۴۱/۴

حرام کھانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا

(۱۳۴) لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ.

ترجمہ: ''وہ بدن جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی حرام غذا سے پرورش کی گئی ہو۔''

لغات: غُذِّیَ: غَذَیٰ (ن) غذوًا، خوراک دینا۔ جَسَد: بدن انسانی، جمع اَجْسَاد.

تشریح: حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کی حرام مال سے نشوونما ہوئی ہو تو ایسا شخص جنت کے اعلیٰ درجات میں داخل نہیں ہوسکے گا یا مطلب یہ ہے کہ جو حرام مال کو حلال جان کر کھاتا ہو تو اب ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ وہ کافر ہوگیا۔

مذمت اکل حرام: علماء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کھانے سے پہلے معلوم ہوجائے کہ یہ کھانا حرام ہے تو اب وہ اس کو نہ کھائے اور اگر کھانے کے بعد معلوم ہوا تو اب قے کردے جیسے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کی کہانت کی کمائی کا دودھ پی لیا معلوم ہونے پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً قے کردیا اور ساتھ ساتھ یہ دعا کرتے رہے کہ الٰہی میں تیرے سامنے عذر کرتا ہوں اس دودھ سے جو رگوں اور آنتوں میں رچ گیا۔ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتے جس نے حرام سے پیٹ کو بھرا ہو، ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جو شخص اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ میری غذا کہاں سے آئی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس کو دوزخ کے کس دروازے سے داخل کرے۔ (۲)

اکل حرام کا کفارہ: اگر کسی نے حرام مال کھالیا ہو تو اب اس کے لئے یہ ہے کہ وہ سچے دل سے ندامت وشرمندگی سے توبہ کرلے اور دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الکسب وطلب الحلال'' ص ۲۴۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی بکر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ: ان رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال: لا یدخل الجنۃ جسد غذی بالحرام.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیہقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: لا یدخل: فعل۔ الجنۃ: مفعول۔ جسد: موصوف۔ غذی: فعل ضمیر نائب فاعل، بالحرام: جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صفت ہوا پھر موصوف صفت سے مل کر فاعل ہوا یدخل فعل کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) احیاء العلوم ۲/ ۱۲۸ (۲) احیاء العلوم ۲/ ۱۲۸

مؤمن وہ ہے جس کی خواہش دین کے تابع ہو جائے

(۱۳۵) لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ.

ترجمہ: ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔“

لغات: هَوَاهُ: یہ هَوٰی کا مصدر ہے بمعنی خواہش اور عشق، خیر کا ہو یا شر کا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ حقیقی ایمان اور اس کی برکات جب ہی نصیب ہوں گی جب کہ نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر ہدایت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور ماتحت ہو جائیں [۱] اور اس کی زندگی کا ہر پہلو خواہ اس کا تعلق اعتقادات سے ہو یا عبادات سے ہو یا عادات سے، سب میں ہی دین وشریعت کارفرما ہوں تو ایسا شخص کامل ایمان والا ہوگا اور جو ایسا نہ کرے تو اس کا ایمان کامل نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں اصل ایمان کی نفی نہیں ہے بلکہ بقول علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نفی کمال ایمان پر محمول ہے [۲] جب آدمی نے سرور عالم محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نبی ہونے کا اقرار کر لیا تو اب ان کے بتائے ہوئے طرز زندگی اور طریق بندگی کو اختیار کرنا ضروری ہوگا، تو جس چیز کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے خواہ اس پر عمل کرنے کو دل چاہے یا نہ چاہے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور اسی طرح جن چیزوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے خواہ وہ نفس کے تقاضے کے خلاف ہی ہو مگر اب یہ نفس کے تقاضے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے تابع کرے گا۔ [۳]

نکتہ: علماء کرام نے لکھا ہے کہ جو ”ھویٰ“ (یعنی خواہشات نفس) کو ”ہدیٰ“ (انبیاء علیہم السلام کی ہدایات) کر دے، ”ہویٰ“ کے ھاء کی زبر کو پیش کر دے، واؤ کو دال سے بدل دے، تو اس کو ابدی سعادتوں سے نوازا جائے گا اور ابدی شقاوت سے بچ جائے گا اور حقیقی ایمان نصیب ہو جائے گا، صرف زبر کو پیش کرنا اور ”و“ کو ”د“ سے بدلنا ہے۔ [۴]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الاعتصام بالكتاب والسنة“ ص ۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال: قال رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به.

تخریج حدیث: ذكره النووی فی اربعينه.

ترکیب حدیث: لا یؤمن: فعل۔ احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل۔ حتی: حرف جار۔ یکون: فعل ناقص۔

(۱) معارف الحدیث ۱/ ۱۳۸ (۲) التعلیق الصبیح ۱/ ۱۳۸ (۳) مرقاۃ ۱/ ۲۴۴ (۴) معارف الحدیث ۱/ ۱۲۷

ھواہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر اسم۔ تبعا: صیغہ صفت۔ لما: لام: حرف جار۔

ما: موصولہ۔ جئت: فعل ضمیر فاعل بہ متعلق جئت کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ موصول صلہ سے مل کر مجرور ہو کر تبعا کے متعلق ہو کر یکون کی خبر اور پھر یہ ''حتی'' کا مجرور ہو کر یؤمن کے متعلق ہوا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے

⑬⑥ لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَن یُّرَوِّعَ مُسْلِمًا.

تَرجَمَہ: ”کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔“

لُغَات: یُرَوِّعَ: ڈرانا، گھبرادینا، رَاعَ (ن) رَوْعًا.

تَشرِیح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور تمام مخلوق کو انسان کے لئے پیدا کیا اور انسان کے تمام اعضاء واجزاء کو محترم ومکرم قرار دے کر احترام آدمیت کی ہدایت فرمائی کہ ہر ایک دوسرے کی عزت واحترام کرے اور اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دے بلکہ کوئی ایسی حرکت بھی نہ کرے جس سے آدمی ڈر جائے۔

اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ تمام انسان آپس میں محبت وشفقت کا سلوک رکھیں، ایک دوسری روایت میں مسلمانوں کی مثال اس طرح دی گئی ہے کہ ”اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہُ اِشْتَکٰی کُلُّہُ وَاِنِ اشْتَکٰی رَأْسُہُ اِشْتَکٰی کُلُّہُ“[1] سارے مؤمن مثل ایک آدمی کے ہیں اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہوتو اس کے سارے اعضاء کو تکلیف ہوتی ہے اگر سر میں تکلیف ہوتو سارے اعضاء میں تکلیف ہوتی ہے“، اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے عداوت اور نفرت پیدا ہو بلکہ کسی حرکت سے مسلمان کو معمولی سی بھی تکلیف ہوتو وہ بھی اس حدیث سے حرام معلوم ہوتی ہے۔

اپریل فول کا حکم: آج کل یکم اپریل فول منانے کا رواج دشمنان اسلام کی طرف سے چل کر مسلمانوں میں آچکا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس دن کسی کو ڈرادو یا جھوٹی خبر سنا دو اس کے نقصانات بہت سامنے آتے ہیں تو اس کی ممانعت اور حرام ہونے پر اس حدیث بالا سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب قتل اھل الردۃ والسعاۃ بالفساد“ ص ۳۰۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن ابی لیلی قال حدثنا اصحاب محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انھم کانوا یسیرون مع رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فنام رجل منھم فانطلق بعضھم الی حبل معہ فاخذہ ففزع فقال رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لا یحل لمسلم ان یروع مسلما.

تَخرِیجِ حَدِیث: اخرجہ ابوداود فی کتاب الادب (باب من یاخذ الشیئ من مزاح)

تَرکِیبِ حَدِیث: لا یحل: فعل۔ لمسلم: جار مجرور یحل کے متعلق۔ یروع: فعل ضمیر فاعل۔ مسلما: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مفرد یحل کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مسلم (۲) شرح اربعین نووی

کتے اور تصویر والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

۱۳۷ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيْرُ.

ترجمہ: ''(رحمت کے) فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔''

لغات: مَلٰئِكَة: جمع ہے مَلَك، بمعنی فرشتہ اس کی جمع مَلَآئِك اور اَمْلَاك بھی آتی ہے۔ كَلْب: کتا، جمع كِلَاب، أَكْلُب آتی ہے۔ تَصَاوِيْر: جمع تَصْوِيْر، بت، مجسمے، صَوَّرَ تصویر بنانا، مُصَوِّر تصویر بنانے والا۔

تشریح: کتا یا تصویر والا گھر رحمت کے فرشتوں کے دخول کے لئے مانع ہوتے ہیں مگر عذاب والے فرشتوں کے لئے مانع نہیں ہوتے، اس حدیث میں ملائکہ سے مراد وہ فرشتے نہیں جو انسان کی حفاظت ونگرانی اور اعمال لکھنے پر مامور ہیں کیونکہ ایسے فرشتے تو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتے ہیں وہ کبھی بھی جدا نہیں ہوتے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اس میں کسی قسم کی کوئی قید نہیں ہے تو اس میں ہر قسم کا کتا داخل ہوگا خواہ وہ حفاظت کے لئے یا کھیتی وغیرہ کے لئے ہو، اسی طرح تصویر میں بھی ہر قسم کی تصویر داخل ہوگی خواہ وہ بستر پر ہو یا مقام تذلیل میں ہو، احتیاط اسی میں ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ والی بات کو ترجیح دی جائے، کیونکہ بعض کتوں کو احادیث میں شیطان کہا گیا ہے اور فرشتے تو شیطان کی ضد ہیں اسی طرح فرشتے صفائی پسند ہوتے ہیں بخلاف کتوں کے کہ وہ گندگی کو پسند کرتے ہیں اسی طرح فرشتے انسان کے لئے استغفار اور نزول رحمت کے لئے سبب ہوتے ہیں اور کتے رحمت کے دور کرنے کے لئے سبب بن جاتے ہیں۔ [1]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب التصاویر'' ص ۳۸۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی طلحة قال: قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: لا تدخل الملئكة بيتا فيه كلب ولا تصاوير.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب اللباس (باب التصاویر) واخرجه مسلم فی کتاب اللباس والزینة.

ترکیب حدیث: لا تدخل: فعل۔ الملئكة: فاعل۔ بيتا: موصوف۔ فيه: جار مجرور ثابت کے متعلق۔ كلب ولا تصاوير: معطوف، معطوف علیہ سے مل کر ثابت کا فاعل، ثابت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر تدخل کا مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۸/۳۳۶، اشعۃ اللمعات

حضور اکرم ﷺ سے محبت ایمان کی بنیاد ہے

(۱۳۸) لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔''

لغات: لَا یُؤْمِنُ: یہاں پر مراد کامل ایمان ہے۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان نے محبوب ﷺ کو اپنا نبی تسلیم کرلیا تو اب نبی کی محبت جب تک اس کے دل میں سب سے زیادہ نہ ہو تو اس شخص کو آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنا مشکل ہوگا اس لئے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ نبی ﷺ سے محبت سب سے زیادہ ہو یہاں تک کہ اپنے والد اور اولاد سے بھی زیادہ، اگر اس کے دل میں نبی ﷺ کی محبت ان سب سے زائد نہ ہوگی تو ان سب کی وجہ سے یہ نبی کریم ﷺ کے احکامات کو بالائے طاق رکھ دے گا، نیز یہاں پر محبت سے مراد بقول علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے محبت عقلی ہے نہ کہ طبعی، ہوسکتا ہے کہ کسی کو طبعاً اپنی اولاد وغیرہ سے زیادہ محبت ہو۔ (۱)

والد کو ولد پر مقدم کیوں کیا؟

سؤال: والد کو اولاد سے پہلے بیان کیا حالانکہ انسان کو اپنی اولاد سے محبت والد سے زیادہ ہوتی ہے۔

جواب اول: والد کے احترام کی وجہ سے اس کو مقدم کیا۔

جواب دوم: ہر شخص کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی اولاد بھی ہو مگر ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس کا والد ہو۔

جواب سوم: عموماً ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوتی ہے تو یہاں پر بھی ادنیٰ سے (جو والد کی محبت ہے) اعلیٰ کی طرف (جو اولاد کی محبت ہے) ترقی ہے۔

والنّاس اجمعین: ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو اپنی اولاد یا اپنے والدین کے علاوہ کسی اور سے نبی کریم ﷺ سے زیادہ محبت ہو، تو اس کا جواب اس آخری جز میں دے دیا، کوئی بھی ہو جب تک سب سے زیادہ محبت اپنے نبی ﷺ سے نہیں ہوئی تو کامل ایمان والا نہیں بن سکتا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الایمان'' ص۱۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا یؤمن احدکم حتی

---

(۱) شرح ابوداود، التعلیق الصبیح ۱/۲۵ (۲) مرقاۃ ۱/۱۳۱/۷

اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الایمان (باب حب الرسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من الایمان) واخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب وجوب محبة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم).

ترکیب حدیث: لا یؤمن: فعل۔ احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل۔ حتی: حرف جار۔ اکون: فعل ناقص، ضمیر اسم۔ احب: صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ الیہ: جار مجرور احب کے متعلق۔ من: حرف جار۔ والدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ ہوا۔ وولدہ: معطوف معطوف علیہ۔ والناس اجمعین: معطوف پھر تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر مجرور ہوکر احب کے متعلق، پھر احب فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر اکون کی خبر، اکون اپنے اسم اور خبر سے مل کر حتی کے لئے مجرور، جار مجرور مل کر یؤمن کے متعلق، یؤمن اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

مسلمان تین دن سے زیادہ کسی سے قطع تعلق نہ رکھے

(۱۳۹) لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَن يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ.

ترجمہ: ''کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے اگر کسی نے ایسا کیا، اوراسی حال میں مرگیا تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

لغات: يَجْهُرُ: هَجَرَ (ن) هِجْرَانًا قطع تعلق کرنا، چھوڑنا، أَخ: بمعنی بھائی۔

تشریح: اس حدیث پرغور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت مطہرہ نے انسان کی طبیعت ومزاج کا کتنا خیال رکھا ہے، تین دن کی قید لگائی، کیونکہ عموماً انسان کا غصہ تین دن میں ٹھنڈا یا کم از کم ہلکا ضرور ہوجاتا ہے، اگر شریعت تین دن سے پہلے ملنے کا حکم دیتی تو یہ انسانی طبیعت پر بہت شاق گزرتا۔

کسی دینی مصلحت کی وجہ سے تین دن سے زائد بھی ناراضگی رکھی جاسکتی ہے: کسی نے اہل بدعت یا غلط عقیدے والے سے یا کسی اور دینی مصلحت کی وجہ سے یا کسی دنیوی نقصان کی وجہ سے بات چیت چھوڑ دی تو اب اس میں تین دن کی قید نہیں ہوگی، مگر علماء فرماتے ہیں: اس کنارہ کشی میں بھی اچھے انداز کو اختیار کرے یہ نہیں کہ اس کی غیبت اور اس پرعیب لگاتا پھرے اس سے قطع تعلق اس وقت تک رہے جب تک وہ دل سے توبہ نہ کرلے، جیسے غزوہ تبوک میں تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شرکت نہ کرنے پر ان سے پچاس دن تک قطع تعلق کیا گیا اور پھر جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو پھر سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے ملنا جلنا شروع کردیا۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ایک مسئلہ کی وجہ سے ایک عرصہ تک بات چیت بند کردی تھی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے بیٹے بلال سے ایک دینی بات کی وجہ سے ترک ملاقات اختیار کرلی تھی، بہرحال اس نوع کے سینکڑوں واقعات ملیں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دینی معاملہ کی وجہ سے تین دن سے زائد بھی خفگی رکھی جاسکتی ہے مگراس میں نیت صادق ہو کوئی نفسانی خواہش یا دنیوی غرض شامل نہ ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات'' ص ۴۲۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه ان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: لا يحل لمسلم أن يهجر اخاه فوق ثلث فمن هجر فوق ثلث فمات دخل النار.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داؤد فی كتاب الادب (باب هجرة الرجل اخاه)

ترکیب حدیث: لا يحل: فعل۔ لمسلم: جار مجرور لا یحل کے متعلق۔ يهجر: فعل ضمیر فاعل۔ اخاه: مضاف مضاف اليه

سے مل کر مفعول۔ فوق ثلث: مضاف مضاف الیہ سے مل کر یھجر کا مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مفرد "هجران اخيه" یحل کا فاعل، یحل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ من: شرطیہ۔ هجر: فعل، ضمیر فاعل۔ فوق ثلث: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ فاء: حرف عطف۔ مات: فعل ضمیر فاعل سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ دخل النار: فعل فاعل مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

کسی کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا جائز نہیں

۱۴۰ اَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ.

ترجمہ: ''جان لو! کسی کا بھی مال (کسی دوسرے شخص کے لئے) اس کی مرضی اور خوشی کے بغیر جائز نہیں۔''

لغات: اِمْرِئٍ: بغیر تاء تانیث کے بمعنی مرد اور تاء تانیث کے ساتھ بمعنی عورت۔ طِيْبٌ: طَابَ (ن) طِيْبًا بمعنی خوش گوار ہونا، طَيِّب اس مال کو بھی کہتے ہیں جو بہترین ہو۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی کسی سے اس طرح کوئی چیز مانگے کہ مخاطب کو دینے کے سواء کوئی چارہ کار نہ ہو، مثلاً مانگنے والا کوئی صاحب اقتدار ہو یا ذی وجاہت ہو، مخاطب اس کی شخصیت کے دباؤ میں آ کر وہ چیز اس کو دے، تو یہ اس کے لئے جائز نہیں ہوگا، اس حدیث کی بناء پر ایسی چیز کو غصب میں شامل کیا جائے گا اور وہ شخص ظالم کہلائے گا اور مانگنے والے کے لئے اس چیز کا استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا، اس کا حکم یہ ہوگا وہ اس چیز کو لوٹا دے یا معاف کروالے جیسے کہ ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کسی نے کسی پر کوئی ظلم کیا تو وہ آج ہی معاف کروالے ایسے دن کے مواخذہ سے پہلے جس دن کوئی درہم ودینار نہ ہوگا اور اس کا عمل صالح اس ظلم کے بدلے میں لے لیا جائیگا، اور اگر اس کے پاس عمل صالح نہ ہوا تو پھر مظلوم کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔

ایک دوسری حدیث میں ایسے ہی شخص کو مفلس کہا گیا ہے جو قیامت کے دن نیکیاں تو بہت سی لے کر حاضر ہوگا مگر کسی کے مال کو غصب کیا ہوگا یا کسی کا خون بہایا ہوگا تو اس کی نیکیاں مظلوموں میں تقسیم کردی جائیں گی اور جب اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو ان لوگوں کے گناہوں کو اس کے اوپر ڈال کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، للہ در القائل:

یا ایها الظالم فی فعله ❁ الظلم مردودٌ علی من ظلم

ترجمہ: ''اے اپنے اوپر ظلم کرنے والے، ظلم ظالم ہی کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔''

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الغصب والعارية'' ص ۲۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی حرة الرقاشی عن عمه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ألا لا تظلموا ألا لا يحل مال امرئ الا بطيب نفس منه.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة الی البیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: الا: حرف تنبیہ۔ لا یحل: فعل۔ مال امرئ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل۔ الا: حرف استثناء لغو باء: حرف جار۔ طیب: مصدر مضاف۔ نفس: مضاف الیہ۔ منه: جار مجرور متعلق ہوا طیب کے، پھر طیب اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر باء کے لئے مجرور، جار مجرور متعلق ہوا یحل کے، یحل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

شقاوت بدبختی کی علامت ہے

⑭١ لا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ.

ترجمہ: ”رحمت وشفقت نہیں نکالی جاتی مگر بد بخت (کے دل) سے۔“

لغات: تُنْزَعُ: نَزَعَ (ض) نَزْعًا، نکالنا، اکھیڑنا۔ شَقِيٍّ: شَقِيَ (س) شَقًا وَشَقَاءً وَشَقَاوَةً بد بخت ہونا۔

تشریح: ”شقی“ کا معنی بد بخت مگر یہاں مراد فاسق اور کافر ہے،(١) فاسق اور کافر گناہوں کے باعث اپنے دل کو اتنا سخت بنا لیتا ہے کہ اس کے بعد اس کے دل سے یہ فطری چیز یعنی رحمت وشفقت کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے خاص بندوں پر اپنا خصوصی انعام ہوتا ہے۔

انبیاء کے رحیم وشفیق ہونے پر خدا نے خود گواہی دی مثلاً قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾

ترجمہ: ”بیشک ابراہیم بڑا نرم دل تھا تحمل کرنے والا“۔(٢)

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بھی اسی شفقت کی ہدایت کی جب فرعون کی طرف بھیجا:

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾

ترجمہ: ”پس کہو اس سے بات نرم شاید وہ سوچے یا ڈرے“۔(٣)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی وملاطفت کی ان الفاظ سے قرآن میں توصیف فرمائی ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾

ترجمہ: ”پس اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے۔“(٤)

خود اللہ جل جلالہ کے بارے میں حدیث میں آتا ہے:

”اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِيْ عَلَى مَا سِوَاهُ“

ترجمہ: ”اللہ نرم خو ہے اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جو کچھ دیتا ہے وہ سختی یا کسی اور چیز پر نہیں دیتا۔“(٥)

ایک حدیث میں آتا ہے جو نرمی سے محروم رہا وہ تمام خیر سے محروم رہا۔(٦)

---

(١) مرقاۃ ۹/۲۲۶ (٢) سورۃ التوبہ ترجمہ شیخ الہند۔ (٣) سورۃ طٰہٰ ترجمہ حضرت شیخ الہند۔
(٤) سورۃ آل عمران ترجمہ حضرت شیخ الہند۔ (٥) مسلم (٦) مسلم

بہرحال نرمی وشفقت یہ اللہ کی طرف سے ایک انعام ہے مگر جو بدبخت ہو گناہ اور معصیت کر کے اس زینت کو نکالنے کی کوشش کرے تو اللہ اس کو اس ۔مف عظیم سے محروم فرمادیتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الشفقة والرّحمة على الخلق'' ص۴۲۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: سمعت أبا القاسم الصّادق المصدوق صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاتنزع الرحمة الا من شقى.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذى فى ابواب البرّ والصّلة (باب ماجاء فى رحمة الناس) واخرجه ابوداود فى كتاب الادب (باب فى الرحمة)

ترکیب حدیث: لا تنزع: فعل۔الرحمة: نائب فاعل۔الا: استثناء لغو۔من شقى: جار مجرور متعلق تنزع کے، تنزع فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

گھنٹی کی موجودگی میں فرشتے نہیں آتے

⑭② لَاتَصْحَبُ الْمَلٰئِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ وَلَاجَرَسٌ.

ترجمہ: ''اس قافلہ کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو۔''

لغات: تَصْحَبُ: صَحِبَ (س) صُحْبَةً، ساتھی ہونا، ایک ساتھ زندگی بسر کرنا۔ رُفْقَةً: جمع رِفَاق، أَرْفَاق، رِفَق، رُفَق آتی ہے، معنی ساتھیوں کی جماعت، قافلہ۔

تشریح: ''الملئكة'': بمعنی فرشتے، اس سے مراد وہ فرشتے نہیں جن کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے جو انسان کے اعمال لکھتے ہیں، اور وہ فرشتے بھی مراد نہیں جو انسان کی حفاظت کے لئے مقرر ہوتے ہیں کیونکہ وہ تو ہر حال میں انسان کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، یہاں مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت لے کر آتے ہیں، تو اگر انسان کے ساتھ کتا یا گھنٹی وغیرہ ہو تو رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔[1]

''کلب'': بمعنی کتا، اس سے مراد وہ کتا ہے جو صرف شوق وغیرہ کے لئے پالا جائے اگر کھیتی کی حفاظت یا شکار وغیرہ کے لئے ہو جس کی شریعت نے اجازت دی ہے وہ مراد نہیں ہے۔

''جرس'': بمعنی گھنٹی، جو عموماً جانوروں کے گلے میں باندھی جاتی ہے، اس کی ممانعت کے بارے میں علماء فرماتے ہیں اس کی مشابہت ناقوس کے ساتھ ہوتی ہے، ناقوس منع ہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر جرس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لڑکی آئی جس کے پاؤں میں گھنگرو تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس سے وہ چیز لے جاؤ جو ملائکہ کے آنے سے رکاوٹ بنتی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب آداب السفر'' ص ۳۳۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاتصحب الملئكة رفقة فيها كلب ولاجرس.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب اللباس والزينة (باب كراهية الكلب والجرس فی السفر) واخرجه ابوداود فی کتاب الجهاد (باب فی تعليق الاجراس)

ترکیب حدیث: لاتصحب: فعل۔ الملئكة: فاعل۔ رفقة: موصوف۔ فيها: جار مجرور فعل محذوف ثبت کے متعلق کلب: معطوف علیہ۔ لا: زائد۔ جرس: معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر فاعل ہوا فعل محذوف ثبت کا، اور پھر ثبت فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل صفت ہوئی رفقۃ کی، موصوف صفت مل کر مفعول ہوا تصحب کا۔ تصحب فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعليق الصبيح ۴/ ۲۵۸

صیغ الأمر والنّھی

یہاں سے مصنف ایسی احادیث کو لائیں گے جن کے شروع میں امر یا نہی کے صیغے ہیں

میری طرف سے چھوٹی سی بات کو بھی دوسرے کو پہنچا دو

﴿۱۴۳﴾ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً.

تَرجَمَۃ: ''میری طرف سے پہنچاؤ اگر چہ ایک ہی آیت ہو۔''

لُغَات: بَلِّغُوْا: بَلاَغَةً، تَبْلِیْغًا، بمعنی تبلیغ کرنا، قال تعالی: ﴿یَا أَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ اِلَیْكَ مِن رَّبِكَ﴾ بَلَغ (ن) بُلُوْغًا، بمعنی پہنچانا آیۃ: بمعنی علامت، من الکتاب، بمعنی آیۃ۔

تَشْرِیْح: ''ولو آیة'': سے مراد وہ حدیث ہے جو بظاہر چھوٹی ہی ہو مگر افادیت کے اعتبار سے علوم ومعارف اپنے اندر سموئے ہوئے ہو۔

علماء کرام نے فرمایا کہ اس حدیث میں علم کو پھیلانے اور دوسرے کو علم کی روشنی سے منور کرنے کی ترغیب دلانا مقصود ہے، کبھی کبھار کوئی مختصر ہی سی بات ہوتی ہے وہ آدمی کی ہدایت کے لئے کافی وشافی ہوجاتی ہے۔

ہشیار کو اک حرف نصیحت ہے کافی
نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

بعض کہتے ہیں یہاں ''آیۃ'' سے مراد قرآن کی آیت ہے۔

مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ولو آیۃ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ جزو حدیث سے بھی کر سکتے ہیں [۱] بشرطیکہ وہ سمجھ میں آجائے۔ آگے فرماتے ہیں کہ جب قرآن جس کی حفاظت کا وعدہ خداوند قدوس نے خود اس آیت مبارکہ میں فرمایا ہے، اس کے باوجود اس کی تبلیغ کا حکم ہے تو حدیث کی تبلیغ کا حکم تو بطریق اولیٰ ضروری ہوجانا چاہئے۔ [۲]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالی عنھما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: بلغوا عنی ولو آیة وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن كذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النّار.

(۱) مظاہر حق ۱۳۹ (۲) مرقاۃ ۱/۲۶۵

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الانبیاء (باب ما ذکر عن بنی اسرائیل).

ترکیب حدیث: بلغوا: فعل ضمیر فاعل۔ عنی: جار مجرور سے مل کر بلغوا کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ لو: شرطیہ۔ آیۃ: خبر فعل محذوف کانت کی۔ کانت: فعل ناقص ضمیر اس اسم، کانت اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط ماقبل کا جملہ جزا پر دال تھا اس لئے جزاء محذوف ہوگی۔

ہر شخص کو اس کے مقام پر رکھو

﴿۱۴۴﴾ اَنْزِلُوْا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ.

ترجمہ: "ہر ایک شخص کو اس کے مرتبہ پر رکھو۔"

لغات: اَنْزِلُوْا، اَنْزَلَ (افعال) اِنْزَالاً، بمعنی اتارنا، "اَنْزَلَ الضَّيْفَ"، مہمان کا اتارنا، نَزَلَ (ض) نُزُوْلاً، اترنا۔ مَنَازِلَهُمْ: جمع مَنْزِل اترنے کی جگہ، مکان۔

تشریح: ہر شخص کو اس کے مرتبہ پر اتارنا چاہئے، جس درجہ کا آدمی ہے اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے، فرشتوں کے بارے میں خدا تعالیٰ کا خود ارشادِ مبارک ہے: ﴿وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ﴾، کہ ہر ایک فرشتے کے لئے مخصوص مقام ہے، اگر خادم کو مخدوم کی جگہ اور مخدوم کو خادم کی جگہ یا چپڑاسی کی جگہ آفیسر کو اور آفیسر کی جگہ چپڑاسی کو بٹھا دیا جائے تو سارا نظام ہی ختم ہو جائے گا، ایک اور جگہ پر خدا تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: (۱)

﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾

ترجمہ: "ہم نے درجے بلند کر دیئے بعض کے بعض پر۔"

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان فرماتے ہیں، ایک مرتبہ وہ کھانا کھا رہی تھیں ایک فقیر گذرا اس کے سوال کرنے پر اس کو ایک روٹی کا ٹکڑا بھیج دیا، کچھ ہی دیر کے بعد ایک سوار گذرا، اس کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا کہ اس کو کہو کہ کھانا حاضر ہے اگر خواہش ہو تو تناول کر لیں، اس پر حاضرین میں سے کسی نے اس مختلف برتاؤ کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے آپ جناب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا: "اَنْزِلُوْا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ". (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة على الخلق" ص ۴۲۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عائشة ان النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: انزلوا الناس منازلهم.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داؤد فى كتاب الادب (باب فى تنزيل الناس منازلهم).

ترکیب حدیث: انزلوا: فعل ضمیر فاعل۔ الناس: مفعول بہ۔ منازلهم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۳۹ (۲) مظاہر حق ۴/۵۵۴

سفارش کرنے سے ثواب ملتا ہے

۱۴۵ اِشْفَعُوْا فَلْتُوْجَرُوْا.

ترجمہ: ”سفارش کروتا کہ تمہیں سفارش کا ثواب مل جائے۔“

لغات: اِشْفَعُوْا: شَفَعَ (ف) شَفَاعَۃً لفلان، فیہ، الی زید، سفارش کرنا۔ فَلْتُوْجَرُوْا: اَجَرَ (ن، ض) علی کذا، بدلہ دینا، مزدوری دینا۔

تشریح: کسی کی سفارش کرنا گویا اس شخص سے ہمدردی کرنا ہے، اس وجہ سے آپ ﷺ نے لوگوں کو اس حدیث میں یہ حکم دیا کہ ایک دوسرے کی سفارش (یعنی ہمدردی کیا کرو) اس حدیث میں یہ شرط نہیں کہ جس کی سفارش کر رہا ہے وہ قبول بھی ہو، اگر قبول بھی نہ ہوئی تب بھی اس کو پورا ثواب ملے گا۔ (۱)

کسی ناجائز مقصد کے لئے یا وہ حدود جو شریعت نے مقرر فرمائیں ہیں، ان سب میں سفارش کرنا شرعاً جائز نہیں ہے بلکہ ایسی چیزوں میں سفارش کرنے والے گناہ گار بھی ہوں گے۔

اس حدیث کے مثل یہ آیت کریمہ بھی ہے: ﴿مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً یَّکُنْ لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْھَا﴾ جو شخص اچھی سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا۔ (۲)

مگر سفارش میں یہ شرط ہے کہ دباؤ یا اپنا اثر استعمال نہ کیا جائے، اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کی سفارش قبول نہ کی جائے تو وہ ناراض نہ ہو، اگر سفارش قبول نہ ہونے کی صورت میں ناراضگی یا دشمنی ہوتی ہو تو اس کا نام سفارش نہیں بلکہ اکراہ ہے، اسمیں ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ سفارش کرنے والوں کے لئے اجر مقرر ہے خواہ اس کی سفارش قبول کی جائے اور کام ہو جائے یا اس کی سفارش رد کر دی جائے اور کام نہ ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق“ ص ۴۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ کان اذا اتاہ السّائل او صاحب الحاجۃ قال: اشفعوا فلتوجروا ویقضی اللّٰہ علی لسان رسولہ ما یشآء.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب البر والصلۃ (باب استحباب الشفاعۃ واخرجہ البخاری فی کتاب الادب باب تعاون المؤمنین بعضھم بعضا).

ترکیب حدیث: اشفعوا: فعل ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر امر۔ فا: جوابیہ۔ لتوجروا: فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جواب امر، امر اپنے جواب امر سے مل کر جملہ فعلیہ (انشائیہ) ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۱۵ (۲) ترجمہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ۔

اللہ پر ایمان لانا اور پھر موت تک اس پر جمے رہنا

﴿۱۴۶﴾ قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ.

ترجمہ: ”کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر قائم رہ۔“

لغات: اِسْتَقِمْ: بمعنی سیدھا ہونا، درست ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾.

تشریح: اس حدیث کا شمار بھی جوامع الکلم احادیث میں ہوتا ہے، حدیث کے صرف دولفظوں میں پورے اسلام کا خلاصہ آ گیا، اول اللہ پر ایمان لانا، دوم: موت تک اس پر قائم رہنا۔ (۱)

اس حدیث کے مثل قرآن کی یہ آیت بھی ہے: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ﴾ جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیں اور وہ لوگ بھی جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ سے ذرا مت نکلو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے، قرآن میں اور بھی کئی جگہوں پر استقامت کا حکم دیا گیا ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ استقامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: دنیا میں سیدھے راستے پر قائم رہنا قیامت کے دن پل صراط پر گذرنے سے زیادہ مشکل ہے۔

استقامت کیا ہے؟ اس کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں مثلاً ابن زید رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت پر جمنے کا نام استقامت ہے، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کلمہ توحید پر جمنے کا نام ہے، اور رابیع رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ کے علاوہ سب سے اعراض کرنے کا نام ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اخلاص کا نام ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ادائے فرض کو کہتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تمام احکامات اور اوامر ونواہی پر سیدھے جمے رہیں، لومڑی کی طرح اِدھر اُدھر راہ فرار اختیار نہ کریں۔

سب اقوال کا خلاصہ یہی ہے کہ موت تک دین پر جمے رہنے کا نام استقامت ہے، اسی وجہ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ أَلْفِ كَرَامَةٍ“ استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے۔ بعض محققین علماء نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عموماً قرآن مجید سے ہی ماخوذ ہوتے ہیں، سعید بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہے، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرمایا کہ: میں نے کتاب الصلوٰۃ پر غور کیا تو مجھ کو تمام احادیث کا مرجع قرآن پاک میں مل گیا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الایمان“ ص ۱۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سفیان بن عبداللّٰہ الثقفی قال: قلت یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم! قل لی فی الاسلام قولا لا اسئل عنہ احدا بعدك، وفی روایۃ غیرك قال: قل امنت باللّٰہ ثم استقم.

---

(۱) معارف الحدیث ۱/۱۶۴ (۲) مرقاۃ ۱/۸۴، التعلیق الصبیح ۱/۳، شرح نوری ۱۰۹

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب جامع اوصاف الاسلام) واخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجاء فی حفظ اللسان).

ترکیب حدیث: قل: فعل امر ضمیر فاعل۔ آمنت: فعل ضمیر فاعل۔ باللّٰه: جار مجرور متعلق فعل کے ہوکر جملہ ہوکر مقولہ۔ قل اپنے فاعل اور مقولہ سے مل کر جملہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ۔ ثم: عاطفہ۔ استقم: فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

جو چیز شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو

﴿۱۴۷﴾ دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ.

ترجمہ: ”جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو، جو تم کو شک میں نہ ڈالے اس کو کرو۔“

لغات: دَعْ: وَدَعَ (ف) وَدْعًا، چھوڑنا۔ یُرِیْبُکَ: شک میں ڈالنا، تہمت لگانا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک کسوٹی بیان کی گئی ہے کہ جو قول یا فعل تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو اور اس کو اختیار کرو جس پر دل مطمئن ہو، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے کہ ”اپنے دل سے فتوی لو، اگر دل میں خلجان ہے اگرچہ مفتی حضرات نے ظاہر کو دیکھ کر جائز ہونے کا فتوی دے بھی دیا ہو مگر اطمینان قلب نہیں تو اس پر عمل نہ کرو“، اس کی مثال ایسے سمجھی جائے کہ ایک آدمی کے پاس حرام اور حلال دونوں قسم کا مال ہے وہ اس میں سے کچھ آپ کو دینا چاہتا ہے مگر آپ کا دل مطمئن نہیں کہ ممکن ہے کہ حرام مال بھی اس کے ساتھ ملا ہوا ہو، تو اس صورت میں آپ اس کو قبول نہ کریں کیونکہ قبول کرنا یہ شک میں ڈالنے والا ہے بخلاف قبول نہ کرنا اس لئے اس کو اختیار کرنا شک سے بچنا ہوگا، مگر یہاں پر ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ یہ کسوٹی اور قانون اس شخص کے لئے ہے جس کا دل خواہشات نفسانی کی کدورت سے پاک ہو ورنہ عام لوگوں کے لئے تو جو مفتی فتوی دے گا اس پر عمل کرنا ہی ضروری ہوگا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الکسب وطلب الحلال“ ص۲۴۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنهما قال: حفظت من رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دع ما یریبك الی ما لا یریبك قال الصدق طمانیة وان الکذب ریبة.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة القیامة وقال هذا حدیث صحیح واخرجه الامام احمد فی مسنده ۱/۲۰۰، والنسائی.

ترکیب حدیث: دع: فعل امر ضمیر فاعل۔ ما: موصولہ۔ یریبك: فعل ضمیر فاعل۔ ك: مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ اور یہ جملہ ما کے لئے صلہ، موصول صلہ سے مل کر دع کے لئے مفعول۔ الی: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ لا یریبك: فعل، فاعل اپنے مفعول سے مل کر جملہ ہوا اور پھر یہ جملہ صلہ موصول کا، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق دع فعل کا، دع فعل اپنے فاعل اور مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

برائی کے بعد فوراً نیکی کرلو

⑭⑧ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا.

ترجمہ: ''اللہ سے ڈرو جہاں بھی ہو، اگر تم سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو تاکہ وہ اس برائی کو مٹا دے۔''

لغات: تَمْحُهَا: مَحَا (ن) مَحْوًا الشَّئَ، مٹانا۔

تشریح: یہ ارشاد مبارک دو نصیحتوں پر مشتمل ہے جو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کو جامع ہے، اول: جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرو، اسی کا نام تقویٰ ہے، تقویٰ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی شرک سے برائت اختیار کرے اور سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب سے احتراز کرے، ان دو کے درمیان تقویٰ کے اور بہت سے درجات ہیں۔ (۱)

''حیث ماکنت'': خدا کا خوف ہر حال میں ہو خواہ آدمی جلوت میں ہو یا خلوت میں، سفر میں ہو یا حضر میں کیونکہ کوئی حالت بندوں کی اللہ سے پوشیدہ نہیں، تقویٰ کی اہمیت کی وجہ سے قرآن مجید میں جگہ جگہ پر ''اتقوا اللّٰہ'' وارد ہوا ہے اور احادیث نبویہ میں بھی بہت سی جگہ پر اللہ سے ڈرنے کا حکم آیا ہے، دوسری نصیحت اس حدیث میں یہ فرمائی گئی کہ آدمی سے ہی خطاء ولغزش ہوتی ہے، جب بھی ہو جائے تو اس کا علاج فوراً نیکی کرنے کے ساتھ کرلے، جیسے کہ قرآن مجید میں بھی ارشاد خداوندی ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (۲) البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب بھی آدمی سے کوئی گناہ ہو جائے، فوراً اس کے جنس سے کوئی نیکی کرلے، مثلاً اگر شراب نوشی کی ہے تو اس کے بدلہ میں حلال چیز کسی کو کھلا دے اور گانا بجانے میں مشغول ہوا تھا تو اب تلاوت قرآن پاک کرلے یا سن لے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الرفق والحیاء وحسن الخلق'' ص۴۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ذر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اتق اللّٰہ حیث ما کنت، واتبع السیئۃ الخسنۃ تمحھا وخالق الناس بخلق حسن.

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی فی ابواب البر والصلۃ (باب ماجاء فی معاشرۃ الناس) وقال ھذا حدیث حسن صحیح واخرجہ الدارمی (فی باب حسن الخلق) ۲۳۱/۲.

ترکیب حدیث: اتق: فعل ضمیر فاعل۔ لفظ اللّٰہ: مفعول۔ حیث: مضاف۔ ما: موصولہ۔ کنت: فعل تام ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مضاف الیہ ہو کر مفعول فیہ ہوا فعل اتق کا، اتق فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، ''واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا'' وتبع فعل امر، السیئۃ مفعول اول، الحسنۃ مفعول ثانی، فعل اپنے دونوں مفعولوں سے مل کر امر، تمحھا، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جواب امر، امر اپنے جواب امر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۲۹۵/۹ شرح اربعین (۲) مظاہر حق، مرقاۃ ۲۹۵/۹

لوگوں سے اچھے اخلاق سے سلوک کرو

۱۴۹ وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ.

ترجمہ: ”لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آ ؤ۔“

لغات: خَالِقْ (ن)، پیدا کرنا، مُخَالَقَة: خوشخوئی کے ساتھ زندگی گذارنا۔

تشریح: اس حدیث میں بطور نصیحت کے یہ فرمایا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ سب سے ہی اچھا سلوک رکھے اور ہر ایک سے اخلاق سے پیش آئے، حدیث بالا کے مضمون کو ذخیرہ احادیث میں بہت ہی کثرت سے اجاگر کیا گیا ہے، مثلاً ایک روایت میں ہے:

”مَا خَيْرُ مَا اُعْطِيَ الْاِنْسَانُ؟ قَالَ اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ“

ترجمہ: ”بہترین عطاء خدا کی طرف سے انسان کو خوش خلقی ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں ایسے شخص کو کامل ترین ایمان والا ارشاد فرمایا گیا ہے،(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مسلمان اپنے حسن خلق کی بدولت اس شخص کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو بہت راتوں کو عبادت میں جاگتا ہو اور دنوں میں روزہ رکھتا ہو،(۲) اسی طرح جب آپ ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر روانہ فرما رہے تھے اور ان کا ایک پاؤں رکاب میں تھا، اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اے معاذ! لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا۔(۳)

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ: اے ابراہیم! اپنے اخلاق کو اچھا رکھو اگرچہ کفار کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو تاکہ نیکو کاروں کے زمرے میں داخل ہو جاؤ(۴) خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اخلاق ہی کے ذریعہ سے انسان اللہ اور اس کے بندوں کے نزدیک محبوب بن سکتا ہے، اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے اندر اخلاق حمیدہ پیدا کرے۔ اللّٰھم ارزقنا خلقا کخلق النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الرفق والحیاء وحسن الخلق“ ص۴۳۲ پر ہے، پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۱۴۸ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی معاشرة الناس) وقال هذا حديث حسن صحيح واخرجه الدارمی (فی باب حسن الخلق ۲/۲۳۱).

ترکیب حدیث: خالق: فعل ضمیر فاعل۔ الناس: مفعول۔ باء: جار۔ خلق حسن: موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوا۔ جار اپنے مجرور سے مل کر خالق فعل کے متعلق ہوا۔ خالق: فعل۔ اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) ابوداؤد شریف (۲) ابوداؤد شریف (۳) مؤطا امام مالک

مؤمن کو اپنا دوست بناؤ

⑮⓪ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِناً.

ترجمہ: ''ساتھی مت بناؤ مگر مؤمن کو۔''

لغات: تُصَاحِب: صَاحَبَ مُصَاحَبَةً، صَحِبَ (س) صُحْبَةً دوستی کرنا، ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔

تشریح: اس حدیث پاک میں ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ دشمنان دین کے ساتھ ایسی صحبت وہم نشینی اختیار نہ کی جائے جس سے آدمی کو خود کفر وشرک میں (معاذ اللہ) مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو جائے کیونکہ صحبت کا بہت اثر پڑتا ہے، اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ: ''صحبت صالح ترا صالح کند۔''

سچی اور پکی دوستی صرف اسی سے کی جائے جس کے عقائد ونظریات صحیح ہوں جس کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

علماء کرام نے لکھا ہے کسی کو اپنا دوست بنانے سے پہلے یہ غور کرنا ضروری ہے کہ جس کے ساتھ دوستی کر رہا ہوں اس کے عقائد اور اعمال بھی صحیح ہیں یا نہیں، کہیں اس کی وجہ سے یہ گمراہی کی وادی میں پہنچ جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ کسی نے پوچھا کہ ہم نشین کیسے ہوں؟ کن لوگوں میں بیٹھا کریں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

''مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللّٰهَ رُؤْيَتُهُ وَزَادَ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَذَكَّرَكُمُ الآخِرَةَ عَمَلُهُ''

ترجمہ: کہ جس کو دیکھنا تمہیں اللہ کی یاد دلائے اور جس کی بات سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل سے آخرت یاد آئے۔ (۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر طویل بحث فرمائی ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں، دوست بنانے سے پہلے دوست میں چند باتوں کو دیکھا جائے:

اول: اس سے علم وعمل میں استفادہ مقصود ہو اور کوئی دنیاوی غرض نہ ہو۔

دوم: جس سے دل پریشان نہ ہو اور وہ عبادت سے روکنے والا نہ ہو۔

سوم: مصیبت اور حوادث کے وقت کام آئے۔

چہارم: ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے ہوں۔

پنجم: آخرت میں شفاعت کی امید ہو۔ (۲)

---

(۱) الترغیب والترھیب (۲) احیاء العلوم ۲/۲۴۸

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحب فی اللہ ومن اللہ" ص ۴۲۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی سعید انه سمع رسول الله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقول: لا تصاحب الا مؤمنا ولا یأکل طعامك الا تقی.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجآء فی صحبة المؤمن) واخرجه ابوداود فی کتاب الادب (باب من یومر أن یجالس).

ترکیب حدیث: لا تصاحب: فعل نہی ضمیر فاعل۔ الا: استثناء لغو۔ مؤمنا: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

متقی کو اپنا کھانا کھلاؤ

⑮١ وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ.

تَرجَمَہ: ''تمہارا کھانا کوئی نہ کھائے مگر پرہیز گار۔''

لُغات: تَقِیّ: پرہیز گار، جمع اَتْقِیَاء آتی ہے۔

تَشرِیح: اس حدیث سے کئی مطالب محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے بیان فرمائے ہیں: منجملہ ان میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو خطاب ہے کہ تم اپنی روزی حلال اور جائز طریقہ سے حاصل کروتا کہ پرہیز گار مسلمانوں کے کھانے کے وہ قابل ہوجائے،[1] یا مطلب یہ ہے کہ اپنا کھانا صرف متقی اور پرہیز گار ہی کو کھلاؤ کیونکہ اس کے بعد وہ عبادت کریں گے اس کا ثواب کھانا کھلانے والے ہی کو ملے گا اور اگر بدکردار کو کھلایا خدانخواستہ اگر وہ کوئی گناہ کرے تو کھانا کھلانے والا بھی اس گناہ میں شریک ہوگا بوجہ اس کی اعانت کے۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں جو متقی کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے وہ صرف دعوت اور تقاریب کے موقعہ کی بات ہے ورنہ شریعت نے تو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّأَسِيْراً﴾

تَرجَمَہ: وہ کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔

علماء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ بھوک سے بچانے کی وجہ سے کافر کو بھی کھانا کھلانا جائز ہے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الحب فی اللّٰہ ومن اللّٰہ'' ص ۴۲۶ پر ہے، پوری حدیث گزشتہ حدیث کے ضمن میں مذکور ہے۔

تَخرِیجِ حَدِیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجاء فی صحبة المؤمن) وخرجه ابوداؤد فی کتاب الادب (باب من یومر ان یجالس).

تَرکِیبِ حَدِیث: لا یأکل: فعل نہی۔ طعامك: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ الا: استثناء لغو۔ تقی: فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۱/۵۷۱، ۴ ومرقاۃ ۹/۲۸۷ (۲) مظاہر حق ۱/۵۷۱ ومرقاۃ ۹/۲۵۷

امانت ادا کرو اور خیانت نہ کرو

(۱۵۲) اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ.

ترجمہ: ''جس کسی نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے اس کو امانت دے دو اور جس کسی نے تمہارے ساتھ خیانت کی تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔''

لغات: اَدِّ: اَدّیٰ، تَأَدَّی الشَّیَٔ ادا کرنا، پہنچانا۔ اِئْتَمَنَكَ: اَمِنَ، اِئْتَمَنَ فُلَانًا عَلیٰ کَذَا، کسی کو کسی چیز کا امین بنانا۔ تَخُنْ: خانَهُ (ن) خِیَانَةً امانت میں خیانت کرنا۔

تشریح: اس حدیث میں دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں: اول: ''الامانة''، دوم: ''تخن.''

''امانت'' امن سے مأخوذ ہے بمعنی حفاظت یعنی امانت کو چھوڑ کر کوئی شخص امن میں نہیں رہ سکتا، امانت کی ضد خیانت ہے، یہ خون سے مشتق ہے، اس کا معنی کم کرنا، خیانت میں بھی وہ دوسرے کی چیز میں کمی کرتا ہے۔ (۱)

اس حدیث میں دو نصیحتیں کی گئی ہیں: پہلی یہ ہے کہ جب کوئی تمہارے پاس امانت رکھوائے تو تم اس کی حفاظت کرو، جب وہ طلب کرے تو اس کو پوری پوری واپس کردو، ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: میری امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک وہ امانت کو مال غنیمت اور صدقہ کو ٹیکس نہ سمجھنے لگے، ایک اور روایت میں جہاں منافقوں کی نشانیوں کو بیان فرمایا گیا ہے ان میں من جملہ اور نشانیوں کے ایک نشانی یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ خیانت کرتا ہے۔ (۲)

اسی حدیث کے مثل قرآن کی یہ آیت بھی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو۔ (۳)

دوسری نصیحت حدیث بالا میں یہ ہے جب خائن تمہارے ساتھ خیانت کرتا ہے تو تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو، ورنہ دوسرا آدمی بھی خائن بن جائے گا، مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ دلائل کی بناء پر اس شخص کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں (۴) جیسے کسی کا کسی پر حق ہو اور اس کا مال اس صاحب حق کے قبضہ میں بھی ہے تو یہ صاحب حق اس کے مال سے جو اس کے قبضہ میں ہے اپنے مال کے بقدر لے سکتا ہے، اس کی صورت یہ ہوگی مثلاً زید کے سو روپیہ بکر کے ذمہ واجب ہیں اور بکر کے ایک ہزار روپیہ زید کے قبضہ میں ہیں تو اب زید بکر کے ہزار میں سے اپنے سو روپیہ لے سکتا ہے۔

(۱) مکاشفة القلوب ۱۳۷ (۲) بخاری، مسلم (۳) ترجمہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ۔ (۴) مظاہر حق

یہ روایت مشکوۃ میں "باب الشركة والوكالة" ص ۲۵۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اد الامانة الى من ائتمنك ولا تخن من خانك.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب البیوع (باب فی الرجل يأخذ حقه من تحت يده) واخرجه الدارمی (فی باب اداء الامانة عنه).

ترکیب حدیث: اد: فعل ضمیر فاعل۔ الامانة: مفعول۔ الی: حرف جار۔ من: موصولہ۔ ائتمنك: فعل ضمیر فاعل۔ ك: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور جار اپنے مجرور سے مل کر فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ لا تخن: فعل ضمیر فاعل۔ من: موصول۔ خانك: فعل فاعل۔ ك: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ من کا، موصول صلہ سے مل کر تخن کے لئے مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

بہترین لوگوں کو مؤذن ہونا چاہئے

⑮۲ لِیُؤَذِّنْ لَکُمْ خِیَارُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ قُرَّائُکُمْ.

تَرجَمہ: ”تم میں سے بہترین لوگ اذان دیں اور تمہارے قراء تمہاری امامت کریں۔“

لُغات: لِیُؤَذِّنْ: أَذَّنَ، تَأْذِیْنًا، أَذَّنَ لِلصَّلٰوۃِ، اذان دینا۔ لِیَؤُمَّکُمْ: أَمَّ (ن) أَمًّا بِالْقَوْمِ، امام بننا امامت کرنا۔ قُرَّائُکُمْ: جمع اَلْقَارِیْ، پڑھنے والا، عبادت گذار۔

تشریح: اسلام کے اہم رکن میں سے نماز اور روزہ بھی ہے، اس کے اوقات کی ذمہ داری مؤذنوں پر ہے، اس وجہ سے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ بہترین لوگ اذان دیں تاکہ غلطی نہ کریں، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اذان عالم بالاوقات دے تاکہ مؤذنین کا ثواب حاصل کرے، (۱) بعض علماء اس حدیث کا ایک مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ: مؤذن کو بلند جگہ پر کھڑے ہوکر اذان دینی ہوتی ہے تو بسا اوقات اس کی نظر لوگوں کے گھروں پر پڑتی ہے، تو اب اگر وہ دیندار ہوگا تو اپنی نظر کو نامحرم پر پڑنے سے بچائے گا۔

”ولیؤمکم قرّائکم“: امام کے بارے میں اس جزء میں یہ ہدایت فرمائی کہ تم میں سے جو دین کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو وہ نماز پڑھائے، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مراد اس سے وہ شخص ہے جو احادیث اور عہد صحابہ کو اچھی طرح جانتا ہو اور مسائل سے بھی واقف ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا کیونکہ وہ سب سے بڑے عالم تھے۔ (۲)

اسی وجہ سے ایک دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، تمہارے امام تمہارے لئے قیامت کے دن شفاعت کریں گے پس تم میں جو بہتر ہو اس کو آگے کرو۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الامامۃ“ ص۱۰۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لیؤذن لکم خیارکم ولیؤمکم قرّائکم.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب الصلوۃ (باب من أحق بالامامة) اخرجه ابن ماجة فی کتاب الاذان (باب فضل الاذان وثواب المؤذنین).

ترکیب حدیث: لیؤذن: فعل۔ لکم: جار مجرور متعلق فعل ہے۔ خیارکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ: حرف عطف، لیؤمکم: فعل۔ کم: مفعول۔ قرائکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ مظاہر حق (۲) احیاء العلوم (۳) بخاری، مسلم

جو پہلے سلام نہ کرے اس کو اجازت مت دو

⑮⑷ لَا تَأْذَنُوْا لِمَنْ لَمْ يَبْدَأْ بِالسَّلَامِ.

ترجمہ: ''ایسے شخص کو اجازت نہ دو جو سلام سے پہل نہ کرے۔''

تشریح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی آئے اور بغیر سلام کے اندر آنے کی اجازت طلب کرے تو ایسے شخص کو اندر آنے کی اجازت مت دو، یہی قرآن مجید سے بھی مفہوم ہوتا ہے۔

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهَا﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (ان) سے اجازت حاصل نہ کرلو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔ (۱)

اگر کوئی سلام نہ کرے تو اس کو کہا جائے گا کہ واپس جا کر سلام کرو اور پھر اجازت لے کر داخل ہو، ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ: ایک صحابی کہتے ہیں:

''فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ أُسَلِّمْ وَلَمْ أَسْتَأْذِنْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْجِعْ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ؟ (۲)

ترجمہ: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے نہ سلام کیا اور نہ ہی اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا واپس جاؤ اور السلام علیکم کہو اور اندر آنے کی اجازت طلب کرو۔

اجازت طلب کرنے کا مسنون طریقہ جو احادیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان پہلے دروازے پر کھڑے ہو کر اہل خانہ کو مخاطب کر کے السلام علیکم کہے اور پھر اپنا نام بتائے پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرے، اب اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو جائے ورنہ واپس ہو جائے۔ احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب اہل خانہ پوچھیں کون ہے؟ تو اپنا نام بتائے کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں، اس وقت خاموش نہ رہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی عادت ہوتی ہے، اسی طرح ''میں ہوں'' یہ بھی نہ کہے بلکہ اپنا نام بتائے۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ: میں حضور ﷺ کے پاس گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون؟ میں نے کہا کہ ''أنا''، یعنی میں ہوں، تو آپ نے فرمایا: ''أنا أنا كأنه كره'' میں میں یعنی آپ نے اس کو ناگوار محسوس فرمایا، اس لئے پوچھنے پر اپنا نام بتانا چاہیے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاستیذان'' میں ۴۰۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

(۱) ترجمہ تھانوی (۲) جامع ترمذی وسنن ابی داود۔ (۳) مشکوۃ ص ۴۰۰

عن جابر رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال: لا تاذنوا لمن لم یبدأ بالسلام.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیہقی.

ترکیب حدیث: لا تأذنوا: فعل نہی ضمیر فاعل۔ لام: حرف جار۔ من: موصول۔ لم یبدأ: فعل ضمیر فاعل۔ باء: جار۔ السلام: مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا "لم یبدا" فعل کے ساتھ، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ ہوا موصول کا، موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور لا تأذنوا کے متعلق، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

سفید بالوں کو نہ اکھیڑو

۱۵۵ لَا تَنْتِفُوْا الشَّيْبَ فَإِنَّهُ نُوْرُ الْمُسْلِمِ.

ترجمہ: ''سفید بالوں کو نہ اکھیڑو کیونکہ وہ مسلمان کے لئے نورانیت کا سبب ہے۔''

لغات: لَا تَنْتِفُوْا: نَتَفَ (ض) نَتْفًا الشَّعر بال اکھاڑنا۔ اَلشَّيْب: بمعنی سفید بال، شَابَ (ض) شَيْبًا وَشَيْبَةً (ض) بوڑھا ہونا، سفید بال والا ہونا، کما قال اللّٰه تعالٰی: ﴿وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا﴾.

تشریح: ''لا تنتفوا الشيب'': سفید بالوں کو مت نوچو، اگر چہ یہ بڑھاپے کی نشانی ہے مگر بڑھاپا تو انسان کا وقار ہے اسی وقار کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں اور بے حیائیوں سے رک جاتا ہے اور اسی بڑھاپے کی وجہ سے انسان توبہ واستغفار کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

''فانه نور المسلم'': بعض علماء کرام اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ: قیامت کے دن ظلمت وتاریکی ہوگی اس دن یہ نور ہوگا اور اس کو کام دے گا، یا مطلب یہ ہے کہ یہ نور ہوگا اور انسان کے آگے آگے چلے گا جس کو قرآن کی اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿نُورُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ﴾

ترجمہ: ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا۔ (۱)

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ: بڑھاپے میں جو بال سفید ہوتے ہیں اس سے انسان کو ظاہری اعتبار سے نورانیت ملتی ہے اور انسان کا چہرہ خوبصورت معلوم ہونے لگتا ہے، حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہونے لگے تو انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ اے اللہ! یہ کیا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ یہ وقار ہے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ! پھر تو اس کو اور زیادہ کر دے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الترجل'' ص۳۸۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تنتفوا الشيب فانه نور المسلم من شاب شيبة فى الاسلام كتب اللّٰه له بها حسنة وكفر عنه بها خطيئة ورفعه بها درجة.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فى كتاب الترجل (باب فى نتف الشيب) مع الفاظ مختلفة واخرجه الامام احمد فى مسنده.

ترکیب حدیث: لا تنتفوا: فعل ضمیر فاعل۔ الشیب: مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ فانه: فا: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل، ضمیر اسم۔ نور المسلم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) ترجمہ تھانوی (۲) مشکوۃ

دنیا سے بے رغبتی کرو خدا محبت کرنے لگے گا

⑮⑥ اِزْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبَّكَ اللّٰهُ.

ترجمہ: ”دنیا سے زہد اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔“

لغات: اِزْهَدْ: زَهِدَ (س، ف) زُهْدًا، زَهَادَةً فِی الشَّیْءِ، وعنه، بے رغبتی کر کے چھوڑ دینا۔

تشریح: ”زہد“ کے لغوی معنی کسی چیز سے بے رغبتی اختیار کرنے کے ہیں، اصطلاح دین میں کہتے ہیں: لذات و مرغوبات سے بے رغبتی اختیار کی جائے اور عیش و تنعّم کی زندگی کو چھوڑنے کا نام زہد ہے۔ (۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زہد کہتے ہیں خواہش دنیا کو چھوڑنا باوجود قدرت کے آخرت کی وجہ سے، خواہ وہ جہنم کے خوف کی وجہ سے ہو یا جنت کی طمع کی وجہ سے (۲) اس تعریف کی بناء پر بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ: حقیقی زہد اس شخص کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جس کے پاس مال وغیرہ نہ ہو بلکہ حقیقی زہد اس کو کہیں گے کہ ساری لذتوں کے موجود ہوتے ہوئے اس سے دور رہے۔

اسی وجہ سے ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے زاہد کہہ کر پکارا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: زاہد تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے دامن میں دنیا کھنچی آئی تھی ان سب کے باوجود وہ دنیا کی لذتوں سے ترک تعلق کیے ہوئے تھے۔ (۳)

امام غزالی ”مکاشفة القلوب“ میں فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تو دنیا سے بے توجہی اختیار کر اور آخرت کی طرف متوجہ رہ تو تو ایسے گھر کے قریب پہنچ جائے گا جو اس دنیا کے گھر سے بدر جہا بہتر ہے۔ (۴) اسی وجہ سے ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی دنیا کی محبت بہت سی آخرت سے روکتی ہے۔ (۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الرقاق“ ص۴۴۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل ابن سعيد رضى الله تعالى عنه قال: جاء رجل فقال يا رسول الله: دلنى على عمل اذا انا عملته احبنى الله واحبنى الناس قال: ازهد فى الدنيا يحبكَ الله وازهد فيما عند الناس يحبك الناس.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذى فى كتاب الرقاق- واخرجه ابن ماجة فى كتاب الزهد (باب الزهد فى الدنيا).

ترکیب حدیث: ازهد: فعل ضمیر فاعل۔ فى الدنيا: جار مجرور متعلق ازهد کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر امر۔ يحبك: فعل۔ ك: مفعول۔ لفظ اللّٰه: فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول لہ سے مل کر جواب، امر اپنے جواب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۱) معارف الحدیث ۲/۹۳ (۲) مرقاۃ ۹/۳۶۸ (۳) مرقاۃ ۹/۳۶۹ و مظاہر حق و معارف الحدیث ۲/۹۴۔
(۴) مکاشفة القلوب ص ۲۳۶ (۵) احیاء العلوم ۲/۲۵۶

لوگوں کے پاس جو ہے اس سے بھی زہد کرو

(۱۵۷) وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ.

ترجمہ: ''لوگوں کے پاس جو ہے اس سے زہد اختیار کرو، لوگ تم سے محبت کریں گے۔''

لغات: اَلنَّاس: بمعنی لوگ، یہ اسم جنس ہے کبھی کبھی اس کی جمع ''اِنْسَانٌ'' بھی آتی ہے۔

تشریح: یہ عام مشاہدہ ہے کہ جو لوگوں سے سوال کرتا ہے تو ایک دو دفعہ دینے کے بعد وہ اس سے دور بھاگنے لگتا ہے اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو شخص اپنے فاقہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو اس کا فاقہ بند نہ ہوگا کیونکہ آج ایک ضرورت کے لئے بھیک مانگی وہ احتیاج ختم ہوگی تو کل اس سے اہم کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے، جب تک یہ لوگوں سے مانگتا رہے گا آدمی خود ہی فقیر ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ شانہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ﴾

ترجمہ: اے لوگو! تم سب محتاج ہو اللہ کی طرف۔

جب ایک فقیر دوسرے فقیر سے مانگے گا تو فقیر کب تک دوسرے کو دے گا اور جو فقیر غنی (یعنی اللہ) کے سامنے اپنے ہاتھ کو پھیلائے گا تو وہ ضرورت بھی پوری ہوگی اور دوسری ضرورت پیش نہ آئے گی اور اگر آئی تو اس کا انتظام مالک ساتھ ہی کر دے گا۔[1]

خلاصہ یہ ہوا کہ جو لوگوں سے مانگتا ہے تو لوگ اس سے نفرت کرنا شروع کر دیتے ہیں اور جو خدا سے مانگتا ہے تو خدا اس سے خوش ہو جاتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں میں سے ہے:

''اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِي عَنْ سُجُوْدِ غَيْرِكَ فَصُنْ وَجْهِي عَنِ الْمَسْئَلَةِ غَيْرَكَ''

ترجمہ: اے اللہ! جیسا کہ تو نے میرے سر کو اپنے غیر کے سامنے سجدہ کرنے سے محفوظ رکھا اسی طرح میری زبان کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے محفوظ فرما۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص۴۴۲ پر ہے، پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۱۵۶ کے ضمن میں مذکور ہے۔

ترکیب حدیث: ازهد: فعل ضمیر فاعل۔ فی: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ عند الناس: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فعل محذوف کا مفعول فیہ ہو کر صلہ موصولہ کا۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا۔ جار اپنے مجرور سے مل کر ازھد کے متعلق ہو کر امر۔ یحبك: فعل۔ ك: مفعول۔ الناس: فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جواب امر۔ امر اپنے جواب امر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) فضائل صدقات حصہ دوم ص ۶۰

دنیا میں مسافر کی طرح رہو

⑮⑧ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَانَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ.

تَرجَمَہ: ''دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ پردیسی ہے یا راستہ چلنے والا مسافر۔''

لُغَات: غَرِیْب: بمعنی مسافر، جمع غُرَبَاء آتی ہے، غَرَبَ (ن) غُرْبَةً وَغُرْبًا وغَرَابَةً پردیسی ہونا۔ عَابِرٌ: (اسم فاعل) گذرنے والا، جمع عُبَّار، عَبَرَة آتی ہے، عَبَرَ (ن) عَبْرًا عُبُوْرًا السَّبِيْلَ، گذرنا، راستہ گذرنا۔

تَشرِیح: غریب کے معنی مسافر کے ہیں، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سفر میں مسافر کسی لغو چیز میں مشغول نہیں ہوتا تو اسی طرح ہر مسلمان کا ہمہ وقت آخرت کی طرف سفر ہے تو اس کو بھی لغو اور غلط چیزوں سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے، یا اس حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی مسافر پردیس اور رہ گذر کو اپنا اصلی وطن نہیں سمجھتا، تو اسی طرح مسلمان کو بھی چاہئے کہ دنیا کو اپنا وطن اصلی نہ سمجھے بلکہ ہمہ وقت وطن حقیقی (آخرت) کی ہی فکر میں رہے۔[1]

یا اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس طرح مسافر ضرورت کی چیزوں کو صرف لیتا ہے بہت سامان جمع کرنے کی فکر نہیں کرتا تو اسی طرح مسلمان کو چاہئے کہ دنیا کی چیزوں کو جمع نہ کرے بلکہ بقدر ضرورت ساتھ رکھے اور آخرت میں کام دینے والی چیزوں میں لگا رہے۔

دوسرا لفظ اس حدیث میں ''عابر'' ہے، اس کا معنی ہے گذرنے والا مسافر اور ''او'' بھی بل کے معنی میں آتا ہے[2] علماء کرام کہتے ہیں: اس لفظ میں اسی اوپر والی بات میں مزید مبالغہ پیدا کیا گیا ہے کہ مسافر تو کسی نہ کسی جگہ پر کچھ مختصر سا قیام کر بھی لیتا ہے یا دوسرے کوئی کام کاج بھی معمولی سا کر لیتا ہے مگر چلتا ہوا مسافر نہ ہی کسی جگہ قیام کرتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کام میں مشغول ہوتا ہے، اس میں مسلمان کو ترغیب ہے کہ دنیا میں رہو تو سہی مگر آخرت کی تیاری کرتے رہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب تمنی الموت وذکرہ'' ص ۱۳۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال: اخذ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بمنكبى فقال: كن فى الدنيا كانك غريب اوعابر سبيل وكان ابن عمر يقول: اذا امسيت فلا تنتظر الصباح واذا اصبحت فلا تنتظر المساء وخذ من صحتك لمرضك ومن حيوٰتك لموتك.

تَخرِیجِ حَدِیث: اخرجه البخارى فى كتاب الرقاق (باب قول النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كن فى الدنيا

---

(۱) معارف الحدیث ۲/۱۷ (۲) التعلیق الصبیح ۲/۲۱۳

کانك غريب او عابر سبيل).

ترکیبِ حدیث: کن: فعل ناقص ضمیر اس کا اسم۔ فی الدنیا: متعلق۔ کانك: کانّ حرف مشبہ بالفعل۔ ك: اس کا اسم غریب: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ عابر سبیل: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر کان کی خبر اور کان اپنے اسم اور خبر سے مل کر کن کی خبر۔ کن فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

جائیداد مت بناؤ

⑮⑨ لَا تَتَّخِذُوْا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا.

ترجمہ: ''جائیداد مت بناؤ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔''

لغات: اَلضَّيْعَة: بمعنی جائیداد۔

تشریح: علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ مطلقاً منع نہیں ہے بلکہ اس شخص کے لئے منع ہے جو حصول جائیداد میں اتنا مشغول ومنہمک ہوجائے کہ آخرت کی فکر نظروں سے اوجھل ہوجائے اور اگر کوئی شخص اس کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرتا رہتا ہے تو ایسے شخص کے لئے جائیداد بنانا منع نہیں ہے،(۱) جائیداد بنانے سے انسان کے دل میں دنیا میں رہنے کی رغبت آئے گی اور شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ انسان کی رغبت آخرت ہی کی طرف ہو کیونکہ دنیا کی مثال تو ایک پل کی سی ہے، جس سے گذر کر ہی آدمی جنت میں جاسکتا ہے، پل صرف گذرنے کے لئے بنایا گیا ہے نہ کہ اس پر عمارت یا جائیداد بنائی جائے، یہی بات امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نقل کی ہے کہ دنیا کی مثال ایک پل کی طرح ہے اس سے گذر جاؤ اس پر عمارت وغیرہ نہ بناؤ(۲) دنیا میں چیزوں کو جمع کرنا اور جائیداد بنانا یہ آخرت کے بندوں اور عاقل کا کام نہیں ہے۔ ایک فارسی کا شاعر کہتا ہے:

نہ مرد ست آنکہ دنیا دوست دارد ❁ اگر دارد برائے دوست دارد

ترجمہ: مرد کامل وہ نہیں ہے جو دنیا کو دوست رکھے، اگر دنیا کو رکھے تو خدا کے لئے ہی رکھتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص ۴۴۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا تتخذوا الضّیعۃ فترغبوا فی الدنیا.

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی فی کتاب الزھد وقال حدیث حسن.

ترکیب حدیث: لا تتخذو: فعل نہی ضمیر فاعل۔ الضیعۃ: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر نہی۔ فاء: جوابیہ۔ ترغبوا: فعل ضمیر فاعل۔ فی الدنیا: جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جواب نہی۔ نہی اپنے جواب نہی سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۶۸۹ مرقاۃ ۹/۳۶۴

(۲) احیاء العلوم ۳/۲۶۴

مزدور کو مزدوری کام کے ختم ہونے پر فوراً ادا کرو

⑯⓪ اَعْطُوْا الاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ أَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ.

تَرجمۃ: ''مزدور کو اس کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔''

لُغات: اَجِیْر: بمعنی نوکر، مزدور، جمع اُجَرَآء آتی ہے، اِسْتَأجَرَ: مزدوری پر کسی کو لینا۔ یَجِفَّ: جَفَّ (ض) جَفَافًا وَجُفُوْفًا، خشک ہونا، صفت جَاف آتی ہے۔ عرقہ: بمعنی پسینہ، عَرِقَ (س) عَرَقًا، پسینہ آنا۔

تَشرِیح: جب کسی ضرورت کے لئے آدمی کسی سے کچھ کام لے تو اس کام کے ختم ہونے پر اس کی مزدوری اس کو دے دے اور اس کی مزدوری کے ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام نہ لے، انسان کی محنت اس کی زندگی کا ایک قیمتی اثاثہ ہوتی ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کے بعد اس کی اجرت نہ دینا نہ صرف شریعت اسلام کے خلاف ہے بلکہ شیوہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ (۱)

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مَطَلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ''، یعنی غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (۲)

ایک روایت میں آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں قیامت کے دن تین اشخاص سے جھگڑوں گا، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے کسی کو مزدور رکھا پھر اس کی اجرت پوری نہ کی ہو۔ (۳) حدیث کے الفاظ میں ''یَجِفَّ عَرَقُهٗ'' کہ اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کو مزدوری دے دو، یہ مبالغہ کے طور پر فرمایا گیا ہے، مراد جلدی ادائیگی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاجارۃ'' ص ۲۵۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: اعطوا الاجیر اجره قبل ان یجف عرقه.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة فی کتاب الرهن (باب اجر الاجراء).

ترکیب حدیث: اعطوا: فعل ضمیر فاعل۔ الاجیر: مفعول۔ اجرہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول ثانی۔ قبل: مضاف، ان: مصدریہ۔ یجف: فعل۔ عرقہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہوا۔ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ ہوا فعل کا، فعل اپنے فاعل اور تینوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق (۲) مشکوۃ ص ۲۵۱ (۳) مشکوۃ ص ۲۵۸

ڈاڑھی رکھواور مونچھوں کو کٹواؤ

(۱۶۱) خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ.

تَرْجَمَہ: ''مشرکین کی مخالفت کرو، اپنی ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹواؤ۔''

لُغَات: اَوْفِرُوْا: اَوْفَرَ زیادہ کرنا، بڑھانا، وَفَرَ (ض) وَفْرًا لَهُ الْمَالَ، زیادہ کرنا۔ اَللُّحٰی: جمع اَللِّحْيَة ڈاڑھی، قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ﴾ اَحْفُوْا: اَحْفَى اِحْفَاءً شَارِبَه، مونچھ کترنے میں مبالغہ کرنا، حَفِيَ (س) حَفًا زیادہ چلنے سے پاؤں کا تھکنا۔

تَشْرِیح: مشرکین کی عادت یہ تھی کہ وہ ڈاڑھیاں کٹواتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے، اب شریعت مطہرہ نے اس کے خلاف کرنے کا حکم دیا کہ تم ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی عام عادت مبارکہ یہ تھی کہ جمعہ کی نماز میں جانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لبوں کے بال کاٹ لیا کرتے تھے۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں کفار کی کلی طور سے مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو ڈاڑھی کا رکھنا نصاً واجب قرار پایا اور ڈاڑھی منڈانے کی حرمت بھی اس حدیث سے نکل آئی کیونکہ ضابطہ معروف ہے:

''اَلْاَمْرُ بِالشَّیْئِ یَقْتَضِی النَّهْیَ عَنْ ضِدِّهٖ''

(یعنی کسی کام کے کرنے کا حکم دینا اس کے خلاف کے کرنے سے ممانعت کا مقتضی ہوتا ہے) اس حدیث سے جہاں پر منڈانا حرام قرار پایا اسی طرح سے خشخشی رکھنا بھی منع ہوگیا کیونکہ اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے۔[۱] اسی وجہ سے فتاویٰ رحیمیہ میں لکھا ہے کہ ڈاڑھی منڈانا یا اتنی کتروانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے۔[۲] ایک مشت کی مقدار کی تحدید صریحاً اگرچہ کسی حدیث میں نہیں آتی غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ سے ایک مشت تک رکھنا تو ثابت ہے اس سے کم کروانا ثابت نہیں ہے۔[۳]

واحفوا الشوارب: مونچھ کو تراشنا سنت ہے، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلْاِحْفَاءُ اَفْضَلُ مِنَ الْحَلْقِ'' تمام بال قینچی سے اچھی طرح تراش لینا ہی پسندیدہ اور مختار ہے۔ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں بھی اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتروانا سنت ہے لیکن کتروانے میں ایسا مبالغہ ہو کہ منڈنے کے قریب ہو جائے۔[۴]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الترجل'' ص ۳۸۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

(۱) احناف کی کتابیں: فیض الباری ۳۸۰/۴، بذل المجہود ۳۳/۱، اشعۃ اللمعات ۲۸۸/۱، مالا بدمنہ/۱۳۰ اور بہت سی کتب میں۔ شوافع کی کتاب عبادی شرح منہاج، مالکی کتاب: شیخ احمد نفراوی مشہور عالم ہیں امام ابوزید کے رسالہ کی شرح میں اس کی تصریح کی ہے، منہل العذب المورود ۱۸۶/۱ جن کی کتاب: الاقناع، مختصر المقنع، کشاف القناع، فقہ ظاہری میں بھی یہی مسئلہ ہے۔ المحلی ۳۲۰/، نیل الاوطار ۱/۱۰۷۔

(۲) فتاویٰ رحیمیہ ۷۵/۱ (۳) معارف الحدیث ۳۱۷/۲ (۴) شمائل ترمذی ۹۳

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: خالفوا المشرکین اوفروا للحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انہکوا الشوارب واعفوا اللحی.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی اللباس (باب تقلیم الاظفار).

ترکیب حدیث: خالفوا: فعل ضمیر فاعل۔ المشرکین: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اوفروا: فعل ضمیر فاعل۔ اللّحی: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واحفوا: فعل ضمیر فاعل۔ الشوارب: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف۔ معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

لوگوں کو بشارت سناؤ اور نرمی کا معاملہ کرو

(۱۶۲) بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا.

تَرجَمہ: ”لوگوں کو بشارت سناؤ، نفرت نہ دلاؤ، نرمی کا معاملہ کرو، تنگی نہ کرو۔“

لغات: بَشِّرُوْا: بَشَّرَهُ، تَبْشِيْرًا، خوش خبری دینا، خوش کرنا، قال تعالىٰ ﴿وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ﴾ بَشَرَ (ض، س) اَبْشَرَ وَ اِسْتَبْشَرَ، خوش ہونا۔ تُنَفِّرُوْا: نَفَّرَهُ، تَنْفِيْرًا، نفرت دلانا، نَفَرَ (ض) نَفْرًا مِنْ كَذَا، نفرت کرنا، ناپسند کرنا۔ يَسِّرُوْا: يَسَّرَهُ بِفُلَانٍ، آسان کرنا، يَسُرَ (ك) يُسْرًا و (س) يَسْرًا الامر، آسان ہونا، اسی سے يَسِيْر آتا ہے، بمعنی آسان، قال تعالىٰ ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ تُعَسِّرُوْا: عَسَّرَ الْاَمْرَ، دشوار کرنا، عَلَيْهِ: تنگ کرنا، عَسُرَ (س، ك) عُسْرًا دشوار ہونا۔

تشریح: لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کرنا، یہ ان کے جلب قلوب کے لئے اکسیر ہے، جب قلوب ان کے مائل ہوجائیں تو ان کا بات سننا اور لینا زیادہ آسان ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو کہا کہ: ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾ کہ فرعون سے نرمی سے بات کرنا، اور اس کا نتیجہ بھی بیان فرمایا کہ ﴿لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ کہ شاید وہ نصیحت قبول کرے یا خاشعین میں سے ہوجائے۔

پس اس حدیث میں مبلغین کو تبلیغ کا ایک اہم ترین اصول بیان فرمایا کہ لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرو ان کا دل دین کی طرف مائل ہو اور دین پر چلنا آسان ہو اور پھر لوگوں کے دلوں میں ان کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے کی استعداد پیدا ہوگی، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا نرمی کرنا تنگی نہ کرنا، اور خوش خبری سنانا نفرت نہ دلانا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو امور میں اختیار دیا گیا، آپ اس میں سے آسان کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک مرتبہ مسجد نبوی میں ایک اعرابی نے پیشاب شروع کردیا تو لوگ اس کو روکنے کے لئے دوڑ پڑے تو آپ نے منع فرمایا، بعد میں پانی کا ڈول بہادیا اور فرمایا کہ تمہیں صرف آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے تم تنگی کرنے لئے نہیں بھیجے گئے۔

ایک اور مشکوٰۃ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جو نرمی پر عطا فرماتے ہیں وہ نہ سختی پر دیتے ہیں نہ کسی اور چیز پر، اس لئے نرمی کا رویہ ہی تبلیغ کے لئے مفید ہے، یہاں پر اسی بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ”باب ما علی الولاة من التیسیر“ ص ۳۲۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی موسی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا بعث احدا من اصحابہ فی بعض امرہ قال بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا.

تخریج حدیث: اخرجہ ابوداود فی کتاب الادب (باب فی کراھیۃ المراء) واخرجہ البخاری فی کتاب الادب (باب قول النبی و یسروا ولا تعسروا) مع الفاظ مختلفۃ.

ترکیب حدیث: بشّروا: فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا تنفروا: فعل ضمیر فاعل سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔ یسروا: فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا تعسروا: فعل فاعل سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو

⑯٣ اَطْعِمُوْا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَفُكُّوْا العَانِيَ.

ترجمہ: ’’بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور بیماروں کی عیادت کرو اور قیدیوں کو قید سے چھڑاؤ۔‘‘

لغات: اَلْجَائِع: بمعنی بھوکا، جمع جِیْعَان آتی ہے۔ عُوْدُوا: عَادَ (ن) عَوْدًا، عِيَادَةَ الْمَرِيْض، بیمار پرسی کرنا۔

تشریح: اس حدیث میں آپ ﷺ نے تین حکم دیے ہیں اور یہ تینوں فرض علی الکفایۃ کے طور سے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگ اس کو پورا کرلیں تو سب کی طرف سے یہ فرض کفایہ ختم ہوجاتا ہے ہاں سنت اس وقت بھی باقی رہتی ہے۔

’’اطعموا الجائع‘‘: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھوکوں کو کھانا کھلانا اضطراری حالت سے پہلے سنت ہے اور اگر اضطراری حالت ہو تو فرض ہوجاتا ہے اور اگر مسکین بھوکا ایسی جگہ پر ہے جہاں کے سب لوگ ذی قدرت ہوں تو اب سب پر فرض علی الکفایۃ ہے ان میں سے ایک نے بھی کھلا دیا تو سب بری الذمہ ہوجائیں گے، اور اگر مسکین ایسی جگہ پر ہے کہ وہاں ایک ہی آدمی ذی استطاعت ہو تو اب اس پر کھلانا فرض عین ہوگا۔

’’عودوا المریض‘‘: بیمار کی عیادت کرو، ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جو اپنے بھائی کی عیادت کے لئے صبح کے وقت جائے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اور شام کو جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

’’وفکوا العانی‘‘: قیدی کو قید سے چھڑاؤ: ایک اور روایت میں ایک سائل نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھ کو ایک ایسا عمل بتادیں کہ میں جنت میں داخل ہوجاؤں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: غلام کو آزاد کرو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ’’باب عیادۃ المریض وثواب المریض‘‘ ص ۱۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی موسی رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اطعموا الجائع وعودوا المریض وفکوا العانی.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الاطعمۃ واخرجہ فی کتاب المرض وفی کتاب الجہاد واخرجہ ابوداؤد فی کتاب الجنائز (باب الدعاء للمریض بالشفاء عند العیادۃ).

ترکیب حدیث: اطعموا: اطعموا: فعل ضمیر فاعل۔ الجائع: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ عودوا: فعل، ضمیر فاعل۔ المریض: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ فکوا العانی: فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف اپنے تمام معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

مرغ کو برامت کہو

۱۶۴ لَا تَسُبُّوا الدِّيْكَ فَاِنَّهٗ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ.

تَرجَمَہ: ''مرغ کو برا بھلامت کہو کیونکہ وہ تم کو نماز کے لئے بیدار کرتا ہے۔''

لُغات: تَسُبُّوا: سَبَّ (ن) سَبًّا، سخت گالی دینا۔ اَلدِّيْكَ: مرغ، جمع دُيُوْك، أَدْيَاك، دِيْكَة آتی ہے۔ يُوْقِظُ: أَيْقَظَ، اِيْقَاظًا، بمعنی بیدار کرنا۔

تَشرِیح: مرغ نماز کے لئے بیدار کرتا ہے اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے سفر میں مرغ کو ساتھ رکھتے تھے تا کہ اوقات نماز معلوم رہیں۔ (۱)

کون سی نماز مراد ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس سے مراد تہجد کی نماز ہے اور وہ اپنی تائید میں یہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں آتا ہے کہ آپ تہجد میں اس وقت اٹھتے تھے جب کہ مرغ بانگ دے رہا ہوتا تھا، بعض علماء کرام فرماتے ہیں یہاں نماز سے مراد فجر کی نماز مراد ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنی بانگ سے یہ اطلاع کر رہا ہے کہ فجر کا وقت قریب ہوگیا ہے۔ (۲)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حیوان میں ایک اچھی خصلت ہے تو اس کو برا کہنے سے منع فرمایا گیا ہے تو پھر مؤمن کو برا کہنے والے کا کیا حال ہوگا اس حدیث میں اس بات کا بھی اشارہ ہے کہ جس چیز سے کچھ فائدہ ہو تو اس کو برا نہ کہا جائے بلکہ اس کی تعظیم اور تکریم کی جائے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب ما يحل اكله وما يحرم'' ص ۳۶۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تسبّوا الديك فانه يوقظ للصلوة.

تخریجِ حدیث: اخرجه ابوداؤد فى كتاب الادب (باب فى الديك والبهائم).

ترکیبِ حدیث: لا تسبوا: فعل فاعل۔ الديك: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ فانه: فاء: تفصیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ہ: اس کا اسم۔ یوقظ: فعل ضمیر فاعل۔ للصلوة: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ان کی خبر۔ ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱۴۴ و ۱۴۵/۸ (۲) مظاہر حق ۶۷/۴ (۳) مرقاۃ ۱۴۴/۸

غصہ کی حالت میں قاضی فیصلہ نہ کرے

۱۶۵ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ.

ترجمہ: ''قاضی فیصلہ نہ کرے دو آدمیوں کے درمیان جب کہ وہ غصہ کی حالت میں ہو۔''

لغات: يَقْضِيَنَّ: قَضَىٰ (ض) قَضَاءً، قَضَى بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ، فیصلہ کرنا، اسی سے قَاضِیْ اسم فاعل ہے، ''قَاضِيُ الْقُضَاة'' چیف جسٹس کو کہتے ہیں۔ غَضْبَان: غصہ والا ہونا، غضبناک ہونا، غَضِبَ (س) غَضْبًا عَلَيْهِ، غصہ ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں ایک بہت اہم اصول کی طرف اشارہ ہے، وہ یہ کہ جب قاضی غصہ کی حالت میں ہو تو وہ فیصلہ نہ کرے کیونکہ غصہ میں انسان کی غور وفکر کی قوت تقریباً ختم ہی ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے اس لئے اس حدیث میں انسانی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے شریعت نے یہ حکم دیا ہے، اس حدیث پر علماء کرام نے ان حالات کو بھی قیاس کیا ہے جن میں انسان کے حواس پوری طرح قابو میں نہیں ہوتے اور دماغ پوری طرح حاضر نہیں ہوتا مثلاً سردی گرمی یا بھوک پیاس یا بیماری سخت ہو، ان حالتوں میں بھی قاضی کو فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ (۱)

اس کے باوجود علماء کرام فرماتے ہیں کہ: اگر ان حالات میں قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اب وہ کراہت کے ساتھ جاری نافذ سمجھا جائے گا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب العمل فی القضاء والخوف منه'' ص ۳۲۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی بکرة قال: سمعت رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: لا يقضين حكم بين اثنين وهو غضبان.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاحکام (باب هل یقضی الحاکم وهو غضبان) واخرجه ابوداؤد فی کتاب القضاء (باب القاضی یقضی وهو غضبان) ابن ماجه فی کتاب الاحکام (باب لا یحکم الحاکم وهو غضبان).

ترکیب حدیث: لا یقضین: فعل، حکم: ذوالحال۔ بین اثنین: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ ہوا فعل کا۔ وھو غضبان: مبتداء خبر سے مل کر حال۔ حال اپنے ذوالحال سے مل کر فاعل ہوا یقضین فعل کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۷/۲۳۶ و مظاہر حق ۲/۵۴

(۲) مظاہر حق ۲/۵۴ و مرقاۃ ۷/۲۳۶

ناز ونعمت کی زندگی سے بچنا چاہئے

۱۶۶ اِیَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ.

ترجمہ: ''تم ناز ونعمت کی زندگی سے بچتے رہو کیونکہ اللہ کے (نیک) بندے ناز ونعمت میں زندگی نہیں بسر کرتے۔''

لغات: اَلتَّنَعُّمُ: ناز ونعمت کی زندگی بسر کرنا۔ نَعِمَ (س، ن، ف) نِعْمَةً الرَّجُلُ، خوش حال ہونا۔

تشریح: دین کا جوہر جفاکشی ہے اور اس میں کمال مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے، جس قدر آدمی مجاہدہ کرتا ہے اسی قدر دین میں کمال حاصل ہوتا ہے جو آخرت میں درجات عالیہ کا ذریعہ ہے اور یہ انسان کا مقصد ہے دنیا میں آنے کا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا ''مَنْ أَكْيَسُ النَّاسِ وَمَنْ أَحْزَمُ النَّاسِ'' کہ کون سب سے زیادہ سمجھدار اور محتاط آدمی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اَكْثَرُهُمْ اِسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ'' کہ جو سب سے زیادہ موت کی تیاری کرنے والا ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ سب مجاہدہ عبادت وریاضت سے حاصل ہوگا اور یہ ناز ونعم اس مقصد اصلی کے حصول میں رکاوٹ بنے گا کیونکہ تنعم کا مفہوم نفسانی خواہشات کی تکمیل میں زیادہ سے زیادہ اہتمام وانصرام کرنا، بہت زیادہ دنیاوی لذتوں اور نعمتوں کے درمیان رہنا اور کھانے پینے اور طبیعت ونفس کی مرغوبات کا حریص ہونا، حاصل یہ کہ راحت طلبی، تن آسانی کی چیزوں میں پڑنا اور عیش وعشرت کی زندگی اختیار کرنا فاجر، غافل، نادان، جاہل لوگوں کا خاصہ ہے[1] کیونکہ مؤمن تو ''عَابِرُ سَبِیْلٍ'' ہے اس کے پاس اتنا وقت کہاں کہ اپنی خواہشات کو پورا کرتا پھرے، وہ اپنی تمام تر خواہشات اپنے مقام پر چھوڑتا ہے اور اپنی ضرورت سے اقل پر گذارہ کرتا ہے، اس کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے کہ جس کو مدت معینہ کے لئے سونے کی کان میں چھوڑا جائے کہ جتنا نکالو تمہارا ہے، اب اس کے پاس اتنا وقت کہاں کہ اپنے آرام کھانے پینے کو دیکھے بلکہ یہ تو سونا نکالنے میں لگے گا کہ آرام تو بعد میں ہوگا، اسی طرح آخرت کی تیاری کرنے والے کے پاس کہاں فرصت کہ دوسری چیزوں میں وقت ضائع کرے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الاِیْمَانِ'' کہ سادگی ایمان میں سے ہے[2] اس لئے یہاں پر آپ نے بلاوجہ کی پر تکلف زندگی سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''باب فضل الفقراء وعیش النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم'' ص ۴۴۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ان رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لما بعث بہ الی الیمن قال: ایاك والتنعم فان عباداللّٰہ لیسوا بالمتنعمین.

(۱) مظاہر حق (۲) ریاض الصالحین

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوۃ الی مسنداحمد فی باب فضل الفقراء وماکان من عیش النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

ترکیب حدیث: ایاك: دراصل اتق نفسک ہے۔ اتق: فعل ضمیر فاعل، نفسك: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف، التنعم: معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول ہوا اتق فعل کا، اتق فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ ف: جواب امر۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ عباداللّٰہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ان کا اسم۔ لیسوا: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ بالمتنعّمین: خبر۔ لیسوا اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہو کر ان کی خبر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کتے کی طرح نہیں پھیلانا چاہئے

(۱۶۷) اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ انْبِسَاطَ الْکَلْبِ.

تَرجَمہ: ''سجدہ میں اطمینان سے ٹھہرو اور تم میں سے کوئی شخص (سجدہ میں) اپنے دونوں ہاتھوں کو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔''

لغات: یَبْسُط: بَسَطَ (ن) بَسْطًا، بمعنی پھیلانا، بچھانا۔ ذِرَاعَیْهِ: تثنیہ ہے ذِرَاع کی، بمعنی بازو، قال تعالٰی ﴿وَکَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ﴾، جمع أَذْرُع، ذُرْعَان آتی ہے، ذَرَعَ (ف) ذَرْعًا الثَّوْبَ، ہاتھ سے ناپنا۔

تشریح: علماء کرام فرماتے ہیں اس حدیث مبارک سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی سجدہ میں اعتدال سے ٹھہرے اور پھر سجدہ کی تسبیحات کو اطمینان سے پڑھے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سجدہ میں اعتدال سے مراد یہ ہے کہ پشت کو برابر رکھا جائے اور دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر رکھا جائے اور کہنیاں زمین سے اوپر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے الگ رکھیں، جب اس طرح سے سجدہ کیا جائے تو اس کو اطمینان والا سجدہ کہیں گے۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس حدیث میں سجدہ کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ سجدہ کو خوب اچھی طرح سے کیا جائے، فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: سجدہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سامنے اپنی عبدیت اور عجز وانکساری کے اظہار کے طور پر بندہ کا اپنے سر کو زمین پر ٹیک دینا اور سجدہ میں دونوں پیروں کو زمین پر رکھنا ضروری ہے، اگر دونوں پیر سجدہ کی حالت میں زمین سے اٹھے رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ایک پیر اٹھا رہا تو پھر سجدہ مکروہ ہو جائے گا۔

''درمختار'' میں ہے کہ پیشانی اور دونوں پیروں سے سجدہ فرض ہے اور دونوں پیروں میں سے کم از کم ایک انگلی زمین پر ہونا شرط ہے اور ہاتھوں کو زمین پر رکھنا سنت ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب السجود وفضلہ'' ص ۸۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: اعتدلوا فی السجود ولا یبسط احدکم ذراعیه انبساط الکلب.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الصلوة (باب لا یفرش ذراعیه فی السجود).

ترکیب حدیث: اعتدلوا: فعل ضمیر فاعل۔ فی السجود: جار مجرور متعلق ہوا فعل کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا یبسط: فعل۔ احدکم: فاعل۔ ذراعیه: مفعول۔ انبساط الکلب: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

مُردوں کو برا کہنا منع ہے

⑯⑧ لَا تَسُبُّوْا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا.

ترجمہ: ''مُردوں کو برا مت کہو کیونکہ وہ پہنچ گئے اس چیز کی طرف جو انہوں نے آگے بھیجی۔''

لغات: اَلاَمْوَات: مَیِّت کی جمع ہے، بمعنی مردہ، جمع اَمْوَات، مَوْتٰی، مَیِّتُوْن وغیرہ آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾، مَاتَ (ن) بمعنی مرنا۔ اَفْضَوْا: (افعال) اِفْضَاءً بمعنی پہنچنا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے کی غیبت کرنا بھی حرام ہے، مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مردہ اب اللہ کے پاس پہنچ گیا، اللہ چاہے تو اس کو معاف کردے یا چاہے عذاب دے، بندے کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے بارے میں کچھ جسارت کرے۔[۱]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مردے کی غیبت زندہ لوگوں کی غیبت سے کہیں زیادہ سخت ہے کیونکہ زندہ آدمی سے معافی مانگی جاسکتی ہے، مگر مردے سے معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔[۲]

اسی وجہ سے بعض علماء کرام نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر مردے کو غسل دینے والا کوئی برائی دیکھے مثلاً چہرے یا بدن کا سیاہ ہوجانا (معاذ اللہ) تو اس کو بھی لوگوں کے سامنے بیان کرنا حرام ہے، ہاں اگر مردے میں کوئی اچھی بات دیکھے تو اس کے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے کہ بیان کردے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جن کفار کا انتقال کفر کی حالت میں ہوا ہے مثلاً ابوجہل، ابولہب، فرعون، قارون وغیرہ تو ان کی برائی کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جن کے بارے میں شک ہو کہ وہ دنیا سے کفر کی حالت میں گئے یا ایمان کی حالت میں تو اس حال میں بھی اس کی برائی کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیھا'' ص ۱۴۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما قدموا.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجنائز (باب ما نهی من سب الاموات).

ترکیب حدیث: لا تسبوا: فعل فاعل۔ الاموات: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ فاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ھم: ان کا اسم۔ قد افضوا: فعل فاعل۔ الی: حرف جار۔ ما: موصول۔ قدموا: فعل ضمیر فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق ہوا فعل کے ساتھ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ان کی خبر۔ ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر تعلیلیہ ہو کر معطوف۔ معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۲/۲۴۴ (۲) احیاء العلوم (۳) مرقاۃ

سات سال کی عمر سے اپنی اولادوں کو نماز کا حکم دو

(۱۶۹) مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ

ترجمہ: ''تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب کہ وہ سات سال کے ہوں اور ان کو نماز (نہ پڑھنے) پر مارو جب کہ وہ دس سال کے ہوں اور ان کے بستر بھی جدا جدا کر دو۔''

لغات: اَبْنَاء: اِبْن کی جمع ہے، بمعنی بیٹا۔ بَنُوْن بھی جمع آتی ہے۔ اَلْمَضَاجِعُ: مَضْجَع کی جمع ہے بمعنی خواب گاہ سونے کی جگہ۔ ضَجَعَ (ف) ضَجْعًا وَاضَّجَع، پہلو کے بل لیٹنا۔ قال تعالٰی: ﴿وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾.

تشریح: اس حدیث بالا میں سرپرستوں کو حکم ہے کہ بچپن میں ہی ان کو نماز کا عادی بنایا جائے، ایک دوسری روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِيِّكُمْ، وَحُبِّ آلِ بَيْتِهِ، وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَاِنَّ حَمَلَةَ الْقُرْآنِ فِي ظِلِّ عَرْشِ اللّٰهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ. (۱)

ترجمہ: اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ، اپنے نبی کی محبت اور ان کے اہل بیت سے محبت اور قرآن کریم کی تلاوت اس لئے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سایہ میں انبیاء اور منتخب لوگوں کے ساتھ اس دن میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ: بچوں کو قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دینی چاہئے۔ اور بھی کئی جگہ پر بچوں کو مختلف چیزوں کے سکھانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے، بظاہر ان سب کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچہ نوعمری ہی سے شریعت کے احکامات کو سیکھ لے تا کہ جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا جائے اس کا ایمان کامل اور مضبوط اور راسخ عقیدہ میں سرشار ہو کر پلے بڑھے اور جب وہ بڑا ہو تو ملحدین کے الحادی دجل و مکر و فریب اہل ضلال اور گمراہی کے پروپیگنڈے سے متأثر نہ ہو۔

وينشانا شئ الفتيان منا ❊ على ماكان عوده ابوه

وما دان الفتى بحجى ولكن ❊ يعوده التدين اقربوه

ترجمہ: ہم میں نیا نیا جوان انہی عادات پر پلتا بڑھتا ہے جن کا اس کے والدین اسے عادی بناتے ہیں اور عقل کے ذریعہ سے کوئی نوجوان بھی دیندار نہیں بنتا دینداری کا عادی تو اس کے رشتہ دار ہی بنائیں گے۔ (۲)

(۱) طبرانی بحوالہ اسلام اور تربیت اولاد ا/۱۶۴ (۲) اسلام اور تربیت اولاد ا/۱۶۷

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الصلوۃ" ص ۵۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمروبن شعیب عن ابیه عن جده قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: مروا اَولادکم بالصلوة وهم ابناء سبع سنین واضربوهم علیها وهم ابناء عشر سنین وفرقوا بینهم فی المضاجع.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب الصلوة (باب متی یؤمر الغلام بالصلوة) واخرجه الترمذی فی کتاب الصلوة (باب ما جاء متی یؤمر الصبی بالصلوة) مع اختلاف یسیر.

ترکیب حدیث: مروا: فعل فاعل۔ اولادکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ذوالحال۔ بالصلوۃ: متعلق فعل کے۔ واؤ: حالیہ۔ هم: مبتداء۔ ابناء سبع سنین: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مبتداء کی خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر حال ہوا، حال ذوالحال سے مل کر مروا کا مفعول ہوا اور یہ جملہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ اضربوهم: فعل فاعل۔ علیها: جار مجرور فعل کے متعلق۔ واؤ: حالیہ۔ هم: مبتداء۔ ابناء عشر سنین: مضاف ایک دوسرے سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر حال۔ ذوالحال حال سے مل کر مفعول ہوا اور پھر یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف، فرقوا: فعل فاعل۔ بینهم: مفعول فیہ۔ فی المضاجع: جار مجرور متعلق۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ اور متعلق سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر پہلے جملہ کا معطوف۔ معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

قرآن کی حفاظت کرو

⑰ تَعَاهَدُوْا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا.

ترجمہ: ”قرآن کی حفاظت کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قرآن سینوں سے اتنی جلدی نکل جاتا ہے رسی چھوٹ کر بھاگنے والے اونٹ کے مقابلہ میں۔“

لغات: تَعَاهَدُوْا: تَعَاهَدَ، تَعَهَّدَ، بمعنی حفاظت کرنا، (س) عَهْدًا حفاظت کرنا۔ عُقُلِهَا: عَقَلَ (ن،ض) عَقْلًا الْبَعِیْر ٹانگ کے ساتھ ملا کر رسی سے باندھنا، عُقْلَه: وہ چیز جس سے باندھا جائے، مراد وہ رسی جس سے اونٹ کی رانوں کو باندھا جائے۔

تشریح: اپنی کتاب کا یاد کر لینا یہ صرف اس امت کا خاصہ ہے، پہلی امتوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی تھی، چنانچہ دلائل النبوۃ کی روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں ایسی امت پاتا ہوں کہ وہ اپنے قرآن کو یاد کرلے گی اور ظاہر باطن پڑھا کرے گی تو یہ امت مجھے دے دیں [1] اور یہ فضیلت کی بات ہے، حفظ قرآن کے مستقل فضائل احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں۔

اس حدیث مبارک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حفاظت کی طرف توجہ لائی ہے کہ جس طرح اس کا یاد کر لینا یہ زیادہ فضیلت والا ہے اسی طرح اس کا یاد رکھنا بھی ضروری ہے اس لئے اس کی خبر گیری ضروری ہے کہ جس طرح اگر جانور کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو جانور بھاگ جاتا ہے بعینہٖ اسی طرح قرآن کو حفظ کرنے کے بعد حفاظت ضروری ہے مبادا یہ کہ نیکی برباد گناہ لازم ہو جائے۔

علماء نے قرآن کے بھول جانے کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے، اسی طرح فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ ناظرہ خواں جو کہ حفظ یاد نہیں کرتا اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بھول جائے تو مرتکب کبائر میں ہوگا [2] قرآن کے بھولنے کو علماء نے اعراض دین میں شمار فرمایا ہے، حق تعالیٰ شانہ کا قول ہے کہ: ”مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ ......الخ“ اس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارک میں اس امر کی طرف توجہ لائی ہے کہ صرف یاد کرنا نہیں بلکہ اس کی مستقل دیکھ بھال ضروری ہے تاکہ مقصود حاصل ہو جائے۔ [3]

یہ حدیث مشکوۃ میں ص ۱۹۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی موسی الاشعری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: تعاھدوا القرآن فوالذی نفسی بیدہ لھو اشد تفصیا من الابل فی عقلھا.

---

(۱) دلائل النبوۃ ۱/۶۸ (۲) فیض الباری ۴/۲۷ (۳) فضائل اعمال

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب فضائل القرآن (باب استذکار القرآن وتعاهده) واخرجه مسلم (فی باب الامر بتعاهد القرآن).

ترکیب حدیث: تعاهدوا: فعل فاعل۔ القرآن: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ انشائیہ ہوا۔ واؤ: حرف قسم جار۔ الذی: موصول۔ نفسی: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ بیده: باء: حرف جار۔ یده: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا۔ جار مجرور سے مل کر فعل محذوف کے متعلق ہو کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور سے مل کر اقسم فعل محذوف کے متعلق ہوا۔ اقسم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم۔ لام: تاکید۔ هو: مبتداء۔ اشد: اسم تفضیل، ضمیر اس کے اندر ممیّز، تفصیا: تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر فاعل ہوا ''اشد'' کا، من الابل فی عقلها: دونوں اشد کے متعلق۔ اشد فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جواب قسم۔ قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

مظلوم کی بددعا سے اپنے آپ کو بچاؤ

(۱۷۱) اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

ترجمہ: ''مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔''

لغات: حِجاب: بمعنی پردہ، جمع حُجُب ہے، حَجَبَ (ن) حِجاباً چھپانا، حائل ہونا۔

تشریح: شانِ ورود: یہ حکم آپ ﷺ نے ایک بڑے عابد وزاہد فقیہ صحابی یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تھا جب کہ آپ ان کو یمن کا قاضی بنا کر مدینہ سے روانہ فرما رہے تھے، اس وقت میں آپ ﷺ نے ان کو بہت سی نصیحتیں ارشاد فرمائی تھیں ان میں سے منجملہ یہ کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا، آپ کا یہ ارشاد صرف حضرت معاذ کے ساتھ مختص نہ تھا بلکہ اس میں پوری امت کو ترغیب ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ مظلوم کی بددعا دل کی گہرائی سے نکلتی ہے اس لئے اس میں غایت درجہ کا اخلاص ہوتا ہے اور اخلاص والے کی دعا اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے ہیں اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

ایک دوسری حدیث سے بھی حدیث بالا کی تائید ہوتی ہے جس حدیث کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: مظلوم کی بددعا سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ وہ اپنا حق مانگتا ہے اور حق تعالیٰ شانہ کسی حقدار کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتے۔ اسی کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں بیان فرمایا:

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن ❁ اجابت از در حق بہر استقبال می آید

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الزکاۃ'' ص ۱۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما ان رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بعث معاذا الی الیمن فقال: انك تأتی قوما اهل کتاب فادعهم الی شهادة ان لا اله الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فان هم اطاعوا لذلك فاعلمهم ان اللہ قد فرض علیهم خمس صلوت فی الیوم واللیلة فان هم اطاعوا لذالك فاعلمهم ان اللہ قد فرض علیهم صدقة تؤخذ من اغنیائهم فترد علی فقرائهم فان اطاعوا لذلك فایاك وکرائم اموالهم واتق دعوة المظلوم فانه لیس بینها وبین اللہ حجاب.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی ابواب المظالم والقصاص (باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم) واخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی دعوة المظلوم).

ترکیب حدیث: اتق: فعل فاعل۔ دعوة المظلوم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل فاعل مفعول سے مل کر جملہ

فعلیہ ہوکر معلل۔ فاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ہ: اس کا اسم۔ لیس: فعل ناقص۔ بینھا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ بین اللّٰہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر لیس کی خبر۔ حجاب: لیس کا اسم مؤخر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

قبروں کے اوپر بیٹھنا منع ہے

(۱۷۲) لَا تَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْهَا.

ترجمہ: ”نہ قبروں کے اوپر بیٹھو اور نہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔“

لغات: اَلْقُبُوْر: جمع ہے قَبْر کی جس میں مردے کو رکھا جاتا ہے، قال تعالیٰ: ﴿اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ﴾.

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر بیٹھنا، اس کو روندنا اور تکیہ بنانا سب مکروہ ہے، لوگوں کی یہ عادت دیکھی گئی ہے کہ اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار کی قبر تک پہنچنے کے لئے درمیان کی قبروں کو بلا تکلف روندتے چلے جاتے ہیں، یہ انتہائی غلط حرکت ہے، علماء کرام نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ قبرستان میں ننگے پاؤں چلے اور اس کو مستحب بتایا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا قبرستان میں جانے کا کہ آپ جب تشریف لے جاتے تو کھڑے کھڑے دعا مانگتے اور یوں فرماتے:

”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ وَأَسْأَلُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ“

ترجمہ: اے مؤمنین کے گھر! تم پر سلامتی ہو اور انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے امن وعافیت مانگتا ہوں۔ (۱)

سوال: حدیث بالا میں قبروں پر بیٹھنے کی ممانعت ہوتی ہے مگر ابن عمر رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول ہیں وہ قبر پر بیٹھ جاتے تھے؟

جواب: اس بات کی نسبت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف محدثین کے نزدیک صحیح نہیں یا اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس وقت ہے جب کہ پیشاب وپاخانہ کرنے کی نیت سے بیٹھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ اس نسبت سے نہیں بیٹھتے تھے (۲) یا مراد یہ ہے اظہار غم کے لئے قبر پر مسلسل بیٹھا رہے یہ منع ہے۔

”وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْهَا“: جو شخص قبر یا صاحب قبر کی تعظیم کی خاطر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تو یہ صریح کفر ہے اور اگر تعظیم مقصود نہیں تب بھی مکروہ تحریمی ہوگا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ”باب دفن المیت“ ص ۱۴۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی مرثد الغنوی رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها.

---

(۱) مرقاۃ ومظاہر حق ۱۲۹/۲ (۲) التعلیق الصبیح ۲۵۱/۲ (۳) بذل المجہود ۲۱۲/۴

تخریجِ حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجنائز واخرجه ابوداؤد فی کتاب الجنائز (باب) فی کراهية القعود علی القبر).

ترکیبِ حدیث: لا تجلسوا: فعل فاعل۔ علی القبور: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا تصلوا: فعل فاعل۔ الیها: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے ساتھ، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو

۱۷۳ اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَاتْرُكُوْهَا صَالِحَةً.

ترجمہ: ”بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر سواری کرو جب کہ وہ سواری کے قابل ہوں اور ان کو صحیح حالت میں چھوڑ دو۔“

لغات: اَلْبَهَائِمُ: جمع اَلْبَهِيْمَة. بمعنی جانور، چوپائے۔ اَلْمُعْجَمَةُ: مُعْجَمٌ کی مؤنث ہے، بمعنی گونگا، کھل کر بیان نہ کرنے والا، عَجُمَ: (ك) عُجْمَةً لکنت ہونا۔

تشریح: ”هذه البهائم المعجمة“: یہ بے زبان چوپائے، جانوروں کو ”اَلْمُعْجَمَةُ“ (گونگے) اس لئے کہتے ہیں کیونکہ جانور بھی اپنی بھوک پیاس تھکن وغیرہ کو بیان کرنے سے عاجز ہوتے ہیں، اس نکتہ سے مالک کو یہ ترغیب دی گئی ہے کہ جانور تو اپنی ضروریات بیان نہیں کرسکتے مگر تم اس کا خیال رکھو اس کے کھانے پینے کا اور ان کو زیادہ تکلیف نہ دو [1] اور اس میں اس کی بھی ترغیب ہے کہ دانہ پانی وغیرہ یہ مالک پر لازم ہے اور وہی اس کا بندوبست کرے کہ جب یہ سواری کرتا ہے تو اس کے دانہ پانی اور آرام کا بھی خیال رکھے صرف یہ نہیں کہ سواری کی اور اس کو چھوڑے کہ خود ہی وہ چرے۔

”فاركبوها صالحة“: اس جزء میں اس بات کی ترغیب ہے کہ جانوروں کی خبر گیری کی جائے ان کے دانہ پانی آرام میں کوتاہی نہ کی جائے، اگر ان باتوں کا خیال رکھا جائے گا تو وہ جانور زیادہ دنوں تک تمہاری سواری کے قابل رہے گا اور جب تھک جائے تو آرام کرنے دو تاکہ اس میں پھر توانائی آجائے اور تمہاری سواری کے لئے دوبارہ تیار ہوجائے۔ [2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب النفقات وحق المملوك“ ص۲۹۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل بن الحنظلية رضى الله عنه قال: مررسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ببعير قد لحق ظهره ببطنه فقال: اتقوا الله فى هذه البهائم المعجمة فاركبوها صالحة واتركوها صالحة.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فى كتاب الجهاد (باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم).

ترکیب حدیث: اتقوا: فعل فاعل۔ لفظ الله: مفعول۔ فى: حرف جار۔ هذه: اسم اشارہ۔ البهائم المعجمة: موصوف صفت سے مل کر مشار الیہ ہوکر مجرور ہوا جار کا، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر معلل۔ فاء: تفصیلیہ۔ اركبوها: فعل فاعل۔ ها: ذوالحال۔ صالحة: حال، حال اپنے ذوالحال سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ اتركوها صالحة: (سابق جملہ کی طرح ترکیب ہوکر) معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ تعلیلیہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۴/۹۶ (۲) التعلیق الصبیح

نوٹ: اس مسئلہ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے رسالہ کا مطالعہ ”ارشاد الهائم فى حقوق البهائم“ بھی بہت مفید ثابت ہوگا۔

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنا منع ہے

(۱۷۴) لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَ لَا تُسَافِرَنَّ اِمْرَأَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ.

ترجمہ: ''کوئی مرد اجنبیہ عورت کے ساتھ ہرگز خلوت نہ کرے اور کوئی عورت محرم کے بغیر ہرگز سفر نہ کرے۔''

لغات: يَخْلُوَنَّ: خَلَا (ن) خُلُوًّا وخَلَاءً، تنہائی اختیار کرنا۔ مَحْرَم: جمع مَحَارِم، وہ رشتہ دار جس سے کبھی بھی نکاح درست نہ ہو۔

تشریح: "لا يخلون رجل بامرأة": کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے خلوت نہ کرے، کیونکہ شیطان دشمن ہے، ایک دوسرے کے دل میں محبت ڈال کر ان کو غلط راستہ پر ڈال دیتا ہے، اسی وجہ سے شیطان کا مقولہ ہے کہ اگر رابعہ بصریہ جیسی نیک عورت اور حسن بصری جیسا نیک مرد اگر آپس میں خلوت کریں تو میں ان دونوں کو بھی غلط راستہ میں مبتلا کروں گا۔ [1] شریعت نے پہلے ہی سے اس کو حرام کر دیا تاکہ آدمی غلط راستہ پر نہ نکل جائے۔

''ومعها محرم'': محرم کہتے ہیں جس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو خواہ قرابت کی وجہ سے یا رضاعت یا سسرالی ناطے کی بناء پر، [2] فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ عورتوں کو بغیر محرم کے ۴۸ میل کا سفر مباح ہے مگر اس فساد کے زمانے میں نہ کیا جائے تو بہتر ہے، [3] اور ۴۸ میل سے زائد کا سفر بغیر محرم کے جائز نہیں، ایسی عورت پر حج بھی احناف کے نزدیک فرض نہیں ہوتا جس کے ساتھ محرم میسر نہ آئے۔ اس مسئلہ میں حدیث بالا سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ استدلال کرتے ہیں۔ [4]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''كتاب المناسك'' ص ۲۲۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يخلون رجل بامرأة ولا تسافرن امرأة الا ومعها محرم فقال رجل يا رسول الله: اكتتبت فى غزوة كذا وكذا وخرجت امرأتى حاجة، قال اذهب فاحجج مع امرأتك.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فى كتاب الحج (باب سفر المرءة مع محرم) واخرجه البخارى فى كتاب النكاح (باب لا يخلون رجل امراة الا ذو محرم) فقط الجملة الاولى.

ترکیب حدیث: لا يخلون: فعل۔ رجل: فاعل۔ بامرأة: متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔

واؤ: حرف عطف۔ لا تسافرن: فعل۔ امرأة: ذوالحال۔ الا: استثناء لغو۔ واؤ: حالیہ۔ معها: خبر مقدم۔ محرم: مبتداء مؤخر۔ مبتدا خبر سے مل کر حال، ذوالحال حال سے مل کر لا تسافرن کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) تازیانہ شیطان (۲) مظاہر حق ۲/۶۴۹ (۳) فتح الملہم ۳/۳۷۵ والبذل المجهود (۴) نوٹ: اس مسئلہ میں باقی دوسرے ائمہ کا اختلاف ہے جس کے لئے فتح الباری ۳/۳۷۶، البذل المجهود ۳/۷۹، التعليق الصبيح ۳/۱۷۵، وغیرہ اور فقہ کی دوسری کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

جانوروں کی پشت کو منبر بنانا منع ہے

⑰⑤ لَا تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ.

تَرجَمَہ: ’’جانوروں کی پشت کو منبر نہ بناؤ۔‘‘

لُغَات: ظُهُوْر: جمع ہے ظَهْرٌ کی بمعنی پیٹھ۔ دَوَابّ: جمع دَابَّةٌ کی بمعنی رینگنے والے جانور، سواری کے جانور کو بھی کہتے ہیں، دَبَّ (ض) دَبًّا، ودَبِيبًا، ہاتھ پاؤں کے بل چلنا۔ مَنَابِر: جمع مِنْبَر، بمعنی بلند جگہ۔

تَشرِیح: اگر آدمی کسی جانور پر سوار ہو اور کسی شخص سے بات کرنی ہو تو چاہئے کہ نیچے اتر جائے تاکہ اتنی دیر وہ جانور بھی آرام کرلے، یہ اس وقت ہے جب کہ لمبی بات کرنی ہو اور اگر معمولی سی بات ہو تو جانور پر سوار ہوتے ہوئے بھی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ضرورت ہو تو جانور پر سوار ہو کر بھی بات کرسکتے ہیں جیسے کہ روایت صحیحہ سے ثابت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا تھا[1] اس حدیث کی بناء پر علماء نے جانوروں پر سونا بھی منع فرمایا ہے اس سے جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ’’احیاء العلوم‘‘ میں فرماتے ہیں کہ بعض اکابر کا دستور تھا کہ جانور کو کرایہ پر لیتے ہوئے اگرچہ شرط لگاتے کہ سواری سے نہ اتریں گے اس کے باوجود اتر جاتے تھے اس میں غرض یہ ہوتی تھی کہ جانور پر کچھ احسان ہوجائے، مسلسل سوار رہنے سے آدمی کو نقصان بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کے پٹھے سست ہوجاتے ہیں کچھ پیدل چلنا صحت کے لئے مفید بھی ہے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ’’باب آداب السفر‘‘ ص ۳۴۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: لا تتخذوا ظهور دوابكم منابر فان الله تعالىٰ انما سخرها لكم لتبلغكم الى بلد لم تكونوا بالغيه الا بشق الانفس وجعل لكم الارض فعليها فاقضوا حاجاتكم.

تَخرِیج حَدِیث: اخرجه ابوداؤد فى كتاب الجهاد (باب فى الوقوف على الدابة) اخرجه الامام البغوى فى شرح.

تَرکِیب حَدِیث: لا تتخذوا: فعل، ضمیر فاعل۔ ظهور دوابكم: تمام مضاف ایک سرے سے مل کر مفعول۔ منابر: مفعول ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۴/۲۶۲ (۲) احیاء العلوم ۲/۳۶۷

کسی جاندار کو باندھ کر نشانہ بنانا منع ہے

⑰⑥ لَا تَتَّخِذُوْا شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا.

تَرجَمۃ: ''کسی بھی جاندار چیز کو باندھ کر نشانہ نہ بناؤ۔''

لُغات: اَلرُّوْح: بمعنی جان، نفس، قال تعالیٰ ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ اس کی جمع اَرْوَاحٌ آئی ہے۔ غَرَض: بمعنی حاجت۔ مطلوب، جمع اَغْرَاض آتی ہے، یہاں نشانہ بنانا مراد ہے۔

تشریح: اس عالم دنیا میں ہر ایک جاندار کو اپنی حفاظت کرنے کا پورا حق حاصل ہے خواہ وہ اشرف المخلوقات ہو یا حیوانات ہو، کسی پر بھی ظلم کرنا سخت گناہ ہے، اگر خدائے تعالیٰ نے انسان کو طاقت وقوت عطا کر کے حیوانات پر تسلط عطا کیا ہے تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ اپنی اس طاقت وقوت اور اس اختیار کے بل بوتے پر محض شوق پورا کرنے کے لئے جانوروں کو تختہ مشق بنائے، حدیث بالا کا یہی مطلب ہے کہ جانوروں کو باندھ کر مت مارو۔

بعض محدثین اس کا دوسرا مطلب یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی جانور کو باندھ دے تاکہ وہ نہ خود کھائے اور نہ وہ اس کو کھلائے اسی میں وہ مرجائے، چاہئے کہ وہ اس کو دانہ پانی دے یا اس کو آزاد کردے تاکہ وہ خود کچھ کھالے، بہرکیف اس حدیث میں فرمایا کہ باندھ کر مت مارو اس طرح کرنے سے نہ صرف ذی روح کو اذیت آتی ہے بلکہ مال کا ضائع ہونا بھی لازم ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الصید والذبائح'' ص ۳۵۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما ان النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: لا تتخذوا شيئا فيه الروح غرضا.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الصید (باب النهی عن صبر البهائم) واخرجه ابن ماجة فی کتاب الذبائح (باب النهی عن جبر البهائم).

ترکیب حدیث: لا تتخذوا: فعل، ضمیر فاعل۔ شيئا: موصوف۔ فيه: جار مجرور ثابت کے متعلق۔ خبر مقدم، الروح مبتداء موخر جملہ اسمیہ شیئا کے لئے صفت، موصوف صفت سے مل کر مفعول اول۔ غرضا: مفعول ثانی۔ لا تتخذوا: فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

دو آدمیوں کے درمیان بیٹھنا منع ہے

⑰⑦ لَا تَجلِسْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِہِمَا۔

ترجمہ: ''دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو۔''

لغات: تَجلِس: جَلَسَ (ض) بمعنی بیٹھنا۔ رَجُلَیْن: رَجُلٌ کی تثنیہ ہے، بمعنی دو آدمی۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جب دو آدمی بیٹھے ہوں تو اب تیسرے آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان جا کر بیٹھ جائے ممکن ہے کہ وہ دونوں اس آدمی کے آنے کی وجہ سے جو آپس میں باتیں کرنا چاہتے تھے نہ کر سکیں۔

اس مسئلہ میں علماء فرماتے ہیں کہ تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

پہلی یہ کہ ان بیٹھنے والوں کے آپس میں محبت ہو گی یا نہیں، یا تعلق بہم ہو گا، معلوم نہ ہو کہ ان میں آپس میں محبت ہے یا نہیں، اگر ان میں آپس میں محبت ہو تو اس کا حکم حدیث بالا والا ہو گا کہ ان کے درمیان بیٹھنا جائز نہ ہو گا۔

دوسرے یہ کہ ان میں آپس میں محبت کا علاقہ نہ ہو تو اب ان کے درمیان بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تیسرے یہ کہ ان کے آپس کا تعلق معلوم نہ ہو تو اس صورت میں احتیاط کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان کے درمیان میں نہ بیٹھے اگر بیٹھ جائے تو کوئی بات نہیں، اس حدیث کے ہم معنی دوسری حدیث بھی آئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

''لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ یُفَرِّقَ بَیْنَ اِثْنَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِہِمَا''

ترجمہ: حلال نہیں ہے کسی آدمی کے لئے کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان فارق بن جائے مگر ان دونوں کی اجازت کے ساتھ۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب القیام'' ص۴۰۳ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمر و بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم ان رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: لا تجلس بین رجلین الا باذنہما.

تخریج حدیث: اخرجہ ابوداود فی کتاب الادب (باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنہما).

ترکیب حدیث: لا تجلس: فعل، ضمیر فاعل۔ بین رجلین: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ الا: استثناء لغو۔ باء: حرف جار۔ اذنہما: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل لا تجلس کے، لا تجلس فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

صدقہ دینے میں جلدی کرو

(۱۷۸) بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا.

ترجمہ: ''صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ مصیبت اس سے آگے نہیں بڑھتی۔''

لغات: بَادِرُوْا: بَادَرَ، مُبَادَرَةً، الی الشئ، جلدی کرنا۔ يَتَخَطَّاهَا: تَخَطّٰی، تَخَطِّياً، بمعنی تجاوز کرنا، پھاندنا۔

تشریح: صدقہ سے بلاؤں کا دور ہونا متعدد روایات میں مختلف مضامین کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ سے پاک کیا کرو، اور اپنے بیماروں کا صدقے سے علاج کیا کرو اور مصیبتوں کی موجوں کا دعا سے دفعیہ کیا کرو۔ [1] یعنی جب صدقہ سے بیماری کا علاج کروگے تو ان کا اثر زائل ہوجائے گا اور وہ ضرر رسانی ختم ہوجائے گی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ ستر بیماریوں کو دور کرتا ہے جس میں سے کم درجہ برص اور جذام کی بیماری کا ہے [2]، ایک روایت میں آیا ہے کہ پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے پرندے کے گھونسلے سے دو بچے اٹھالئے اس پرندے نے اللہ تعالیٰ سے اس فعل کی شکایت کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اگر ایسا دوبارہ اس نے کیا تو میں اس کو ہلاک کردوں گا، پھر وہ شخص دوبارہ آیا تو اس کو بستی کے کنارے فقیر ملا اس نے اس فقیر کو اپنے توشہ میں سے دیا پھر وہ اس گھونسلے کے پاس آیا اور اس میں سے بچہ کو لے کر چلا گیا اور بچے کے والدین دیکھتے رہ گئے اور انہوں نے شکایت کی کہ اے اللہ! آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس نے دوبارہ کیا تو آپ اس کو ہلاک کریں گے اس نے پھر ویسے ہی کیا دوبارہ لیکن آپ نے اس کو ہلاک نہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ تمہیں نہیں معلوم میں کسی کو اس دن ہلاک نہیں کرتا جس دن اس نے صدقہ کیا ہو۔ [3]

صدقہ سے بلاؤں مصیبتوں کا دور ہونا ''کنز'' کی بہت سی روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے گویا کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرنے کے لئے اکسیر ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الانفاق وکراھیۃ الامساک'' ص ۱۶۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن علی قال: قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بادروا بالصدقة فان البلاء لا يتخطاها.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة فی كتاب الزكوة (باب الانفاق وكراهية الامساك) الی رزين.

ترکیب حدیث: بادروا: فعل فاعل۔ بالصدقة: متعلق ہوا فعل کے اور پھر فعل فاعل اور متعلق جملہ معلل ہوا۔ فاء: حرف تعلیل۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ البلاء: اس کا اسم۔ لا تخطاها: فعل فاعل مفعول سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

---

(۱) ترغیب (۲) کنز (۳) احیاء العلوم

کسی کی عیب جوئی کرنا منع ہے

⑰⑨ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ.

ترجمہ: ''اپنے بھائی کے ایسے عیب کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرو (جس سے اس کو شرمندگی ہو) پس اللہ اس پر رحم کرے گا اور تم کو اس میں مبتلاء کر دے گا۔''

لغات: اَلشَّمَاتَةُ: شَمِتَ (س) شَمَاتَةً، شَمَاتًا بفلان، کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ وَيَبْتَلِيْكَ: اِبْتَلٰى اِبْتِلَاءً، آزمائش کرنا، مصیبت میں ڈالنا، بَلَا (ن) آزمانا، تجربہ کرنا، امتحان لینا۔

تشریح: اسلام نے مسلمانوں کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی کہ معاشرۃ میں ایک دوسرے کی ہمدردی، خیر خواہی رہے اور ہر اس فعل سے منع فرمایا جس سے اس مواخاۃ بھائی چارگی میں کمی آتی ہو اسی لئے باہم سوءِ ظن، جاسوسی، ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارنا، غرض جو بھی امر اس بھائی چارگی کے ماحول کے لئے رکاوٹ و مانع ہو اس سے منع فرمایا ہے۔

اسی میں سے لوگوں کی عیب جوئی ہے، پھر اس سے زیادہ بدتر کام کہ اس کا اظہار لوگوں کے سامنے کرتا پھرے، متعدد احادیث میں مسلمان کی ستر پوشی کی اہمیت وترغیب وارد ہوئی ہے اور پردہ دری پر سخت سے سخت وعید وارد ہوئی ہے، چنانچہ حدیث میں آیا کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری فرماتے ہیں حتیٰ کہ گھر بیٹھے اس کو رسوا کر دیتے ہیں۔ (۱)

اس لئے اس حدیث میں اس سے بچنے اور باز رہنے کا حکم ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنے مسلمان بھائی کا کوئی عیب لوگوں میں بیان کرو اور اللہ اس پر رحم فرما کر اس کو توبہ کی توفیق دے دیں اور تم کو اس کی پاداش میں اس میں مبتلا کر دیں، اسی لئے ایک روایت میں آیا ہے کہ جو کسی مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائے گا تو نہیں مرے گا یہاں تک کہ اس گناہ کو کرے، (۲) اس لئے اس سے خوب بچنا چاہئے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب حفظ اللسان والغيبة والشتم'' ص ۴۱۴ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن واثلة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تظهر الشماتة لاخيك، فيرحمه اللّٰه ويبتليك.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب القيامة وقال هذا حديث غريب.

ترکیب حدیث: لا تظهر: فعل فاعل۔ الشماتة: مفعول۔ ل: حرف جار۔ اخيك: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا اور جار مجرور فعل ''تظهر'' کے متعلق ہو کر جملہ معلل۔ فاء: حرف تعلیل۔ یرحم: فعل۔ ہ: مفعول۔ لفظ اللہ فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ یبتلی: فعل، ضمیر فاعل۔ ك: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ انشائیہ تعلیلیہ ہوا۔

---

(۱) ابن ماجہ، ترغیب۔ (۲) ترمذی

مشرکین سے جہاد کرو

⑱⓪ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ.

ترجمہ: ''مشرکین کے ساتھ جہاد کرو اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ۔''

لغات: اَنْفُسِكُمْ: جمع نفسٌ کی بمعنی جان۔ اَلْسِنَتِكُمْ: جمع لِسَان بمعنی زبان۔

تشریح: جہاد کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کا بول بالا رہے اور اللہ کی زمین پر اللہ کے نام کا جھنڈا بلند ہو جائے اور اللہ کے باغی منکروں کا دعوی سرنگوں ہو جائے اس کے لئے جو کوشش محنت کرے وہ بہت ہی فضائل کا مستحق ہوگا، ایک روایت میں آتا ہے کہ کسی آدمی کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (۱)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ بہتر عمل کون سا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اول: وقت پر نماز پڑھنا۔ دوم: والدین سے حسن سلوک۔ سوم: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (۲)

حدیث بالا میں تین طرح سے جہاد کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے:

اول: جان سے کہ جب حق و باطل کے درمیان معرکہ پیش آجائے تو اپنی جان کو لے کر میدان میں اتر جائے اور اللہ کے دین کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کردے۔

دوم: مال سے کہ لشکر کی تیاری کے لئے یا باطل کو مٹانے کے لئے جب مال کی ضرورت پڑے تو یہ اپنے مال کو پیش کردے۔

سوم: زبان سے کہ دشمنانِ اسلام کے عقائد و نظریات کی زبان سے مذمت کرے، جب ان سے مقابلہ ہو تو ان کے حق میں ذلت رسوائی اور شکست کے لئے بددعا کرے اور زبان سے ان کو ڈرائے دھمکائے اور لوگوں کو جہاد میں جانے کی ترغیب دے یہ سب زبان کا جہاد ہے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الجہاد'' ص۳۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: جاهدوا المشركين باموالكم وانفسكم والسنتكم.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی كتاب الجهاد (باب كراهية ترك الغزو).

ترکیب حدیث: جاهدوا: فعل فاعل۔ المشركين: مفعول۔ باء: حرف جار۔ اموالكم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ انفسكم: معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ السنتكم: معطوف۔ تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر باء کے لئے مجرور۔ جار مجرور سے مل کر فعل کے متعلق ہوا۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) تنبیہ الغافلین ص ۵۱۹　(۲) تنبیہ الغافلین ص ۵۲۰　(۳) التعلیق الصبیح ۴/ ۲۳۸، مرقاۃ ۷/ ۲۸۸

جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو

﴿۱۸۱﴾ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

ترجمہ: ''بچو جہنم کی آگ سے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی ہو اگر اس کو نہ پائے تو اچھی بات کہہ دے۔''

لغات: بِشِق: بكسر الشين، بمعنی جانب، کنارہ، ہر چیز کا آدھا حصہ، جمع شُقُوق ہے، شَقَّ (ن) شَقًّا توڑنا، پھاڑنا۔

تشریح: صدقہ سے مصائب وبلاء کا دور ہونا روایات کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے، اس حدیث میں حضور ﷺ نے ایک اور اہم امر کی طرف توجہ دلائی کہ جس طرح صدقہ سے دنیاوی مصائب وبلاء دور ہوتے ہیں اسی طرح آخرت میں جہنم سے بچاؤ کا بھی ذریعہ ہے، دوسری بات اس حدیث میں یہ ہے کہ ایک کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو یعنی اگر زیادہ نہیں ہے تو نہ کریں بلکہ فرمایا کہ جتنا بھی ہو جس قدر استعداد ہو آسان ہو اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے خرید لے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو میں تجھے اللہ جل شانہ کے کسی عتاب سے نہیں بچا سکتا، اے عائشہ! کوئی مانگنے والا تیرے پاس سے خالی ہاتھ نہ جائے چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔[۱] تو جس قدر استعداد ہو ہاں اگر بالکل کچھ دینے کو نہیں تو پھر اس حالت میں دوسری صورت یہ ہے کہ اچھی طرح سے جواب دے دو یہ نہیں کہ اگر کچھ دینے کو نہیں ہے تو بھدے پن کے جواب دو بلکہ اس کی دل شکنی کرنے کے بجائے نہایت نرمی و ملائمت سے اپنا عذر بیان کر دو اور ایسے الفاظ واسلوب میں جواب دو کہ وہ تمہارے جواب ہی سے خوش ہو جائے بشرطیکہ دین میں مداہنت نہ ہو۔[۲]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب علامات النبوۃ'' ص ۵۲۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عدى بن حاتم قال: بينا أنا عند النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذ اتاه رجل فشكا اليه الفاقة ثم اتاه الآخر فشكا اليه قطع السبيل فقال يا عدى: هل رأيت الحيرة فان طالت بك حيوة فلترين الظعينة ترتحل من الحيرة حتى تطوف بالكعبة لا تخاف احدا الا الله ولئن طالت بك حيوة لتفتحن كنوز كسرى ولئن طالت بك حيوة لترين الرجل يخرج ملأ كفه من ذهب او فضة يطلب من يقبله فلا يجد احدا يقبله منه وليلقين الله احدكم يوم يلقاه وليس بينه وبينه ترجمان يترجم له فليقولن الم ابعث اليك رسولا فيبلغك فيقول بلى فيقول الم اعطك مالا وافضل عليك فيقول بلى فينظر عن يمينه فلا يرى الا جهنم وينظر عن يساره فلا يرى الا جهنم اتقوا النار ولو بشق تمرة فمن لم يجد

---

(۱) درمنثور (۲) مظاہر حق

فبكلمة طيبة قال عدى فرأيت الظعينة ترتحل من الحيرة وحتى تطوف بالكعبة لا تخاف الا اللّٰه وكنت فيمن افتتح كنوز كسرى بن هرمز ولئن طالت لكم حيوة لترون ما قال النبى ابوالقاسم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يخرج ملأ كفه.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الادب (باب طيب الكلام) وفى كتاب الزكوة (باب اتقوا النار ولو بشق تمرة) واخرجه مسلم فى كتاب الزكوة (باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة).

ترکیبِ حدیث: اتقوا: فعل ضمیر فاعل۔ النار: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا مقدم۔ کان: فعل محذوف۔ تمر: اس کا اسم۔ بشق: باء: حرف جار۔ شق تمرة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو، جار مجرور سے مل کر کان کے متعلق، ''کان، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط مؤخر، جزا مقدم شرط مؤخر سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ فمن: من: موصولہ متضمن معنی شرط۔ لم يجد: فعل، ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ باء: حرف جار۔ كلمة طيبة: موصوف صفت سے مل کر باء کے لئے مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل محذوف کے متعلق ہوکر جزاء، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو

(۱۸۲) اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ.

ترجمہ: ''پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو: بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، فقر سے پہلے خوشحالی کو، مشاغل سے پہلے فراغت وقت کو، موت سے پہلے زندگی کو۔''

لغات: اِغْتَنِمْ: غنیمت سمجھنا، غَنِمَ (س) غُنْمًا سبقت حاصل کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ شَبَاب: جوانی، شَبَّ (ض) شَبَابًا، جوان ہونا۔ هَرَم: بمعنی انتہائی بوڑھا ہونا، هَرِمَ (س) هَرَمًا، بہت بوڑھا ہونا، کمزور ہونا۔ سُقْم: سَقِمَ (س، ك) سُقْمًا، سَقَامَةً بمعنی بیمار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ اس کی جمع سِقَام اور سُقَمَاء آتی ہے۔

تشریح: ''شبابك قبل هرمك'': جوانی کو غنیمت جانو، کہ آدمی جوانی میں وہ اعمال کرسکتا ہے جو بڑھاپے میں نہیں کرسکتا، جوانی میں نیکی کی عادت ڈال لی گئی تو پھر بڑھاپے میں آسانی سے نیکیاں کرتا رہے گا۔

''صحتك قبل سقمك'': صحت کو غنیمت جانو بیماری سے پہلے، علماء نے لکھا ہے کہ ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی نعمت صحت وتندرستی ہے کیونکہ جب بیماری میں بدن کمزور ہوجائے گا تب بدن اللہ کی پوری طرح اطاعت نہیں کرسکے گا۔

''غناك قبل فقرك'': مال داری کو فقر آنے سے پہلے، کہ جب اللہ انسان کو مال دے تو اس کو دین کے کاموں میں خرچ کرے، ایسا نہ ہو کہ مال ختم ہوجائے یا موت آجائے پھر تمنا کرے گا تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

''فراغك قبل شغلك'': فراغت کو مشغولیت سے پہلے، کہ جب آدمی مصروف ہوجاتا ہے تب اس کو فراغت کے وقت کی قدر آتی ہے کاش کچھ فراغت مل جائے تاکہ میں اللہ کی اطاعت میں اس کو لگادوں جیسے کہ مقولہ ہے:

''اَلنِّعْمَةُ اِذَا فُقِدَتْ عُرِفَتْ''

ترجمہ: یعنی جب نعمت ہاتھ سے نکل جاتی ہے پھر اس کی قدر آتی ہے۔''

اس پر فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے: ''رات بڑی لمبی ہے اس کو اپنی نیند سے چھوٹی مت کرو اور دن روشن ہے اس کو اپنے گناہوں سے تاریک نہ کرو''۔ ''حيوتك قبل موتك'': اپنی زندگی کو موت سے پہلے، آدمی زندگی میں تو عمل کی طاقت رکھتا ہے موت آنے پر یہ طاقت چھین لی جائیگی اس لئے اپنی اس عمر فانی کو ضائع نہ کرے، ایک دانا کا قول ہے: ''بچپن کھیل میں جوانی مستی میں اور بڑھاپا سستی اور غفلت میں گزارا تو خداپرستی کے لئے کہاں سے وقت نکالے گا'' اسی لئے زندگی میں اللہ کی اطاعت کے لئے وقت کو فارغ کرنا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص۴۴۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمر بن میمون الاودی رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لرجل وهو يعظه: اغتنم خمسا قبل خمس شبابك قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحيوتك قبل موتك.

تخریج حدیث: اخرجه الحاكم فی المستدرك فی كتاب الرقاق وقال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

ترکیب حدیث: اغتنم: فعل، ضمیر فاعل۔ خمسا: ممیّز اول۔ شبابك: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ صحتك: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف اول۔ واؤ: حرف عطف۔ غناك: معطوف ثانی۔ واؤ: حرف عطف۔ فراغك: معطوف ثالث۔ واؤ: حرف عطف۔ حيوتك: معطوف رابع۔ معطوف علیہ اپنے چاروں معطوفات سے مل کر تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مفعول اغتنم فعل کا۔ قبل خمس: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ممیّز ثانی۔ قبل هرمك: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ قبل سقمك: معطوف اول۔ واؤ: حرف عطف۔ قبل فقرك: معطوف ثانی۔ واؤ: حرف عطف۔ قبل شغلك: معطوف ثالث۔ واؤ: حرف عطف۔ قبل موتك: معطوف رابع۔ معطوف علیہ اپنے چاروں معطوفات سے مل کر تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مفعول، اغتنم فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

لَيسَ النَّاقصَةُ

پہلوان کسے کہتے ہیں؟

۱۸۳ لَيسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الغَضَبِ.

ترجمہ: ”نہیں ہے طاقت ور پہلوان جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ طاقت ور پہلوان تو وہ ہے جو اپنے نفس کو غصہ کے وقت قابو میں رکھے۔“

لغات: اَلشَّدِيْد: بہادر، قوی، بلند، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ جمع اَشِدَّاء، شُدُوْد آتی ہے، شَدَّ (ن، ض) شَدًّا ...... مضبوط کرنا۔ اَلصُّرْعَة: جو دوسرے کو پچھاڑ دے، صَرَعَ (ف) صَرْعًا، بمعنی پچھاڑ دینا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں غصہ شیطانی وسوسوں سے پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے آدمی ظاہری و باطنی اعتدال کو چھوڑ بیٹھتا ہے، غصہ اس صورت میں مذموم ہے جب کہ باطل کے لئے ہو اور جب کہ راہ حق کو وہ چھوڑ دے اور اگر غصہ حق کے لئے ہو تو یہ محمود ہے، اس تمہید کے بعد اب حدیث بالا کو دیکھئے فرمایا جارہا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا پہلوان اگر کسی بڑے پہلوان کو میدان میں پچھاڑ دے مگر وہ خود اپنے نفس سے پچھاڑا جائے تو یہ درحقیقت پہلوان نہیں اور جو اپنے نفس کو زیر کردے جو حقیقت میں اس کا سب سے بڑا دشمن ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

”اَعْدٰی عَدُوِّكَ الَّتِیْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ“

ترجمہ: تمہارے دشمنوں میں سے سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان میں ہے۔ (۱)

نفس کو پچھاڑنے والے کو بڑا پہلوان کیوں کہا گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم فانی ہے اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں بخلاف روح کے جو اصل ہے ہمیشہ رہنے والی ہے تو اب جو نفس امارہ کو پچھاڑ دے گا اس کی حیثیت شریعت کے نزدیک زیادہ ہوگی جسم کے پچھاڑنے والے سے۔ بقول شاعر:

مردی نہ بقوت بازو ست وزور کف
با نفس اگر بر آئی دانم کہ شاطری

(۱) التعلیق الصبیح ۵/۳۱۱، مظاہر حق

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الغضب والکبر" ص ۴۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنه رضى الله تعالىٰ عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس الشديد بالصرعة انما الشديد الذى يملك نفسه عند الغضب.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الادب (باب الحذر من الغضب) واخرجه مسلم فى كتاب البر والصلة (باب فضل من يملك نفسه عند الغضب وباى شىء يذهب الغضب).

ترکیب حدیث: ليس: فعل ناقص۔ الشديد: اس کا اسم۔ بالصرعة: جار مجرور متعلق فعل محذوف کے ہوکر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ انما: کلمہ حصر۔ الشديد: مبتداء۔ الذى: موصول۔ يملك: فعل ضمیر فاعل۔ نفسه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ عند الغضب. مفعول فیہ۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہوا۔ موصول صلہ سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

عورت کو اس کے خاوند کے خلاف اکسانا منع ہے

⑱ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلٰى زَوْجِهَا اَوْ عَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهٖ.

ترجمہ: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے خاوند کے خلاف یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف بدراہ کرے۔"

لغات: خَبَّبَ: دھوکا دینا، خراب کرنا، بگاڑنا، خَبَّبَ عَلٰى فُلَانٍ صَدِيْقَه، اس نے فلان کے دوست کو بگاڑ دیا۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی کی بیوی کو اس کے خاوند کے خلاف اکسائے اس کی شکل یہ ہوئی کہ بیوی کے سامنے اس کے خاوند کی خوب برائی کی جائے اور یہ دوسری شکل بھی ممکن ہے کہ اس کی بیوی کے سامنے دوسرے اجنبی آدمی کی ایسی ایسی خوبیوں کو بیان کیا جائے کہ وہ یہ سمجھ لے کہ واقعی میرے شوہر میں تو یہ خوبیاں موجود نہیں جو یہ فلاں شخص کے اندر ہیں، اس سے بھی دوسرے، آدمی کی عزت اور اپنے شوہر کی نفرت اس کے دل میں پیدا ہوگی۔

یہ شکل بھی ممکن ہے کہ کسی کی بیوی کو بہکایا جائے کہ تم اپنے شوہر سے اتنے مال وغیرہ کا مطالبہ کرو کہ فلاں کی بیوی نے یہ مطالبہ کیا اس کے شوہر نے اس کو لاکر دیا تم بھی ایسا کرو اور یہ بھی شکل ممکن ہے کہ کہے اب یہ زمانہ نہیں رہا کہ بیوی شوہر کی خدمت کرے تم اپنے خاوند کی کیا نوکرانی ہو ہمیشہ اس کی خدمت ہی کرتی رہو گی؟

اسی طرح غلاموں اور نوکروں کے بارے میں بہکایا جائے کہ تم اپنے مالک کا گھر چھوڑ کر چلے جاؤ یا نوکر کو کہا جائے کہ فلاں جگہ پر اچھی نوکری ہے وہاں چلے جاؤ یہاں اتنے کم میں تم کیوں نوکری کر رہے ہو؟ بہر حال ہر وہ صورت جس میں بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف بہکایا جائے یا نوکر کو اس کے آقا کے خلاف، یہ سب صورتیں انتہائی نازیبا ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے۔[1]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب عشرة النساء ومالكل واحد من الحقوق" ص ۲۸۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من خبب امرأة على زوجها او عبدا على سيده.

تخریج حدیث: اخرجه ابو دوأد فى كتاب الطلاق (باب من خبب امرأة على زوجها).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ منا: کائنا کے متعلق ہو کر لیس کی خبر مقدم۔ من: موصولہ۔ خبب: فعل ضمیر فاعل امرأة: معطوف علیہ۔ أو: حرف عطف۔ عبدا: معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر مفعول۔ علی: حرف جار۔ زوجها: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ أو: حرف عطف۔ علی: حرف جار۔ سیدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر علی کا مجرور ہو کر فعل کے متعلق۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لیس کا اسم۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق ۳/۳۸۶

چھوٹوں پر رحم نہ کرنے والا ہم میں سے نہیں

(۱۸۵) لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَ يَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ.

ترجمہ: ''ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے اور بری باتوں سے نہ روکے۔''

لغات: يُوَقِّرْ: وَقَّرَ (ض) وَقْرًا، وقارة، صاحب وقار ہونا، فلان وَقَّرَ شَيْخَهُ، فلاں نے اپنے استاد کی تعظیم کی۔

تشریح: اسلام نے پاکیزہ زندگی گذارنے کی مکمل تعلیم دی ہے یہ حدیث بھی اسی تعلیم کی معلم ہے، اس میں بھی حضور ﷺ نے چھوٹے بڑوں کے باہمی آداب سکھائے ہیں چنانچہ بچوں پر رحمت وشفقت کا حکم فرمایا، ایک روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ہاں، تو انہوں نے کہا کہ ہم تو نہیں کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں کیا کروں کہ اللہ نے تمہارے دلوں سے رحمت نکال لی ہے۔

دوسری چیز بڑوں کا احترام ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اکرام میں سے ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کرنا، ایک جگہ فرمایا کہ: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ پہچانے، اس کے لئے ایک دوسرے کو نصیحت کرنا اور بھلائی پر آمادہ کرنا اور برائی سے بچانا یہ نہایت ضروری ہے اس لئے اس امر کی طرف بھی تنبیہ فرمادی جیسا کہ قرآن میں ہے: ''وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ''، نصیحت فرماتے رہئے، نصیحت کرنا مؤمنین کو فائدہ دیتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الشفقة والرحمة على الخلق'' ص۴۲۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا ويأمر بالمعروف وينه عن المنكر.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذى فى ابواب البر والصلة (باب ماجاء فى رحمة الصبيان) واخرجه ابوداود فى كتاب الادب (باب فى الرحمة).

ترکیب حدیث: ليس: فعل ناقص۔ منا: کائنات کے متعلق ہوکر خبر مقدم۔ من: موصولہ۔ لم يرحم: فعل ضمیر فاعل۔ صغیرنا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف لم يوقر كبيرنا: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرف عطف، يأمر بالمعروف: فعل فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واؤ صرف عطف۔ ينه: فعل فاعل۔ عن المنكر: متعلق ينه کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر من کا صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لیس کا اسم۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

پڑوسی کا خیال نہ رکھنے والا مؤمن نہیں

۱۸۶ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِىْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ.

ترجمہ: ”وہ شخص (کامل) مؤمن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔“

لغات: يَشْبَعُ: (س) شِبْعًا، شَبْعًا مِنَ الطَّعَامِ. شکم سیر ہونا۔ جَنْبِهٖ: جانب، پہلو اس کی جمع اَجْنَاب اور جُنُوْب آتی ہے، قال تعالٰی: ﴿فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ﴾.

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ مسلمان اس وقت تک کامل درجے پر نہیں پہنچ سکتا جب تک اپنے پڑوسی کا خیال نہ رکھے، خاص کر کے جب کہ وہ بھوکا ہو، اس کو کچھ نہ کچھ بھیج دے یہاں تک کہ ایک روایت میں فرمایا گیا کہ تمہارے پاس زیادہ شوربا نہیں تو جو شوربا ہے اسی میں کچھ پانی ملا لو اور پھر اس میں سے پڑوسی کو بھی کچھ بھیج دو، شریعت نے دوسری طرف پڑوسی کو بھی یہ سمجھایا کہ اگر پڑوسی جو معمولی سی بھی چیز بھیج دے تو اس کو حقیر نہ جانے خوشی کے ساتھ قبول کرلے اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (۱)

سب سے زیادہ وہ پڑوسی مقدم ہوگا جس کا دروازہ آدمی کے گھر سے زیادہ نزدیک ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے دو ہمسایوں میں سے ایک کا دروازہ تو میرے سامنے ہے اور دوسرے کا دروازہ مجھ سے دور ہے بعض مرتبہ میرے پاس اتنی چیز نہیں ہوتی کہ دونوں کو بھیجی جاسکے تو دونوں میں سے کس کا حق زیادہ ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ پڑوسی جس کا دروازہ تمہارے سامنے ہے وہ زیادہ حق دار ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الشفقة والرحمة على الخلق“ ص۴۲۴ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: سمعت رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: ليس المؤمن بالذى يشبع وجاره جائع الى جنبه.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان فى (باب الشفقة والرحمة على الخلق).

ترکیب حدیث: ليس: فعل ناقص۔ المؤمن: اس کا اسم۔ باء: زائدہ۔ الذی: موصولہ۔ يشبع: فعل ضمیر ذوالحال۔ واؤ: حالیہ۔ جاره: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ جائع: صیغہ اسم فاعل ضمیر فاعل۔ الی: حرف جار۔ جنبه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر متعلق جائع کے۔ جائع: صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال۔ ذوالحال حال سے مل کر یشبع کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) صحیح مسلم (۲) صحیح بخاری

مؤمن طعنہ دینے والا نہیں ہوتا

⑱⑦ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ.

ترجمہ: "وہ شخص (کامل) مؤمن نہیں جو دوسرے پر طعن کرنے والا ہو اور جو دوسروں پر لعنت کرنے والا ہو اور جو بے ہودہ باتیں کرنے والا ہو۔"

لغات: اَلطَّعَّان: مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت زیادہ طعنہ دینے والا۔ "طَعَنَ (ن، ف) طَعْنًا" نیزہ مارنا، "فی الرجل"، عیب لگانا، "طَعَنَ عَلَيْهِ" طعنہ مارنا۔ لَعَّان: یہ بھی صیغہ مبالغہ کا ہے، بہت زیادہ لعنت کرنے والا، لَعَنَ (ف) لَعْنًا فلانا، لعنت کرنا، گالی دینا۔ اَلْفَاحِشْ: حد سے گذرنے والا۔ فَحُشَ (ك) فُحْشًا، بڑا ہونا، (ض)۔

تشریح: "اللّعان": مبالغہ کا صیغہ ہے، بہت زیادہ لعنت کرنے والا، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لعنت کرنے پر جو وعید ہے وہ کبھی کبھار کی لعنت پر نہیں بلکہ جو کثرت سے اس مرض میں مبتلاء ہوگا اس کے لئے ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آدمی کبھی کبھار کرلیا کرے، لعنت کی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: کسی شخص کو بالکل اللہ سے ناامید اور رحمت خداوندی سے دور کرنا ہو یہ قسم کافروں کے ساتھ مخصوص ہوگی۔

دوسری قسم: یہ ہے کہ کسی شخص کو مقام قرب خداوندی سے دور کرنا ہو جو ترک اولیٰ وغیرہ کا مرتکب ہو یہ مسلمانوں کے لئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض اعمال کے ترک کرنے پر جو احادیث میں لعنت کے الفاظ منقول ہوئے ہیں اس کا تعلق اسی دوسری قسم سے ہوگا۔

"لا الفاحش": فحش گو نہیں ہوگا، مؤمن فضول، غلط بکواس نہیں کرتا، زبان کی حفاظت کرتا ہے، مشکوٰۃ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اس پر بھی پکڑے جائیں گے جو کچھ بات زبان سے کرلیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر تیری ماں روئے! اے معاذ! کیا آدمیوں کو ناک کے بل اوندھے منہ جہنم میں زبان کے علاوہ اور کوئی چیز بھی ڈالتی ہے؟ اور بہت سی روایات میں سخت سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ پہلے تولو پھر بولو، اللہ زبان کے فتنہ سے سب کی حفاظت فرمائے (آمین)۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب حفظ اللسان والغيبة والشتم" ص۴۱۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذى (وفى اخرى له) ولا الفاحش البذى.

تخریجِ حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی اللعنة).

ترکیبِ حدیث: لیس: فعل ناقص۔ المؤمن: لیس کا اسم۔ بالطعان: باء زائدہ۔ الطعان: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا: زائدہ۔ اللعان: معطوف علیہ ومعطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ لا: زائدہ۔ الفاحش: معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ لا: زائدہ۔ البذی: معطوف۔ تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

صلہ رحمی کی تعریف

(۱۸۸) لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيْ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا.

ترجمہ: ''صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص نہیں جو بدلے میں کرے (یعنی برابر برابری کا معاملہ کرے) لیکن صلہ رحمی کرنے والا شخص تو وہ ہے جب اس سے قطع تعلق کیا جائے تو وہ تعلق کو قائم رکھے۔''

لغات: اَلْوَاصِل: جوڑنے والا۔ وَصَلَ (ض) وَصْلاً، وَصِلَةً، بمعنی جوڑنا، صلہ رحمی کرنا، نرمی کرنا۔ اَلْمُكَافِي: كَافٰى، مُكَافَاةً، احسان کا بدلہ احسان یا اس سے زیادہ اچھی طرح سے دینا۔ رَحِمُهٗ: قرابت، رشتہ دار، جمع اَرْحَام، قال تعالیٰ: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾.

تشریح: جب کسی نے کسی پر احسان کیا تو دوسرا بھی اس پر احسان کرنے پر مجبور ہوگا۔ صلہ کا یہ معاملہ تو آدمی اجنبی کے ساتھ بھی کرتا ہے تو اس میں صلہ رحمی کہاں سے آئی؟ صلہ رحمی کی حقیقت یہ ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے بے نیازی، بے التفاتی یہاں تک کہ قطع تعلق بھی ہو تو یہ اس کو جوڑنے کی فکر میں ہو اور ان پر صلہ رحمی کرتا رہے۔

ایک دوسری روایت میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے، ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں، وہ قطع رحمی کرتے ہیں میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ہر معاملہ میں تحمل سے کام لیتا ہوں وہ جہالت پر اترے رہتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر یہ سب بات صحیح ہے تو تو ان کے منہ میں خاک ڈال رہا ہے (یعنی ان کو ذلیل کر رہا ہے) تیرے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال رہے گی جب تو اپنی اس عادت پر جما رہے گا۔

''درمنثور'' کی ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ پسند کرے کہ قیامت میں اس کو بلند مکانات ملیں اور اونچے درجات ملیں اس کو چاہئے کہ ظلم کرنے والے سے درگذر کرے اور جو اس کو محروم کرے اس پر احسان کرے جو اس سے تعلقات توڑے اس سے یہ تعلقات جوڑے۔

تو نہ چھوٹے مجھ سے یارب تیرا چھٹنا ہے غضب
یوں میں راضی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑے

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البر والصلة'' ص ۴۱۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهماقال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمه وصلها.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب (باب مالیس الواصل بالمکافی.) واخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی صلة الرحم).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ الواصل: لیس کا اسم۔ باء: زائدہ۔ المکافی: خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ۔ لکن: حرف مشبہ بالفعل۔ الواصل: اسم۔ الذی: موصولہ۔ اذا: حرف شرط۔ قطعت: فعل مجہول۔ رحمہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل۔ فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ وصلہا فعل فاعل مفعول سے مل کر جزا۔ شرط جزاء سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لکن کی خبر۔ لکن اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اصل دولت مندی دل کا غنی ہونا ہے

(۱۸۹) لَیْسَ الغِنٰی عَن کَثْرَةِ العَرَضِ وَلٰکِنَّ الغِنٰی غِنَی النَّفْسِ.

ترجمہ: ”نہیں ہے دولت مندی (امیری) مال واسباب کی زیادتی سے بلکہ دولت مندی (امیری) دل کا غنی ہونا ہے۔“

لغات: عَرَض: متاع، سامان، اسباب، جمع عُرُوْض آتی ہے۔ اَلنَّفْس: روح، دل، جمع نُفُوْس اور اَنْفُس آئی ہے۔

تشریح: دل کے غنی ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ حاصل ہوجائے اس پر دل مطمئن ہوجائے [۱] اور اس کا حوصلہ بلند ہوجائے اور مال دولت کے سہارے کے بجائے اللہ پر سہارا رکھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر روز ایک فرشتہ عرش سے منادی کرتا ہے ”اے انسان! گمراہ کرنے والے زیادہ مال سے کفایت کرنے والا تھوڑا مال تیرے لئے بہتر ہے۔“

تو جس کا دل غنی ہوجائے اگرچہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو تب بھی اس کا دل مطمئن رہتا ہے، بخلاف اس شخص کے جس کے دل میں حرص اور طمع ہو خواہ اس کے پاس مال کتنا کیوں نہ ہو وہ فقیر ہی ہے، ایک عربی کا شاعر قناعت کے بارے میں کہتا ہے: [۲]

اضرع الی اللّٰہ لا تضرع الی الناس ❁ و اقنع بیأس فان العز فی الیأس

ترجمہ: اللہ سے مانگ، لوگوں سے نہ مانگ، ان سے ناامید ہوکر قناعت کو اپنا کیونکہ لوگوں سے ناامید ہونے ہی میں عزت ہے۔

واستغن عن ذی قربی وذی رحم ❁ ان الغنی من استغنی عن الناس [۳]

ترجمہ: ہر عزیز اور یگانے سے بے پروا ہوجا کیونکہ لوگوں سے بے نیازی ہی مال داری ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث کا دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ: ”غنی النفس“ سے مراد اخلاق حمیدہ اور علمی کمالات ہیں کہ جس کے اندر کمالات حمیدہ ہوں تو وہ امیر ہے اگرچہ مال ودولت کے اعتبار سے اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو بخلاف اس کے کہ ایک آدمی کے پاس مال ودولت بہت ہو مگر اخلاق حمیدہ سے خالی ہو تو وہ حقیقت میں فقیر ہی ہے۔ [۴]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الرقاق“ ص ۴۴۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس.

(۱) التعلیق الصبیح ۱۳/۶ (۲) مرقاۃ ۳۵۷/۹ (۳) مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۲ (۴) مظاہر حق ۶۸۲/۴

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (باب الغنی غنی النفس) واخرجه مسلم فی کتاب الزکوة (باب لیس الغنی عن کثرة العرض) واخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجاء ان الغنی غنی النفس) واخرجه ابن ماجة فی کتاب الزهد (باب القناعة).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ الغنی: اس کا اسم۔ عن: حرف جر۔ کثرة العرض: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور سے مل کر کائنا محذوف کے متعلق ہوکر خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ لکن: حرف مشبہ بالفعل۔ الغنی: اس کا اسم۔ غنی النفس: مضاف مضاف الیہ سے مل کر لکن کی خبر۔ لکن اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

کیا صلح کروانے میں جھوٹ بولنا جائز ہے؟

(۱۹۰) لَیسَ الکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ وَیَقُوْلُ خَیْرًا وَیَنْمِیْ خَیْرًا.

تَرجَمۃ: ”جھوٹا وہ شخص نہیں جو لوگوں میں صلح کرائے اور خود بھی اچھی بات کہے اور دوسرے کی طرف بھی اچھی بات کی نسبت کرے (اگر چہ اس میں وہ جھوٹ سے کام لے)۔“

لُغات: یَنْمِی: نَمَی (ض) نَمْیًا "الشی": بلند کرنا، منسوب کرنا مراد دوسرا معنی ہے اَلْحَدِیْثَ اِلٰی فُلَانٍ، کسی کی طرف منسوب کرنا۔

تَشرِیح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی نزاع اور فتنہ وفساد کو ختم کرانے کے لئے کوئی شخص اگر ایسی بات بھی کہہ دے جو واقعہ کے خلاف ہو تو جھوٹ نہیں ہوگا اور اس پر جھوٹ کا گناہ نہیں ہوگا بلکہ ایسے شخص کے لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کرائے اللہ تعالیٰ اس کو ایک ایک پر ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب مرحمت فرماتے ہیں (۱) بشرطیکہ اس میں اخلاص کے ساتھ آپس کے نزاع کو ختم کرنے کی نیت ہو۔ مثلاً دو آدمیوں کا آپس میں نزاع ہوگیا تو اب تیسرا آدمی پہلے کے پاس جا کر کہتا ہے کہ وہ دوست جس سے تمہارا جھگڑا ہوا تھا تمہاری تو بہت تعریف کر رہا تھا اور اس نے تم کو سلام بھی بھیجا ہے اگر چہ اس نے سلام نہ کہلوایا ہو یا اس کی تعریف نہ کی ہو، پھر یہ دوسرے کے پاس بھی اسی قسم کی بات کرتا ہے، اگر اس میں ان کی آپس کی دوستی کروانی مقصود ہو تو اب یہ جھوٹ نہیں ہوگا (۲) بعض علماء فرماتے ہیں اس صلح کروانے میں بالکل صاف جھوٹ نہ بولے بلکہ توریہ وغیرہ سے کام لے تو اچھا ہے۔ (۳)

”توریہ“ کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو مطلب ہوں متکلم کے ذہن میں اس کا مطلب بعید ہے وہ اس کو مراد لے رہا ہے مگر مخاطب اس کے ظاہری مطلب کو سمجھ رہا ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب حفظ اللسان والغیبة والشتم“ ص۴۱۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ام کلثوم رضی اللہ عنها قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لیس الكذاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیرا وینمی خیرا.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الصلح (باب لیس الكاذب الذی یصلح بین الناس) واخرجه مسلم فی کتاب البر والصلة (باب تحریم الكذب وبیان ما یباح منه) واخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس).

---

(۱) تنبیہ الغافلین ۵۴۹ (۲) مرقاۃ ۹/۱۴۱ مظاہر حق ۴/۴۶۱ (۳) التعلیق الصبیح ۵/۱۷۹

ترکیبِ حدیث: لیس: فعل ناقص۔ الکذاب: لیس کا اسم۔ الذی: موصولہ۔ یصلح: فعل ضمیر فاعل۔ بین الناس: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ یقول: فعل ضمیر فاعل۔ خیرا: مقولہ۔ فعل اپنے فاعل اور مقولہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ ینمی خیرا: فعل اپنے ضمیر فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف۔ معطوف اپنے معطوفات سے مل کر جملہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

اللہ کے نزدیک دعا سے پسندیدہ اور کوئی عمل نہیں

⑲١ لَیسَ شَیٌٔ اَکرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ.

تَرجَمۃ: ’’اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں۔‘‘

تشریح: انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سیکڑوں قسم کی تدبیریں کرتا ہے اور اس میں بڑی بڑی تکالیف بھی اٹھاتا ہے بسا اوقات وہ ساری تدبیریں الٹی پڑ کر نقصان دے جاتی ہیں، ضرورت کے پورا ہونے کے لئے ایک طریقہ شریعت نے بھی بتایا وہ سو فیصدی کامیاب ہے کبھی کسی کو بھی اس میں نقصان نہیں ہوا وہ ہے دعا کا طریقہ جس کے بارے میں خود خدا تعالیٰ شانہ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾

تَرجَمۃ: ’’مجھ سے دعا کرو میں تمہارا کام پورا کر دوں گا۔‘‘

اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا کہ جس کو اللہ سے دعا مانگنے کی توفیق مل گئی تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کی مراد پوری ہوگی، یہی نہیں کہ صرف اس کی مرادیں پوری ہوں گی بلکہ وہ اللہ کا مقرب بھی بن جاتا ہے اور جو اللہ سے دعا نہیں مانگتا اپنی تدبیروں میں پھنستا جاتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اللہ سے ہر حال میں دعا مانگتا رہتا ہے تو فرشتے بھی اس کی سفارش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جانی پہچانی آواز ہے، اور جو اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا اہتمام نہیں کرتا جب وہ دعا کرتا بھی ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس آواز کو ہم نہیں پہچانتے اور اس کی آواز سے بے توجہی برتتے ہیں اور اس کی دعا کی قبولیت کے لئے سفارش نہیں کرتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جو اللہ سے دعا کرتا رہتا ہے اس کا فرشتوں کے ساتھ بھی اور خدا کے ساتھ بھی قرب رہتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ’’کتاب الدعوات‘‘ ص۱۹۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لیس شئ اکرم علی الله من الدعاء.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الدعوات (باب ماجاء فی فضل الدعاء) واخرجه ابن ماجة فی کتاب الدعاء (باب فضل الدعاء).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص شئ: لیس کا اسم۔ اکرم: صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ علی الله: جار مجرور متعلق اکرم کے۔ من الدعاء: جار مجرور یہ بھی متعلق اکرم کے۔ اکرم: فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلق سے مل کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

گریبان کو پھاڑنے والا ہم میں سے نہیں

(۱۹۲) لَیسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الخُدُوْدَ وَشَقَّ الجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الجَاهِلِیَّةِ.

ترجمہ: ''وہ ہم میں سے نہیں جو اپنے رخساروں کو پیٹے، گریبان کو پھاڑے اور ایام جاہلیت کی طرح آواز بلند کرے۔''

لغات: اَلْخُدُوْدَ: جمع خَدٌّ بمعنی رخسار۔ اَلْجُیُوْبَ: جمع ہے جَیْب کی بمعنی گریبان۔ جَابَ (ض) جَیْبًا القمیصَ، گریبان بنانا۔ شَقَّ: (ن) شَقًّا، بمعنی پھاڑنا، جدا جدا کرنا۔

تشریح: کسی عزیز رشتہ دار دوست یا متعلق شخص کی وفات پر آدمی کو رنج اور افسوس کا ہونا ایک فطری امر ہے، آدمی کا مرحوم سے جتنا تعلق ہوگا اتنا ہی رنج وغم ہوگا یہاں تک کہ جناب نبی کریم ﷺ کے بیٹے کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کو بھی سخت رنج ہوا اور اس غم میں آپ ﷺ کے آنسو مبارک بھی نکل رہے تھے، آپ ﷺ کی اس حالت کو دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ آنسو کا بہنا رحمت ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ'' (۱)

ترجمہ: آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں دل غمگین ہے مگر اس کے باوجود ہماری زبانوں پر وہی الفاظ ہیں جن سے ہمارا پروردگار راضی رہے، اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے بے شک غمگین ہیں۔

اتنی تو شریعت نے اجازت دی ہے مگر اس میں رخساروں کو پیٹنا گریبان کو پھاڑنا یہ حرام ہوگا جیسا کہ عموماً عورتوں کی عادت ہوتی ہے، اسی میں بالوں کو نوچنا، بالوں کو بکھیرنا، منہ کا کالا کرنا، منہ پر مٹی ڈالنا، یہ سب زمانہ جاہلیت کی رسموں میں سے ہے اس کو اسلام نے حرام کر دیا ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البكاء على الميت'' ص ۱۵۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب تحریم ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية) واخرجه البخاری فی کتاب الجنائزوکتاب المناقب (باب ما ینهی عنه من دعوة

(۱) مشکوۃ (۲) مظاہر حق التعلیق الصبیح ۲/۲۶۰

الجاهلية)

ترکیبِ حدیث: لیس: فعل ناقص۔ منا: جار مجرور محذوف کے متعلق ہو کر لیس کی خبر مقدم۔ من: موصولہ۔ ضرب: فعل ضمیر فاعل۔ الخدود: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ شق: فعل ضمیر فاعل۔ الجیوب: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف۔ واو: حرف عطف۔ دعا: فعل ضمیر فاعل۔ باء: حرف جر۔ دعوی الجاهلية: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل کر جملہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لیس کا اسم۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح نہیں ہوتی

⑲۳ لَيسَ الخبرُ كَالْمُعَايَنَةِ.

تَرجَمہ: ”نہیں ہے سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح۔“

لُغات: اَلْمُعَايَنَة: عَايَنَ مُعَايَنَةً، بمعنی خود دیکھنا، مشاہدہ کرنا۔

تشریح: اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نفسیاتی نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے، انسان کا خاصہ ہے کہ وہ آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز سے جتنا متاثر ہوتا ہے اتنا زیادہ اور اتنی جلدی سنی ہوئی چیز سے متاثر نہیں ہوتا، [1] اس حدیث میں اس بات کو سمجھانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال دی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام جبل طور پر تشریف لے گئے پیچھے سے سامری نامی آدمی نے بنی اسرائیل کو گوسالہ کی پوجا میں لگا دیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ کی خبر دی کہ اے موسیٰ! تمہاری قوم گوسالہ کی پرستش میں گمراہ ہوئی ہے، اس بات کو سن کر موسیٰ علیہ السلام کو رنج ہوا اور غصہ بھی آیا مگر توارۃ کی تختیوں کو پھینکا نہیں مگر جب موسیٰ علیہ السلام خود قوم کے پاس پہنچے اور اپنی آنکھوں سے قوم کو اس کی عبادت میں مشغول دیکھا تو اب پہلے سے کہیں زیادہ غصہ بڑھ گیا اور غصہ میں ان تختیوں کو زمین پر پھینک دیا جس سے کچھ تختیاں ٹوٹ بھی گئیں [2] اسی وجہ سے فرمایا گیا کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح نہیں ہوتی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب بدأ الخلق وذكر الانبياء عليهم الصلوة والسلام“ ص ۵۱۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس الخبر كالمعاينة ان الله تعالىٰ اخبر موسى بما صنع قومه فى العجل فلم يلق الالواح فلما عاين ما صنعوا القى الا لواح فانكسرت.

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فى مسنده ص ۲۷۱/۱.

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ الخبر: لیس کا اسم۔ کاف: حرف جار۔ المعاینة: مجرور، جار مجرور فعل محذوف کے متعلق ہو کر لیس کی خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۵/۳۰۷ (۲) مرقاۃ ۱۱/۴۳، مظاہر حق ۵/۴۳

الشرط الجزاء

یہاں سے اب مصنف ایسی احادیث کو لائیں گے جن میں دو جملے ہوں گے ان میں سے ایک کو شرط اور دوسرے کو جزا کہتے ہیں۔

جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے تو اللہ اس کو بلند کرتا ہے

۱۹۴ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ.

تَرجَمہ: ''جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے تو اللہ اس کو بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرے اللہ اس کو پست کرتا ہے۔''

لُغات: تَوَاضَعَ: بمعنی ذلیل ہونا، عاجز ہونا، وَضَعَ (ف) وَضْعًا، رکھنا گھٹانا، تواضع، خود سے چھوٹا بننا۔ رَفَعَ: (ف) رَفْعًا اٹھانا رَفُعَ (ك) رِفْعَةً، رَفَاعَةً، عالی مرتبہ ہونا۔

تشریح: ''کبر'' کہتے ہیں کوئی شخص ان اوصاف سے زیادہ کا دعویٰ کرے جو اپنے اندر رکھتا ہے۔

''صغر'' کہتے ہیں اپنے اصل مقام سے بھی اپنے آپ کو نیچے گرادے، جس دعوی کا وہ حق رکھتا ہے وہ اس کو بھی ترک کردے، ان دونوں کے درمیان تواضع ہے، یہ اعتدال کا مقام ہے کہ اپنے آپ کو نہ حد سے زیادہ بڑھایا جائے اور نہ ہی حد سے نیچے گرایا جائے، انسان کا اصل کمال اعتدال کی راہ پر اپنے آپ کو جمائے رکھنا ہے، اس تمہید کے بعد اب حدیث کو دیکھا جائے حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ متکبر و مغرور شخص خود کو بڑا عظیم اور عزت والا سمجھتا ہے اور لوگوں پر اپنی فوقیت دیکھتا ہے مگر وہ خدا کے نزدیک ذلیل و حقیر ہوتا ہے، اس کے برخلاف جو شخص تواضع یعنی درمیانی راہ کو اختیار کرتا ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو اپنی نظر میں حقیر جانتا ہے مگر وہ خدا کے نزدیک بلند مرتبہ والا ہوتا ہے، کبر اور صغر کے درمیانی راہ کو تواضع کہتے ہیں۔

درمیانی راہ شریعت کو پسند ہے، اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ ہے:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ صَغِيْرًا وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا.''

تَرجَمہ: اے اللہ! مجھ کو میرے نفس کے نزدیک چھوٹا بنا اور لوگوں کی آنکھ میں بڑا بنا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الغضب والکبر'' ص ۴۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمر رضی اللہ عنه قال وهو علی المنبر: یا ایها الناس! تواضعوا فانی سمعت رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: من تواضع لله رفعه الله فهو فى نفسه صغيرو فى اعين الناس عظيم ومن تكبر وضعه فهو فى اعين الناس صغير وفى نفسه كبير حتى لهو اهون عليهم من كلب او خنزير.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة فى باب الغضب والكبر الى البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: من: کلمہ شرط۔ تواضع: فعل، ضمیر فاعل۔ لله: جار مجرور متعلق تواضع کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ رفع: فعل۔ ہ: مفعول۔ لفظ الله: فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزایہ ہوا۔ "من تكبر وضعه الله" کی ترکیب سابق جملہ کی طرح ہے۔

جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا

۱۹۵ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ.

ترجمہ: ”جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔“

تشریح: اس حدیث کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے شکر کی ادائیگی اس میں مضمر ہے کہ اس کی اطاعت اور تابعداری کی جائے اور یہ کہ اس نے جن انسانوں کو ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے پہنچنے کا اس تک واسطہ اور ذریعہ بنایا ہے، ان کا شکر ادا کرنے کا جو حکم دیا ہے اس کی پیروی کی جائے، تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پیروی نہیں کی جس نے ان لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا جن کے واسطہ سے اللہ نے اپنی نعمتیں اس کو دی ہیں۔ (۱)

دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کرتا اور اس نے جو اس شخص کے ساتھ اچھے معاملات اور احسانات کئے ہیں اس کا انکار کرتا ہے جب کہ وہ سامنے موجود ہے تو اس انکار نعمت کی عادت کی بناء پر وہ خدا کی نعمتوں کا بھی ناشکرا بن جائے گا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب العطایا“ ص ۲۶۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی الشکر) واخرجه ابوداؤد فی کتاب الادب (باب فی شکر المعروف).

ترکیب حدیث: من: کلمہ شرط۔ لم یشکر: فعل، ضمیر فاعل۔ الناس: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ لم یشکر اللہ: فعل فاعل مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ (۲) مظاہر حق

جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے

(۱۹۶) مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ.

ترجمہ: ’’جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔‘‘

تشریح: حدیث بالا میں فرمایا گیا ہے جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ اگر ترک دعا تکبر اور استغناء کی وجہ سے ہے کہ (معاذ اللہ) مجھ کو خدا سے مانگنے کی ضرورت نہیں تو اس صورت میں اس کا ایمان ہی خطرے میں ہوجاتا ہے اور اگر ترک دعا علت بالا کی وجہ سے بھی نہ ہو تب بھی ان کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، قرآن میں بھی ارشاد خداوندی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾

ترجمہ: جو لوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔[1]

اس آیت میں باتفاق مفسرین ’’عبادتی‘‘ سے مراد دعا ہے، خلاصہ یہ ہوا کہ جو اپنی ضروریات اللہ سے نہیں مانگتا اس سے خدا ناراض ہوتا ہے اور جتنا خدا سے مانگے گا اتنی ہی خدا کی ذات اس سے خوش ہوگی، تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام صلحاء کی سیرت میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ خدا سے خوب مانگنے والے تھے[2]۔ بقول شاعر:

اللّٰه يغضب ان تركت سواله ❁ وبنى آدم حين يسئل يغضب

ترجمہ: اللہ ناراض ہوتے ہیں جب اس سے مانگنا چھوڑا جائے اور بنی آدم اس وقت ناراض ہوتے ہیں جب ان سے مانگا جائے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ’’کتاب الدعوات‘‘ ص ۱۹۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضى اللّٰه تعالٰى عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من لم يسئل اللّٰه يغضب عليه.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذى فى ابواب الدعوات.

ترکیب حدیث: من: کلمہ شرط۔ لم يسئل: فعل، ضمیر فاعل۔ لفظ اللّٰه: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ يغضب: فعل، ضمیر فاعل۔ عليه: جار مجرور يغضب کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) ترجمہ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ (۲) التعلیق الصبیح ۳/۵۰

نیک کام کی رہنمائی کرنے والے کو کام کرنے کا ثواب ملتا ہے

۱۹۷ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ.

ترجمہ: "جس کسی نے کسی کو نیک کام کی رہنمائی کی اس بتانے والے کو اس کام کرنے والے کے برابر ثواب ہوگا"

لغات: دَلَّ: دَلَّ (ن) دَلَالَةً اِلَی الشَّیْئِ وَعَلَیْهِ۔ رہنمائی کرنا، راستہ دکھانا۔

تشریح: یہ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعامات میں سے ہے کہ کوئی شخص عمل خیر کے وجود میں آنے کے لئے ذریعہ بن جائے وہ اگرچہ عمل نہیں کرتا مگر اس کو عمل کرنے کا ثواب ملتا ہے، یہاں اسی کا بیان ہے، ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا ایسا ہے جیسا خود نیکی کرنے والا۔ (۱)

اب یہ لوگوں کو اعمال کے لئے آمادہ کرتا ہے اگر انفرادی عمل ہے تو بھی بہت اجر ہے اگر اجتماعی ہو تو اس کا بھی خوب فائدہ ہوگا، چنانچہ دوسری جگہ فرمایا کہ جو ہدایت کی دعوت دے اس کو ان تمام لوگوں کے برابر ثواب ملتا ہے جو اس کی ہدایت پر عمل کریں گے اور ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں آئے گی، مزید برآں احسان یہ ہے کہ یہ مساعی اللہ کے ہاں اتنی محبوب ہے کہ اس کی دعوت دینا ہی باعث اجر وثواب ہے جیسے کہ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر صدقہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مانے یا نہ مانے ہمت نہیں ہارنی چاہئے بلکہ اپنی محنت جاری رکھنی چاہئے اس محنت سے اس داعی کو ضرور ہدایت ملے گی کسی کو ملے یا نہ ملے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی مسعود الانصاری رضی اللّٰه عنه قال: جاء رجل الی النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فقال: انه ابدع بی فاحملنی فقال: ما عندی، فقال رجل: یا رسول اللّٰه انا ادله علی من یحمله فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارة (باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللّٰه بمرکوب وغیره) واخرجه الترمذی فی ابواب العلم (باب ماجاء ان الدال علی الخیر کفاعله).

ترکیب حدیث: من: شرط۔ دل: فعل، ضمیر فاعل۔ علی خیر: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے ساتھ، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ له: جار مجرور کائن محذوف کے متعلق۔ مثل اجر فاعله: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر کائن کا فاعل، کائن اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مسلم

جو لوٹ مار کرے وہ نبی کی امت میں سے نہیں ہے

⑲⑧ مَنِ انْتَھَبَ نُھْبَۃً فَلَیْسَ مِنَّا.

تَرجَمَۃ: ''جو دوسرے کے مال کو لوٹے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

لُغَات: اِنْتَھَبَ: مالِ غنیمت کو لینا۔ نَھَبَ (ف، ن، س) نَھْبًا الغنیمة، مالِ غنیمت لوٹنا، اسی سے نُھْبَۃً آ رہا ہے، ہر وہ چیز جو لوٹی جائے۔

تَشرِیح: جو دوسروں کی بھلائی نہیں سمجھتا وہ اس قابل نہیں کہ اس کو اسلامی برادری کا فرد سمجھا جائے، اسی وجہ سے فرمایا گیا کہ یہ شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

علماء کرام نے فرمایا کہ جو دوسرے کے مال وغیرہ کو لوٹے خواہ وہ مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا یہ حرام ہے، حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حقوق العباد کی صرف پامالی نہیں بلکہ اس خبیث حرکت کی وجہ سے معاشرہ اور سوسائٹی کا امن وسکون بھی تباہ ہو جاتا ہے اور اسلام تو امن وسکون کا ضامن ہے، اسلام کے تابعدار ہونے کے ناطے سے ہر ایک مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس معاشرے کو تباہ ہونے سے بچائے، یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب کہ آدمی دوسرے کے مال جائیداد اور دوسرے حقوق کی ایسی ہی حفاظت کرے جیسے کہ اپنی چیزوں کی کرتا ہے کہ وہ اپنی چیز پر کسی کی دست درازی برداشت نہیں کرتا اسی طرح یہ بھی دوسرے کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الغصب والعاریة'' ص ۲۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انہ قال: لا جلب ولا جنب ولا شغار فی الاسلام ومن انتهب نهبة فليس منا.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة فی كتاب الفتن (باب النهی عن النهبة) واخرجه ابن ماجة (فی باب النهی عن النهبة) ورواه ابوداود فی كتاب الحدود (باب القطع فی الخلسة والخيانة).

ترکیب حدیث: من: کلمہ شرط۔ انتهب: فعل، ضمیر فاعل۔ نهبة: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیس: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم منّا: کائنا کے متعلق ہو کر لیس کی خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

خاموش رہنے والا نجات پاتا ہے

(۱۹۹) مَنْ صَمَتَ نَجَا.

تَرجَمَۃ: ''جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی۔''

لُغات: صَمَتَ: (ن) صَمْتًا، خاموش رہنا، چپ رہنا۔

تَشرِیح: انسان اگر اپنی زبان کو بری باتوں سے محفوظ رکھے تو بہت سی آفات سے نجات پاتا ہے، اکثر آفتوں میں جو انسان مبتلا ہوتا ہے ان میں سے اکثر کا تعلق زبان ہی سے ہوتا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر بات چیت کرنا چاندی ہے تو خاموش رہنا سونا ہے، اور اگر اس خاموشی میں اللہ کی ذات وصفات پر غور بھی کرلیا جائے تو نور علی نور بن جائے۔

مشکوۃ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ چپ رہنے سے آدمی کو جو درجات عالیہ ملتے ہیں وہ ساٹھ سال کی عبادت سے بھی افضل ہے، غور وفکر جب اللہ کی ذات وصفات یا قدرت پر ہو خواہ ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہو اعضاء وجوارح کی عبادت سے افضل ہوگا، دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب آدمی زبان کو قابو نہ رکھے تو اس کو بسا اوقات معلوم بھی نہیں ہوتا کہ مجھ سے کہاں پر لغزش ہوگئی ہے اور پھر یہ شخص زبان کی ان گنت آفتوں میں پھنستا جاتا ہے، بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ: ؎

نکتہ کاں جست ناگہ از زبان ❁ ہمچو تیرے داں کہ جست آں از کماں

تَرجَمَۃ: جو بات زبان سے نکل گئی وہ اس تیر کی مثل ہے جو کمان سے نکل گیا جس طرح کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں ہوسکتا اسی طرح زبان کی لغزش بھی واپس نہیں ہوسکتی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب حفظ اللسان والغیبة والشتم'' ص ۴۱۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من صمت نجا.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب القیامة.

ترکیب حدیث: من: کلمہ شرط۔ صمت: فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ نجا: فعل فاعل سے مل کر اس کی جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

جو مسلمانوں پر ہتھیار اٹھائے وہ امت محمدیہ میں سے نہیں ہے

(۲۰۰) مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا.

ترجمہ: ''جو شخص ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

لغات: اَلسِّلَاح: مذکر ومؤنث دونوں استعمال ہوتا ہے، بمعنی ہتھیار، جمع اَسْلِحَة، سُلُح، سُلْحَان آتی ہے۔

تشریح: آدمی جب اسلحہ کو کسی دوسرے پر اٹھاتا ہے خواہ وہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو اور اس کا بالکل استعمال کرنے کی نیت بھی نہ ہو تب بھی ایسا شخص حدیث بالا کی وعید میں داخل ہو جائے گا[1] کیونکہ شیطان تو اسی تاک میں رہتا ہے کہ وہ آدمی کو گناہ میں کسی طرح مبتلا کر دے، عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ آدمی اشارے اشارے میں یا مزاح میں وہ اسلحہ کسی کو چھوتا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جھگڑا اور قتل وغارت شروع ہو جاتا ہے اسی وجہ سے ہر وہ چیز جو بعد میں فتنہ بن سکتی ہو شریعت نے پہلے ہی سے اس کی ممانعت کر دی ہے۔

''فلیس منا'': آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں ایسا شخص ہماری جماعت سے نہیں ہے یا وہ اس قابل نہیں کہ اس کو اسلامی برادری میں سے سمجھا جائے یا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص ہماری سنت اور ہمارے طریقے پر نہیں ہے یا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص ہمارا تابعدار نہیں ہے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب مالا یضمن من الجنایات'' ص ۳۰۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمروابی هريرة رضى الله عنهم عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: من حمل علينا السلاح فليس منا.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الفتن (باب قول النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من حمل علينا السلاح فليس منا) واخرجه مسلم فى كتاب الايمان (باب قول النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من حمل علينا السلاح فليس منا).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ حمل: فعل، ضمیر فاعل۔ علینا: جار مجرور متعلق حمل کے۔ السلاح: مفعول بہ، فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیس: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ منا: جار مجرور کائنا کے متعلق ہو کر لیس کی خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزاء، شرط اپنے جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۷/۱۹۴ التعلیق الصبیح ۴/۱۴۹ (۲) مرقاۃ ۷/۹۴

جہاد کی لغوی و اصطلاحی تعریف

(۲۰۱) مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا.

ترجمہ: ”جس شخص نے اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے جانے والوں کا سامان تیار کیا اس نے بھی (گویا) جہاد کیا اور جو شخص کسی جہاد پر جانے والے کے پیچھے اس کے اہل وعیال میں نائب ہوا (گویا) اس نے بھی جہاد کیا۔“

لغات: جَهَّزَ: تیار کرنا، جَهَّزَهٗ، سامان تیار کیا۔ غَزَا: غَزَا (ن) غَزْوًا طلب کرنا، قصد کرنا، دشمنوں سے جہاد کا ارادہ کرنا۔ خَلَفَ: خَلَفَ (ن) نیابت، خلافت، جانشین ہونا۔

تشریح: جہاد کا لغوی معنی: خوب محنت کرنا، مشقت کرنا ہے، عربی میں اس طرح معنی بیان کیا گیا ہے:

”بَذْلُ اَقْصٰى مَا يَسْتَطِيْعُهُ الْاِنْسَانُ مِنْ طَاقَتِهٖ لِنَيْلِ مَرْغُوْبٍ أَوْ لِدَفْعِ مَكْرُوْهٍ“

ترجمہ: انسان کا اپنی کسی مرغوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لئے انتہائی درجے کوشش کرنا۔

جہاد کی اصطلاحی تعریف:

”اَلْجِهَادُ بَذْلُ الْوُسْعِ بِالْقِتَالِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالنَّفْسِ وَالْمَالِ وَاللِّسَانِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ“.(۱)

ترجمہ: اللہ رب العزت کے راستہ میں قتال کے لئے اپنی جان، مال اور زبان اور چیزوں سے بھرپور کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے جس سے دین اسلام غالب ہوگا اس کے لئے ہر آدمی کو شریعت نے ترغیب دی ہے، ہاں! اگر کوئی کسی شرعی عذر کی بناء پر شرکت نہ کر سکے تو اب یہ دوسرے کو مال وغیرہ دے دے تو اب اس نے گویا ایک آدمی جو سامان وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے رکا ہوا تھا، اس کے سامان دینے سے وہ چلا گیا تو اب اس کو بھی اسکے جہاد کا ثواب ملے گا کیونکہ یہ اس کے جہاد پر جانے کے لئے سبب بن گیا، اسی صرح جو احباب اپنے گھروں سے جہاد کے لئے گئے ہوئے ہیں ان کے پیچھے ان کے گھروں کی نگہبانی کرے تو گویا کہ اس کے حفاظت کرنے سے وہ آدمی مطمئن ہو جائے گا اور دل جمعی کے ساتھ جہاد کر سکے گا تو اس کو بھی ان جیسا ثواب ملے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الجہاد“ ص ۳۲۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن زيد بن خالد رضى الله عنه ان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: من جهز غازيا فى سبيل الله فقد غزا ومن خلف غازيا فى اهله فقد غزا.

(۱) بدائع الصنائع

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد (باب فضل من جهز غازیا او خلفه بخیر) واخرجه مسلم فی کتاب الامارة (باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللّٰه).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ جهز: فعل، ضمیر فاعل۔ غازیا: مفعول۔ فی: حرف جار۔ سبیل اللّٰہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد غزا: فعل اپنے فاعل سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ ومن خلف غازیا: اس کی بعینہ اوپر والی ترکیب ہے۔

نرمی سے محروم رہنے والا تمام ہی خیر سے محروم رہتا ہے

(۲۰۲) مَنْ يُّحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الخَيْرَ.

ترجمہ: ''جو شخص نرمی سے محروم رکھا گیا وہ بھلائی سے محروم رکھا گیا۔''

لغات: رِفْق: رَفُقَ، (ن، س، ك) رِفْقًا بِهٖ، لَهٗ، عَلَيْهِ، نرمی کرنا۔

تشریح: بعض روایات میں خیر کے بعد لفظ ''کُلّه'' بھی ہے[1] تو اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص نرمی و مہربانی سے محروم ہوا، تو گویا کہ وہ تمام ہی بھلائیوں سے محروم ہو گیا۔ اس حدیث میں مدعا یہ ہے کہ آدمی نرمی و مہربانی کو اختیار کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرے کیونکہ انسان کی ضروریات کو پورا کرنے والی ذات خدا کی ہے اور اللہ کو نرمی پسند ہے تو اب جو شخص نرمی اختیار کرتا ہے اور اس کے ساتھ مانگتا ہے تو اللہ ایسے شخص کو زیادہ عطا فرماتے ہیں بخلاف اس شخص کے جو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے سختی کا معاملہ کرتا ہو۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الرفق والحیاء وحسن الخلق'' ص ۴۳۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جرير رضى الله عنه عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: من يحرم الرفق يحرم الخير.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فى كتاب البر والصلة (باب الرفق) واخرجه ابن ماجة فى كتاب الادب (باب الرفق).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ یحرم: فعل فاعل۔ الرفق: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ یحرم الخیر: فعل فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۸۸ (۲) مظاہر حق ۴/۶۰۷

بادشاہ کے پاس رہنے والا فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے

(۲۰۳) مَنْ سَکَنَ الْبَادِیَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّیْدَ غَفَلَ وَمَنْ اَتَی السُّلْطَانَ افْتُتِنَ.

ترجمہ: ”جو شخص دیہات میں رہتا ہے اس کا دل سخت ہوتا ہے اور جو شخص شکار کے پیچھے پڑا رہتا ہے وہ غافل ہوتا ہے اور جو شخص بادشاہ کے پاس آتا جاتا ہے وہ فتنہ میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔“

لغات: اَلْبَادِیَة: جنگل، صحرا، جمع بَادِیَات، بَوَادْ آتی ہے۔ جَفَا: جَفَا (ن) جُفُوًّا، و جَفَاءً سختی سے پیش آنا، سخت دل ہونا۔ اَلصَّیْد: شکار، جمع صُیُوْد، صَادَ (ض) صَیْدًا شکار کرنا۔ اِفْتَتَنَ: باب افتعال، فتنہ میں مبتلا ہونا یا کرنا، فَتَنَ (ض) فِتْنَة فلانا، گمراہ کرنا۔

تشریح: ”من سکن البادیة جفا“: دیہات وغیرہ میں رہنے والوں کو عموماً علماء وصلحاء کی صحبت کم میسر آتی ہے اس وجہ سے ان میں دین سے دوری ہوتی ہے اس دوری کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور علم ومعرفت فہم وذکاوت میں بھی کمی ہوتی ہے، اسی مفہوم کو قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے: ﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا﴾ (سورہ توبہ) یعنی دیہاتی لوگ (ہیں وہ) کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت۔ (۱) اور اگر دیہات میں علماء کرام ہوں اور دین کا ماحول ہو تو ان شہریوں سے افضل ہیں جو جاہل ہیں۔

”من اتبع الصید غفل“: جو شکار کے پیچھے پڑا رہتا ہے از راہ لہو ولعب کے تو ایسا شخص طاعات وعبادات سے غافل ہو جاتا ہے اور اگر روزی حاصل کرنے کے لئے شکار کرتا ہے تو یہ جائز ہے، بعض صحابہ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ وہ شکار کرتے تھے۔ (۲)

”من اتی السلطان افتتن“: جو شخص بغیر ضرورت کے بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو وہ فتنہ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے کیونکہ جانے والا دین سے دوری پر بادشاہ کی موافقت کرے گا تو اس کا دین خطرے میں پڑ جاتا ہے اور اگر مخالفت کرے تو اس کی دنیا خطرے میں پڑ جاتی ہے، اگر بادشاہ دین دار ہے تو پھر اس کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں، حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بادشاہ کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے تو اس کی حاضری جہاد سے بھی افضل ہوگی۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الامارة والقضاء“ ص۳۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: من سکن البادیة جفا ومن اتبع الصید غفل ومن اتی السلطان افتتن وفی روایة ابی داود لزم السلطان افتتن وما ازداد عبد من السلطان دنوا ازداد من اللہ بعدا.

(۱) ترجمہ تھانوی (۲) مرقاۃ ۷/۲۲۰، التعلیق الصبیح ۴/۲۰۱ (۳) التعلیق الصبیح ۴/۲۰۱ مرقاۃ ۷/۲۲۰

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسنده ١/ ٣٥٧ واخرجه ابوداؤد فی کتاب الضحایا (باب فی اتباع الصید) واخرجه الترمذی (فی ابواب الفتن).

ترکیب حدیث: من سکن البادیة: شرط۔ جفا: جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ جزائیہ ہوا۔ ومن اتبع الصید غفل: من: شرطیہ۔ اتبع: فعل فاعل۔ الصید: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ غفل: فعل، ضمیر فاعل، فعل فاعل سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ من اتی السلطان: فعل فاعل مفعول سے مل کر شرط۔ افتتن: فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

ریاکاری سے عمل کرنے والا کیا مشرک ہوجاتا ہے

(۲۰۴) مَنْ صَلّٰى يُرَائِىْ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِىْ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِىْ فَقَدْ أَشْرَكَ.

ترجمہ: "جس شخص نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، اور جس شخص نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس شخص نے دکھاوے کے لئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔"

لغات: يُرَائِىْ: رِيَاءً، مُرَاءَاةً، ریاکاری کرنا، خلاف حقیقت دکھانا۔ رَأَىٰ (ف) رُؤْيَةً بمعنی دیکھنا۔

اَشْرَكَ: باب افعال اِشْرَاكًا، اَشْرَكَ فِىْ أَمْرِه، کام میں شریک بنانا، اسی سے شرک بھی ہے شرک کرنے والا، شَرِكَ (س) شَرْكًا وَشِرْكَةً، بمعنی شریک ہونا۔

تشریح: شرک اکبرالکبائر ہے تمام گناہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے لیکن شرک کے بارے میں خود حق سبحانہ نے فرمایا کہ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ کہ اللہ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے، اور حق بھی یہی ہے وہ ذات جس کا کوئی ثانی نہ ہو جس کی کوئی نظیر نہ ہو نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہو اس کے ساتھ شریک کیا جائے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "میں سب شرکاء سے زیادہ شرک سے بےزار ہوں"۔[1] اسی وجہ سے اسلام میں یہ مہتم بالشان اعمال جن پر اسلام کی بنیاد ہے اگر اس میں دکھلاوے کی نیت ہوجائے تو موجب عذاب و وبال بن جاتے ہیں، اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس امر سے بچنے پر تنبیہ فرمائی ہے۔

"ومن صام يرائى فقد اشرك": روزہ دار نے اس نیت کے ساتھ روزہ رکھا کہ لوگ مجھ کو روزہ دار کہیں تو ایسا شخص بھی اس مدعیہ میں داخل ہوگا، حدیث کے اس جزء سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ میں بھی شرک ہوسکتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بھی نیت کرلے کہ لوگ مجھ کو روزہ دار کہیں یا اور کوئی دنیاوی غرض ہو۔[2]

"من تصدق يرائى فقد اشرك": اگر آدمی صدقہ اس نیت سے دے کہ لوگ مجھ کو سخی اور مال دار کہیں تو بھی شرک ہے، علماء کرام نے قانون لکھا ہے کہ: فرض صدقہ مثلاً زکوٰۃ وغیرہ تو لوگوں کے سامنے دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ فرض ہے اس کے کرنے سے آدمی میں تکبر نہیں آتا مگر صدقہ نوافل وغیرہ کو چھپا کے ادا کرے کیونکہ اس میں ریا پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الرياء والسمعه" ص ۴۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن شداد بن أوس رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: من صلّى يُرائى فقد أشرك ومن صام يُرائى فقد أشرك ومن تصدّق يُرائى فقد أشرك.

---

(۱) مظاہر حق ۴/۸۴۲ (۲) مظاہر حق ۴/۸۴۳ و مرقاۃ ۱۰/۷۲

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسنده ٤/ ١٢٦.

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ صلی: فعل ضمیر ذوالحال۔ یرائی: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر حال۔ حال ذوالحال سے مل کر صلی کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ اشرك: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ ومن صام یرائی، ومن تصدق یرائی: ان دونوں جملوں کی ترکیب بعینہ اول جملہ کی طرح ہے۔

جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی میں سے ہوگا

(۲۰۵) مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.

ترجمہ: ''جس شخص نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا (شمار) اسی میں ہوگا۔''

لغات: تَشَبَّهَ: مشابہ ہونا، مشابہت اختیار کرنا۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کو بھی اس قوم جیسی برائی یا بھلائی ملے گی مثال کے طور پر ایک شخص فساق وفجار کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو اس کو بھی اس پر وہی گناہ ملے گا جو ایک فاجر اور فاسق کو ملتا ہے۔ اسی طرح پر اگر کسی نے کسی نیک صالح آدمی کی مشابہت اختیار کی تو اس کو بھی اس پر وہی اجر ملے گا جو ایک نیک صالح آدمی کو ملتا ہے۔ (۱)

یہ حدیث بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔ اس میں ہر قسم کی مشابہت داخل ہوگی خواہ لباس کی ہو یا اخلاق، افعال، کردار، رہائش، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے وغیرہ سب میں یہی حکم ہوگا۔

شریعت کی منشا یہ ہے کہ آدمی ہر کام میں صالح لوگوں کا دامن پکڑے تا کہ اس کا حشر بھی انہی لوگوں کے ساتھ ہو۔

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا

ترجمہ: میں صالحین سے محبت رکھتا ہوں مگر ان میں سے نہیں ہوں۔ امید ہے کہ اللہ مجھ کو بھی صالح لوگوں میں سے بنادے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب اللباس'' ص ۳۷۵ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من تشبَّه بقوم فهو منهم.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب اللباس (باب فی لبس الشعرة)

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ تشبہ: فعل ضمیر فاعل۔ بقوم: جار مجرور متعلق تشبہ کے متعلق ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ ھو: مبتداء۔ منھم: جار مجرور ثابت (محذوف) کے متعلق ہوکر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۸/۲۵۵ و التعلیق الصبیح ۴/۳۹۰ (۲) مظاہر حق ۴/۱۷۷

جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں

(۲۰۶) مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ.

ترجمہ: ''جو شخص میرے طریقے سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔''

لغات: رَغِبَ: رَغِبَ (س) رَغْبًا، رَغْبَةً عَنْهُ، اعراض کرنا، ''فیہ'' چاہنا۔ سُنَّتِیْ: خصلت، عادت، طبیعت، جمع سُنَنْ آتی ہے۔

تشریح: شریعت نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں دیا ہے کہ کوئی مانے یا نہ مانے (۱) بلکہ نہ ماننے کی صورت میں نافرمانی اور اعراض ہوگا جو سبب ہوگا گمراہی کا اور اسی لئے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے سارے امتی جنت میں داخل ہوں گے ہاں جس نے انکار کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضرت: جس نے انکار کیا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ انکار کرنے والا ہوگا۔ (۲)

اب جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے اعراض کرنے والا ہے اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ جو شخص میری سنت سے انحراف کرتا ہے اور میری بتائی ہوئی حدود سے تجاوز کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میری سنت اور میرے طریقہ سے بیزاری اور بے رغبتی کر رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسا شخص میری جماعت سے خارج ہے اور اسے مجھ سے اور میری جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاعتصام بالکتاب والسنة'' ص ۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: جاء ثلثة رهط الى أزواج النّبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ليسألون عن عبادة النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فلمّا أخبروا بها كانّهم تقالُّوها فقالوا أين نحن من النّبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وقد غفر اللّٰه ما تقدّم من ذنبه وما تأخر فقال أحدهم: أمّا انا فأصلّی اللّيل أبدا، وقال الآخر: أنا اصوم النّهار أبدا ولا افطر، وقال الآخر: أناأعتزل النّساء فلا أتزوّج أبدا، فجاء النّبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فسال: أنتم الذين قلتم كذا وكذا اما واللّٰه انی لاخشاكم للّٰه واتقاكم له لكنّی أصوم وافطر وأصلّی وأرقد وأتزوّج النسآء فمن رغب عن سنّتی فليس منّی.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی كتاب النكاح واخرجه مسلم فی كتاب النكاح.

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ رغب: فعل ضمیر فاعل۔ عن: حرف جار۔ سنتی: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر رغب کے متعلق، فعل اپنے فاعل متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیس: فعل ناقص۔ ضمیر اس کا اسم۔ منی: جار مجرور کائنا (محذوف) کے متعلق ہو کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) القرآن (۲) بخاری (۳) مظاہر حق

حج کو جلدی کرنا چاہئے

⑳۷ مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيُعَجِّلْ.

ترجمہ: ''جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ جلدی کرے۔''

لغات: فَلْيُعَجِّلْ: جلدی کرنا، سبقت کرنا۔

تشریح: مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ جو شخص حج پر قادر ہو تو اس کو چاہئے کہ جلدی کرے تاکہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہ ہو جائے۔

اس بات میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ جس پر حج فرض ہو گیا اس کو فی الفور حج کرنا ضروری ہے، یا تاخیر کرسکتا ہے، امام شافعی، امام محمد، امام ثوری، امام الاوزاعی رحمۃ اللہ علیہم ان سب کے نزدیک تاخیر کرسکتا ہے جیسا کہ نماز آخری وقت تک پڑھ سکتا ہے، بشرطیکہ حج کے فوت ہونے کا گمان نہ ہو۔

مگر امام ابوحنیفہ ابو یوسف امام مالک واحمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک حج فی الفور ضروری ہے اور بغیر کسی عذر کے تاخیر کرتا ہے تو اب یہ شخص فاسق ہوگا، حدیث بالا بھی ان ائمہ کا مستدل ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے جواب میں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ نماز کے وقت میں تنگی ہے کہ اتنے وقت میں عموماً آدمی نہیں مرتا مگر حج سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے اگر فرض ہونے کے بعد تاخیر کردی ممکن ہے سال کے دوران انتقال ہو جائے[1] اور حج کے فرض ہونے کے بعد اگر کوئی حج نہ کرے سستی کرے تو اس کے بارے میں آتا ہے کہ یہودی یا نصرانی ہو کے مرے گا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی سخت سے سخت وعیدیں ہیں، اس لئے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس سال حج فرض ہوا اسی سال احتیاطاً کرلے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''كتاب المناسك'' ص۲۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أراد الحجّ فليعجّل.

تخریج حدیث: اخرجه أبو داود فى كتاب المناسك، ورواه ابن ماجة فى كتاب المناسك.

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ اراد: فعل ضمیر فاعل۔ الحج: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیعجل: فعل ضمیر فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) ہدایہ ۱/۱۹۳ و مظاہر حق ۲/۶۵۶ فتح الملہم، عینی ۴/۴۸۴

دھوکہ دینے والا ہم میں سے نہیں

(۲۰۸) مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا.

تَرْجَمَۃ: ”جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

لُغَات: غشّنا: غَشَّ (ن) غَشًّا، دھوکہ دینا، خلاف مصلحت کو مزین کرنا۔

تَشْرِیح: ایذاء مسلم حرام ہے اب جو شخص اس کا مرتکب ہوگا وہ بھلا کیسے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیروکاروں میں سے ہوگا؟ اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے زجر وتنبیہ کے لئے ایسے تاجر کا انجام ذکر فرمایا کہ جو مسلمانوں میں دھوکہ دہی کو رواج دے۔

ایک حدیث میں مسلمان کی بہترین تعریف بیان ہوئی کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اس کے برخلاف وہ تاجر جو سچا ہو اس کے بارے میں بشارتیں سنائی گئیں اور نبیوں صدیقوں کے ساتھ اس کا حشر ہونا فرمایا [۱] ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو خریدتے بیچتے وقت نرمی کا معاملہ کرے [۲] یہ مسلمان کی شایان شان ہے اس لئے ایسے آدمی کی تعریف فرمائی ہے۔

اس لئے جہاں کہیں بھی ذرا تو ہم پیدا ہو لڑائی جھگڑے بدامنی کا خطرہ ہو تو اس کو شریعت نے منع فرما دیا، یہاں پر بھی دھوکے دہی سے معاشرہ میں بدامنی پھیلے گی اس لئے اس سے منع فرمایا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب مالا یضمن من الجنایات“ ص ۳۰۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر وأبی هريرة رضی الله عنهم عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: من حمل علينا السّلاح فليس منّا رواه البخاری وزاد مسلم ومن غشّنا فليس منّا.

تَخْرِیجِ حَدِیْث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب قول النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من غشّنا فليس منّا)

تَرْکِیْبِ حَدِیْث: من: شرطیہ۔ غشنا: فعل فاعل۔ نا: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزاء۔ لیس: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ منا: جار مجرور کائنا محذوف کے متعلق ہو کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مشکوۃ (۲) بخاری

ایک مرتبہ درود پڑھنے والے پر اللہ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں

(۲۰۹) مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا.

ترجمہ: ''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس شخص پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔''

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو خدا تعالیٰ شانہ اس پر دس رحمت نازل فرماتے ہیں، زیادہ بھیجو یا کم اب تمہاری مرضی ہے اور ایک دوسری جگہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کو اپنے پاک نام کے ساتھ کلمہ شہادت میں بھی شریک کیا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت، آپ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا ایسے ہی آپ پر درود کے ساتھ شریک فرمایا، پس جیسا کہ اپنے ذکر کے متعلق فرمایا: ﴿فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ﴾ ایسے ہی درود کے بارے میں فرمایا: جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے۔

ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل ہے کہ جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اور ان کے فرشتے اس پر ستر دفعہ رحمت نازل کرتے ہیں۔

سؤال: پہلی حدیث میں دس رحمت کا وعدہ تھا اب ستر کا ہے یہ تو تعارض ہے؟

پہلا جواب: شروع اسلام میں دس کا وعدہ تھا پھر اللہ کی نظر کرم ہوئی امت محمدیہ پر پھر اللہ نے خوش ہو کر ستر کا وعدہ فرمالیا۔

دوسرا جواب: بعض لوگ یا بعض احوال یا بعض اوقات مخصوصہ میں ستر کا ہے عام وقتوں میں دس کا ہی وعدہ ہے۔

تیسرا جواب: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا کہ ستر والی روایت شاید جمعہ کے دن کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ دوسری روایت میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن نیکیوں کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے اور باقی دنوں میں دس والی روایت ہو گی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم'' ص ۸۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلّى عليّ واحدة صلّى الله عليه عشرا.

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فى كتاب الصّلوة (باب الصّلوة على النّبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بعد التّشهد).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ صلی: فعل ضمیر فاعل۔ علی: جار مجرور متعلق ہوا صلّی فعل کے ساتھ۔ واحدۃ: صفت ہے اس کا موصوف صلوۃ محذوف ہے، موصوف صفت سے مل کر مفعول مطلق ہوا۔ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ صلی الله عليه عشرا: (ترکیب بعینہ اوّل جملہ کی طرح ہے) جزاء۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

کسی کو تسلی دینے کی فضیلت

(۲۱۰) مَنْ عَزّٰی ثَکْلٰی کُسِیَ بُرْدًا فِی الْجَنَّۃِ.

ترجمہ: ”جو شخص اس عورت کو تسلی دے جس کا بچہ مرگیا ہو تو (اللہ) اسے جنت میں بہترین چادر پہنائے گا۔“

لُغات: عَزّٰی: تَعْزِیَۃً، تعزیت کرنا، تسلی دینا، عَزِیَ (س) عَزَاءً مصیبت پر صبر کرنا۔ ثَکْلٰی: صیغہ مونث کا ہے، وہ عورت جس کا بچہ مرجائے یا گم ہوجائے جمع ثَوَاکِلُ، ثَکَالٰی آتی ہے، ثَکِلَ (س) ثُکْلاً گم کرنا، کُسِیَ: کَسَا (ن) کَسْوًا، کپڑے پہنانا کَسِیَ (س) کَسًا آتا ہے۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کا بچہ مرجائے تو اس کو اس پر تسلی دلائی جائے کیونکہ کسی شخص کی تسلی و تشفی دلانے سے عموماً صبر آجاتا ہے اور وہ جزع فزع کو چھوڑ دیتا ہے، اس کے غم کے ہلکے ہونے کا اس تسلی دینے میں تو بہتر شکل یہ ہے کہ تسلی دینے والا اس کے پاس پہنچ کر تسلی دے کیونکہ اس میں تسلی دینے والا اس کی حالت کو دیکھ کر موقعہ کی مناسبت سے تعزیت کرے گا، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو پھر ٹیلی فون یا خط وغیرہ سے بھی تسلی دی جاسکتی ہے، ایک دوسری روایت میں تسلی دینے والے کے لئے یہ بھی فضیلت آئی ہے[1] ”مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُعَزِّیْ اَخَاہُ بِمُصِیْبَۃٍ اِلَّا کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ حُلَلِ الْکَرَامَۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ“ جو بھی مسلمان اپنے بھائی کی مصیبت میں اس کو صبر کی تلقین کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے بزرگی کا جوڑا پہنائے گا۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب البکاء علی المیت“ ص ۱۵۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی برزۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من عزّی ثکلی کسی بردا فی الجنّۃ.

تخریج حدیث: أخرجہ الترمذی فی أواخر أبواب الجنائز (باب آخر فی فضل التعزیۃ).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ عزی: فعل ضمیر فاعل۔ ثکلی: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ کسی: فعل ضمیر نائب فاعل۔ بردا: مفعول۔ فی الجنۃ: جار مجرور متعلق کسی فعل کے۔ فعل اپنے نائب فاعل مفعول اور جار مجرور سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۲/۱۵۲ (۲) مظاہر حق ۲/۱۵۲

جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں

(۲۱۱) مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

ترجمہ: ''جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔''

لغات: يُفَقِّهْهُ: فَقَّهَ، فِقَّهَ فلانًا، سمجھانا، فقیہ بنانا، سمجھ عطا کرنا، فَقِهَ (س) فقهًا وَتَفَقَّهَهُ، سمجھنا، علم فقہ حاصل کرنا۔

تشریح: اس حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جس شخص کے لئے خداوند تعالیٰ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو علم دین کی دولت عنایت فرماتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ خدا کی بڑی نعمت ہے کہ وہ کسی شخص کے لئے دینی امور یعنی احکام شریعت اور راہ معرفت کو کھول دے جو ہدایت کی سب سے بڑی شاہراہ ہے۔ (۱)

ایسی ہی محمد بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا: ''اے لوگو! خدا نے جو کچھ دے دیا ہے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جو کچھ خدا نے نہیں دیا اسے دینے والا کوئی نہیں، خدا کے مقابلے میں کسی کا بھی بس نہیں چل سکتا، خدا کو جس سے بھلائی منظور ہوتی ہے اسے دین کی سمجھ بخش دیتا ہے، میں نے یہ بات اسی منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ (۲)

''شرح السنة'' میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: میں طالب علم سے افضل کوئی چیز نہیں جانتا، ایک اور حدیث میں ہے کہ خدا کو جب کسی بندے کی بھلائی منظور ہوتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ تین وصف پیدا کر دیتا ہے:

اول: دین الٰہی میں فہم۔ دوم: دنیا سے بیزاری۔ سوم: اپنے عیوب کو دیکھنا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن معاوية رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين وانما أنا قاسم والله يعطى.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب العلم (باب من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين وانما انا قاسم والله يعطى).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ یرد: فعل۔ لفظ الله: فاعل۔ به: یرد فعل کے ساتھ متعلق۔ خیر: مفعول۔ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ یفقهه: فعل فاعل مفعول۔ فی الدین: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے ساتھ۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق (۲) العلم والعلماء ص ۶۳ (۳) العلم والعلماء ۶۴

معاہدہ والے کو قتل کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا

(۲۱۲) مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.

تَرْجَمَہ: ”جو شخص معاہدہ والے کو قتل کرے وہ جنت کی بو نہیں پائے گا“

لُغَات: مُعَاهِدًا: عَاهَدَهُ، مُعَاهَدَةً، معاہدہ کرنا، عَهِدَ (س) عَهْدً الشئ، حفاظت کرنا۔ يَرِحْ: رَاحَ (ض) رَيْحًا الشَّئ، بومحسوس کرنا، خوشبو پانا، اسی سے رَائِحَة آرہا ہے، بمعنی بو، جمع رَوَائِح اور رَائِحَات آتی ہے۔

تَشْرِیْح: کوئی ایسے شخص کو قتل کرے جس کا امام وقت یا سربراہ مملکت سے معاہدہ ہو چکا ہو خواہ وہ کافر ذمی ہو یا غیر ذمی، اب اس معاہدہ کے بعد کوئی اس کو قتل کرے تو اس کے بارے میں حدیث بالا میں یہ وعید ہے، ایک دوسری روایت میں فرمایا گیا:

”لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ“ (۲) تَرْجَمَہ: اس کا کوئی دین نہیں جو عہد پورا نہ کرے۔

جنت کی خوشبو نہ پائے گا، اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے دخول جنت سے کہ ایسا شخص اول داخل ہونے والوں میں سے جنت میں داخل نہ ہو سکے گا اس کی سزا پانے کے بعد داخل ہو سکے گا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس معاہدے والے شخص کو حلال سمجھ کر قتل کرلے تو اب یہ جہنم میں رہے گا، تیسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شخص جنت میں تو داخل ہو جائے گا مگر وہاں کی خوشبو سے یہ محروم رہے گا شروع میں، بعد میں سونگھ سکے گا۔ (۳)

جنت کی خوشبو کتنی دور تک پہنچتی ہے؟ اس کے بارے میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے چند روایات نقل کی ہیں، ایک روایت میں چالیس سال کے فاصلہ پر دوسری روایت میں ستر سال تیسری روایت میں سو سال اور چوتھی روایت کے اعتبار سے ایک ہزار میل کی مسافت تک پہنچتی ہے، اشخاص کے اعتبار سے یا اعمال کے اعتبار سے یہ تفاوت ہوگا۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب القصاص“ ص ۲۹۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من قتل معاهدا لم یرح رائحة الجنة.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد (باب اثم من قتل معاهدا بغیر جرم).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ قتل: فعل ضمیر فاعل۔ معاهدا: مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ لم یرح: فعل ضمیر فاعل۔ رائحة الجنة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۷/۱۵۱ التعلیق الصبیح ۴/۱۲۲ (۲) مشکوۃ (۳) مرقاۃ ۷/۱۵۱ التعلیق الصبیح ۴/۱۲۲ (۴) مرقاۃ ۷/۱۵۱ التعلیق الصبیح ۴/۱۲۲

بھلائی کرنے والے کے بدلہ میں آدمی کیا کرے؟

(۲۱۳) مَنْ صُنِعَ اِلَیْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ أَبْلَغَ فِی الثَّنَاءِ.

ترجمہ: ”جس شخص کے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا پس اس کے کرنے والے کے حق میں ”جزاك الله خيرا“ کہہ دیا تو اس نے اس کی تعریف کی انتہاء کر دی۔“

لغات: صُنِعَ: صَنَعَ (ف) صَنْعًا الشَّیْءَ، بنانا، أَبْلَغَ: کامل طور پر پہنچانا، بَلَغَ (ن) بُلُوْغًا، پہنچنا۔

تشریح: جب کسی کو ہدیہ دیا جائے تو اگر اس کے پاس مال ہو تو اس کے بدلے میں اس جیسا ہدیہ دے، ہو سکے تو اس سے بہتر دے دے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ تھی، مگر ہدیہ دینے والا اس نیت سے ہدیہ نہ دے کہ مجھ کو اس کے بدلے میں اس سے بہتر یا کم از کم اس جیسا تو ضرور ملے گا، اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اب اس کو چاہئے کہ محسن کو کچھ دعائیہ کلمات کہہ دے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں اس کا بدلہ اللہ کے حوالہ کرتا ہوں اللہ تم کو دنیا و آخرت میں بہتر بدلہ اپنی طرف سے عطا کرے۔

”فقد أبلغ فی الثناء“: جب اس نے اس کے بدلے کو اللہ کے حوالے کر دیا تو ظاہر ہے کہ اللہ سے بہتر کون اجر[1] دے سکتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب العطایا“ ص ۲۶۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن اسامة بن زيد رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صنع اليه معروف فقال لفاعله جزاك الله خيرا فقد أبلغ فی الثناء.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی الثناء بالمعروف) وقال هذا حديث حسن جيد غريب.

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ صنع: فعل۔ الیه: متعلق فعل کے۔ معروف: نائب فاعل۔ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ فاء: حرف عطف۔ قال: فعل ضمیر فاعل۔ ل: حرف جار۔ فاعله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور سے مل کر قال کے متعلق ہوا۔ جزا: فعل۔ ك: مفعول اول۔ لفظ الله: فاعل۔ خيرا: مفعول ثانی۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ۔ قال اپنے فاعل متعلق اور مقولہ سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد ابلغ: فعل ضمیر فاعل۔ فی الثناء: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے ساتھ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۳/۳۸۱

مسجد بنانے والے کو اللہ جنت دے گا

۲۱۴ مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ.

ترجمہ: ''جس شخص نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔''

لغات: بَنٰی: بَنٰی (ض) بَنْیًا وَبِنَاءً، بُنْیَانًا الْبَیْتَ، تعمیر کرنا۔ بَیْتًا: گھر، جمع بُیُوْت آئی ہے۔

تشریح: اس مضمون کی اور بھی روایات ہیں، ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو آدمی اللہ کے لئے مسجد بنائے گا اس کا گھر جنت میں ہوگا۔ ایک اور روایت میں جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، فرمایا کہ جو آدمی اپنی حلال کمائی میں سے اللہ کی عبادت کے لئے کوئی گھر بناتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل بنادیتے ہیں، ایک اور حدیث میں مساجد کی تعمیر کو باقی رہنے والی نیکیوں میں شمار کیا گیا ہے۔

مگر حدیث بالا میں ایک قید لگائی گئی ہے کہ اللہ کے لئے ہو، یہ شرط تمام ہی اعمال خیر میں شرط ہے کہ اللہ کی رضا ہو ریا کا بالکل شائبہ نہ ہو کسی نخوت وتکبر یا کسی اور دنیاوی غرض کے لئے نہ ہو کیونکہ اگر ریا کے لئے مسجد بنوائی یا اور بھی کوئی عمل صالح کیا تو اس کا ثواب تو درکنار خطرہ ہے کہ اللہ کے یہاں پکڑ نہ ہوجائے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ریا شرک اصغر ہے۔''(۱)

ایک اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی شخص کسی کام میں بھی میرے ساتھ میرے سوا کسی اور کو شریک کرے گا تو میں اس کو اس کے شریک کے حوالے کردیتا ہوں۔ (۲)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''باب المساجد ومواضع الصلوۃ'' ص ۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عثمان رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من بنی للّٰہ مسجدا بنی اللّٰہ لہ بیتا فی الجنّۃ.

تخریج حدیث: أخرجہ مسلم فی کتاب المساجد (باب فضل بناء المسجد والحثّ علیھا) وأخرجہ البخاری فی کتاب الصلوۃ (باب من بنی مسجدا) مع اختلاف یسیر.

ترکیب حدیث: من: شرط۔ بنی: فعل ضمیر فاعل۔ للّٰہ: جار مجرور بنی کے متعلق۔ مسجدا: مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ بنی: فعل لفظ اللہ فاعل۔ لہ: بنی کے متعلق۔ بیتا: مفعول۔ فی الجنۃ: جار مجرور بنی کے متعلق ثانی۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور دونوں متعلقوں سے مل کر جزا۔ شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مشکوٰۃ (۲) مشکوٰۃ

دوغلے آدمی کی مذمت

۲۱۵ مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانٌ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: ”جو شخص دنیا میں دہرے رویہ والا ہوگا قیامت کے دن (اس کے منہ میں) آگ کی زبان ہوگی۔“

لغات: وَجْهَيْنِ: وَجه کا تثنیہ ہے بمعنی منہ مراد یہاں پر دوغلہ آدمی ہے۔

تشریح: علماء کرام نے لکھا ہے کہ مذکورہ وعید منافق آدمی کے بارے میں ہے منافق اس کو کہتے ہیں جو بظاہر اسلام کا تو دعوی کرتا ہو مگر دل میں اسلام کی حقانیت نہیں رکھتا۔ اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک دل کی دوسری زبان کی، ان کا رویہ بھی دہرا ہوتا ہے کہ جب مخالف کے سامنے بات کریں تو اس طرح کرتے ہیں کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو ہمارا ہمدرد ہے اور جب اس کے پیچھے ہوتے ہیں تو اس کی خوب مخالفت کرتے ہیں۔ (۱)

”ذا وجهين“: اس کو دو چہرے والا اس وجہ سے کہتے ہیں کہ دونوں مخاصمت والوں کے سامنے اس کے مطلب کی بات کرتا ہے، ان میں سے ہر ایک کے سامنے اس کی تعریف اور دوسرے کی برائی کرتا ہے، اس طرح دونوں ہی اس کے بارے میں غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ یہ شخص میرا حقیقی ہمدرد ہے اور میرے مخالف کا سخت دشمن ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب حفظ اللسان والغيبة والشتم“ ص ۴۱۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمار رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان ذا وجهين فى الدّنيا كان له يوم القيامه لسان من النار.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة فى باب حفظ اللّسان الى الدارمى، وأخرجه ابوداود فى كتاب الادب مع اختلاف يسير.

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ کان: فعل ناقص۔ ضمیر اس کا اسم۔ ذا وجهين: مضاف مضاف الیہ سے مل کر کان کی خبر۔ فی الدنیا: جار مجرور ”کان“ کے متعلق۔ کان اپنے اسم خبر اور متعلق سے مل کر جملہ شرط۔ کان: فعل ناقص۔ لہ: کان کی خبر۔ یوم القیامۃ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ۔ لسان: موصوف۔ من النار: جار مجرور ثابت (محذوف) کے متعلق ہو کر صفت۔ موصوف صفت سے مل کر ”کان“ کا اسم۔ ”کان“ اپنے اسم متعلق اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۱۵۵، مظاہر حق ۴/۴۷۴ (۲) مظاہر حق ۴/۴۷۴

مسلمان کے عیب کو چھپانے کی فضیلت

(۲۱۶) مَنْ رَاٰی عَوْرَۃً فَسَتَرَھَا کَانَ کَمَنْ أَحْیٰی مَوْءُ وْدَۃً.

ترجمہ: ”جس شخص نے کسی مسلمان کے عیب کو دیکھا اور اس کو چھپا رکھا تو گویا۔ سنے کسی زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچا لیا۔“

لغات: عَوْرَۃً: ہر وہ کام جس سے آدمی شرم کرے، شرم گاہ کو بھی کہتے ہیں، جمع عَوْرَات آتی ہے، قال تعالٰی ﴿لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ﴾. سَتَرَ: (ن-ض) سَتْرًا بمعنی ڈھانکنا، چھپانا۔ مَوْءُ وْدَۃ: وَئَدَ (ض) وَئْدًا بمعنی زندہ درگور کرنا قال تعالٰی: ﴿وَاِذَا الْمَوْءُ وْدَۃُ سُئِلَتْ﴾.

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کا کسی کے سامنے عیب ظاہر ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو چھپالے تاکہ اس کی عزت باقی رہے۔

اس حدیث میں اس کی مثال ایسی دی ہے جیسے کہ کوئی زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچالے۔ اس کی محدثین نے دو وجہ بیان کی ہیں کہ جب کسی شخص کے سامنے کسی کا عیب ظاہر ہو جائے تو وہ شخص شرم کی وجہ سے گویا کہ مردہ ہو جاتا ہے اور وہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ کاش کہ میں اس عیب کے ظاہر ہونے سے پہلے مرجاتا تاکہ مجھ پر آج یہ رسوائی نہ آتی [1] جیسے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا تھا: ﴿یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا﴾ تو اب جو شخص اس کے عیب کو چھپاتا ہے اس کی وجہ سے اب اس کی عزت باقی رہتی ہے اور یہ اب لوگوں کے سامنے رسوا ہونے سے بچ جاتا ہے تو اب گویا کہ اس کو نئی زندگی ملی ہے جیسے کہ جب کسی لڑکی کو زندہ دفن کر دیا جائے اور مرنے سے پہلے اس کو نکال لیا جائے وہ بھی نئی زندگی پاتی ہے اسی طرح جس کا عیب چھپالیا جائے وہ بھی نئی زندگی پاتا ہے۔ [2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الشفقة والرحمة على الخلق“ ص۴۲۴ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عقبه بن عامر قال: قال رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ من رای عورۃ فسترھا کان کمن احیی موء ودۃ.

تخریج حدیث: أخرجه ابوداود فی کتاب الأدب (باب فی الد تر علی المسلم).

ترکیب حدیث: من: شرط۔ رای: فعل ضمیر فاعل۔ عورۃ: مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ۔ فاء: حرف عطف۔ ستر: فعل ضمیر فاعل۔ ھا: مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف۔ معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ کان: فعل ضمیر فاعل۔ ك: حرف جار۔ من: موصولہ۔ احی: فعل ضمیر فاعل۔ مؤودۃ: مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق کان کے۔ کان اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء۔ شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۵۵۱ مرقاۃ ۹/۲۳۵ (۲) مظاہر حق ۱/۵۵۲

زبان کو برائی سے روکنے کی فضیلت

(۲۱۷) مَنْ خَزَنَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ إِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهُ.

ترجمہ: ”جو شخص اپنی زبان کو برائی کرنے سے روکے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عذاب کو روکے گا، اور جو شخص اپنے غصے کو روکے رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عذاب کو اس سے روکے رکھے گا، اور جو شخص اللہ سے عذر خواہی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول کرے گا۔“

لغات: خَزَنَ: خَزَنَ (ن) خَزْنًا، اَللِّسَان، زبان کا روکنا۔ اَلْمَال: مال کو جمع کرنا۔ کَفَّ: کَفَّ (ن) کَفًّا عَنِ الْاَمْرِ، باز رہنا۔ اِعْتَذَرَ: عَنْ، مِنْ فِعْلِهٖ، عذر بیان کرنا۔

تشریح: ”من خزن لسانه“: جو اپنی زبان کو لوگوں کے عیوب بیان کرنے سے روکے جو اس کے علم میں بھی ہے تو اللہ بھی اس کے عیوب کو لوگوں کی نگاہوں سے یا اعمال لکھنے والے فرشتوں سے چھپائیں گے۔

”ومن كف غضبه كف الله عنه عذابه يوم القيامة“: جو اپنے غصہ کو ضبط کرے تو اللہ اس کو قیامت کے دن عذاب سے بچائیں گے، قرآن میں بھی ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔

﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾

ترجمہ: ”دبا لیتے ہیں غصہ کو اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو۔“

اس کے بارے میں جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

”ومن اعتذر الى الله قبل الله عذره“: جو شخص اللہ سے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی معافی کو قبول فرما لیتے ہیں جبکہ بسا اوقات اس کے گناہوں کو اس کی ندامت پر صرف معاف ہی نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ان گناہوں کی جگہ پر نیکیاں لکھوا دیتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الغضب والكبر“ ص۴۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضى الله تعالى عنه أنّ رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: من خزن لسانه ستر الله عورته ومن كف غضبه كف الله عنه عذابه يوم القيامة ومن اعتذر الى الله قبل الله عذره.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ خزن: فعل، ضمیر فاعل۔ لسانه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول

سے مل کر شرط۔ ستر: فعل۔ لفظ اللّٰه: فاعل۔ عورته: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط اپنے جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ من کف: من شرطیہ۔ فعل فاعل۔ غضبه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل مفعول بہ سے مل کر شرط۔ کف: فعل، ضمیر فاعل۔ عنه: متعلق فعل کے۔ عذابه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ۔ یوم القیامة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ، فعل، فاعل، متعلق، مفعول بہ، مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ من: اسم شرط۔ اعتذر: فعل، ضمیر فاعل۔ الی اللّٰه: جار مجرور متعلق اعتذر کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ قبل: فعل۔ لفظ اللّٰه: فاعل۔ عذره: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط اپنے جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

دین کو چھپانے والے کی مذمت

(۲۱۸) مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَّارٍ.

ترجمہ: ”جس شخص سے ایسی بات پوچھی گئی (دینی ضرورت کی) جو اسے معلوم تھی مگر اس نے اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔“

لغات: کَتَمَهُ: كَتَمَ (ن) كَتْمًا، كِتْمَانًا، پوشیدہ رکھنا، چھپانا، قال تعالیٰ: ﴿وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾.
اُلْجِمَ: اِلْجَامًا الدَّابَةَ، لگام لگانا، ”لِجَام“ بمعنی لگام جمع ”لُجُم“ آتی ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں علم کے چھپانے والے کے بارے میں وعید بیان کی جارہی ہے کہ معلوم ہونے کے باوجود سائل کو جواب نہیں دیتا یا صحیح جواب نہیں دیتا تو وہ حدیث بالا کی اس وعید میں داخل ہوگا۔ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کسی دانا نے اپنے دوست کو لکھا کہ علم کا چھپانا ہلاکت ہے مگر عمل کا چھپانا نجات ہے۔ (۱)
علماء نے لکھا ہے کہ جس سے کوئی بات پوچھی جارہی ہے اور وہاں پر کوئی دوسرا آدمی بھی بتانے والا ہے تو اب وہ اس وعید کا مستحق نہیں ہوگا، نیز یہ کہ یہ وعید اس وقت ہوتی ہے کہ جو سوال کیا جارہا ہے اس کا جاننا اسی وقت ضروری ہو، تاخیر ممکن نہ ہو مثلاً کوئی اسلام لانا چاہتا ہے یا نماز کے وقت میں کوئی نماز کا اہم مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہے یا کسی حلال وحرام کا فتویٰ معلوم کرنا چاہتا ہے وغیرہ البتہ مباحات یا نوافل کے قبیل کے مسائل کو نہ بتانے پر وہ اس وعید میں داخل نہ ہوگا۔
”الجم یوم القیامۃ“: منہ میں لگام لگائی جائے گی، اس کی علت کے بارے میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منہ کے ذریعہ اس نے اشاعت اسلام اور علم کو چھپایا اس لئے اس کے منہ کو قیامت کے دن لگام لگائی جائے گی۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب العلم“، ص ۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:
عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سئل عن علم علمه ثمّ كتمه اُلجم يوم القيامة بلجام من نّار.

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب العلم (باب ماجاء فی كتمان العلم)، ورواه ابوداود فی كتاب العلم (باب فی كراهية منع العلم)، وأخرجه ابن ماجة فی كتاب الطّهارة وسننها (باب من سُئل عن علم فكتمه).

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ سئل: فعل مجہول، ضمیر اس کا نائب فاعل۔ عن: حرف جار۔ علم: موصوف۔ علمه: فعل، ضمیر فاعل۔ ہ: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر سئل کے متعلق، فعل اپنے نائب

---

(۱) العلم والعلماء ص ۹۶ (۲) مرقاۃ ۱/۲۸۶

فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ ثم: حرف عطف۔ کتم: فعل، ضمیر فاعل۔ ہ: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ الجم: فعل، ضمیر نائب فاعل۔ یوم القیامۃ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ۔ باء: حرف جار۔ لجام: موصوف۔ من نار: جار مجرور کائن کے متعلق ہو کر صفت۔ موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوا اور پھر یہ الجم کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

غلط فتویٰ دینے کی مذمت

(۲۱۹) مَنْ اُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُهٗ عَلیٰ مَنْ اَفْتَاهُ وَمَنْ اَشَارَ عَلیٰ أَخِیْهِ بِأَمْرٍ یَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ.

ترجمہ: ''جس شخص نے بغیر علم کے فتوی دیا تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے اس کو (غلط) فتوی دیا ہے اور جس شخص نے اپنے بھائی کو کسی ایسے کام کے بارے میں ایسا مشورہ دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ اس کی بھلائی دوسری صورت میں ہے تو اس نے اپنے بھائی سے خیانت کی۔''

لغات: اُفْتِیَ: بمعی فتوی دینا، فَتِیَ (س) جوان ہونا۔ اِثْم: گناہ، جرم، جمع آثام آتی ہے، اَثِمَ (س) اِثْمًا گناہ کرنا۔ اَلرُّشْد: بمعنی ہدایت، بھلائی رَشَدَ (ن) رُشْدًا، ہدایت پانا۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جب کسی سے مسئلہ معلوم کیا جائے اس کو صحیح صحیح آتا ہو تو وہ بتادے ورنہ اپنی لاعلمی کا اظہار کردے اپنی طرف سے غلط مسئلہ نہ بتائے ورنہ اس کا گناہ اس کے سر پر ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر امت مسئلہ بتانے میں بہت ہی احتیاط کرتے ہیں، ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگلے وقتوں میں میں نے یہ دیکھا ہے کہ آدمی مسئلہ پوچھنے آتا ہے تو لوگ اسے مجلس مجلس لئے پھرتے تھے علماء فتوی دینے سے ڈرتے تھے آخر اسے سعید ابن المسیب کے پاس پہنچا دیا جاتا تھا سعید کو علماء نے جری کا لقب دیا تھا کیونکہ وہ فتوی دینے میں کم جھجکتے تھے۔ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس صحابی دیکھے ہیں جو مسجد میں جمع تھے لیکن ہر ایک صحابی کی خواہش یہ ہوتی کہ وہ حدیث یا فتوی خود نہ دے دوسرا صحابی دے ہر صحابی اس سے گھبراتا تھا۔ (۱)

''من اشار علی اخیه'': جو شخص کسی سے رائے معلوم کرے تو اس کو وہ رائے دے جو اس وقت اور اس حالت میں اپنے لئے پسند کرتا، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اگر وہ جان کر غلط مشورہ دیتا ہے تو اس نے اپنے بھائی سے خیانت کی۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه ومن اشار علی اخیه بامر یعلم ان الرشد فی غیره فقد خانه.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب العلم (باب التوقی فی الفتیا).

(۱) العلم والعلماء ص ۲۴۹ (۲) مرقاۃ ۱/۲۹۹

ترکیب حدیث: من: شرط۔ افتی: فعل، ضمیر نائب فاعل۔ باء: حرف جار۔ غیر علم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر افتی کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ کان: فعل تام۔ اثمہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر کان کا فاعل۔ علی: حرف جار۔ من: موصولہ۔ افتاہ: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ من: شرط اشار: فعل فاعل علی: حرف جار افیہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر اشار فعل کے متعلق ب: حرف جار امر: موصوف یعلم: فعل فاعل ان: حرف مشبہ بالفعل الرشد: اسم فی: حرف جار غیرہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرد ہوا، جار مجرور مل کر محذوف کے متعلق ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہو کر یعلم فعل کا مفعول بہ: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر شرط، ف جزائیہ قد حرف تحقیق خانہ: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزا سے مل کر فعلیہ شرطیہ ہوا۔

بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کوڈھانے کے مترادف ہے

⑳ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ.

ترجمہ: "جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی۔"

لغات: وَقَّرَ: باب تفعیل سے ہے، تعظیم کرنا۔ بِدْعَة: نئی چیز، جمع بِدَع، بَدَعَ (ف) بَدْعًا، ایجاد کرنا، بغیر نمونہ کے کوئی چیز بنانا۔ هَدَمَ: (ض) هَدْمًا بمعنی ڈھانا، توڑنا، گرانا۔

تشریح: جب مسلمان کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے، خواہ وہ بدعتی اپنے مذہب کا داعی ہو یا نہ ہو، تعظیم کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں مثلاً جب وہ آئے تو اس کے لئے کھڑا ہوجائے یا اس کو مجلس میں اہم مقام پر جگہ دی جائے۔

"ھدم الاسلام": جب کسی بدعتی کی تعظیم ہوگی تو اس کے ضمن میں بدعت کی تعظیم ہوگی تو خود بخود سنت کی تحقیر ہوگی اور سنت کی تحقیر یہ سبب ہے اسلام کی عمارت کو نقصان پہنچانے کا، اس کے مفہوم مخالف میں یہ بات ہوگی کہ جب کوئی شخص کسی بدعتی کی تحقیر کرے اس بدعت کی وجہ سے جو اس کے اندر موجود ہے اور سنت سے محبت کی بنیاد پر تو اس نے دین اسلام کی جڑ اور بنیاد کو مضبوط کیا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسنة" ص ۳۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابراهيم بن ميسرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وقّر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الاسلام.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ وقر: فعل، ضمیر فاعل۔ صاحب بدعة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد اعان: فعل ضمیر فاعل۔ علی: حرف جار۔ هدم الاسلام: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر اعان کے متعلق۔ اعان فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا۔ شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱/۲۵۷

ایسی چیز سے اپنے کو مزین کرنا جو اس کے اندر نہ ہو اس کی مذمت

(۲۲۱) مَنْ تَحَلّٰی بِمَا لَمْ یُعْطَ کَانَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ.

ترجمہ: ''جو شخص اپنے آپ کو ایسی چیز سے آراستہ کرے جو اس کے اندر نہیں ہے تو اس کی مثال جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی سی ہے۔''

لغات: تَحَلّٰی: بمعنی آراستہ ہونا، زیور پہننا، اَلْحَلْی، جمع حُلِیّ اور حِلِیّ آتی ہے۔ لَابِس: لَبِسَ (س) لَبْسًا بمعنی پہننا۔ زُوْر: باطل، جھوٹ۔

تشریح: ''من تحلی بما لم یعط'': مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے اندر ایسے کمال کا دعوی کرے جو اس میں نہیں خواہ دینی کمال ہو یا دنیوی۔

''کلابس ثوبی زور'': اس جزء کے محدثین نے بہت سے مطالب بیان فرمائے ہیں: اول: اس سے وہ شخص مراد ہے جو علماء وصلحاء کا لباس پہن کر اپنے آپ کو لوگوں پر عالم یا صالح ظاہر کرے حالانکہ وہ ایسا حقیقت میں نہ ہو۔ (۱)

دوم: وہ شخص مراد ہے جو ایسی قمیص پہنے کہ اس میں دو آستین لگائے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ اس نے دو قمیص پہن رکھی ہیں حالانکہ ایک ہی قمیص ہے اس کے لئے یہ وعید فرمائی گئی ہے۔ (۲)

سوم: صاحب تعلیق فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص تھا وہ نفیس اور بہترین لباس صرف اس لئے پہنتا تھا کہ لوگ اس کی عزت کریں اور جب یہ جھوٹی گواہی دے تو لوگ اس کو جھوٹا نہ سمجھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس کے ساتھ تشبیہ دی کہ جو اپنے اندر کمال تو نہ رکھے اور اپنی عزت کروائے کہ لوگ اس کو کمال والا سمجھیں اور اس کی عزت کریں۔ (۳)

چہارم: بعض کہتے ہیں کہ: اس حدیث کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے سامنے بیان فرمایا تھا کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں کہا تھا کہ میں اپنی سوکن کے سامنے اس چیز کا اظہار کروں جو میرے شوہر نے نہ دیا ہو، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس میں تو دو جھوٹ ہیں، ایک شوہر کی محبت اپنے ساتھ دوسرا اس کی طرف دینے کی نسبت کرنا۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب العطایا'' ص ۲۶۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال: من اعطی عطاء فوجد فلیجز بہ ومن لم یجد فلیثن فان من اثنی فقد شکر ومن کتم فقد کفر ومن تحلی بما لم یعط کان کلابس ثوبی زور.

(۱) مظاہر حق (۲) مظاہر حق (۳) التعلیق الصبیح ۱/۳۸۱ (۴) التعلیق الصبیح ۱/۳۸۱ واشعۃ اللمعات

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصلة (باب ماجاء فی المتشبع بما لم یعط) واخرجه ابوداود فی کتاب الادب (باب فی من یتشبع بما لم یعط).

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ تحلی: فعل، ضمیر فاعل۔ باء: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ لم یعط: فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہو کر تحلی کے متعلق، تحلی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ کان: فعل تام، ضمیر اس کا فاعل۔ ك: حرف جار۔ لابس ثوبی زور: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مجرور ہوا "ك" جار کا اور پھر یہ متعلق ہوا کان فعل کے، کان فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

بدعت کی مذمت

⑲ مَن أَحْدَثَ فِی أَمرِنَا هٰذَا مَالَیسَ مِنهُ فَهُوَ رَدٌّ.

ترجمہ: ”جس شخص نے ہمارے اس دین میں ایسی بات نکالی جو حقیقت میں (دین) میں نہیں ہے وہ بات مردود ہے۔“

لغات: اَحْدَثَ: پیدا کرنا، ایجاد کرنا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ: ”فَلَا تَدْرِیْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ“ احدث الرجل: پاخانہ کرنا۔

تشریح: جو بات قرآن وحدیث میں نہ صراحۃً ہو نہ اشارۃً اس کو دین میں داخل کرنا اور یہ سمجھنا یہ بھی دین کا ایک جزء ہے تو ایسا شخص دین کو نامکمل سمجھ رہا ہے حالانکہ اللہ نے قرآن میں خود فرمایا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (۱)

ترجمہ: ”آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کردی۔“(۲)

دین اسلام میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں، اس کے احکامات بالکل واضح اور صاف ہیں (۱) جیسے کہ خود شارع علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں نے تمہارے لئے ایسا صاف راستہ چھوڑا ہے کہ جس کی رات اور دن برابر ہے اس سے جو ہٹے گا وہ ہلاک ہوگا۔

بدعت والا شخص اپنے عمل سے یہ بتاتا ہے کہ (معاذ اللہ) نبی نے اپنی رسالت میں کوتاہی اور کمی کی ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے: ”مَنْ اَتٰی بِدْعَةً ظَنَّ أَنَّ مُحَمَّدًا أَخْطَاءَ بِرِسَالَتِهِ“ جس شخص نے بدعت کا کام کیا گویا اس نے یہ سمجھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم پہنچانے میں غلطی کی۔

بدعت کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ بدعتی آدمی کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی کیونکہ یہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا رہتا ہے، اسی میں شیطان اس کو ہلاک کردیتا ہے جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ابلیس نے یہ کہا کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا تو انہوں نے مجھ کو توبہ سے ہلاک کیا جب میں نے یہ دیکھا تو پھر میں نے ان کو ایسے اعمال میں مبتلا کردیا جو ان کی خواہشات نفسانی کے موافق تھے اس حال میں وہ اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے رہے اور اس پر استغفار نہیں کرتے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الاعتصام بالکتاب والسنة“ ص ۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد.

---

(۱) سورۃ المائدۃ (۲) مجالس الابرار ص ۱۶۸ مرقاۃ ۱/ ۲۵۱ التعلیق الصبیح ۱/ ۱۱۴ (۳) الترغیب والترہیب

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب العلم (باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود)، واخرجه مسلم فی کتاب الاقضیة (باب نقض الاحکام ورد محدثات الامور).

ترکیبِ حدیث: من: شرط۔ احدث: فعل، ضمیر فاعل۔ فی: حرف جار۔ امرنا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبدل منہ۔ هذا: بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر مجرور ہوکر احدث کے متعلق۔ ما: موصولہ۔ لیس: فعل ناقص، ضمیر اسم لیس۔ منه: جار مجرور متعلق ہوا ثابتا کے ساتھ، ثابتا اپنے متعلق سے مل کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مفعول احدث کے، احدث: فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ هو: مبتداء۔ رد: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

سنت کو فساد کے زمانے میں اپنانے والا سو شہیدوں کا ثواب پاتا ہے

(۲۲۲) مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ.

ترجمہ: ”جس شخص نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔“

لغات: تَمَسَّكَ: تَمَاسَكَ وَامْتَسَكَ بِهِ، چمٹنا، مَسَكَ (ن، ض) متعلق ہونا، چمٹنا۔

تشریح: ”من تمسك بسنتي عند فساد امتي“: جو شخص میری سنت کی پیروی کرے فساد کے زمانے میں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فساد کے زمانے سے مراد یہ ہے کہ اس زمانے میں فسق، بدعت، جہل وغیرہ کا غلبہ ہو جائے[1] کہ لوگ سنت کو سنت نہ سمجھتے ہوں، ایسے پرفتن دور میں سنت کو تھامے رکھنے والے کے لئے یہ ثواب ہے۔

”اجر مائة شهيد“: اس کو سو شہیدوں والا ثواب ملتا ہے کیونکہ جس طرح شہید دین کو زندہ رکھنے اور اس کی شان و شوکت کو بڑھانے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے تو اسی طرح جب ایسا زمانہ آجائے کہ چاروں طرف سے فسق اور بدعت ہی بدعت ہو تو اب ایسے وقت میں سنت کی اتباع کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ پر انگارا رکھنے والا، اس کو سو شہیدوں کا ثواب اس لئے ملے گا کہ شہید نے ایک مرتبہ جان دے دی اور دنیا کی مشقتوں سے راحت پا گیا بخلاف دین پر چلنے والے کے چاروں طرف سے اس کو طعنہ زنی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہر شخص اسے کوتاہ نظر سمجھتا ہے، مشقتیں اس کو بار بار برداشت کرنی پڑتی ہیں، بخلاف شہید کہ اس نے ایک مرتبہ جان دے کر راحت پالی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الاعتصام بالكتاب والسنة“ ص ۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابي هريرة رضي الله تعالٰى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد.

تخریج حدیث: عزاه صاحب حاشية المشكوة الى البيهقي.

ترکیب حدیث: من: شرط۔ تمسك: فعل، ضمیر فاعل۔ بسنتي: باء: حرف جار۔ سنتي: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر تمسک کے متعلق۔ عند فساد امتي: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مفعول فیہ تمسک کا۔ تمسك: فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ له: محذوف کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم۔ اجر مائة شهيد: تمام مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء مؤخر، خبر مقدم مبتداء مؤخر سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱/۲۵۰

جنت کی ضمانت

(۲۲۴) مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ.

ترجمہ: ”جو شخص مجھ کو ضمانت دے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور جو دونوں پیروں کے درمیان ہے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

لغات: یَضْمَنْ: ضَمِنَ (س) ضَمْناً وَضَمَاناً بمعنی ضامن ہونا، ضَمْناً بِشَیْءٍ، بہ، کفیل ہونا، ضامن ہونا۔ لَحْیَیْهِ: اَللِّحْیَة، ڈاڑھی۔ لَحْیَان: دونوں جبڑے، مراد زبان ہے۔ بَیْنَ رِجْلَیْهِ: مراد شرمگاہ ہے۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص زبان اور شرم گاہ کی ضمانت دے دے تو نبی کریم ﷺ نے اس کو جنت کی ضمانت دی ہے، زبان کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ زبان سے فحش گوئی، چغلی، غیبت وغیرہ نہ کرے۔ شرم گاہ کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ اس کو زنا، حرام کاری وغیرہ سے محفوظ رکھے۔

”أضمن له الجنة“: جو شخص ان دونوں چیزوں کی حفاظت کا عہد کرے اور عمل سے اس عہد کو پورا کرے تو نبی ﷺ کا وعدہ ہے کہ اس کو اول جنت میں داخل ہونے کی میں ضمانت دیتا ہوں۔ (۱)

سوال: جنت میں داخل کرنا یا نہ کرنا یہ تو اللہ کا کام ہے نبی کریم ﷺ نے کس طرح ضمانت دے دی؟

جواب: نبی ﷺ نے جو ضمانت دی ہے وہ بھی اللہ کے حکم ہی سے دی ہوئی ہے کیونکہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى﴾ (۲) ترجمہ: اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔ (۳)

دوسرا جواب: یہ ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ جو شخص پاکیزہ زندگی گذارے گا تو اس کو میں جنت عطاء کروں گا تو نبی کریم ﷺ نے اسی ارشاد خداوندی کو نقل فرمایا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب حفظ اللسان من الغيبة والشتم“ ص ۴۱۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل ابن سعد رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من یضمن لی ما بین لحییه وما بین رجلیه اضمن له الجنة.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (باب حفظ اللسان).

ترکیب حدیث: من: شرط۔ یضمن: فعل، ضمیر فاعل۔ لی: متعلق یضمن کے۔ ما: موصولہ۔ بین لحییه: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر ثبت کے لئے مفعول فیہ ہو کر صلہ ہو کر معطوف علیہ۔ ما: موصولہ۔ بین: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر ثبت کے لئے مفعول ہو کر صلہ ہو کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر یضمن کے لئے مفعول، فعل اپنے فاعل، متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر شرط۔ اضمن: فعل، ضمیر فاعل۔ له: اضمن کے متعلق۔ الجنة: مفعول۔ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۴۵۴ (۲) سورۃ النجم رکوع (۱) (۳) ترجمہ شیخ الہند

کلمہ توحید کی گواہی دینے والے پر جہنم حرام ہے

(۲۲۵) مَن شَهِدَ أَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيهِ النَّارَ.

ترجمہ: ”جو شخص شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ اس پر دوزخ کی آگ حرام کردے گا۔“

لغات: شَهِدَ: (س) شَهَادَةً، بمعنی گواہی دینا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ کی وحدانیت کا اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا عہد واقرار کیا اور پھر اس عہد کے تقاضوں کو پورا کیا یعنی شریعت کی پیروی کی اور اسی اعتقاد واطاعت پر اس کی موت آجائے تو اب اس شخص کے بارے میں فرمایا گیا کہ جہنم اس پر حرام ہوگی۔

بعض دوسرے محدثین اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے کہ اگر مسلمان سے کوتاہی ہوجائے تو جہنم میں سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل کردیا جائے گا یہ کلمہ کی گواہی دینے والا شخص ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا کفار کی طرح۔ (۱) یا یہ حدیث اس وقت کی ہے جب کہ دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔

یا یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے کہ وہ کفر کی حالت میں تھا اور پھر اسلام لایا اور کلمہ توحید کا اقرار کیا اور پھر اس کا انتقال ہوگیا اس کو اعمال کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الایمان“ ص ۱۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبادة بن الصامت رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يقول: من شهد ان لا اله الا اللّٰه وان محمدا رسول اللّٰه حرم اللّٰه عليه النار.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً)

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ شهد: فعل، ضمیر فاعل۔ ان: مخففہ من المثقلہ۔ ہ: ضمیر محذوف اسم ان۔ لا: نفی جنس۔ اله: موصوف۔ الا: بمعنی غیر مضاف۔ لفظ اللّٰه: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر صفت ہوکر لا کا اسم، خبر مَوْجُوْدٌ محذوف، لا اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ان، پھر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ محمدا: اس کا اسم۔ رسول اللّٰه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ان کی خبر ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شهد کا مفعول، شهد فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ شرط۔ حرم: فعل۔ لفظ اللّٰه: اس کا فاعل۔ عليه: حرم کے متعلق۔ النار: مفعول۔ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

اللہ کے لئے دوستی کرنے والا ایمان کو مکمل کرنے والا ہے

(۲۲۶) مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ.

ترجمہ: ''جس شخص نے اللہ ہی کے لئے کسی سے دوستی کی اور اللہ ہی کے لئے ناراضگی رکھی، کسی کو کچھ دیا تو اللہ ہی کے لئے دیا اور صرف اللہ کے لئے ہی دینے سے انکار کیا تو یقیناً اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔''

لغات: اِسْتَكْمَلَ: اَكْمَلَ، كَمَّلَ الشَّيْءَ، بمعنی پورا کرنا۔

تشریح: ''من احب للّٰہ'': جب انسان اللہ اور اس کے رسول کو مانتا ہے تو اب اس کا کوئی عمل بھی اپنی خواہش اور نام ونمود کے لئے نہیں ہونا چاہئے سب کے سب اللہ ہی کے لئے ہونا چاہئے جیسے کہ قرآن میں ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱۶۲)﴾ (۱)

ترجمہ: ''آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنے والا ہے سارے جہان کا۔''

آدمی دیکھے گا کہ مجھ کو کس سے محبت کرنی ہے اور کس سے بغض رکھنا ہے ان کی بنیادوں کو اللہ کی رضا مندی پر رکھے گا اپنی خواہش یا دنیاوی مقصد کو مدنظر نہیں رکھے گا کیونکہ وہ یہ بات مانتا ہوگا کہ غلط دوستی کی وجہ سے بہت سے لوگ جہنم میں جائیں گے جیسے کہ قرآن میں آتا ہے۔

یونہی مال کو خرچ کرنے سے پہلے سوچے گا کہ کہاں خرچ کرنا ہے اور کہاں نہیں، اسی وجہ سے بعض کا یہ قول ہے کہ مال کمانا اتنا مشکل نہیں جتنا اس کو خرچ کرنا مشکل ہے، قیامت کے دن پانچ سوالوں میں سے ایک سوال یہ ہوگا کہ مال کہاں سے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا؟

سوال: حدیث بالا میں بار بار اللہ نے فرمایا کہ ان چاروں کاموں میں ہی اخلاص ضروری ہے؟ اخلاص تو ہر عمل میں ضروری ہے تو ان چاروں میں تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ان چاروں اعمال میں انسان کی خواہش اور نفسانیت کا کہیں نہ کہیں دخل ہو ہی جاتا ہے اسی لئے ان چاروں اعمال کو خصوصی طور سے ذکر فرمایا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الایمان'' ص ۱۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی امامۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان.

---

(۱) سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۶۲ ترجمہ شیخ الہند۔ (۲) تحفۃ المراۃ فی دروس المشکوۃ ص ۱۳۰۔

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود (باب فی رد الارجاء).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ احب: فعل فاعل۔ للّٰہ: متعلق احب کے، فعل فاعل متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ابغض للّٰہ: فعل فاعل متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ اعطی للّٰہ: فعل فاعل متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ منع للّٰہ: فعل فاعل متعلق سے ملکر معطوف تمام معطوف ایک دوسرے سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد: حرف تحقیق۔ استکمل: فعل فاعل، الایمان: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

تنگ دست کو معاف کرنے والا قیامت کے دن اللہ کے سایہ کے نیچے ہوگا

(۲۲۷) مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ.

تَرجَمَہ: ''جو شخص تنگدست کو مہلت دے یا اس کے قرض کو معاف کردے تو (قیامت کے دن) اللہ اسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔''

لُغات: اَنْظَرَ: اِنْظَارَ الدَّيْنِ. قرض کی ادائیگی میں مہلت دینا، قال تعالیٰ: ﴿إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾. مُعْسِرًا: اسم فاعل بمعنی تنگدست ہونا۔ وَضَعَ: (ف) وَضْعًا بمعنی رکھنا۔

تَشرِیح: ایک دوسری روایت میں آتا ہے جب کوئی شخص کسی مفلس وتنگدست کو مہلت دے تو ادائیگی کا دن آنے تک اس کو ہر روز اس مال کے برابر صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے اس کے بعد پھر تاریخ آجائے اور وہ مفلس ادا نہ کرسکے پھر اس کو یہ مہلت دیتا ہے تو اس کو ہر روز اس کے بدلہ میں دوگنا اس قرض کے صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے ''رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سَمَحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرَىٰ وَاِذَا اقْتَضٰى'' اللہ رحم کرے اس شخص پر جو خریدتے وقت اور فروخت کرتے وقت اور قرض کا تقاضا کرتے وقت نرمی کا معاملہ کرے، ہر جگہ قانون یہی ہے کہ فرض کا درجہ نفل سے ستر درجہ زیادہ ہوتا ہے مگر تین مسائل اس قانون سے مستثنیٰ ہیں، ایک یہی حدیث بالا والا مسئلہ کہ تنگدست کو جب وہ ادا کرنے سے قاصر ہے تو اس کو مہلت دینا واجب اور فرض ہے اور معاف کرنا مستحب ہے اور مستحب کا اجر زیادہ ہے دوسرا سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے مگر سلام کرنا اگرچہ سنت ہے مگر اس کا ثواب جواب دینے سے زیادہ ہے، تیسرا نماز کو شروع کرنے سے پہلے وضو کرنا فرض ہے اور وقت کے داخل ہونے کے ساتھ وضو کرنا مستحب ہے یہاں پر بھی مستحب کا اجر فرض سے زیادہ ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الافلاس والانظار'' ص ۲۵۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی بسر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: من انظر معسرا او وضع عنه اظله اللّٰه فی ظله.

تَخرِیجِ حَدِیث: اخرجه مسلم (باب حدیث جابر الطویل) واخرجه الامام احمد فی مسنده (عن ابی هريرة وعن ابی بسر).

تَرکِیبِ حَدِیث: من: حرف شرط۔ انظر معسرا: فعل فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ وضع: فعل، ضمیر فاعل۔ عنه: متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ اظله: فعل۔ ہ: مفعول۔ لفظ اللّٰہ: فاعل۔ فی: حرف جار۔ ظله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر متعلق، ''اظل'' فعل فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

نبی کی طرف غلط احادیث منسوب کرنے والا جہنمی ہے

(۲۲۸) مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

تَرجَمَہ: ''جس شخص نے میری طرف جان بوجھ کر غلط بات منسوب کی تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

لُغَات: تَبوَّأ: بمعنی ٹھہرنے کی جگہ۔ مَقْعَدَهُ: (ن) مَقْعَدًا بمعنی بیٹھنا، پاخانہ کرنے کا برتن۔

تَشرِیح: علماء کرام کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ جس شخص نے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر کسی ایسے عمل یا بات کو منسوب کیا جو آپ ﷺ سے ثابت نہیں تو اس کا یہ عمل حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہوگا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص کافر ہے۔ (۱)

اس حدیث میں لفظ ''مُتَعَمِّدًا'' استعمال ہوا ہے کہ جان بوجھ کر جھوٹ بولے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو نادانی میں غلط بات آپ کی طرف منسوب کرے تو اس وعید میں تو داخل نہیں ہوگا مگر علماء اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کو بھی چاہئے کہ پہلے اس کی تحقیق کرلے اور ڈرے کہ کہیں میں تو اس وعید میں داخل نہیں ہو رہا، اس حدیث بالا میں ان صوفیوں پر بھی رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ترغیب وغیرہ کے لئے موضوع احادیث بنا سکتے ہیں تا کہ لوگوں کو اعمال کا شوق دلایا جائے۔ (۲)

یہ حدیث متواتر احادیث میں سے ہے۔

حدیث متواتر: اس کو کہتے ہیں کہ ہر زمانے میں اس حدیث کو نقل کرنے والی اتنی بڑی جماعت ہو جس کو جھٹلایا نہ جاسکے، اس حدیث کو نقل کرنے والے صحابہ کی تعداد تقریباً باسٹھ ہے اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه تعالٰى عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: بلّغوا عنّي ولو آية وحدّثوا عن بني اسرائيل ولا حرج ومن كذب عليّ متعمّدا فليتبوّء مقعده من النار.

تخریج حدیث: اخرجه البخاري في كتاب العلم (باب اثم من كذب على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم) عن الزبير بن العوام وعن ابي هريرة واخرجه مسلم وذكر ايضا صاحب الترمذي هذا الحديث وعدده المحدثون في المتواترات قال بعضهم رواه مأتان من الصحابة.

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ کذب: فعل، ضمیر ذوالحال۔ علی: متعلق فعل کے۔ متعمدا: حال، حال ذوالحال سے مل کر کذب کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ یتبوء: فعل فاعل۔ مقعدہ: مفعول۔ من النار: متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱/ ۲۶۶ (۲) التعلیق الصبیح ۱/ ۱۴۰

علم دین کے حصول کے لئے گھر سے نکلنے کی فضیلت

(۲۲۹) مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعَ.

ترجمہ: "جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لئے (گھر) سے نکلا تو وہ جب تک گھر واپس نہ آجائے خدا ہی کے راستہ میں ہے۔"

لغات: رَجَعَ: (ض) رُجُوْعًا، بمعنی لوٹنا۔

تشریح: اس حدیث شریف میں طالب علم کی فضیلت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنے عزیز واقارب اور ماں باپ کی شفقت اور گھر بار کی تمام راحتوں کو ترک کرے اور نیت یہ ہو کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے تو اللہ اس پر راضی ہو کر اس کو جہاد کرنے والوں کی طرح اجر عطا فرماتے ہیں جب تک یہ گھر واپس نہ آجائے۔ محدثین فرماتے ہیں: اس فضیلت میں فرض کفایہ اور فرض عین علم حاصل کرنے والے دونوں شامل ہوں گے۔

"فهو فی سبیل اللّٰه": مجاہد کے ساتھ تشبیہ اس وجہ سے دی کہ جس طرح مجاہد خدا کا دین سر بلند کرنے کے لئے ہر چیز کو چھوڑتا ہے اسی طرح طالب علم بھی دین کو سر بلند کرنے کے لئے اس کو حاصل کرتا ہے، غرض دونوں کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے، مجاہد دشمنوں سے جہاد کرتا ہے تو طالب علم بھی حقیقی دشمن (شیطان) سے اپنے آپ کو اور تمام لوگوں کو محفوظ کرنے کے لئے جہاد کی تیاری کرتا ہے۔

"حتی یرجع": دین کے حصول کے بعد جب یہ گھر کی طرف آرہا ہے تو تب بھی وہ اللہ کے راستہ میں ہے بلکہ اس وقت تو اس کے سر پر وارث انبیاء کا تاج ہوتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل اللّٰه حتی یرجع.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب العلم (باب فضل طالب العلم عن انس).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ خرج: فعل فاعل۔ فی: حرف جار۔ طلب العلم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر خرج کے متعلق پھر یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ ھو: مبتداء۔ فی سبیل اللّٰه: ثابت کے متعلق ہوا۔ حتی: حرف جار۔ یرجع: فعل فاعل سے مل کر حتی کا مجرور ہو کر ثابت کے متعلق، پھر ثابت یہ خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء خبر سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

سات سال تک اذان دینے والا جہنم سے بری ہو جاتا ہے

(۲۳۰) مَنْ أَذَّنَ سَبْعَ سِنِيْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهُ بَرَآءَةٌ مِّنَ النَّارِ.

ترجمہ: ''جو شخص محض ثواب حاصل کرنے کے لئے سات سال تک اذان دے تو اس کے لئے جہنم سے نجات نامہ لکھ دیا جاتا ہے۔''

لغات: أَذَّنَ: أَذَّنَ، تَأْذِيْنًا، اذان دینا، تَأَذَّنَ: قسم کھانا، قال تعالیٰ: ﴿ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ﴾. مُحْتَسِبًا: بمعنی گمان کرنا، شمار کرنا، اللہ سے ثواب کی امید رکھنا، حَسِبَ (س، ح) وحِسْبَانًا، گمان کرنا۔ بَرَاءَة: مصدر ''بَرِئَ'' کا ہے، فرمان، پروانہ، قال تعالیٰ: ﴿بَرَآءَةٌ مِنَ اللّٰهِ﴾.

تشریح: اذان کی فضیلت متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے، علماء فرماتے ہیں: اذان یہ توحید اور رسالت کا اعلان ہے اور اس سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہوتی ہے۔ اذان کی فضیلت کو سامنے رکھتے ہوئے علماء میں اختلاف ہوا کہ اذان دینا افضل ہے یا امامت کرنا، محققین علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ جس شخص کو اپنے اوپر اعتماد ہو کہ میں امامت کے پورے حقوق بجالاؤں گا تو اس کے لئے امامت کروانا ہی بہتر ہوگا اور جس کو اپنے اوپر اعتماد نہ ہو تو اس کے لئے اذان دینا افضل ہوگا۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے زندگی میں کبھی اذان دی ہے؟

جواب: جمہور علماء فرماتے ہیں کہ نہیں دی، مگر بعض علماء نے فرمایا کہ دی ہے جیسے کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اذان دی ہے، اس کے جواب میں جمہور علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اذان دینے کا حکم دیا ہے اس کو اذان دینے سے تعبیر کر دیا گیا ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں بادشاہ نے مسجد بنائی، مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے مسجد بنانے کا حکم دیا ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ بادشاہ نے خود بنائی ہے، اس جواب کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اذان کا حکم دیا تھا[۱] بہرحال اذان دینے کے بہت سے فضائل ہیں ان میں سے ایک حدیث بالا میں بھی ہے کہ سات سال اذان دینے والا شخص جہنم سے بچالیا جائے گا۔[۲]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب فضل الاذان'' ص ۶۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من اذن سبع سنین محتسبا کتب لہ براءۃ من النار.

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی (باب ماجاء فی فضل الاذان).

---

(۱) کنز العمال (۲) مشکوۃ

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اذن: فعل، ضمیر ذوالحال۔ محتسبا: حال، حال ذوالحال سے مل کر فاعل۔ سبع سنین: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ کتب: فعل مجہول۔ لہ: کتب کے متعلق۔ براءۃ: موصوف۔ من النار: ثابتۃ کے متعلق ہوکر صفت اور پھر موصوف صفت یہ کتب کے لئے نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

جمعہ چھوڑنے والا شخص منافق ہوجاتا ہے

(۲۳۱) مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِيْ كِتَابٍ لَا يُمْحٰى وَلَا يُبَدَّلُ.

ترجمہ: ”جو شخص بغیر کسی عذر کے نماز جمعہ کو چھوڑ دے تو وہ ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا جاتا ہے جو نہ مٹایا جائے گا اور نہ ہی بدلا جائے گا۔“

لغات: يُمْحٰى: (ن، س) مَحْوًا، بمعنی مٹانا، قال تعالیٰ: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾.

تشریح: جمعہ کو جمعہ کہنے کی بہت سی وجوہات ہیں مثلاً ایک یہ کہ اس دن حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تھی اور دونوں جمع ہوئے تھے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں جمعہ کو عروبہ کہتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی فضیلت زمانہ جاہلیت سے ہے، اسلام نے اس کی فضیلت کو چار چاند لگا دیے۔ جمعہ کی نماز فرض عین ہے، علامہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی فرضیت قرآن وحدیث اور اجماع امت سب سے ثابت ہے، اس کا انکار کفر ہے۔ (۱)

”من غير ضرورة“: کوئی عذر شرعی نہ ہو مثلاً کسی ظالم یا کسی دشمن کا خوف یا بارش کا بہت ہونا وغیرہ۔ (۲)

”فی كتاب لا يمحى ولا يبدّل“: کتاب سے مراد نامہ اعمال ہے (۳) اس جزء میں سخت وعید ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز چھوڑ دے بغیر عذر کے تو وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے جو مٹایا نہیں جاتا، یہ وعید ایک جمعہ کی نماز چھوڑنے پر ہے مگر دوسری روایت کے مطابق تین جمعہ چھوڑنے کے بعد اس وعید میں داخل ہوگا۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب وجوبها“ ص ۱۲۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما انّ النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: من ترك الجمعة من غير ضرورة كتب منافقا فی كتاب لا يمحى ولا يبدّل وفی بعض الروايات ثلاثا.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى الامام الشافعی وهوموجود فی مسند الامام الشافعی رقم حديث ۳۸۱ (علی ترتيب محمّد عابد السندی).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ ترك الجمعة: فعل فاعل مفعول۔ من: حرف جار۔ غير ضرورة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر ترک کے متعلق ہو کر شرط۔ کتب: فعل مجہول، ضمیر ممیّز۔ منافقا: تمیز، ممیّز اپنی تمیز سے مل کر کتب کے لئے نائب فاعل۔ فی: حرف جار۔ کتاب: موصوف۔ لا يمحى ولا يبدل: معطوف معطوف علیہ سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہو کر کتب کے متعلق ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۳/۲۴۴ (۲) مرقاۃ ۳/۲۴۸ (۳) مرقاۃ ۳/۲۴۸ (۴) مشکوۃ

جہاد کی تمنا بھی نہ کرنے والا منافق مرتا ہے

(۲۳۲) مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُوَلَمْ یُحَدِّثْ بِہٖ نَفْسَہٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَۃٍ مِنْ نِفَاقٍ.

ترجمہ: ''جو شخص مرا اس حال میں کہ نہ اس نے اپنی زندگی میں جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا خیال گذرا تو وہ شخص ایک قسم کے نفاق کی حالت میں مرا۔''

لغات: شُعْبَۃ: فرقہ، شاخ، کسی چیز کا گروہ۔

تشریح: جو اس حال میں مر رہا ہو کہ اس نے پوری زندگی کبھی جہاد نہ کیا ہو اور نہ ہی اس کے دل میں کبھی اس کا ارادہ پیدا ہوا کہ کاش میں بھی جہاد کرتا، اس کے بارے میں حدیث بالا میں بہت سخت وعید ارشاد فرمائی گئی ہے کہ یہ مرنے والا نفاق کے شعبہ پر مرے گا کیونکہ یہ مشابہ ہو گیا منافقین سے اور قاعدہ ہے کہ جو جس سے مشابہت اختیار کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا ''مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُم'' (۱)

منافقین بھی جہاد سے جی چراتے تھے اور یوں کہتے تھے ''اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ'' کہ ہمارے گھر خالی ہیں (اس لئے ہم جہاد میں نہیں جاسکتے)۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے جس کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی عبادت کرنے کی نیت کرے اور اس عبادت کرنے سے پہلے وہ مرجائے تو اب اس کو اس عبادت کے چھوڑنے کا وبال نہیں ہوگا بخلاف اس کے کہ وہ اس کی نیت کئے بغیر مرجائے۔ اس کو اس عبادت کے چھوڑنے کا وبال ہوگا۔ (۲)

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ وعید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ مخصوص تھی مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ عام ہے قیامت تک کے لئے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الجہاد'' ص ۳۳۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من مات ولم يغزولم يحدث به نفسه مات علی شعبه من نفاق.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب الامارة (باب ذم من مات ولم يغزوولم تحدث به نفسه بالغزو)

---

(۱) التعلیق الصبیح ۴/۲۳۵، مرقاۃ ۷/۲۸۳ (۲) شرح مسلم نووی، مرقاۃ ۷/۲۸۳، التعلیق الصبیح ۴/۲۳۵

(۳) مرقاۃ ۷/۲۸۳، التعلیق الصبیح ۴/۲۳۵

ترکیبِ حدیث: من: حرف شرط۔ مات: فعل، ضمیر ذوالحال۔ واؤ: حالیہ۔ لم یغزو: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ یحدث: فعل فاعل۔ به: متعلق۔ نفسه: مفعول۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر حال، حال ذوالحال سے مل کر شرط۔ مات: فعل فاعل۔ علی: حرف جار۔ شعبة: موصوف۔ من نفاق: ثابتۃ کے متعلق ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوکر مات کے متعلق ہوا، مات فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

جو شخص روزہ کی حالت میں لغویات کو نہ چھوڑے اس کو روزہ کا ثواب نہیں ملتا

(۱۳۳) مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ أَنْ یَدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ.

ترجمہ: ”جو شخص (روزہ کی حالت میں) لغو و باطل کلام اور اس پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑے تو اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“

لغات: یَدَعُ: وَدَعَ (ف) وَدْعًا الشَّئَ، بمعنی چھوڑنا۔ اَلزُّوْرُ: بمعنی جھوٹ۔ باطل۔

تشریح: ”قول الزور“: زور وہ عمل ہے جس سے گناہ لازم آتا ہو مثلاً جھوٹی گواہی دینا، جھوٹ بولنا، کسی پر بہتان لگانا، لعنت کرنا وغیرہ، اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص روزہ تو رکھتا ہے مگر وہ کام جو ہر حال میں حرام ہے اس کا وہ ارتکاب کرتا ہے (جس کا اوپر ذکر ہوا) اور وہ نادان صرف ان چیزوں کو چھوڑتا ہے جس کو شریعت نے فی نفسہٖ حلال کیا ہے صرف روزہ کی حالت میں حرام کیا ہے (کھانا، پینا، جماع) تو اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی ہماری نظر میں کوئی وقعت نہیں کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے یا نہ چھوڑے کیونکہ روزہ کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی خواہشات نفسانی کو اور اپنے نفس امارہ کو اللہ کی رضا کے تابع کردے اور جو شخص جو مستقل حرام چیز ہے اس کو نہ چھوڑے تو اس کو یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا [۱] کیونکہ روزہ کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے جو ان چیزوں کے ارتکاب سے حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔

”فلیس للّٰہ حاجۃ“: اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ ایسے شخص کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے جو روزہ کی حالت میں حرام کام نہ چھوڑے [۲] اور جو اجر و ثواب ملنا چاہئے تھا وہ ایسے شخص کو نہیں ملے گا گو اس کے اوپر سے روزہ کی فرضیت ساقط ہوجائے گی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب تنزیہ الصوم“ ص ۱۷۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضي اللّٰه تعالٰى عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من لم يدع قول الزّور والعمل به فليس للّٰه حاجة فی أن يدع طعامه وشرابه.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی كتاب الصوم واخرجه فی كتاب الادب (مع اختلاف يسير).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ لم یدع: فعل فاعل۔ قول الزور: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ العمل: مصدر۔ بہ: العمل کے متعلق مصدر اپنے متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مفعول یدع کیلئے فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیس: فعل ناقص۔ للّٰہ: کائنۃ کے متعلق ہو کر لیس کی خبر مقدم۔ حاجۃ: موصوف۔ فی: حرف جار۔ ان: مصدریہ۔ یدع: فعل، ضمیر فاعل۔ طعامہ: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ شرابہ: معطوف۔ معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول، یدع فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر فی کے لئے مجرور، جار مجرور کائنۃ کے متعلق ہو کر حاجۃ کیلئے صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر لیس کا اسم، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۲/۳۳۰ (۲) التعلیق الصبیح ۲/۳۸۶

دنیا میں جھوٹی عزت پانے والے قیامت میں ذلیل ہوں گے

(۲۳۴) مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: ''جو شخص دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا کپڑا پہنائے گا۔''

لغات: شُهْرَة: بمعنی شہرت، ناموری، شَهَرَ (ف) شَهْرًا، مشہور کرنا۔ مَذَلَّة: ذَلَّ (ض) ذُلًّا، مَذَلَّة، بمعنی ذلیل ہونا، صفت کے لئے ذَلِیل آتا ہے۔

تشریح: ''دنیا میں شہرت کے کپڑے پہنے'' اس سے کیا مراد ہے؟ محدثین کے اس میں کئی اقوال ہیں اور وہ سب ہی مراد ہو سکتے ہیں، مرقاۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کپڑا پہنا جائے جس سے وہ اپنے آپ کو زاہد اور بڑا عالم ظاہر کرے حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں۔ (۱)

بعض علماء نے اسی کے قریب قریب معنی بیان فرمائے ہیں کہ: اس سے مراد وہ شخص ہے جو شخص اپنی عزت اور بڑائی ظاہر کرنے کے لئے نفیس اور اعلیٰ کپڑے کو پہنے تاکہ لوگ میری عزت کریں تو اللہ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد حرام مال کا لباس پہننا ہے اور بعض کے نزدیک ایسا لباس پہننا حرام ہے جس کے پہننے سے آدمی کا مقصد یہ ہے کہ لوگ میری طرف متوجہ ہوں۔

بعض علماء نے یہاں عجیب معنی سمجھا ہے وہ فرماتے ہیں یہاں لباس سے مراد اعمال ہیں کہ جو شخص محض لوگوں کو دکھانے کے لئے اچھے اعمال کرے تاکہ دنیا والے اس کو نیک سمجھیں اور اس کی عزت کریں تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلیل کرنے والا لباس پہنائیں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب اللّباس'' ص ۳۷۵ پر ہے: پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من لبس ثوب شهرة فی الدنیا البسه اللّٰه ثوب مذلّة یوم القیامة.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجه فی کتاب اللّباس (باب من لبس ثوب شهرة من ثیاب).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ لبس: فعل، ضمیر فاعل۔ ثوب شهرة: مفعول۔ فی الدنیا: متعلق ہو کر شرط۔ البسه: فعل مفعول۔ لفظ اللّٰه: فاعل۔ ثوب مذلة: مفعول ثانی۔ یوم القیامة: مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور تینوں مفعولوں سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۸/۲۵۴، مظاہر حق ۴/۱۷۶

لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے علم حاصل کرنے والا جہنمی ہے

(۲۲۵) مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ.

ترجمہ: ''جس شخص نے علم اس لئے حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ علماء کا مقابلہ کرے یا بے وقوفوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا۔''

لغات: لِيُجَارِيَ: جَارَاهُ، مُجَارَاةً کسی کے ساتھ چلنے میں مقابلہ کرنا، یہاں مراد مطلقاً مقابلہ ہے، جَرَىٰ (ض) جَرْيًا بمعنی جاری ہونا۔ لِيُمَارِيَ: مِرْآة بمعنی جھگڑا کرنا، قال تعالیٰ: ﴿فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ﴾، مَرَىٰ: (ض) مَرْيًا حَقَّهُ، حق کا انکار کرنا۔ اَلسُّفَهَآء: سَفِهَ (س) سَفَهًا، جاہل ہونا، بے وقوف ہونا، قال تعالیٰ: ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ﴾. يَصْرِفَ: صَرَفَ (ف) صَرْفًا بمعنی پھرنا، قال تعالیٰ: ﴿صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ﴾.

تشریح: علامہ ابن عبد البر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کے متعدد اقوال نقل کئے ہیں، مثلاً حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جو کوئی حدیث اس لئے حاصل کرے کہ جہلاء سے بحث کرے اور علماء پر فخر کرے اور مخلوق کو اپنی طرف کھینچے ایسا شخص جہنم میں گرے گا۔ (۱)

اسی طرح سے حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایوب سختیانی نے نصیحت کی کہ خدا جتنا تم کو علم دے اس کی بندگی کرنا، خبردار! فخر کی راہ سے اظہار علم نہ کرنا۔ (۲)

مقصود حدیث کا یہ ہے کہ وہ علم جو انسان کے دل و دماغ سے ظلم و جہل کی تاریکی کو دور کرتا ہے تو شریعت مطہرہ یہ کیسے برداشت کرسکتی ہے کہ ایک علم والا تکبر اور جھگڑا کرے، اس کے اندر تو انکساری اور تواضع ہونی چاہئے (۳) حصول علم صرف مقابلہ اور جھگڑے کے لئے نہ ہو ہاں اگر تحقیق وغیرہ کے لئے وہ بحث کرتا ہے تو اس وعید میں وہ داخل نہیں ہوگا اسی طرح سے وہ علماء سوء کے مقابلہ کے لئے مجادلہ مصارفہ و مقابلہ اظہار حق کے لئے کرے یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ بسا اوقات ضروری ہوتا ہے۔

حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بعض نادان لوگ اس حدیث سے یہ مفہوم اخذ کرتے ہیں کہ ایسا شخص کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا حالانکہ یہ بات نصوص کے خلاف ہے جس میں تمام اہل ایمان کا ناجی ہونا معلوم ہوتا ہے البتہ ایسے وصف قبیحہ والے لوگ اپنی سزا بھگتنے کے بعد پھر جنت میں داخل کردیئے جائیں گے۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم''، ص ۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن كعب بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من طلب

---

(۱) العلم والعلماء ص ۱۳۰ (۲) العلم والعلماء ص ۱۳۰ (۳) مظاہر حق ۱/ ۲۸۷/ ۲۸۸ (۴) مرقاۃ

العلم ليجارى به العلمآء او ليمارى به السّفهاء أويصرف به وجوه النّاس اليه أدخله اللّٰه النّار.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب العلم (باب ماجاء فی من یطلب بعلمه الدنیا).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ طلب: فعل فاعل۔ العلم: مفعول بہ۔ لیجاری: لام حرف جار۔ یجاری: فعل فاعل به: متعلق فعل کے۔ العلماء: مفعول، فعل فاعل مفعول اپنے متعلق سے مل کر جملہ ہوکر معطوف علیہ او: حرف عطف لام: زائدہ۔ یجاری: فعل فاعل۔ به: متعلق۔ السفهاء: مفعول، فعل فاعل مفعول اپنے متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ یصرف به وجوه الناس: ترکیب سابق جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر مجرور ہوکر فعل کے متعلق ہوکر شرط، ادخله: فعل۔ ہ: ضمیر مفعول۔ لفظ اللّٰه: فاعل۔ النار: مفعول، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

دنیا کے لئے علم حاصل کرنے والا جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا

(۲۳۶) مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: ”جس شخص نے اس علم کو جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس کے ذریعہ دنیا کا سامان حاصل کرے تو قیامت کے دن اسے جنت کی خوشبو میسر نہیں آئے گی۔“

لغات: يُبْتَغٰى: اِبْتَغٰى، تَبْغِى الشَّئ بمعنی طلب کرنا۔ يُصِيْبُ: أَصَابَ مِنَ الشَّئ بمعنی لینا۔ اَلْعَرَض: متاع، سامان، جمع أَعْرَاض، عَرِفَ (س) بمعنی بو مگر اس کا استعمال اکثر خوشبو میں ہوتا ہے۔

تشریح: جو علم دین کو محض اس لئے حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ سے دنیا کی دولت کو جمع کرے تو ایسے شخص کے بارے میں اس حدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے کہ ایسا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھنے پائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ ایسا علم جو دینی نہ ہو دنیاوی ہو اس کو دنیا کے جمع کرنے کے لئے ذریعہ بنائے تو یہ منع نہیں ہوگا، مثلاً انجینئری و ڈاکٹری وغیرہ مگر وہ دنیاوی علم ایسا نہ ہو جس کو شریعت نے حاصل کرنے کو منع فرمایا ہے مثلاً علم نجوم علم سحر وغیرہ۔ (۱)

”لم یجد عرف الجنة“: جنت کی خوشبو بھی میسر نہیں ہوگی، یہ کنایہ ہے عدم دخول جنت سے، اس حدیث سے بھی ایسے شخص کی عدم نجات پر استدلال کرنا جس کا علم دین سے مقصود حصول دنیا ہو یہ صحیح نہیں جیسے کہ گذشتہ حدیث میں بیان ہوا بلکہ مطلب یہ ہے کہ شروع میں اولین سابقین کے ساتھ یہ داخل نہیں ہوگا، سزا پانے کے بعد جنت میں ضرور داخل ہوگا، بہر حال ایمان والا ہو۔ (۲)

”جنت کی خوشبو نہیں ملے گی۔“ مطلب یہ ہے شروع میں نہیں ملے گی بعد میں مل جائے گی اور بعض علماء ظاہری الفاظ کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ جنت میں داخل ہو جائے گا مگر وہاں کی خوشبو نہیں ملے گی۔ محدثین نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب العلم“ ص ۳۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من تعلّم علما ممّا يبتغی به وجه الله لا يتعلّمه الاّ ليصيب به عرضا من الدّنيا لم يجد عرف الجنّة يوم القيامة (يعنی ريحها).

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب العلم (باب فی طلب العلم لغير الله) واخرجه ابن ماجة ايضا (فی باب الانتفاع بالعلم والعمل به).

---

(۱) مظاہر حق (۲) مرقاۃ ۲۸۷، التعلیق الصبیح (۳) مرقاۃ

ترکیبِ حدیث: من: حرف شرط۔ تعلم: فعل، ضمیر ذوالحال۔ علما: موصوف۔ من: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ یبتغی: فعل۔ به: متعلق۔ وجه الله: نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوکر کائنا کے متعلق ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر مفعول تعلم کا۔ لا یتعلم: فعل ضمیر فاعل۔ ہ: ضمیر مفعول۔ الا: استثناء لغو۔ لیصیب: لام حرف جار۔ یصیب: فعل، ضمیر فاعل۔ به: متعلق۔ عرضا: موصوف۔ من الدنیا: جار مجرور کائنا کے متعلق ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر لا یتعلم کے متعلق اور پھر یہ جملہ حال ہوا، حال ذوالحال سے مل کر فاعل ہوا تعلّم کا، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ لم یجد: فعل ضمیر فاعل۔ عرف الجنة: مفعول۔ یوم القیامة: مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

جو نجومی کے پاس جائے اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی

(۲۳۷) مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَہٗ عَنْ شَیْئٍ لَمْ یُقْبَلْ لَہٗ صَلٰوۃُ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً.

ترجمہ: ”جو شخص نجومی کے پاس جائے اور اس سے پوچھے تو اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں ہوگی۔“

لغات: عَرَّافًا: بمعنی نجومی، غیب کی خبریں بتانے والا۔ عَرَفَ (ض) عَرْفَۃً، عِرْفَانًا، بمعنی پہنچانا۔

تشریح: علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عراف کاہن کو کہتے ہیں جو آئندہ آنے والے واقعات وحوادثات کی خبر دے اور علم غیب کے اسرار کا دعوی کرے حالانکہ علم غیب تو خداوند قدوس کا خاصہ ہے، زمانہ جاہلیت میں اس کا بہت رواج تھا اور کاہنوں کی باتوں پر بہت زیادہ اعتماد کیا جاتا تھا۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ خواہ کہانت ہو یا رمل ونجوم وغیرہ اس کا علم حاصل کرنا اور اس کو عمل میں لانا سب حرام ہے اور اس کے ذریعہ سے جو مال کمایا جائے گا وہ بھی حرام ہوگا۔

”لم یقبل لہ صلوۃ“: چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ سب سے اہم عبادت کو ذکر کردیا باقی عبادات خود اس میں آ گئیں، قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر جو اجر وثواب ملنا چاہئے وہ نہ ملے گا جہاں تک فرض ذمہ سے ساقط ہونے کا مسئلہ ہے وہ ساقط ہوجائے گا اور اس کی قضاء کرنا لازم نہیں ہوگا۔ (۱)

”اربعین لیلۃ“: چالیس رات کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

سؤال: رات کو تو کوئی نماز ہی فرض نہیں ہے؟

جواب: رات بول کر دن مراد لیا ہے، رات بول کر دن مراد لینا یا دن بول کر رات مراد لینا یہ عرف اور شرع دونوں میں بامحاورہ صحیح ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الکھانۃ“ ص ۳۹۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حفصۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من أتی عرَّافا فسألہ عن شیٔ لم یقبل لہ صلوۃ أربعین لیلۃ.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی (باب الکھانۃ واتیان الکھانۃ).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اتی عرافا: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ فاء: حرف عطف۔ سألہ: فعل فاعل اور مفعول۔ عن شیٔ: جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ لم یقبل: فعل مجہول۔ لہ: متعلق۔ صلوۃ: مضاف۔ اربعین: ممیز۔ لیلۃ: تمیز، ممیز تمیز سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۱۵ (۲) مظاہر حق ۴/۳۱۴

اللہ کا نام لے کر جو شخص پناہ مانگے اس کو پناہ دو

(۲۲۸) مَنِ اسْتَعَاذَ مِنْكُمْ بِاللّٰهِ فَأَعِيْذُوْهُ وَمَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ فَاعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيْبُوْهُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَاتُكَافِئُوْهُ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تَرَوْا اَنْ قَدْ كَا فَأْتُمُوْهُ.

ترجمہ: ”جو شخص اللہ کا نام لے کر تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو اور جو شخص اللہ کے نام سے کچھ مانگے تو اس کو دے دو اور جو شخص تم کو بلائے تو اس کے پاس چلے جاؤ اور جو شخص تمہارے ساتھ احسان کرے تو تم بھی اس کے ساتھ احسان کرو، اگر تم اس کے بدلہ کے لئے مال نہ پاؤ تو پھر اس کے لئے دعا کرو جب تک کہ تم جان لو کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔“

لغات: اِسْتَعَاذَ: تَعَوَّذ بمعنی پناہ لینا، قال تعالیٰ: ﴿وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾. فَأَعِيْذُوْهُ: أَعَاذَ يُعِيْذُ، بمعنی پناہ دینا۔ فَاَجِيْبُوْهُ: أَجَابَهُ: جواب دینا۔ فَكَافِئُوْهُ: بدلہ دینا، مقابلہ کرنا۔

تشریح: جو شخص تم سے خدا کے نام سے پناہ مانگے تو تم اس کو پناہ دے دو، مطلب یہ ہے کہ تمہاری ذات یا کسی اور کی طرف سے کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہو اب وہ تم سے خدا کے نام سے درخواست کر رہا ہے تو اب اس کی درخواست قبول کر لو[۱] کیونکہ اس نے تم کو خدا کا واسطہ دیا ہے خدا کے نام کی عظمت کرتے ہوئے اس کی مدد کرو۔

”ومن صنع اليكم معروفا“: کوئی تمہارے ساتھ احسان کرے تو اس کو بدلہ دو اگر مالی بدلہ موجود نہیں تو اس احسان کے بدلے میں جزاک اللہ خیرا ہی کہہ دو اس جملہ کے کہنے سے بھی بدلہ ہو جائے گا اور اس کے لئے دعا بھی کی جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہی تھی کہ آپ ہدیہ کا بدلہ اس ہدیہ سے زیادہ دیا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول یہ تھا کہ فقیر کو دینے کے ساتھ ساتھ دعا بھی کرتی تھیں، کسی نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ: جب میں کسی کو دیتی ہوں تو وہ دعا کرتا ہے تو میرا صدقہ اس کے دعا کے بدلہ میں ہوگا تو اب میں ساتھ میں دعا اس لئے دیتی ہوں کہ اس کی دعا میری دعا کے بدلہ میں ہو جائے اور میرا صدقہ خالص ہو جائے۔[۲]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب افضل الصدقة.“ ص ۱۷۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من استعاذ منكم بالله فاعيذوه ومن سال بالله فاعطوه ومن دعاكم فاجيبوه ومن صنع اليكم معروفا فكافئوه فان لم تجدوا ما تكافئوه فادعوا له حتى تروا ان قد كافأتموه.

(۱) التعليق الصبيح ۲/۳۶۳ (۲) التعليق الصبيح ۲/۳۶۳، مظاہر حق ۲/۲۸۴

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی الامام احمد واخرجه ابوداود ایضا فی کتاب الادب (باب فی الرجل یستعیذ من الرجل ببعض نقص وزیادۃ.

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ استعاذ: فعل، ضمیر فاعل۔ منکم: استعاذ کے متعلق اول۔ باللّٰه: استعاذ کے متعلق ثانی: فعل فاعل اپنے دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ اعیذوہ: فعل، ضمیر فاعل۔ ہ: مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ من: حرف شرط۔ سال: فعل، ضمیر فاعل۔ باللّٰه: متعلق سال۔ فعل، فاعل اپنے متعلق سے مل کر شرط۔ فاعطوہ: جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ من دعاکم: جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاجیبوہ: جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ من: حرف شرط۔ صنع: فعل، ضمیر فاعل۔ الیکم: صنع کے متعلق۔ معروفا: مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فکافئوہ: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ ان: حرف شرط۔ لم تجدوا: فعل ضمیر فاعل۔ ما: موصولہ۔ تکافئو: فعل فاعل۔ ہ: ضمیر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مفعول لم تجدوا کا، پھر لم تجدوا فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ ادعوا: فعل، ضمیر فاعل۔ لہ: متعلق۔ حتی: حرف جار۔ تروا: فعل، ضمیر فاعل۔ ان: مخففہ من المثقلہ ضمیر محذوف اس کا اسم۔ کا فئتمو: فعل ضمیر فاعل۔ ہ: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ان کی اور پھر یہ "تروا" کے لئے قائم مقام دو مفعولوں کے پھر یہ تروا جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مفرد ہوکر مجرور ہوکر متعلق ہوا ادعوا کے ساتھ، ادعوا فعل اپنے فاعل اور متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

جو شخص جو برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روک دے

(۲۲۹) مَنْ رَاٰی مِنکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ أَضْعَفُ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: ''جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے اس کو چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کردے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو پھر دل میں اس کو برا جانے یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔''

لغات: فَلْیُغَیِّرْہُ: غَیَّرَہُ، غَایَرَہُ، بدل دینا، تغیر کردینا۔ اَضْعَفُ: اسم تفضیل بمعنی کمزور جمع ضِعَافٌ والضُّعَفَاء.

تشریح: اس حدیث میں ایمان کے تین درجات کو بیان فرمایا گیا ہے:

اول: یہ کہ آدمی غلط کام کو دیکھ کر اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے بشرطیکہ وہ اس پر قادر بھی ہو مثلاً گھر کا سربراہ یا استاذ وغیرہ۔

دوم: یہ کہ جب کوئی برائی دیکھے تو اس کی برائی اپنی زبان سے بیان کرے۔

سوم: یہ کہ برائی کو دیکھ کر اعراض کرے اور دل میں یہ خیال رکھے کہ یہ غلط کام ہو رہا ہے اگر دل میں بھی برائی کی برائی نہیں تو اب اس شخص کے ایمان دار ہونے میں شک ہے۔

علماء کرام نے فرمایا ہے جس چیز کا حکم شرع نے وجوب کے درجہ میں دیا ہے تو اس کا حکم بھی واجب ہوگا اور جس کا امر مستحب ہے تو اس کا حکم بھی مستحب ہوگا اگر حرام تو روکنا بھی واجب اور مکروہ تو روکنا مستحب ہوگا۔[1] یہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ روکنا اور نہی عن المنکر اس وقت ہے جب کہ فتنہ وفساد کا خوف نہ ہو اگر یہ خوف ہو تو اب اس صورت میں روکنا واجب نہیں بلکہ مستحسن ہوگا۔[2]

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ صرف حاکم اور طاقت ور مسلمانوں پر ہی عائد نہیں ہوتا بلکہ سب ہی لوگوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اچھی باتوں کا حکم کریں اور بری باتوں سے روکیں اس میں مرد بھی داخل ہیں اور عورتیں بھی، آزاد بھی غلام بھی۔[3]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الامر بالمعروف'' ص ۴۳۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال: من رأی منکم منکرا فلیغیّرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک أضعف الایمان.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب الایمان (باب کون النھی عن المنکر من الایمان) واخرجہ الترمذی فی ابواب الفتن (باب ما جاء فی تغییر المنکر).

(۱) مظاہر حق ۴/۶۴۶ (۲) مظاہر حق ۴/۶۴۶ (۳) مظاہر حق ۴/۶۴۷

ترکیبِ حدیث: من: حرف شرط۔ رای: فعل، ضمیر فاعل۔ منکم: رای کے متعلق۔ منکرا: رای کا مفعول ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیغیر: فعل فاعل۔ ہ: مفعول۔ باء: حرف جار۔ یدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر لیغیر کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ فان لم یستطع: جملہ فعلیہ ہوکر شرط بلسانہ: لیغیر محذوف کے متعلق ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ فان لم یستطع: جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فبقلبہ: جزا شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا (یا ان سب کو ایک دوسرے پر عطف بھی کر سکتے ہیں) ذلك: مبتداء۔ اضعف الایمان: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

جوادا کرنے کی نیت سے قرض لے تو اللہ اس سے ادا کروا دیتے ہیں

(۲۴۰) مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَ هَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: ''جو شخص لوگوں سے مال لے اس کے ادا کرنے کے ارادہ سے تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ مال ادا کروا دیتے ہیں اور جو شخص مال لے ضائع کرنے کی نیت سے تو اللہ اس مال کو ضائع کروا دیتے ہیں۔''

لغات: أَدَّى: (ض) تأْدِيَةً الشَّئ بمعنی ادا کرنا، پہنچانا۔ أَتْلَفَهُ: تَلِفَ (س) تَلَفاً بمعنی ہلاک ہونا، برباد ہونا۔

تشریح: ''یرید اداء ھا'': جو قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت پر فیصلہ کرتے ہوئے اس کے ادا کرنے کی اشکال کو پیدا فرما دیتے ہیں، اس حدیث کے ذیل میں بعض محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ: اگر اس کی نیت تھی اور دنیا میں ادا نہ بھی کر سکا تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے قرض دار کو راضی کر دیں گے۔

''یرید اتلافھا'': اگر قرض لینے والے کی نیت شروع سے ہی قرض ادا کرنے کی نہ ہو بلکہ صرف مال قرض لینے سے دوسرے کے مال کو ضائع کرنا مقصد ہو تو اللہ یہاں پر بھی اس کی نیت کے اعتبار سے فیصلہ فرماتے ہیں کہ اس کے مال کو ضائع ہی فرما دیتے ہیں، عربی کا محاورہ ہے ''کَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ'' کہ آدمی دوسرے کے ساتھ جیسا معاملہ کرتا ہے وہی معاملہ اس کے ساتھ ہوتا ہے، بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ: ایسی نیت رکھنے والے کی روزی میں اللہ تعالیٰ تنگی پیدا فرما دیتے ہیں کیونکہ اس نے ایک مسلمان کو تنگی میں ڈالنے کا ارادہ کیا تھا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الافلاس والانظار'' ص۲۵۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضى الله تعالٰى عنه عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: من أخذأموال الناس يريد أداء ها أدى الله عنه ومن أخذ يريد اتلافها أتلفه الله عليه.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الاستقراض واداء الديون والحجر والتفليس (باب من اخذ اموال الناس يريد اداء ها او اتلافها).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اخذ: فعل، ضمیر ذوالحال۔ اموال الناس: اخذ کا مفعول۔ یرید: فعل فاعل۔ اداء ھا: مفعول۔ یرید فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر حال۔ حال ذوالحال سے مل کر فاعل اخذ کا، اخذ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ ادی: فعل۔ لفظ اللّٰه: فاعل۔ عنہ ادی کے متعلق ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ ومن اخذا یرید اتلافھا اتلفہ اللہ علیہ: اس کی ترکیب بھی سابق ترکیب کی طرح ہے۔

جو رمضان کا روزہ نہ رکھے تو تمام عمر کا روزہ اس کا بدلہ نہیں بن سکتا

(٢٤١) مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ.

ترجمہ: "جو شخص بلا رخصت یا بغیر (کسی شرعی) بیماری کے رمضان کے کسی ایک دن کا روزہ نہ رکھے تو تمام عمر روزہ رکھنا بھی اس کا بدل نہیں ہوسکتا اگرچہ تمام عمر ہی روزہ رکھتا رہے۔"

لغات: أَفْطَرَ: اَلصَّائِم، کھانا اور پینا، فَطَرَ (ن، ض) فَطْراً الشَّیْءَ، پھاڑنا، تَفَطَّرَ وَانْفَطَر بمعنی پھٹنا۔

تشریح: "غیر رخصة": شریعت نے جن لوگوں کو رخصت دی ہے (مثلاً مسافر، عورت کا حاملہ ہونا، عورت کے ایام حیض ونفاس، بعض شرطوں کے ساتھ بوڑھا آدمی) اس کے علاوہ کوئی ویسے ہی روزہ چھوڑتا ہے تو اب یہ سخت ترین گناہ کا مرتکب ہوگا، درمختار میں ہے "وَلَوْ اَکَلَ عَمَدًا شُهْرَةً بِلَا عُذْرٍ يُقْتَلُ" جو شخص رمضان میں بلا عذر علی الاعلان کھاتا پیتا ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

"لم يقض عنه صوم الدهر": بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعض تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جس نے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو اب تمام زندگی روزہ رکھنے کے ساتھ بھی وہ بری الذمہ نہیں ہوسکتا مگر اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور امت اور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک غیر رمضان میں قضاء کرنے سے فرضیت اس پر سے ساقط ہو جائے گی۔(١)

اگر اس نے رمضان کا روزہ رکھنے کے بعد توڑا ہے تو پھر اس کو کفارہ کے طور پر دو مہینے کے روزے رکھنے ہوں گے۔(٢) جمہور علماء کرام اس روزہ کو قیاس کرتے ہیں نماز پر کہ اگر کوئی نماز چھوڑ دے تو اب قضاء کرلے تو فرضیت ساقط ہو جاتی ہے تو اسی طرح یہاں پر بھی ساقط ہوگا یہ الگ بات ہے کہ رمضان کی برکات سے یہ محروم رہے گا۔ اس حدیث بالا کا جواب جمہور علماء کرام یہ دیتے ہیں کہ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھمکی کے طور پر یہ فرمایا۔(٣)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تنزيه الصوم" ص ١٧٧ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من افطر يوما من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقض عنه صوم الدّهر كلّه وان صامه.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الصيام (باب ماجاء فی الافطار متعمدا) واخرجه ابوداود فی كتاب الصيام (باب التغليظ فيمن افطر عمدا مع اختلاف يسير).

---

(١) التعلیق الصبیح ٢/٣٩٠ (٢) مظاہر حق ٢/٣٢٧ (٣) التعلیق الصبیح ٢/٣٩٠

ترکیبِ حدیث: من: حرف شرط۔ افطر: فعل فاعل۔ یوما: موصوف۔ من رمضان: جار مجرور ثابتا کے متعلق ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر افطر کا مفعول۔ من: حرف جار۔ غیر رخصة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا: زائد۔ مرض: معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مجرور ہوکر فعل کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ لم یقض: فعل۔ عنه: یقض کے متعلق۔ صوم الدھر: مؤکد۔ کلہ: تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر فاعل ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ ان صامه: جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ لم یقض: محذوف اس کی جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

روزہ دار کے افطار کروانے والے کو ثواب ملتا ہے

(۲۴۲) مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ.

تَرجَمہ: ”جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی مجاہد کو سامان دیا تو اس کو بھی اسی کے ثواب جیسا ثواب ملتا ہے۔“

لُغات: جَهَّزَ: جَهَّزَهُ، بمعنی تیار کرنا، مہیا کرنا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ شانہ کی رحیم وکریم ذات کا بڑا احسان ہے انسان پر کہ اگر ایک آدمی خود عمل نہیں کرسکتا تو اس کے لئے اس عمل کا راستہ اس طرح کھول دیا کہ اگر وہ کسی کے اس عمل پر آنے کا ذریعہ بن جائے اس صورت میں بھی اس کو اس عمل کا ثواب مل جاتا ہے جیسے اس حدیث میں بیان ہوا کہ ایک آدمی نے کسی کو افطار کرا دیا یا کسی مجاہد کا سامان تیار کر دیا تو اس کو بھی اس جیسا ثواب ملے گا کیونکہ وہ اپنے اس عمل کے ذریعہ سے ایک نیک کام میں مددگار ہوتا ہے۔ (۱)

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ جو شخص رمضان میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے گا تو اس کا یہ عمل اس کے گناہوں کی بخشش ومغفرت کا ذریعہ اور دوزخ کی آگ سے اس کی حفاظت کا سبب ہوگا اور اس کو روزے دار کے ثواب کی مانند ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ روزے دار کے ثواب میں کچھ کمی ہو۔ (۲)

یہ بھی ضروری نہیں افطار آدمی پر تکلف کرائے اور اکرام ضیف میں دسترخوان بھر دے بلکہ ہر شخص اس ثواب کو حاصل کرسکتا ہے، اسی روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضرت: ہم میں سے ہر شخص اس افطاری کے انتظام کی قدرت نہیں رکھتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ثواب اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی عنایت فرما دیتے ہیں جو کسی روزے دار کو ایک گھونٹ لسی یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی پلا دے اس پر بھی مرحمت فرما دیتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب رؤیت الھلال“ کے بعد والے باب ص ۱۷۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن زيد بن خالدرضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فطّر صائما أو جهّز غازيا فله مثل أجره.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة فى كتاب الصوم الى البيهقى فى شعب الايمان وايضا اخرجه البغوى فى شرح السنة.

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ فطر: فعل فاعل۔ صائما: مفعول، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ او: حرف عطف۔ جهز غازيا: فعل فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ له: ثبت فعل محذوف کے متعلق۔ مثل اجره: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر ثبت کے لئے فاعل ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق (۲) مشکوۃ ص ۱۷۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی ہی اطاعت ہے

(۲۴۳) مَنْ أَطَاعَنِیْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِیْ وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ.

ترجمہ: ''جس نے میری فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جس نے امیر کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

لغات: عَصَانِیْ: بمعنی نافرمانی کرنا۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے کیونکہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوتا ہے وہ عین منشاء الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ کو فرمان میں اپنی اشتہاء سے بھی محفوظ فرمایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى﴾.

اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ میں بھی بیان فرمایا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے کسی کو پس وپیش اور ماننے نہ ماننے کا اختیار نہیں اسی طرح اس کے لئے رسول کا بھی یہی حکم ہے یہ امر تو واضح ہے۔

دوسرے جزء میں امیر کی اطاعت کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی، یہ بھی ضروری نہیں کہ امیر باصلاحیت ہو تب ہی اس کی اطاعت کی جائے بلکہ ایک روایت میں آیا کہ اگر کسی نکٹے اور کان کٹے غلام کو تمہارا امیر بنایا جائے اور وہ اللہ کے قانون کے مطابق تم پر حکمرانی کرے تو تم اس کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو[1] اس میں بھی اولوالامر کی اطاعت وفرمانبرداری کی اہمیت بیان کی گئی ہے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ طاعت امیر امر معصیت میں نہیں ہوگی جیسا کہ صحیحین کی روایت میں آیا ہے کہ ''لَا طَاعَةَ فِیْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ''[2] کہ طاعت گناہ کے کاموں میں نہیں بلکہ طاعت تو نیک کاموں میں ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الامارۃ والقضاء'' ص ۳۱۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: من أطاعنی فقد أطاع اللّٰه ومن عصانی فقد عصی اللّٰه ومن يطع الامير فقد أطاعنی ومن يعص الامير فقد عصانی وانّما الامام جنّة يقاتل من ورائه ويتقی به فان أمر بتقوی اللّٰه وعدل فانّ له بذلك أجرا وان قال

(۱) مشکوۃ عن مسلم (۲) مظاہر حق (۳) مشکوۃ

بغیره فانّ علیه منه متّفق علیه.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد (باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به) اخرجه مسلم فی کتاب الامارة (باب وجوب اطاعة الامراء فی غیرمعصیة وتحریما فی المعصیة) عن ابی هریرة.

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اطاعنی: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد: حرف تحقیق۔ اطاع: فعل فاعل۔ لفظ اللّٰہ: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا۔ شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ من عصانی: جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فقد عصی اللّٰہ: جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ من یطع الامیر: شرط۔ فقد اطاعنی: جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ من یعص الامیر: شرط۔ فقدعصانی: جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوفوں سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

جو کسی کی زمین کا کوئی حصہ ناحق لے لے قیامت میں اس کو اس میں دھنسایا جائے گا

(۲۴۰) مَنْ أَخَذَ الْأَرْضَ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ أَرْضِيْنَ.

ترجمہ: ''جس شخص نے کسی کی زمین کا کوئی حصہ بھی ناحق لیا تو اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کی تہہ تک دھنسایا جائے گا۔''

لغات: خُسِفَ: (ض) خُسِفَ فِي الْأَرْض بمعنی زمین میں دھنسانا۔ أَرْضِيْن: أَرْضُوْن، أُرُوْض، أَرَاض، جَمْعُ الْأَرْض، بمعنی زمین۔

تشریح: اسلام نے انسانی حقوق کے تحفظ کا جو اعلیٰ تصور پیش کیا ہے اور اسلامی شریعت نے حقوق العباد پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو جن سزاؤں اور عقوبتوں کا مستوجب قرار دیا ہے یہ حدیث گرامی اس کا ایک نمونہ ہے۔ (۱)

چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص زمین کا کوئی بھی حصہ ناحق لے گا اسے حشر کے دن اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس زمین کی مٹی اپنے سر پر اٹھائے۔ (۲)

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بالشت بھر بھی زمین از راہ ظلم لے گا اسے اللہ تعالیٰ اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ اس زمین کو ساتویں طبقہ زمین تک کھودتا رہے پھر وہ زمین اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی اور وہ قیامت تک اسی حال میں رہے گا تا آنکہ لوگوں کا حساب کتاب ہو جائے۔ (۳)

مقصود یہ کہ مختلف احادیث میں حضور ﷺ نے شفقت فرماتے ہوئے اس امر پر خصوصی تنبیہ فرمادی کہ مسلمانوں کے لئے کسی کا مال بلا اجازت لے لینا یہ کس قدر مذموم حرکت ہے اور دنیا کے اعتبار سے اخلاق وتہذیب کے خلاف بات ہے اور آخرت کے اعتبار سے انتہائی سخت ترین سزاؤں کا موجب ہے، اسی لئے اس پر توجہ دی جائے اور کسی کے مال کو بدون اس کی اجازت کے نہ لیا جائے۔ ایک حدیث میں آتا ہے وہ جسم جو حرام مال سے پرورش پائے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الغصب والعارية'' ص ۲۵۶ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سالم عن ابيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من اخذ من الارض شيئا بغير حقه خسف به يوم القيامة الى سبع ارضين.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی ابواب المظالم والقصاص (باب اثم من ظلم شيئامن الارض).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اخذ: فعل فاعل۔ من الارض: اخذ کے متعلق۔ شیئا: موصوف۔ باء حرف جار۔

(۱) مظاہر حق ۳/۱۵۳ (۲) مشکوۃ ۲۵۶ (۳) مشکوۃ ۲۵۶ (۴) مشکوۃ ۲۴۳

غیر حقه: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مجرور ہوکر ثابتا کے متعلق ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر اخذ کا مفعول، اخذ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ خسف: فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل۔ به متعلق۔ یوم القیامة: مفعول فیه. الی: حرف جار۔ سبع ارضین: مضاف ایک دوسرے سے مل کر مجرور، پھر خسف کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھنے والا حقیقت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہی دیکھتا ہے

(۲۴۵) مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ.

ترجمہ: ”جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے درحقیقت مجھ کو ہی دیکھا، اس لئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا ہے۔“

لغات: یَتَمَثَّلُ: مَثَّلَ، تَمْثِیْلاً الشَّیْءَ لِفُلَان، ہو بہو تصویر بنانا۔

تشریح: محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث پر طویل بحث فرمائی ہے مختصر یہ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس کو خبر دے دو کہ اس کا خواب سچا ہے اضغاث الاحلام میں سے نہیں ہے کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ (۱)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو کسی بھی حالت میں دیکھے ہر حالت میں میں ہی ہوں گا شیطان میری کسی صورت سے بھی نقل نہیں کرسکتا۔ (۲)

تیسرا مطلب یہ ہے کہ جس نے خواب میں میرا دیدار کیا وہ قیامت میں بھی میرا دیدار کرے گا، بعض علماء کرام نے فرمایا کہ: یہ ارشاد آپ کے زمانے کے ساتھ خاص تھا کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اللہ اس کو میری زیارت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے گا اور وہ حالت بیداری میں بھی میرا دیدار کرلے گا۔

سؤال: شیطان اللہ جل جلالہ کی شکل میں تو آسکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شکل نہیں بنا سکتا؟

جواب: اس سوال کے محدثین نے بہت سے جوابات دیئے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ اللہ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہادی اور راشد بنا کر بھیجا اس کے مدمقابل شیطان کہ وہ ضلالت اور گمراہی پیدا کرنے کے لئے ہے تو اس میں یہ ضد ہوئی جیسے آگ اور پانی ضد آپس میں جمع نہیں ہوسکتے بخلاف خدا کے کہ اللہ میں صفات ضلالت بھی ہے اور صفات ہدایت بھی متضاد صفات کو جامع ہے اس لئے شیطان خدا کی شکل میں آسکتا ہے اور نبی کی شکل میں نہیں آسکتا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الرؤیا“ ص۳۹۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه ان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: من رانی فی المنام فقد رانی فان الشيطان لا يتمثل فی صورتی.

(۱) مرقاۃ ۹/۲۴ (۲) حاشیہ مشکوۃ (۳) اشعۃ اللمعات ۳/۶۸۱ و مظاہر حق ۴/۳۲۳

تخریج حدیث: اخرجه البخاری (فی کتاب التعبیر) واخرجه مسلم (فی کتاب الرؤیا).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ رانی: فعل، ضمیر فاعل۔ ی: مفعول۔ فی المنام: رای کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد: حرف تحقیق۔ رانی: فعل فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر معلل۔ فاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الشیطن: ان کا اسم۔ لا یتمثل: فعل ضمیر فاعل۔ فی صورتی: متعلق یتمثل کے ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر ان کی خبر۔ ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر تعلیل۔ معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

جو دعویٰ کرے جو اس میں نہیں تو وہ جہنم میں جائے گا

(۲۱۶) مَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: ”جو شخص کسی ایسی چیز کا دعوی کرے جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اس کو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے۔“

لغات: وَلْیَتَبَوَّأْ: تَبَوَّأَ الْمَکَان وَبِهٖ، اقامت کرنا۔

تشریح: مسلمان کی طرح اس کا مال بھی محترم ہے بغیر اس کی اجازت کے مال لینا حرام ہے، چنانچہ صریح ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جان لو کسی بھی دوسرے شخص کا مال اس کی رضا و خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے، (۱) اسی لئے فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ ”لَا یَجُوْزُ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَخْذُ مَالِ اَحَدٍ بِغَیْرِ سَبَبٍ شَرْعِیٍّ“ (۲) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کا مال بغیر سبب شرعی کے لے لے۔

روایت بالا میں بھی اس امر پر تنبیہ ہے کہ کسی کے مال پر بلاوجہ دعوی کرنا اپنی ملک ثابت کرنے کے لئے کس قدر عظیم گناہ ہے کہ اسے اپنی امت میں شمار نہیں فرمایا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو لوٹ مار کرے وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔ (۳)

غرض کسی بھی طرح دوسرے کے مال پر قبضہ بدون اس کی اجازت کے جائز نہیں ہے۔ ایک جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: کسی سے لی ہوئی چیز جب تک واپس نہ کردی جائے (۴)۔ مطلب یہ ہے کہ جس کسی سے کوئی چیز لی ہے جب تک اس کو واپس نہ کرلے اس لینے والے کے ذمہ واجب الادا ہے (۵) بسا اوقات آدمی ہنسی مذاق میں دوسرے کا مال لے لیتا ہے اور نیت واپس کرنے کی نہیں ہوتی آج کل جیسے لوگ کرتے ہیں اس کی بھی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے چنانچہ فرمایا کہ: تم میں سے کوئی بھی اپنے مسلمان بھائی کی لاٹھی ہنسی مذاق میں اس مقصد سے نہ لے کہ وہ اس کو رکھ لے گا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے عصا لے وہ اس کو واپس کردے۔ (۶)

”ولیتبوأ مقعده من النار“: ظاہر ہے کہ جب وہ ملکیت قہری ہوگا تو اس کا ٹھکانہ سوائے جہنم کے اور کیا ہوگا۔ ایک جگہ صاف ارشاد عالی ہے کہ: اگر موسیٰ علیہ السلام بھی ہوتے تو ان کو بھی میرے اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ (۷) بہر حال یہاں پر خروج حقیقی مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ عمل مسلمان کی شان کے مناسب نہیں ہے، حاصل یہ کہ وہ ایسا شخص نہیں جس کو مسلمان برادری کا فرد سمجھا جائے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الاقضیة والشهادات“ ص ۳۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

(۱) مشکوۃ ۲۵۵ (۲) ھندیہ ۲/۷۷۸ (۳) مشکوۃ ۲۵۵ (۴) مشکوۃ ۲۵۵
(۵) مظاہر حق ۱۵۶ (۶) مشکوۃ ۲۵۵ (۷) مظاہر حق ۳/۱۵۷

عن أبی ذر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ أنّہ سمع رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقول: من ادّعی مالیس لہ فلیس منّا ولیتبوّأ مقعدہ فی النّار.

تخریجِ حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب الایمان (باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر) عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما.

ترکیبِ حدیث: من: حرف شرط۔ ادعی: فعل ضمیر فاعل۔ ما: موصول۔ لیس: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ لہ: کائنا کے متعلق ہوکر لیس کی خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر ادعی کے لئے مفعول ہوا، پھر یہ شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیس: فعل ناقص ضمیر اس کا اسم۔ منا: محذوف کے متعلق ہوکر لیس کی خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لیتبوأ: فعل، ضمیر فاعل، مقعدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ من النار: متعلق۔ لیتبوأ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

روزہ رکھنے والے کے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں

۲۴۷ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

ترجمہ: ''جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے تمام وہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں جو اس نے اس سے پہلے کئے تھے اور جو شخص رمضان میں کھڑا ہوا ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر تو اس کے وہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں جو اس نے اس سے پہلے کئے تھے۔''

لغات: قَامَ: (ن) قَوْمًا وَقِيَامًا بمعنی کھڑا ہونا، مراد یہاں پر تراویح پڑھنا ہے۔

تشریح: "ایمانا": اس لفظ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عمل کرنے والے کا شریعت پر پورا یقین ہو اور وہ اس جذبہ کے ساتھ اس عبادت کو پورا کرے کہ شریعت نے یہ عبادت میرے اوپر ضروری قرار دی ہے اس کو کروں گا تو باعث اجر وثواب اور تقرب الٰہی کا باعث ہوگی اور اگر میں نہیں کروں گا تو شریعت کی نگاہ میں گناہ گار ہوں گا۔

''واحتسابا'': اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی رضامندی ہی اس عبادت کا مقصود ہے اور جس اجر کا شریعت نے وعدہ کیا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اس عبادت کو پورا کرے۔

''غفر له ماتقدم من ذنبه'': اس کے پہلے کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، مگر علامہ نووی رحمہ اللہ اور محققین علماء کرام فرماتے ہیں کہ: ان جیسی روایات سے صغیرہ گناہ کی معافی مراد ہوتی ہے کبیرہ گناہ نہیں اس کے لئے توبہ واستغفار ضروری ہے اور کوئی ایسا خوش نصیب شخص ہو کہ اس کے گناہ ہی نہ ہوں تو علماء کرام فرماتے ہیں کہ وہ عبادت اس کے درجات بلند ہونے کے لئے سبب بن جائے گی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الصوم'' ص ۱۷۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدّم من ذنبه ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غُفر له ما تقدّم من ذنبه ومن قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غُفر له ما تقدّم من ذنبه.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی باب الترغیب فی قیام رمضان واخرجه البخاری فی کتاب الصوم (باب فضل لیلة القدر).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ صام: فعل، ضمیر ذوالحال۔ ایمانا: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ احتسابا: معطوف۔

معطوف معطوف علیہ سے مل کر حال، ذوالحال حال سے مل کر صام کا فاعل۔ رمضان: مفعول۔ صام فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ غفر: فعل مجہول۔ لہ: غفر کے متعلق۔ ما: موصولہ۔ تقدم: فعل، ضمیر فاعل۔ من ذنبہ: تقدم کے متعلق ہوکر صلہ، موصول صلہ سے مل کر غفر کے لئے نائب فاعل ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ (آگے جملہ کی ترکیب بھی بعینہٖ سابق کی طرح ہے)

من قام رمضان ایمانا واحتسابا: شرط۔ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ: جزا، جملہ شرطیہ۔ من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا: شرط۔ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ: جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہئے

۲۴۸ مَنْ اَکَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَ نَا فَاِنَّ الْمَلٰئِکَةَ تَتَأَذّٰی مِمَّا یَتَأَذّٰی مِنْهُ الِانْسُ.

تَرجَمَہ: ”جو شخص اس بدبودار درخت سے کچھ کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے بھی ان چیزوں سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جن سے انسان تکلیف محسوس کرتا ہے۔“

لُغَات: اَلْمُنْتِنَة: اسم فاعل عَنْ اِفْعَال نَتَنَ (ض، س) نَتْنًا وَنَتُنَ (ك) نَتَانَةً بمعنی بدبودار ہونا۔ تَتَأَذّٰی: تکلیف پہنچنا أَذِیَ (س) اَذًی تکلیف پانا، قال تعالٰی: ﴿قُلْ هُوَ اَذًی﴾. اَلِانْسُ: بمعنی آدمی، اَنِسَ: (س، ك) (ض) اَنْسًا بِهِ، اِلَيْهِ بمعنی مانوس ہونا۔ محبت کرنا۔

تَشرِیح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ بدبودار چیز کھا کر کوئی شخص مسجد میں نہ آئے کیونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اللہ خود پاک ہیں تو وہ گندگی کو پسند نہیں کرتے، اسی طرح فرشتے بھی پاک ہیں وہ بھی گندگی کو پسند نہیں کرتے۔

”هذه الشجرة المنتنة“: اس سے کون سا درخت مراد ہے؟

تو بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ پیاز کا اور بعض نے لہسن کا اور بعض نے اور بھی دوسرے درختوں کے بارے میں فرمایا ہے، مگر اس میں قانون یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں بدبو ہو خواہ اس کا تعلق کھانے پینے کے ساتھ ہو یا کسی اور چیز کے ساتھ ہو مثلاً منہ کی غلاظت بغل کی بدبو کپڑے کا گندا ہونا وغیرہ سب اس میں داخل ہوں گی۔

”فلا یقربنّ“: اور دوسری روایت میں ایسے شخص کے لئے فرمایا کہ قبرستان میں جائے مسجد میں نہ آئے تا کہ پہلے بدبو کو ختم کر کے اپنے کو پاک وصاف کر لے جیسے کہ خداوند قدوس کا حکم ہے ﴿خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ﴾ زینت پکڑو مسجد کے لئے۔

”مسجد نا“: علماء کرام فرماتے ہیں: اس میں مدرسہ جہاں پر قرآن وحدیث کی تعلیم ہوتی ہو یا ذکر وتسبیح کے حلقے لگتے ہوں یا وعظ ونصیحت کی جگہ ہو سب شامل ہیں کیونکہ ان سب جگہوں پر فرشتوں کا کثرت سے نزول ہوتا رہتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب المساجد ومواضع الصلوۃ“ ص ۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من أكل من هذه الشّجرة المنتنة فلا يقربنّ مسجدنا فان الملائكة تتأذّى مما يتأذى منه الانس.

تَخرِیجِ حَدِیث: اخرجه مسلم فی کتاب المساجد (باب نهی من اکل ثوما او بصلا او کراثا)، واخرجه

البخاری فی کتاب الاذان (باب ماجاء فی الثوم النی البصل و الکراث).

ترکیبِ حدیث: من: حرف شرط۔ اکل: فعل، ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔ ھذہ: اسم اشارہ۔ الشجرۃ المنتنۃ: موصوف صفت سے مل کر مشارالیہ ہوکر مجرور ہوا، پھر جار مجرور متعلق اکل فعل کے ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لا یقربن: فعل، ضمیر فاعل۔ مسجدنا: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معلل۔ فاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الملئکۃ: اسم۔ تتاذی: فعل فاعل۔ من: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ یتاذی: فعل۔ منہ: یتاذی کے متعلق۔ الانس: فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوکر تتاذی کے متعلق ہوکر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

قاضی کو گویا بغیر چھری کے ذبح کیا جاتا ہے

(۲۴۹) مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ.

ترجمہ: ”جس شخص کو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا اسے بغیر چھری کے ہی ذبح کردیا گیا۔“

لغات: قَاضِيًا: قَضِیَ (س) قَضَاءً، فیصلہ کرنا، حاجت پوری کرنا جمع قُضَاۃ قَاضِیُ الْقُضَاءِ: قاضیوں کا رئیس، چیف جسٹس۔ سِكِّيْن: بروزن حِرِّيْف، بمعنی چھری جمع سَكَاكِيْن.

تشریح: یہاں پر ذبح کے معروف معنی یعنی ہلاکت بدن مراد نہیں ہیں بلکہ یہاں پر معنی ہلاکت روحانی یعنی چین وسکون کی ہلاکت مراد ہے (۱) مطلب یہ ہے کہ عہدۂ قضا ایک ابتلاء ہے، قاضی انتہائی سخت ترین جگہ پر ہوتا ہے کہ امور مسلمین کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے ذرا سی لغزش سے دین کا زبردست نقصان ہوتا ہے اسی لئے حدیث میں قاضی بننے کی خواہش کرنے سے منع فرمایا گیا ہے چنانچہ فرمایا کہ حکومت وسیاست کی طلب نہ کرو کیونکہ تمہاری طلب وخواہش پر دے دی گئی تو تمہیں اسی کے سپرد کردیا جائے گا اور بغیر طلب وخواہش کے تم کو دے دی گئی تو پھر تمہاری مدد کی جائے گی۔ (۲)

بغیر اعانت الٰہی کے امارت انتہائی مشکل کام ہے جو ناممکن ہے کہ صحیح طور پر ادا ہوسکے، ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بغیر طلب کے امیر وقاضی بنا دیا جائے تو ایک فرشتہ اس پر مقرر کیا جاتا ہے جو اس کو امور صحیح کی طرف رہنمائی کرتا ہے (۳) ایک جگہ یوں ارشاد عالی ہے کہ تم سب سے بہترین شخص اس کو پاؤ گے جو اس چیز یعنی امارت وقضا کو بہت زیادہ ناپسند کرتا ہو۔ (۴)

ان سب کے باوجود اگر ایسا ہے کہ مسلمانوں کے امور امارت وقضا کو سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر صلاحیت رکھتا ہو تو اپنے آپ کو امارت وقضا کے لئے پیش کرنا واجب ہے۔ (۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب العمل فی القضاء والخوف منه“ ص۳۲۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من جعل قاضيا بين الناس فقد ذبح بغير سكين.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی أوائل كتاب القضاء (باب فی طلب القضاء) وأخرجه ابن ماجة فی كتاب الأحكام (باب ذكر القضاء) وأخرجه التّرمذی فی ابواب الاحكام (باب ماجاء عن رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی القاضی).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ جعل: فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل۔ قاضیا: مفعول۔ بین الناس: مفعول فیہ، جعل فعل اپنے نائب فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد: حرف تحقیق۔ ذبح: فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل۔ باء: حرف جار۔ غیر سکین: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر ذبح کے متعلق ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۳/۶۹۳ (۲) مشکوۃ ۳۲۰ (۳) مشکوۃ ۳۲۴ (۴) مشکوۃ ۳۲۰ (۵) فتاوی ہندیہ ۳/۳۰۶

اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا شرک ہے

﴿۲۵۰﴾ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ.

ترجمہ: ''جس شخص نے اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی قسم کھائی تو اس نے شرک کا کام کیا۔''

لغات: حَلَفَ (ض) حَلْفًا وَحِلْفًا بمعنی قسم کھانا، جمع ''احلاف.''

تشریح: اللہ ہی ایسے کمال عظمت وجلالت کا مالک ہے اس کے ہی نام سے قسم کھائی جائے، جو غیر اللہ کی قسم کھاتے ہیں مثلاً تمہارے باپ کی قسم! تمہاری اولاد کی قسم! یا تمہارے سر کی قسم! وغیرہ اس شخص نے غیر اللہ کو خدا کے مشابہ قرار دے دیا اس لئے اگر اعتقاد ان کی تعظیم اور عظمت کے ساتھ قسم کھائی ہے تو وہ شرک ہوگیا، اگر اعتقاد نہیں تھا جب بھی صحیح نہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤں اور پھر اس کو توڑوں یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں ایک قسم بھی غیر اللہ کی کھاؤں۔ (۱)

ہاں یہ بات الگ ہے کہ کسی قسم کی پہلے سے عادت ہے بغیر ارادہ کے اس کے منہ سے یوں ہی نکل جاتا ہے کہ تمہارے باپ کی قسم! تمہارے بیٹے کی قسم! وغیرہ تو ایسے شخص پر شرک کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ یہ قصداً ایسا نہیں کر رہا ہے مگر تب بھی اس کو احتیاط کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ (۲)

سؤال: خدا تعالیٰ نے خود غیر اللہ کی قرآن میں متعدد جگہوں پر قسم کھائی ہے یہ کیونکر جائز ہوا؟

جواب: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اِنَّ اللّٰهَ يُقْسِمُ بِمَا شَاءَ مِنْ خَلْقِهِ وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يُقْسِمَ اِلَّا بِاللّٰهِ''

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھالے مگر کسی دوسرے کے لئے اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔'' (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الایمان والنذر'' ص ۲۹۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: سمعت رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: من حلف بغير الله فقد اشرك.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب النّذور والایمان (فی الباب الذی بعد باب فی کراهية الحلف بالله).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ حلف: فعل، ضمیر فاعل۔ بغیر اللہ: حلف کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فقد اشرك: جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۳/۴۸۸ (۲) مظاہر حق ۳/۴۹۵ (۳) الاتقان فی علوم القرآن

مہمان کا اکرام کرنا چاہئے

(۲۵۱) مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ.

ترجمہ: ”جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ بھلی بات کرے یا چپ رہے۔“

لغات: فَلْيُكْرِم: اِكْرَامًا، اَكْرَمَهُ، بمعنی عزت کرنا، تعظیم کرنا، تَكَرَّمَ، بتکلف اکرام کرنا۔ لِيَصْمُتْ: صَمَتَ (ن) صَمْتًا وَصُمُوْتًا بمعنی خاموش رہنا، صَمَّتَ، أَصْمَتَ: خاموش رہنا، خاموش کرنا۔

تشریح: ”فليكرم ضيفه“: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مہمان کا اکرام یہ ہے کہ جب وہ آ جائے تو اس پر خوشی کا اظہار کرے اور پھر اس کا تین دن تک اکرام کرے پہلے دن اپنی حیثیت کے مطابق اور کچھ تکلف کرے تو اچھا ہے اور پھر دوسرے اور تیسرے دن جو کچھ حاضر ہوا سے حاضر کردے، تین دن کے بعد جب تک بھی اکرام کرتا ہے تو پھر اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (۱)

”لا يؤذ جاره“: اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے، اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پڑوسی کے سب سے کم درجہ کو اس جزء میں یہاں فرمایا گیا ہے کہ اس کے ساتھ کچھ احسان نہیں کرسکتے تو کم از کم اس کو تکلیف تو نہ دو، ایک دوسری روایت میں ”فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ“ ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی ہر ممکن مدد کرے اگر وہ حاجت مند ہو تو اس کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کی جائے اگر وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا تو اس کی مدد کی جائے۔ (۲)

”فليقل خيراً أو ليصمت“: اس جیسے مضمون کی ایک روایت پہلے گذر چکی ہے ”مَنْ صَمَتَ نَجَا“ خاموش رہنے والا نجات پاتا ہے، بولنے سے پہلے سوچ لے کہ اگر اس بات میں خیر اور ثواب ہے تو اس کو بولے ورنہ اپنی زبان بند رکھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اَلنَّاسُ بِعُقُوْلِهِمْ وَعُقُوْلُهُمْ بِكَلَامِهِمْ“ کہ لوگ اپنی اپنی عقول سے ممتاز ہوتے ہیں، ان کی عقول ان کے کلام سے ظاہر ہوتی ہیں، اس لئے خیر کی بات کہے یا خاموش رہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الضيافة“ ص ۳۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ومن كان يؤمن بالله

(۱) مرقاۃ ۸/۲۰۱ (۲) مرقاۃ ۸/۲۰۱

واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت وفى رواية بدل الجار ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليَصل رحِمه.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الادب (باب من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يؤذ جاره) واخرجه مسلم فى كتاب الايمان (باب الحثّ على اكرام الجار والضيف ولزوم الصمت)

ترکیبِ حدیث: من: حرف شرط۔ کان: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ یؤمن: فعل، ضمیر فاعل۔ باء: حرف جار۔ لفظ اللّٰہ: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ الیوم الاخر: موصوف صفت سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر مجرور ہوکر یؤمن کے متعلق، پھر یؤمن کان کی خبر، کان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیکرم: فعل فاعل۔ ضیفہ: مفعول، لے کرم فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ (آگے کے جملوں کی ترکیب ماقبل کی ترکیب کی طرح ہے) "من كان يؤمن بالله واليوم الاخر": شرط۔ فلا يؤذ جاره: جزاء۔ من كان يؤمن بالله واليوم الاخر: شرط۔ فليقل خيرا او ليصمت: جزاء۔

عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنے پر پوری رات عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے

(۲۵۲) مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ.

ترجمہ: ”جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا اس نے نصف رات کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور جس شخص نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا اس نے تمام رات کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔“

لغات: اَلْعِشَاء: بکسر العین، عشاء کی نماز، بفتح العین رات کا کھانا۔

تشریح: اس حدیث کے عموماً دو مطلب بیان کئے جاتے ہیں:

اول: یہ کہ جو ظاہری الفاظ حدیث سے مفہوم ہو رہا ہے کہ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے والے کو آدھی رات تک نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے (۱) اور فجر کی نماز با جماعت پڑھنے والے کو پوری رات نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

دوم: مطلب بعض علماء نے یہ بیان فرمایا کہ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کا ثواب آدھی رات نماز پڑھنے کے برابر ہے اور پھر جب اس نے فجر کی نماز پڑھ لی تو اب بقیہ آدھی رات نماز کا ثواب بھی اس کو ملا، اب دونوں نمازوں (عشاء فجر) کے با جماعت پڑھنے سے اس کو پوری رات نماز کا ثواب ملا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب فضائل الصلوۃ“ ص ۶۲ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عثمان رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من صلی العشاء فی جماعۃ فکانّما قام نصف اللّیل و من صلّی الصبح فی جماعۃ فکانّما صلّی اللّیل کلّہ.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب المساجد (باب فضل الجماعۃ).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ صلی: فعل فاعل۔ العشاء: مفعول۔ فی جماعۃ: صلی کے متعلق، صلی فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ کان: حرف شبہ بالفعل۔ ما: کافہ عن العمل۔ قام: فعل فاعل۔ نصف اللیل: قام کے لئے مفعول، قام فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

من صلّی الصّبح فی جماعۃ فکانّما صلّی اللّیل کلہ: بعینہٖ ماقبل کی ترکیب کی طرح ہے۔

---

(۱) بعض علماء کے نزدیک نماز سے مراد مطلقاً عبادت ہے۔

آدمی کا نسب اس کے کام نہیں آئے گا

⑮ مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ.

ترجمہ: ''جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے رکھا اس کا نسب (قیامت میں) اس کو آگے نہیں لے جائے گا۔''

لغات: بطَّأَ: بمعنی دیر کرنا، مؤخر کرنا، بَطُاءَ (ك) بُطاءً بِطَاءً، دیر کرنا۔ يَسْرَع: بمعنی جلدی کرنا، فِی الْمَشْیِ، جلدی چلنا۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ انسان کو آخرت کی کامیابی کے لئے اپنے حسب ونسب پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ آخرت کی کامیابی کا دارومدار ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے تو اب اگر ایک آدمی بلند حسب ونسب والا ہے مگر اعمال صالحہ میں کوتاہی کرتا ہے تو آخرت کے اعتبار سے یہ ناکام ہوگا، بخلاف اس کے کہ آدمی زیادہ حسب ونسب والا تو نہیں مگر اعمال صالحہ کرنے والا ہے تو انشاء اللہ آخرت کے اعتبار سے یہ کامیاب ہوگا کیونکہ انسان کا اللہ کے ساتھ کوئی خونی رشتہ نہیں اگر انسان خدا کے ساتھ تعلق کرنا چاہتا ہے تو تعلق اعمال اور تقویٰ سے ہوسکتا ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ کا خود ارشاد ہے ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

اسی مفہوم کو حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کسی کالے کو گورے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ، ملا جامی نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی ❁ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ترجمہ: ''اے جامی! جب تم اس پر عاشق ہو تو اب حسب ونسب کے چکر میں نہ پڑو کیونکہ اس راستے میں فلاں ابن فلاں کوئی چیز نہیں۔''

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۲ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنه رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدّنيا نفس اللّٰه عنه كربة من كرب يوم القيامة، ومن ستر مسلما ستره اللّٰه فی الدنيا والاخرة، واللّٰه فی عون العبد ما كان العبد فی عون أخيه، ومن سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل اللّٰه به طريقا الى الجنّة، وما اجتمع قوم فی بيت من بيوت اللّٰه يتلون كتاب اللّٰه ويتدارسونه بينهم الاّ نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرّحمة وحفتهم الملائكة وذكرهم اللّٰه فيمن عنده ومن بطّأبه عمله لم يسرع به نسبه.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب العلم (باب فضل العلم) واخرجه مسلم فی کتاب الذّکر والدّعاء (باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ بطأ: فعل۔ به: جار مجرور بطأ کے متعلق۔ عمله: بطأ کا فاعل۔ بطأ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر شرط۔ لم یسرع: فعل۔ به: یسرع کے متعلق۔ نسبه: فاعل، فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

حاجی گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے گویا اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے

(۲۵۴) مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

ترجمہ: ”جو شخص اللہ کی رضامندی کے لئے حج کرے نہ اس میں جماع سے متعلق بات کرے اور نہ ہی برے کام کرے تو وہ ایسا واپس آتا ہے جیسے کہ جس دن اس کی ماں نے جنا تھا۔“

لغات: رَفِثَ: (ن) رَفْثًا (س) رَفَثاً فِي الْكَلَامِ، گندی بات کرنا۔ اسی سے رَفَث آتا ہے، بمعنی جماع کرنا، قال تعالیٰ ﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ﴾. فَسَقَ: (ن. ض. ك) فِسْقًا، وَفُسُوقًا، بمعنی بدکاری کرنا اسی سے فَاسِق آتا ہے۔ اس کی جمع فَسَقَه، فُسَّاق آتی ہے۔ وَلَدَ: (ض) وِلَادَةً بمعنی پیدا کرنا، جننا۔

تشریح: جو شخص اللہ کے لئے حج کرے حج کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ ہو مثلاً تجارت شہرت وغیرہ تو اس کے لئے اس حدیث میں یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ایسے حج کرنے والے کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور گویا کہ وہ آج ہی اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے بشرطیکہ اپنے آپ کو حج کے ایام میں رفث اور فسق سے بچا کر رکھے۔ علامہ زجاج رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ”رفث“ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کو مرد عورت سے چاہتا ہے بعض کہتے ہیں رفث فحش اور بری بات کو کہتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: فسوق ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے محرم کو منع کیا گیا ہے وہ چھ چیزیں ہیں:

اول: وطی اور جو وطی کی طرف مائل کریں مثلاً بوسہ وغیرہ۔

دوم: خشکی کا شکار۔

سوم: بالوں کا اور ناخن وغیرہ کو کاٹنا۔

چہارم: بدن یا کپڑے وغیرہ میں عطر کا استعمال، یہ چار چیزیں مرد اور عورت دونوں کے لئے منع ہیں اور دو چیزیں صرف مردوں کے لئے منع ہیں۔

پنجم: سلا ہوا کپڑا اور موزہ پہننا۔

ششم: سر کا ڈھانکنا۔

ان چیزوں سے بچتے ہوئے حاجی حج کرے گا تو پھر اس کے لئے حدیث بالا والی فضیلت ہوگی کہ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوکر گھر لوٹے گا جیسے کہ آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب المناسک“ ص ۲۲۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج لله فلم يرفث ولم

يفسق رجع كيوم ولدته امه.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المناسك (باب فضل الحج المبرور) واخرجه مسلم فی كتاب الحج (باب فضل الحج والعمرة).

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ حج: فعل فاعل۔ لله: حج کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ فلم یرفث ولم یفسق: ایک دوسرے پر عطف ہوکر شرط۔ رجع: فعل، ضمیر ذوالحال۔ ك: حرف جار۔ یوم: موصوف۔ ولدته: فعل۔ ہ: ضمیر مفعول۔ امه: مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوکر محذوف کے متعلق ہوکر حال، حال ذوالحال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

شہادت کی تمنا پر شہید کا ثواب ملتا ہے

۱۵۵ مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ.

ترجمہ: ''جو شخص سچے دل سے شہادت کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں کے درجہ پر پہنچادے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی مرا ہو۔''

لغات: فِرَاشِهِ: بمعنی بچھونا، بستر، اس کی جمع ''أَفْرِشَة'' وغیرہ آتی ہے، (ن، ض) فَرْشًا، بچھانا۔

تشریح: ''بصدق بلغه الله منازل الشهداء'': طلب صادق کی وجہ سے شہداء جیسا اس کو ثواب ملتا ہے۔[1]

علماء کرام فرماتے ہیں: اس کو شہداء کا ثواب اس کی نیت کی بناء پر مل رہا ہے، حدیث میں بھی آتا ہے ''نِيَّةُ الْمَرْءِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهِ'' آدمی کی نیت اس کے عمل سے بڑھی ہوئی ہے، شہادت کی نیت کے ساتھ مرنے والا اگرچہ بستر پر مر رہا ہے اس کو حکمی شہید کہا جائے گا حقیقی شہید وہ ہوتا ہے جو میدان جنگ میں پایا جائے اس حال میں کہ اس کے جسم پر زخم کے نشانات موجود ہوں مگر یہ بستر پر مرنے والا جو زندگی بھر جہاد میں شرکت کی نیت کرتا رہا مگر اس کو عملی طور پر شرکت کرنے کا موقعہ نہیں ملا تو ''إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ'' کی وجہ سے اس کو شہید والا درجہ مل گیا۔

علماء فرماتے ہیں: اس حکمی شہید پر حقیقی شہید والا معاملہ دنیا میں نہیں کیا جائے گا کیونکہ حقیقی شہید کو نہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ اس کے جسم سے خون وغیرہ کو صاف کیا جاتا ہے مگر اس حکمی شہید کو غسل بھی دیا جائے گا جبکہ اس کے ساتھ وہ تمام کام کئے جائیں گے جو ایک عام آدمی کے مرنے پر کیا جاتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الجهاد'' ص ۳۲۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل بن حنيف رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وان مات على فراشه.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فى كتاب الامارة (باب استحباب طلب الشهادة فى سبيل الله تعالىٰ).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ سأل: فعل فاعل۔ لفظ اللّٰه: مفعول اول۔ الشهادة: مفعول ثانی۔ بصدق: سأل کے متعلق، پھر سأل فعل اپنے فاعل متعلق اور دونوں مفعولوں سے مل کر شرط۔ بلغ: فعل۔ ہ: مفعول۔ لفظ اللّٰه: فاعل۔ منازل الشهداء: مضاف مضاف الیہ مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعولوں سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ ان: حرف شرط۔ مات: فعل فاعل۔ على فراشه: مات کے متعلق ہو کر شرط۔ بلغه الله منازل الشهداء: جزاء، اس کی جزاء محذوف ہے کیونکہ ماقبل کا یہ جملہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

---

(۱) مرقاۃ ۷/۲۷۹

اللہ کے راستہ کے لئے گھوڑا پالنے والے کی قیامت کے دن ہر چیز تولی جائے گی

(۲۵۶) مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِیْمَانًا بِاللّٰہِ وَتَصْدِیْقًا بِوَعْدِہٖ فَاِنَّ شِبْعَهٗ وَرِیَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِیْ مِیْزَانِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

تَرجَمَہ: ''جس شخص نے اللہ کے راستے کی نیت سے گھوڑا پالا اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کو سچ جانتے ہوئے تو اس گھوڑے کا چارہ اور پانی اور اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے اعمال کے ساتھ تولا جائے گا۔''

لُغات: اِحْتَبَسَ: بمعنی قید کرنا، روکنا، لازم اور متعدی دونوں آتا ہے۔ حَبَسَ (ض) حَبْسًا بمعنی قید کرنا، روکنا۔ شِبْعَہ: اتنا کھانا جس سے پیٹ بھر جائے، شَبِعَ (س) شَبْعًا بمعنی آسودہ ہونا۔ رِیَّہٗ: رِیًّا، سیراب ہونا، رَوْثَہٗ: بمعنی لید جمع أَرْوَاث، رَاثَ (ن) رَوْثًا الفرس، گھوڑے کا لید کرنا۔

تَشرِیح: "ایمانا باللّٰہ و تصدیقا بوعدہ": مطلب یہ ہے کہ اس نے جہاد اور دشمنوں سے لڑائی کے لئے جو گھوڑا پالا اس میں اس کی نیت محض اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کی ہو اور جو اللہ نے اس پر وعدہ فرمایا ہے اس پر استحضار ہو۔ (۱)

"شبعہ وریہ": اس سے مراد تمام وہ چیزیں ہیں جس سے جانور اپنا پیٹ بھرتا ہے اور سیراب ہوتا ہے مثلاً گھاس دانہ، بھوسا وغیرہ، حدیث بالا سے معلوم ہوا ان تمام چیزوں کا ثواب قیامت کے دن اس کے اعمال میں لکھا ہوا ہوگا اور پھر اعمال کے ترازو میں اس کو تولا بھی جائے گا۔ (۲) آج تو یہ پیشاب پاخانہ کی شکل میں ہے مگر یہی کل قیامت کے دن ثواب کی شکل میں ملے گا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب اعداد آلۃ الجہاد" ص ۳۳۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا باللہ وتصدیقا بوعدہ فان شبعہ وریہ وروثہ وبولہ فی میزانہ یوم القیامۃ.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الجہاد (باب من احتبس فرسا فی سبیل اللہ).

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ احتبس: فعل، ضمیر ذوالحال۔ فرسا: مفعول۔ فی سبیل اللہ: متعلق احتبس کے۔ ایمانا: مصدر اسم فاعل، ضمیر فاعل۔ باللہ: متعلق ہوا اور پھر یہ معطوف علیہ۔ تصدیقا بوعدہ: (ماقبل کی ترکیب کی طرح) معطوف،

(۱) مرقاۃ ۷/۳۱۶ (۲) مظاہر حق ۳/۷۶۲ (۳) التعلیق الصبیح ۴/۲۵۰

معطوف معطوف علیہ سے مل کر حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، اقتبس فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ انّ: حرف مشبہ بالفعل۔ شبعه وريه وروثه وبوله: ایک دوسرے پر عطف ہوکر انَّ کا اسم۔ فی: حرف جار۔ میزانه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر ثابت کے متعلق ہوا۔ یوم القیامۃ: مفعول ثابت کے لئے، ثابت اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

جس شخص کے بال ہوں وہ ان کو اچھی طرح رکھے

۲۵۷ مَنْ کَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ.

ترجمہ: ''جس شخص کے بال ہوں وہ ان بالوں کو اچھی طرح رکھے۔''

لغات: شَعْرٌ: بال جمع اَشْعَار.

تشریح: جب آدمی بال رکھے اور پھر اس کا خیال نہ رکھے تو اسمیں گندگی پیدا ہو جائے گی اور پھر اس میں جوں وغیرہ پیدا ہوگی اسی طرح اور بھی اس میں خرابی پیدا ہوتی ہے اسی وجہ سے فرمایا گیا جو بالوں کا خیال رکھ سکتا ہے وہ بال رکھے ورنہ نہ رکھے۔

''فلیکرمه'': جب بال رکھے تو اس کو دھویا بھی کرے اور تیل بھی لگایا جائے اور کنگھا بھی کرے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ اسمیں لگا رہے، اس میں بھی شریعت مطہرہ نے اعتدال کرنے کا حکم دیا ہے کہ ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن تیل لگایا جائے اور اس میں کنگھی کی جائے، افراط وتفریط سے بچے، یہ بھی نہیں کہ آدمی اس کا بالکل خیال ہی چھوڑ دے اور یہ بھی نہیں کہ اس کا خیال چوبیس گھنٹے رکھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو جتنا اسلام نے مہذب وشائستہ بنایا ہے اتنا کسی اور مذہب نے نہیں بنایا یہاں تک کہ صفائی کو شریعت نے دین کا جزء بنا دیا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الترجل'' ص۳۸۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: من كان له شعر فليكرمه.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داؤد فی كتاب الترجل (باب فی اصلاح الشعر).

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ کان: فعل۔ له: کان کے متعلق۔ شعر: کان کا فاعل، کان اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ فلیکرمه: فعل فاعل مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(نوع آخر منه)

اسی جملہ شرطیہ کی دوسری قسم کا بیان ہوگا۔

نیکی اچھی لگے اور برائی بری تو وہ شخص مؤمن ہے.

۲۵۸ اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَائَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ.

ترجمہ: ”جب تمہاری نیکی تمہیں بھلی لگے اور تمہاری برائی تمہیں بری لگے تو سمجھو کہ تم مؤمن ہو۔“

لغات: سَرَّتْكَ: سَرَّ (ن) سُرُوْرًا وَسُرًّا بمعنی خوش کرنا۔ حَسَنَتُكَ: بمعنی نیکی جمع حسنات۔ سَائَتْكَ: سَاءَ (ن) سَوْءًا، برا ہونا، سَيِّئَتُكَ: بمعنی برائی، گناہ، جمع سَيِّئَاتٌ۔

تشریح: یہ حدیث ایک صحابی کے اس سوال پر کہ ایمان کیا ہے، اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمائی گئی، سائل کا مقصود حقیقت ایمان کے بارے میں سوال کرنا نہیں تھا بلکہ ایمان کی علامات واشارات کے بارے میں سوال تھا کہ ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ ہمارے اندر ایمان ہے یا نہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اذا سرتك حسنتك .... الخ کہ جب کوئی نیکی کا کام اللہ کروائے تو دل میں خوشی ہو اور اگر بشریت کے تقاضے پر کوئی کام ایسا سرزد ہوجائے جو شریعت نے منع فرمایا ہے اس کے کرنے کے بعد دل میں اللہ کا خوف آجائے اگر یہ کیفیت وہ اپنے اندر محسوس کررہا ہے تو سمجھ لے کہ ابھی ایمان موجود ہے کیونکہ ایمان کا ادنیٰ تقاضہ یہی ہے کہ آدمی خیر وشر میں تمیز کرے ورنہ کسی غیر مسلم کے دل میں نہیں آسکتی۔ (۱)

بالفاظ دیگر اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت ایمانی اور حالت کفر کی مثال تندرست اور بیمار آدمی کے ساتھ دی ہے کہ تندرست آدمی کے حواس درست اور صحیح ہوتے ہیں میٹھی چیز کے کھانے کے بعد وہ اس کو میٹھی ہی لگے گی اور اگر بیمار ہے تو میٹھی چیز کھانے کے بعد وہ اس کو کڑوی لگتی ہے اسی طرح سے ایمان والا نیکی اور بدی کا شعور رکھتا ہے کہ یہ نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہے بخلاف غیر مسلم کے کہ اس کو یہ احساس اور شعور نہیں ہوتا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الایمان“ ص ۱۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی امامة رضی الله عنه أنّ رجلا سأل رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ما الایمان؟ قال: اذا

---

(۱) مظاہر حق ۱/۱۳۱

سرّتك حسنتك وساء تك سيّئتك فأنت مؤمن، قال يارسول الله فما الاثم؟ قال اذا حاك فى نفسك شئ فدعه.

تخریجِ حدیث: اخرجه الامام احمد فى مسنده عن ابى امامة ٢٥٢/٥.

ترکیبِ حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ سرت: فعل۔ ك: مفعول۔ حسنتك: فاعل، سرت فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ سائتك سيئتك: ماقبل کی طرح ترکیب ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ انت: مبتداء۔ مؤمن: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

نااہل کے جب کام سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو

۲۵۹ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.

ترجمہ: ''جب (حکومت وغیرہ) کا کام نااہل کے سپرد ہو جائے تو اس وقت تم قیامت کا انتظار کرو۔''

لغات: توَسَّدَ: اَلامْرُ، کسی کے ذمہ کوئی کام لگانا۔ اَلسَّاعَة: مراد یہاں قیامت ہے۔

تشریح: ''وسّد'': عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ لفظ سین کے شد اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے بمعنی تکیہ اور اعتماد کرنا، چنانچہ جس شخص کے ذمہ کوئی کام لگایا جاتا ہے تو گویا اس شخص پر اعتماد اور تکیہ کیا جاتا ہے۔ (۱)

''الأمر'': حکومت، امارت، قضاء وغیرہ۔

''الی غیر أھلہ'': جس شخص کے اندر اس کام کی صلاحیت نہیں جو اس کے سپرد کیا ہے خواہ وہ حکومت کا انتظام ہو یا کوئی اور کام اگر الامر سے مراد حکومت لیا جائے جیسے کہ بعض کی رائے ہے تو اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اہلیت نہ ہو تو اس کے دو مطلب ہوں گے:

اول: یہ کہ ان میں اس کی شرائط ہی نہیں ہوں، مثلاً عورتیں، بچے فاسق جہلاء وغیرہ۔

دوم: یہ کہ ان میں صلاحیت اور اہلیت تو ہو مگر وہ اس میں سستی کریں اور پوری ذمہ داری سے کام نہ کریں وہ بھی اس میں داخل ہوں گے، پھر اس کام میں طرح طرح سے خرابیاں پیدا ہو جائیں گی اور پھر لوگوں کے حقوق ضائع ہونے لگیں گے اور پھر ہر طرف پریشانی ہی پریشانی نظر آنے لگے گی۔ (۲)

اس کے بعد ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی پر قیاس کر لو تمام عالی شان کاموں کو مثلاً تدریس، فتوی نویسی، امامت، خطابت وغیرہ، جب یہ امور غیر اہل کے سپرد ہو جائیں گے تو پھر قیامت کا انتظار کیا جائے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب اشراط الساعة'' ص ۴۶۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ھریرة رضی اللہ عنہ قال: بینما النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یحدّث اذ جاء اعرابی فقال: متی الساعة؟ قال: اذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة، قال: کیف اضاعتھا؟ قال: اذا وسّد الأمر الی غیر أھلہ فانتظر الساعة.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الصوم (باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثہ فأتم الحدیث ثم اجاب السائل)

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ وسد: فعل مجہول۔ الامر: نائب فاعل۔ الی: حرف جار۔ غیر اھلہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ''الی'' کے مجرور ہو کر وسد کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ انتظر: فعل، ضمیر فاعل۔ الساعة: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) اشعة اللمعات و مرقاة ۱۰/۱۶۴ (۲) مظاہر حق ۵/۲۷ (۳) مرقاة ۱۰/۱۶۴

کسی ایک کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی کرنا منع ہے

(۲۶۰) اِذَا كُنْتُمْ ثَلٰثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ الْآخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ أَجْلِ اَنْ يَّحْزَنَهٗ.

ترجمہ: ''جب تم تین ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں یہاں تک کہ لوگوں میں مل جاؤ، ان دونوں کا یہ فعل اس تیسرے آدمی کو رنج نہ پہنچائے۔''

لغات: يَتَنَاجٰى: اَلْقَوْم. سرگوشی کرنا، قال تعالٰی ﴿فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾. تَخْتَلِطُوْا: ملنا، خَلَطَ (ض) خَلْطًا، خَلَّطَ ملانا۔ يَحْزَنُهٗ: حَزِنَ (س) حَزَنًا عَلَيْهِ، غمگین ہونا، جمع حُزَنَاء وَحِزَانٌ آئی ہے۔

تشریح: اس پاک ارشاد کا مطلب علماء یہ فرماتے ہیں کہ: جب کسی مجلس میں تین آدمی ہوں اور پھر ان میں سے دو آپس میں کانا پھوسی شروع کردیں تو تیسرا آدمی ان کا منہ دیکھتا رہے گا اور اس کے دل میں مختلف قسم کے خیالات پیدا ہوں گے معلوم نہیں یہ میرے خلاف کیا کیا منصوبے بنا رہے ہیں [۱] اور اس کے دل میں یہ خیال بھی شیطان ڈالے گا کہ میرے خلاف ہی بات کر رہے ہیں اسی وجہ سے آہستہ آہستہ کر رہے ہیں اگر میرے خلاف نہ ہوتی تو پھر یہ زور سے کرتے۔ [۲] اور اگر مجلس میں کئی آدمی ہوں اور پھر ان میں بعض آپس میں باتیں کریں تو اب اس وعید میں وہ لوگ داخل نہیں ہوں گے [۳] کیونکہ اس صورت میں کسی کی دل شکنی نہیں ہوگی۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب مجلس میں تین آدمی موجود ہوں اور دو آپس میں باتیں کریں تیسرے کو چھوڑ کر اسی طرح جب چار آدمیوں میں سے تین آپس میں سرگوشی کریں چوتھے کو چھوڑ کر یہ بھی نہی تحریمی ہوگی، قاعدہ یہ ہوا جتنے بھی آدمی مجلس میں ہوں تو ان میں ایک کو چھوڑ کر باقی آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں یہ منع ہے ہاں اگر ان باقی لوگوں نے اجازت دے دی ہو تو پھر جائز ہے۔ [۴]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الشّفقة والرحمة على الخلق'' ص۴۲۲ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبد الله ابن مسعود رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذا كنتم ثلاثة فلا يتناجى اثنان دون الآخر حتى تختلطوا بالناس من أجل أن يحزنه.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب السّلام (باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث بغير رضاه) رواه البخاری فی كتاب الاستيذان (باب اذا كانوا اكثر من ثلاثة فلا بأس بالمسارة والمناجاة).

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۲۳ (۲) مظاہر حق ۴/۵۴۱ (۳) مرقاۃ ۹/۲۲۳ (۴) مظاہر حق ۴/۵۴۱ و مرقاۃ ۹/۲۲۳

ترکیبِ حدیث:اذا: کلمہ شرط۔ کنتم:فعل ناقص،ضمیراس کا اسم۔ ثلثه: اس کی خبر،فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لا یتناجی:فعل۔ اثنان: فاعل۔ دون الاخر:مفعول۔ حتی:حرف جارہ۔ تختلطوا:فعل،ضمیر فاعل۔ بالناس: فعل کے متعلق۔ فعل فاعل اور متعلق سے مل کر حتیٰ کا مجرور ہوکر یتناجی فعل کا متعلق اول من: حرف جار۔ اجل: مضاف۔ ان یحزنه: فعل فاعل مفعول سے مل کر بتاویل مضاف الیہ ہوا،مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر یتناجی فعل کے متعلق ثانی، لایتناجی فعل اپنے فاعل مفعول اور دونوں متعلقوں سے مل کر جزاء،شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

آدمی کی موت جہاں مقدر ہے وہ وہاں ہی مرتا ہے

(۲۶۱) إِذَا قَضَى اللّٰهُ بِعَبْدٍ أَنْ يَّمُوتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً.

ترجمہ: ”جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کی موت کو کسی زمین میں مقدر کرتا ہے تو اس زمین کی طرف اس کی ضرورت پیدا کر دیتا ہے۔“

لغات: بِأَرْضٍ: بمعنی زمین جمع اَرَاضٍ آئی ہے۔

تشریح: انسان کی موت بھی مقدرات میں سے ہے آدمی کو یہ بات معلوم نہیں کہ جہاں یہ اپنی زندگی گذار رہا ہے اسی جگہ اس کو موت آئے گی یا کسی اور جگہ اس کی قبر بنے گی، سورۃ لقمان کی آخری آیت میں اس کو فرمایا ہے:

﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾

ترجمہ: ”اور کسی جی کو خبر نہیں کہ کس زمین میں مرے گا“، جہاں موت مقدر ہوتی ہے آدمی کسی بہانے سے وہاں پہنچ جاتا ہے۔[1]

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک آدمی بیٹھا تھا اتنے میں حضرت عزرائیل بھی وہاں آ گئے اس شخص کو حضرت عزرائیل بہت غور سے دیکھنے کے بعد چلے گئے، ان کے چلے جانے کے بعد اس شخص نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے معلوم کیا کہ یہ کون تھے، انہوں نے جواب دیا کہ یہ عزرائیل تھے، اس پر اس شخص نے کہا کہ انہوں نے مجھے بہت غور سے دیکھا ہے مجھ کو ڈر لگ رہا ہے مجھے فلاں جگہ پہنچوا دو، وہاں اس شخص کو پہنچا دیا گیا، جب حضرت عزرائیل حاضر ہوئے تو پوچھا کہ وہ آدمی کہاں گیا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پورا قصہ سنایا، اس پر حضرت عزرائیل نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا تھا لیکن جب میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ تو یہاں ہے مگر جب میں اس جگہ پر پہنچا جہاں اس کی روح قبض کرنے کا حکم تھا تو دیکھا کہ وہ وہاں موجود ہے، چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ آدمی کسی نہ کسی بہانے سے اپنی موت کی جگہ پر پہنچ جاتا ہے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الایمان بالقدر“ ص۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن مطر ابن عکاس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا قضی اللہ بعبد ان یموت بارض جعل لہ الیھا حاجۃ.

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی فی ابواب القدر (باب ماجاء ان النفس تموت حیث ما کتب لہ وقال الترمذی: ھذا حدیث غریب).

---

(۱) ترجمہ شیخ الہند (۲) مرقاۃ ۱/۸۱

ترکیبِ حدیث: اذا: کلمۂ شرط۔ قضی: فعل۔ لفظ اللہ: فاعل۔ بعبد: قضی کے متعلق۔ ان: مصدریہ۔ یموت: فعل، ضمیر فاعل۔ بارض: یموت کے متعلق، یموت فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط۔ جعل: فعل ضمیر فاعل۔ لہ: متعلق اول۔ الیھا: متعلق ثانی۔ حاجۃ: مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلقوں سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

شوربہ میں پانی ڈال کر ہمسایہ کا خیال رکھو

(۲۶۲) اِذَا طَبَخْتَ مَرِقَةً فَاَكْثِرْ مَاءَ هَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ.

ترجمہ: ”جب تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالو اور اپنے ہمسایہ کا خیال رکھو۔“

لغات: طَبَخَ (ف، ن) طَبْخًا، پکانا، اسی سے مطبخ آتا ہے، باورچی خانہ۔ مَرِقَةً: شوربا، مَرَقَ (ن، ض) مَرِقَ الْقِدْرَ، شوربا زیادہ کرنا۔ تَعَاهَدَ: ایک دوسرے سے معاہدہ کرنا، عہد کی تجدید کرنا۔

تشریح: اس حدیث میں پڑوسی کی اہمیت کو عجیب انداز سے بیان کیا جا رہا ہے کہ جو چیز تمہارے پاس ہو اس میں اپنے پڑوسی کا بھی حصہ رکھنا چاہئے یہاں تک کہ جب تم کھانا پکاؤ اور خاص کر کے جب تم کو یہ بات معلوم بھی ہو کہ آج پڑوسی کے یہاں کھانا کھانے کو نہیں تو اس وقت اپنی خواہش اور لذت کو چھوڑ کر اپنے پڑوسی کی ضرورت کا خیال رکھو، اس کی صورت حدیث بالا میں اس طرح بیان فرمائی گئی کہ سالن میں پانی بڑھا دو تاکہ شوربہ زیادہ ہو جائے اور پھر اس کو اپنے پڑوسی کو دے دو، (۱) یہ کام عموماً عورتوں کا ہوتا ہے وہ معمولی چیزوں کو دوسرے کے یہاں بھیجنے کو حقیر سمجھتی ہیں اس لئے بخاری میں ان عورتوں کو مخاطب فرما کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عورتو! تم میں سے کوئی عورت دوسری عوت (کے ہدیہ کو) کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (۲) اور صلہ رحمی میں مسلم اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں پڑوسی ہونے میں سب برابر ہیں جیسے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک بکری ذبح کرائی اور اپنے غلام کو فرمایا کہ سب سے پہلے اس کا گوشت پڑوسی کو دیں جب کہا گیا کہ وہ تو یہودی ہے تو فرمایا کہ یہودی ہے تو کیا ہوا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب افضل الصدقة“ ص ۱۷۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ذر رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: اذا طبخت مرقة فاكثر ماء ها وتعاهد جيرانك.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب البر والصلة (باب الوصية بالجار والاحسان اليه)

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ طبخت: فعل، ضمیر فاعل۔ مرقة: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ اکثر: فعل، ضمیر فاعل۔ ماء ها: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ تعاهد جيرانك: ترکیب سابق ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ بن کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۲/۲۸۲ (۲) بخاری: کتاب الادب (باب لا تحقرن تجارة بجارتها) (۳) ادب المفرد (باب جار اليهودی)

شرافت کے کاموں کو دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے

(۲۶۳) اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَأُوْا بِمَيَامِنِكُمْ.

ترجمہ: ”جب تم کچھ پہنو یا وضو کرو تو اپنے دائیں طرف سے شروع کرو۔“

لغات: تَوَضَّأْتُمْ: بِالْمَاءِ: وضو کرنا، وَضُوَ (ك) وُضُوْءًا، پاکیزہ ہونا۔ مَيَامِنُ: جمع مَيْمَنَة کی بمعنی داہنی جانب۔

تشریح: علماء نے ان جیسی روایات سے ایک قانون بنایا ہے وہ یہ کہ ہر وہ چیز جو از قبیل شرف و بزرگی ہو اس کو دائیں طرف سے اور جو چیز بزرگی کے قبیل سے نہ ہو اس کو بائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے، یہی بات آپ کے عمل میں بھی ملتی ہے:

”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَامُنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ“

ترجمہ: نبی کریم ﷺ دائیں طرف سے شروع کرنے کو حد ممکن پسند فرماتے تھے شان والی چیزوں میں طہارت میں کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں۔

جو شرافت کے قبیل میں سے نہیں اس کو بائیں طرف سے شروع کیا جائے گا مثلاً بیت الخلاء میں جانا، بازار جانا، مسجد سے باہر نکلنا، کپڑا اتارنا، جوتے اتارنا وغیرہ، ان چیزوں کو بائیں طرف سے اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ دائیں طرف کی تکریم واحترام ہو جائے مثال کے طور سے مسجد سے نکلتے وقت جب اس نے بایاں پاؤں کو پہلے نکالا تو اب دائیں پاؤں کی تعظیم وتکریم ہوئی کہ وہ کچھ دیر شرف والی جگہ پر رہا[1] اسی طرح علماء کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ہر دائیں طرف والی چیز میں فضیلت ہوگی وہ ہمسایہ جو دائیں طرف والا ہے وہ بائیں طرف والے سے مقدم ہوگا اسی طرح وہ فرشتہ جو دائیں کندھے والا ہے وہ بائیں کندھے والے فرشتے پر فوقیت رکھے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب سنن الوضوء“ ص ۴۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: اذا لبستم واذا توضّأ تم فَابْدَأُوْا بميامنكم.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داؤد فی کتاب اللباس (باب فی النعال).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ لبستم: فعل، ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ توضاتم: معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ ابدؤا: فعل، ضمیر فاعل۔ بمیامنکم: باء: حرف جار۔ میامنکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر ابدؤا کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۱/۲۱۰

وضو میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خیال رکھنا چاہیے

﴿۲۶۴﴾ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ اَصَابِعَ یَدَیْكَ وَرِجْلَیْكَ.

ترجمہ: ''جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرو۔''

لغات: فَخَلِّلْ: امر کا صیغہ ہے، خَلَّلَ الاَسْنَان، خلال کرنا، خَلَّ (ن) خَلًّا بمعنی سوراخ کرنا۔ أَصَابِعْ: جمع ہے اصبع کی بمعنی انگلی۔

تشریح: وضو میں ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال بھی کرنا چاہیے، اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جن لوگوں کی انگلیاں آپس میں جدا جدا اور کشادہ ہوں اور پانی بغیر تکلف کے اس میں پہنچ جاتا ہو تو اس وقت یہ خلال کرنا سنت ہوگا اور اگر انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور پانی بغیر تکلف کے ان میں نہیں پہنچتا تو اس صورت میں خلال واجب اور فرض ہوگا اور یہی تفصیل کتب شوافع میں بھی ہے۔

ہاتھ کی انگلیوں کا خلال کرنے کا طریقہ: دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر اوپر کی طرف کھینچے۔

پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنے کا طریقہ: بائیں ہاتھ کی چھنگلی کو دائیں پاؤں کی چھنگلی کے نیچے کی طرف سے داخل کر کے اوپر کی طرف خلال کرے اور ختم بائیں پاؤں کی چھنگلی پر کرے۔

ہاتھ کی انگلیوں کا خلال تو ہاتھوں کو دھونے کے بعد کرنا چاہیے اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان کا خلال پاؤں کے دھونے کے بعد کرنا چاہیے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب سنن الوضوء'' ص ۴۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: اذا توضأت فخلل اصابع یدیك ورِجْلیك.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الطهارة (باب فی تخلیل الاصابع) وقال هذا الحدیث حسن غریب).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ توضأت: فعل اپنے ضمیر فاعل سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ فخلل: فعل امر، ضمیر فاعل۔ اصابع مضاف یدیك: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ رجلیك: معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر اصابع کا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فخلل کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

کھانا کھاتے وقت جوتے اتار دینے چاہئیں

(۲۶۵) اِذَا وُضِعَ الطَّعَامُ فَاخْلَعُوْا نِعَالَکُمْ فَاِنَّهٗ اَرْوَحُ لِاَقْدَامِکُمْ.

ترجمہ: ''جب تمہارے سامنے کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتے اتار دو ایسا کرنا تمہارے پیروں کے لئے راحت کا باعث ہوگا۔''

لغات: فَاخْلَعُوْا: خَلَعَ (ف) خَلْعًا الشَّیْءَ، اتارنا، قال تعالیٰ: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ﴾ نِعَال: جمع نعل کی بمعنی جوتا، چپل۔ أَرْوَحُ: رَاحَ (ف) رَاحَةً بمعنی آرام پہنچانا، راحت بخشنا۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے نہ صرف تمام انسانیت کے دینی امور کے لئے رہبر و معلم بنایا بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام انسانیت کی زندگی کے تمام امور جو واقع ہونے والے ہیں ان کا بھی رہبر و معلم بنایا ہے، چنانچہ ترمذی شریف کی ایک روایت میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کسی یہودی نے کہا کہ تمہارے نبی تم کو تمام چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ فراغت کا طریقہ بھی؟ تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں! یعنی کہ آپ تو ہم کو تمام امور تعلیم فرماتے ہیں ان میں یہ بھی۔ (۱)

مذکورہ بالا حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کا ایک ادب تعلیم فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ اس طرح تمہیں راحت پہنچے گی، مشکوۃ کی ایک روایت میں ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے (۲) ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ کھانا کھانے میں سب سے زیادہ نافع طریقہ ہے اس لئے کہ ایک یا دو انگلیوں سے کھانا کھانے میں کھانے والے کو نہ لذت ملتی ہے نہ خوشگوار معلوم ہوتا ہے نہ ہی آسودگی پیدا ہوتی ہے۔ (۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ کھانا کھانے کے بعد پانی پینے کو منع فرمایا کرتے تھے کہ یہ مضر ہضم ہے۔ (۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھانے کا حکم فرماتے تھے خواہ ایک مشت چھوہارے ہی کیوں نہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شام کے وقت کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپے کو دعوت دیتا ہے (۵) نیز آپ کھانا کھاتے ہی سونے کو منع فرماتے تھے کہ اس سے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ اطباء نے کہا کہ جو شخص صحت کا خواہاں ہو وہ کھانے کے بعد چند قدم چلا کرے خواہ سو ہی قدم ہوں اور مسلمان اطباء کا کہنا ہے کہ کھانے کے بعد چند رکعات پڑھ لے کہ غذا معدہ تک پہنچ جائے اور بہ آسانی ہضم ہو جائے۔ (۶)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاطعمة'' ص ۳۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

---

(۱) ترمذی ۱/۴ (۲) مشکوۃ ۳۶۳ (۳) طب نبوی ۴۲۲ (۴) معراج النبوۃ بحوالہ اسوۂ رسول اکرم ۱۳۵ و طب نبوی ۴۲۲۔
(۵) طب نبوی ۴۲۴ (۶) طب نبوی ۴۲۴

وعنه رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: اذا وضع الطعام فاخلعوا نعالکم فانه اروح لاقدامکم.

تخریج حدیث: اخرجه الدارمی ۲/ف۳٤ فی کتاب الاطعمة (باب فی خلع النعال عند الاکل).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ وضع: فعل مجہول۔ الطعام: نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاخلعوا: فاء: جزائیہ۔ اخلعوا: فعل، ضمیر فاعل۔ نعالکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر معلل۔ فاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ہ: اس کا اسم۔ اروح: اسم تفضیل، ضمیر فاعل۔ لام: حرف جار۔ اقدامکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر اروح کے متعلق، اروح اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ بن کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

آدمی جب بے حیاء ہو جائے تو جو جی چاہے کرے

(۲۶۱) اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.

ترجمہ: ''جب تم بے شرم ہو جاؤ تو جو جی چاہے کرو۔''

لغات: اِسْتَحْيَا: اِسْتِحْيَاءً مِنْهُ، شرم کرنا، باز ہونا، ''حَيَّاكَ اللّٰه'' بمعنی سلام کرنا۔ فَاصْنَعْ: صَنَعَ (ف) صَنْعًا الشَّيْئَ، بنانا۔

تشریح: یہ حدیث بہت ہی اہمیت کی حامل ہے اس وجہ سے محدثین نے اس پر طویل بحث فرمائی ہے۔ مختصر یہ کہ لفظ فاصنع یہ امر کا صیغہ ہے یہاں امر طلب کے معنی کے بجائے خبر کے معنی میں ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ برے کاموں سے روکنے والی چیز حیاء ہے جب انسان میں حیاء وشرم نہیں تو اب جو چاہے کرے، بعض علماء فرماتے ہیں: امر کا صیغہ تہدید اور دھمکی کے لئے ہے مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ جب حیاء نہیں تو اب جو چاہو کرو آخر سزا بھگتنی پڑے گی۔ (۱)

ابواسحاق المروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث بطور اصول کلی کے ہے وہ اصول یہ ہے کہ ہر وہ کام جس میں آدمی کو شبہ ہو کہ اس میں کوئی نص وارد ہوئی ہے یا نہیں تو اب اگر اس کام کو کرتے وقت اس کو شرم وحیاء ہوتی ہے تو اس کام کو نہ کرے اور اگر شرم وحیاء نہ ہوتی ہو تو کر لے۔ (۲)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ: اگر تم کو کسی کام کے کرنے کے وقت اللہ اور لوگوں سے شرم وحیاء آ رہی ہو تو اس کو مت کرو ورنہ اس کام کو کر لو۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الرفق والحیاء وحسن الخلق'' ص ۴۳۱ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی مسعود رضی اللّٰه عنه قال: قال: رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: انّ ممّا أدرك النّاس من کلام النّبوة الأولی اذا لم تستحی فاصنع ما شئت.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب الأدب (باب فی الحیاء) واخرجه البخاری فی کتاب الأدب (باب اذالم تستحی فاصنع ما شئت).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ لم تستحی: فعل اپنے ضمیر فاعل سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ اصنع: فعل، ضمیر فاعل۔ ما: موصولہ۔ شئت: فعل، ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۸۹، مظاہر حق ۴/۶۰۸ (۲) شرح مسلم نووی (۳) مرقاۃ ۹/۲۸۹

کھانا داہنے ہاتھ سے کھانا چاہئے

(۲۶۷) اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَأْکُلْ بِیَمِیْنِهٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِهٖ.

ترجمہ: ''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اپنے داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب تم میں سے کوئی پیئے تو اپنے داہنے سے پیئے۔''

لغات: بِیَمِیْنِهٖ: اَلْیَمِیْن، داہنا ہاتھ، جمع أَیْمَن، أَیْمَان، أَیَامِن، أَیَامِیْن.

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے کھانا اور پینا واجب ہے، بعض علماء کا یہی مسلک ہے، اس مسلک کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو بائیں ہاتھ سے کھارہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس پر اس شخص نے کہا کہ میں اس پر قدرت نہیں رکھتا (یہ بات اس نے ازروئے تکبر کہی تھی اس کا ہاتھ بالکل صحیح تھا) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا کرے تجھے داہنے ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہ رہے۔ اس کے بعد سے وہ کبھی بھی اپنے داہنے ہاتھ کو منہ تک نہ اٹھا سکا[۱] اس وجوب کی تائید طبرانی کی اس روایت سے بھی ہوئی جس میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو اس کو بددعا فرمائی اس کے بعد وہ طاعون میں مبتلا ہو کر مرا۔[۲]

اگرچہ جمہور علماء وجوب کے قائل نہیں اور ان روایات کو وہ زجر اور مصالح شریعت پر محمول کرتے ہیں مگر خلاصہ یہ کہ بائیں ہاتھ سے کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سخت سے سخت ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاطعمة'' ص ۳۶۳ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: اذا أکل احدکم فلیأکل بیمینه واذا شرب فلیشرب بیمینه.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الاشربة (باب آداب الطعام والشراب واحکامها).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ اکل: فعل۔ احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیاکل: فعل، ضمیر فاعل۔ باء: حرف جار۔ یمینه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر لیاکل کے متعلق، لیاکل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ اذا شرب فلیشرب بیمینه: اس کی ترکیب بھی سابق جملہ کی طرح ہے۔

---

(۱) مرقاۃ ۸/۱۶۲ ومظاہر حق ۴/۸۱ (۲) طبرانی بحوالہ مرقاۃ ۸/۱۶۲

مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت پڑھنی چاہئے

(۲۶۸) اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ.

ترجمہ: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوتو اسے چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے۔''

لغات: فَلْيَرْكَعْ: (امر غائب) رَکَعَ (ف) رَكْعًا وَرُكُوْعًا بمعنی سر جھکانا، رکوع کرنا۔

تشریح: جب بھی آدمی اللہ کے گھر (یعنی مسجد) میں داخل ہوتو اس کو چاہئے کہ سب سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے اللہ کے گھر کی عظمت کی وجہ سے۔(۱) اس میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ یہ تحیۃ المسجد واجب ہے یا مستحب، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث بالا جیسی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ واجب ہے کیونکہ یہ لفظ فلیرکع امر کا صیغہ ہے جو کہ وجوب کے لئے آتا ہے، مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ نماز مستحب ہے، حدیث بالا کے بارے میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اگرچہ یہاں پر امر کا صیغہ ہے اکثر جگہ پر امر کا صیغہ استحباب کے لئے استعمال ہوتا ہے نہ کہ وجوب کے لئے۔(۲) خلاصہ یہ کہ آدمی جب بھی مسجد میں داخل ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ لے پھر دوسرے کاموں میں مشغول ہو بشرطیکہ وہ اوقات مکروہ میں سے نہ ہوں۔(۳)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بعض لوگ پہلے مسجد میں آنے کے بعد بیٹھ جاتے ہیں پھر تحیۃ المسجد پڑھتے ہیں اس کو وہ سنت سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس کی کوئی اصل نہیں (۴) اور حدیث بالا سے بھی اس کی تردید ہورہی ہے، اگر مکروہ وقت ہوتو پھر چار مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَر'' اور بعضوں کے نزدیک ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم'' بھی ہے۔ یہ پڑھنا دو رکعت کے برابر ہوجائے گا۔(۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب المساجد ومواضع الصلوة'' ص ۶۸ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی قتادة رضی اللّٰه عنه أنّ رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: اذا دخل احدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الصلوة (باب اذا دخل احدكم المسجد فليركع.ركعتين قبل ان يجلس) واخرجه مسلم فی کتاب صلوة المسافر وقصرها (باب استحباب تحية بركعتين).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ دخل: فعل۔ احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل۔ المسجد: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیرکع: فعل امر، ضمیر فاعل۔ رکعتین: مفعول۔ قبل: مضاف۔ ان: مصدریہ۔ یجلس: فعل، ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مصدر ہوکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۲/۱۹۸ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) مرقاۃ ۲/۱۹۹

جس کام میں شرافت نہ ہو اس کو بائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے

۲۶۹ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنٰى وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ.

ترجمہ: ”جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو اس کو چاہئے کہ دائیں طرف سے ابتداء کرے اور جب اتارے تو چاہئے کہ بائیں طرف سے ابتداء کرے تاکہ ہو جائے دایاں پہننے کے اعتبار سے پہلے اور اتارنے کے اعتبار سے آخری۔“

لغات: اِنْتَعَلَ: نَعِلَ (س) نَعْلاً، جوتا پہننا۔ نَزَعَ: نَزَعَ (ف) نَزْعًا بمعنی نکالنا۔ بِالشِّمَالِ: بایاں ہاتھ جمع أَشْمُل، شُمُلٌ.

تشریح: اس حدیث میں ایک ضابطہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ عمل جو شان والا ہو اس کو دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے اور جو کام شرف وعظمت والا نہ ہو اس کو بائیں طرف سے شروع کیا جائے، اس حدیث بالا میں ایک مثال دی گئی ہے کہ جب آدمی جوتا پہنے تو دائیں پاؤں میں پہلے پہنے کیونکہ جوتا بھی انسان کو ایذاء وغیرہ سے بچاتا ہے، اتارتے وقت بائیں پاؤں سے پہلے اتارے تاکہ دائیں پاؤں میں جوتا بائیں پاؤں سے زیادہ دیر رہے اس میں دائیں پاؤں کی تعظیم ہو جائے گی۔ (۱)

اس کے عکس کی مثال جب آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور پھر جب نکلے تو پہلے دایاں پاؤں باہر نکالے، تو بائیں پاؤں کے بہ نسبت دائیں پاؤں کو فضیلت حاصل ہے لہٰذا اس کی تکریم وتعظیم کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب النعال“ ص ۳۷۹-۳۸۰ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اذا انتعل احدكم فليبدأ باليمنى واذا نزع فليبدأ بالشمال لتكن اليمنى أولهما تنعل واخرهما تنزع.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب اللباس (باب ینزع النعل الیسری) أخرجه مسلم فی کتاب اللباس والزینة (باب استحباب لبس النعال فی الیمنی أولا).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ انتعل: فعل۔ احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزاء۔ یبداء: فعل امر، ضمیر فاعل۔ بالیمنی: متعلق لیبدأ کے، پھر فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء،

(۱) مرقاۃ ۸/۲۸۴ ومظاہر حق ۴/۲۰۷ (۲) مظاہر حق ۴/۲۰۷

شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ۔ اذا نزع فلیبدأ بالشمال: بعینہٖ اوپر والی ترکیب ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر معلل۔ لتکن: فعل امر ناقص۔ الیمنی: اس کا اسم۔ اولھا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ذوالحال۔ تنعل: فعل مجھول اپنے ضمیر نائب فاعل سے مل کر حال، حال ذوالحال سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ آخرھما: (بترکیب سابق) معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہوکر تعلیل، معلل اپنے تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

مسافر رات کو گھر میں نہ جائے

۲۷۰ اِذَا اَطَالَ اَحَدُکُمُ الغَیْبَۃَ فَلَا یَطْرُقْ اَھْلَہٗ لَیْلًا.

ترجمہ: "جب تم میں سے کوئی اپنے گھر سے زیادہ دن غائب رہے تو رات کے وقت اپنے گھر نہ آئے۔"

لغات: اَلْغَیْبَۃَ: غَابَ (ض) غَیْبًا غَیْبَۃً، غائب ہونا، جدا ہونا، دور ہونا۔ یَطْرُقْ: طَرَقَ (ن) طَرْقًا وَطُرُوْقًا الْقَوْمَ، رات میں آنا، طَارِق، رات میں آنے والا، جمع طُرَّاق آتی ہے۔ أَھْلِہٖ: بمعنی کنبہ، خاندان، بیوی۔

تشریح: سفر کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ سفر سے واپسی پر سیدھا گھر نہ جائے خواہ رات ہو یا دن جب تک گھر والوں کو اطلاع نہ ہو جائے۔

سؤال: حدیث میں "لیلا" کا لفظ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے دن میں داخل ہو سکتا ہے رات میں نہیں۔ (۱)

جواب: یہاں پر "لیلا" کی قید اتفاقی ہے وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ اپنے گھر والوں کے پاس دن کے ابتدائی حصہ میں یا آخری حصہ میں (شام) کو آتے تھے، رات کی قید اس وجہ سے لگائی کہ خصوصی طور سے رات کو اپنے گھر میں نہ جائے تاکہ گھر والے ڈر نہ جائیں یا کم از کم ان کی نیند خراب نہ ہو جائے۔ (۲)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ مکروہ اس شخص کے لئے ہے جو کافی عرصہ کے بعد آرہا ہو اور اگر مختصر سفر تھا یا گھر والوں کو پہلے سے اطلاع تھی تو اب رات میں بھی گھر میں آنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب آداب السفر" ۳۳۹ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اذا اطال احدکم الغیبۃ فلا یطرق اھلہ لیلا.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب النکاح (باب لایطرق اھلہ لیلا اذا اطال الغیبۃ)، اخرجہ مسلم فی کتاب الامارۃ (باب کراھیۃ الطروق وھو الدخول).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ اطال: فعل۔ احدکم: فاعل۔ الغیبۃ: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لایطرق: فعل ضمیر فاعل۔ اھلہ: مفعول۔ لیلا: ظرف۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۷/۳۳۱ (۲) مرقاۃ ۷/۳۳۱

مریض کو تسلی دینا چاہئے

(۲۷۱) اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيْضِ فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِيْ اَجَلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيَطِيْبُ بِنَفْسِهٖ.

ترجمہ: ''تم جب مریض کے پاس جاؤ تو اس کی موت کے بارے میں اس کا غم دور کرو یعنی اس کو تسلی دو اگرچہ یہ کسی چیز کو ٹال تو نہیں سکتا مگر مریض کا دل خوش ہو جائے گا۔''

لغات: فَنَفِّسُوْا: نَفَّسَ، تَنَفُّسًا عَنْهُ الْكُرْبَةَ، غم دور کرنا، غم سے رہائی دینا، نَفَّسَهٗ فِي الْاَمْرِ، ترغیب دینا۔ أَجَل: مدت، وقت، موت جمع آجال آتی ہے۔ یَطِیْبُ: طَابَ (ض) طَيْبًا بمعنی اچھا ہونا، طَابَتِ النَّفْسُ، دل خوش ہونا۔

تشریح: علماء کرام فرماتے ہیں کہ: جب آدمی کسی کی عیادت کے لئے جائے اگرچہ بیمار کی حالت مایوس کن ہو اور یہ بات معلوم بھی ہو کہ اب اس کا زندہ رہنا بہت مشکل ہے اس کے باوجود اس کو امید اور اس کو خوش کرنے والا جواب دیں کہ انشاء اللہ آپ عنقریب صحیح ہو جائیں گے جیسے کہ حدیث بالا میں بھی فرمایا گیا ہے۔

آپ ﷺ کے شمائل میں بھی یہ بات نقل کی جاتی ہے کہ جب آپ ﷺ کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے تو اس کا حال معلوم فرماتے اور پھر اس کے لئے صحت کی دعاء فرماتے:

''اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِهٖ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سُقْمًا''۔[1]

ترجمہ: ''اے اللہ! اس کی تکلیف کو دور فرما اے انسانوں کے رب! اس کو شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کسی سے شفا کی توقع نہیں ایسی شفا عطاء فرما کہ بیماری کا نام ونشان نہ رہے۔''

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب عیادۃ المریض'' ص ۱۳۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی سعید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اذا دخلتم علی المریض فنفسوا لہ فی أجلہ فان ذلك لا یردشیئا ویطیب بنفسہ.

تخریج حدیث: اخرجہ ابن ماجۃ فی کتاب الجنائز (باب ماجاء فی عیادۃ المریض) رواہ الترمذی ایضا.

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ دخلتم: فعل ضمیر فاعل۔ علی المریض: دخلتم کے متعلق ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ نفسوا: فعل امر ضمیر فاعل۔ لہ: فعل کے متعلق۔ فی: حرف جار۔ اجلہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہو کر معلل۔ فاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ذلك: اسم ان۔ لا یرد: فعل ضمیر فاعل۔ شیئا: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ: حرف عطف۔ یطیب: فعل ضمیر فاعل۔ باء: حرف جار۔ نفسہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر یطیب کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر ان، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہو کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

---

(۱) بخاری ومسلم

ذكر بعض المغيبات التي أخبر بها النّبي وظهرت بعد وفاته صلوات اللّٰه تعالٰى و سلامه عليه

کچھ پیشگوئیوں کا بیان جن کی خبر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی زندگی میں دی اور آپ کی وفات کے بعد وہ پائی گئیں۔

ایک جماعت حق پر قیامت تک جمی رہے گی

(۲۷۲) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَيِّدُ الصَّادِقِيْنَ: لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ.

تَرجَمۂ: ”رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو کہ سچوں کے سردار ہیں کہ میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت اللہ کے دین اور اس کے حکم کو دوسروں تک پہنچانے والی موجود رہے گی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا جس نے ان کی نصرت نہیں کی یا ان کی مخالفت کی یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت) آجائے وہ اسی حالت میں ہوں گے۔“

لُغات: سَيِّد: بمعنی سردار جمع أَسْيَاد، سَادَة، سَيَايِد، آتی ہے، سَادَ (ن) سِيَادَةً قومه، سردار ہونا۔

أَمْر: مراد دین کا معاملہ، جمع اُمُوْر ہے۔ يَضُرُّهُمْ: ضَرَّ (ن) ضَرًّا، نقصان پہنچانا۔ خَذَلَهُم: خَذَلَ (ن) خَذْلاً وَخُذْلَاناً، مدد چھوڑنا، مدد نہ کرنا۔

تَشرِیح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین ایسے صلحاء سے کبھی خالی نہیں ہوگی جو احکامات شرعیہ پر چلنے والے اور اس پر لوگوں کو کھینچ کر لانے والے ہوں، قرآن میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے ﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ اور چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے، یہ اسلام کی بقاء اور سر بلندی کے لئے سرگرم رہیں گے خواہ مدد و اعانت کرنے والے ان کی مدد و اعانت کریں یا مخالفت پر کمر بستہ لوگ ان کی مخالفت کریں۔ (۱)

”حتى يأتي أمر اللّٰه“: یہاں تک کہ قیامت آجائے، یہ جماعت کون سی ہوگی؟ اس میں محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے چند اقوال ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۱۱/۴۶۵ ومظاہر حق ۵/۹۱۲

پہلا قول: مثلاً اہل علم کی جماعت جو حدیث کی تعلیم اور دینی علوم کی تدریس اور سنت کو رواج دینے اور دین کی تبلیغ کا فریضہ انجام دینے والی ہوگی۔ (۱)

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس سے مراد روئے زمین سے اہل اسلام کی شوکت وعظمت کبھی فناء نہیں ہوگی کسی نہ کسی جگہ اسلام کا بول بالا ضرور ہوگا۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ غازیان اسلام کی جماعت ہے جو کہ جہاد کر کے دین کو سر بلند کرے گی اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرے گی، ان سب اقوال میں کوئی اختلاف نہیں حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے ہر وہ جماعت اس سے مراد لی جاسکتی ہے جس کی مراد اللہ کے دین کی خدمت واشاعت کر کے اسلام کو سر بلند کیا جائے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ثواب هذه الامّة" ص ۵۸۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن معاوية رضى الله تعالٰى عنه قال: سمعت رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وهوسيّد الصادقين: لا يزال من أمّتى أمّة قائمة بامر الله لايضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى يأتى امر اللّٰه وهم على ذلك.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب المناقب واخرجه ايضا فى كتاب الاعتصام (باب قول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق) واخرجه مسلم فى كتاب الامارة (باب قوله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا تزال طائفة من امتى).

---

(۱) مرقاۃ ۱۱/ ۴۶۵ ومظاہر حق ۵/ ۹۱۲

(۲) مرقاۃ ۱۱/ ۴۶۵ ومظاہر حق ۵/ ۹۱۲

قرب قیامت کے جھوٹے اور مکار لوگ

(۲۷۳) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَكُوْنُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ.

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آخری زمانے میں مکار اور جھوٹے لوگ تمہارے پاس ایسی حدیثیں لے کر آئیں گے جنہیں تم نے سنا نہ ہوگا اور نہ ہی تمہارے باپ دادا نے سنی ہوں گی تم ایسے لوگوں سے بچو اور ان کو اپنے سے بچاؤ تا کہ وہ تمہیں نہ گمراہ کریں اور نہ تمہیں فتنہ میں ڈالیں۔''

لغات: دَجَّالُوْن: جمع ہے دَجَّال کی، بہت زیادہ جھوٹا، دَجَاجِلَة بھی جمع آتی ہے، دَجَلَ (ن) دَجْلاً، جھوٹ بولنا۔ يُضِلُّوْنَكُمْ: گمراہ کرنا۔ يُفْتِنُوْنَكُمْ: فَتَنَ (ض) فِتْنَةً گمراہ کرنا، آزمائش کرنا، فتنہ میں ڈالنا۔

تشریح: ''دجّالون دجّال من الدجل'': بمعنی التلبس، مراد ایسے لوگ ہیں جو دین کے بارے میں محض اپنی رائے سے اختراع کرتے ہیں تا کہ حق اور باطل کو وہ خلط ملط کردیں، آخری زمانے میں ایسے لوگوں کی کثرت ہوگی چونکہ وہ ظہور فتن کا زمانہ ہوگا ورنہ ایسے لوگ ہر زمانے میں رہے ہیں، اس وعید میں ہر وہ شخص داخل ہوگا جو محض خواہشات نفس کی بناء پر لوگوں کے سامنے ایسی باتوں کو بیان کرتے ہیں جو دین کے نام سے ہو مگر اس کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو، یہ چند دنوں کی بات ہوتی ہے پھر علماء حق ان کی اس تحریف سے لوگوں کو متنبہ فرما دیتے ہیں اور پھر ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل ہوتے ہیں۔

''فإیّاکم وإیّاھم'': اس جزء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحمت جوامت کے ساتھ ہمیشہ تھی وہ ظاہر ہوتی ہے آپ نے ایسے زمانے کے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب تم ایسے زمانے کو پاؤ جس میں ایسے مکار اور جھوٹے لوگ ہوں تو ان سے اپنے آپ کو بچانا کہیں تم جیسے سادہ لوح کو احادیث کا نام سنا کر گمراہ نہ کردیں، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے قریب بھی نہ جانا اگر تم ان سے میل جول رکھو گے، تو خطرہ ہے کہ کہیں ان کی صحبت سے تم ان جیسے نہ ہوجاؤ کیونکہ صحبت کا زبردست اثر ہوتا ہے۔

چوں بسا ابلیس آدم روئے ہست ❊ پس بہر دستے نباید داد دست

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دین کے حاصل کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہئے محتاط لوگوں سے علم حاصل کرنا چاہئے کہیں اس وعید میں داخل نہ ہوجائے۔ (۱)

(۱) مظاہر حق ۱/۲۰۶

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسّنّة" ص ۲۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ....الخ باقی بعینہٖ حدیث بالا کی طرح ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی المقدمة عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه بهذا السياق والبيهقی فی دلائل النبوة.

قیامت کے قریب لوگ جھوٹی قسم کھانے میں ایک دوسرے سے سبقت کریں گے

(۲۷۴) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُم ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَجِیُٔ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَھَادَۃُ أَحَدِھِمْ یَمِیْنَہٗ وَیَمِیْنُہٗ شَھَادَتَہٗ.

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پھر وہ جو ان کے متصل ہیں (تابعین رحمۃ اللہ علیہم) پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہیں (تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم) پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان میں سے ایک کی گواہی اس کی قسم سے پہلے اور اس کی قسم گواہی سے پہلے ہوگی (یعنی جھوٹی گواہی دینے اور جھوٹی قسم کھانے میں ایک دوسرے سے سبقت کریں گے)''

لغات: قَرْنِیْ: بمعنی صدی، سو سال، زمانہ کا ایک وقت، چھوٹی پہاڑی، پہاڑ کی چوٹی، جمع قُرُوْن ہے، قَرَنَ (ن) قَرْنًا، بمعنی ملانا۔ یَلُوْنَھُمْ: وَلِیَ (ض، حسب) وَلْیًا فُلَانًا، قریب ہونا، متصل ہونا۔ تَسْبِقُ: سَبَقَ (ن، ض) سَبْقًا اِلَیْہِ، آگے بڑھنا، علیہ غالب ہونا۔ یَمِیْن: قسم، جمع أَیْمُن، أَیْمَان آئی ہے۔

تشریح: ''تسبق شھادۃ أحدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ'': حدیث کے اس جزء کے مطلب بیان کرنے میں محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے چند اقوال ہیں:

پہلا قول: یہ ہے کہ گواہی قسم سے پہلے اور قسم گواہی سے پہلے ہوگی، یہ کنایہ ہے جلد بازی سے کہ ان کو دین کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی یہاں تک کہ ان کو یہ معلوم نہیں ہوگا پہلے قسم کھاتے ہیں یا پہلے گواہی دینی ہے۔ (۱)

دوسرا قول: یہ ہے کہ گواہی دینے اور قسم کھانے میں اس قدر لاپرواہی ہوگی کہ کبھی گواہی سے پہلے قسم کھاتے اور کبھی پہلے گواہی دیتے اور پھر قسم کھاتے ہوں گے۔ (۲)

تیسرا قول: یہ ہے کہ آدمی یوں کہتا پھرے گا کہ خدا کی قسم میں سچا گواہ ہوں اس قسم کے ذریعہ اپنی گواہی دیں گے یا یہ کہیں گے لوگ میری قسم کے سچے ہونے پر گواہ ہیں۔ اس گواہی کے ذریعہ اپنی قسم کو ترویج دیں گے۔ (۳)

چوتھا قول: یہ بیان کیا ہے کہ مقصود اس ارشاد پاک کا یہ ہے کہ جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی عام ہوجائے گی، چند روپوں کی خاطر عدالت میں جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی دیں گے۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاقضیۃ والشھادات'' ص ۳۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

---

(۱) مظاہر حق ۳/۱۰۷ (۲) مرقاۃ ۷/۲۵۶ و مظاہر حق ۳/۱۰۷ (۳) مرقاۃ ۷/۲۵۶ (۴) مظاہر حق ۳/۱۰۷

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: خیرالنّاس قرنی ثم الّذین یلونھم ثم الّذین یلونھم ثم یجیٔ قوم تسبق شھادۃ أحدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الشھادات (باب لا یشھد علی شھادۃ جور اذا شھد) عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ.

قیامت کے قریب ہر شخص کو سود کا دھواں پہنچے گا

(۲۷۵) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى أَحَدٌ اِلَّا اٰكِلَ الرِّبٰوا فَاِنْ لَّمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖ.

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب سود کھانے سے کوئی نہ بچ سکے گا جو سود نہ بھی کھائے مگر اس کا دھواں تو اسے ضرور پہنچے گا۔''

لغات: اَلرِّبٰوا: بمعنی سود، رَبَا (ن) رِبَاء الْمَال، زیادہ ہونا، بڑھنا قال اللّٰه تعالٰی ﴿وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾، قال اللّٰه تعالٰی ﴿لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا﴾. بُخَارِهٖ: بھاپ مگر یہاں مراد اثر ہے جمع أَبْخِرَة ہے، بَخَرَ (ف) بَخْرًا، بھاپ نکلنا (س) سے بَخَرًا الْفَم، گندہ دہن ہونا۔

تشریح: ''ليأتينّ على النّاس'': قیامت سے پہلے ایسا وقت ضرور آئے گا کہ ہر آدمی کو سود کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پہنچے گا براہ راست وہ سود سے بچ جائے گا مگر واسطہ کے ساتھ اس کا اثر پہنچ جائے گا۔

''أصابه من بخاره'': مطلب یہ ہے کہ جب سود کا دائرہ وسیع ہو کر تجارت و معیشت کے ہر حصے پر حاوی ہو جائے گا کوئی تجارت و شغل اس سے بچ نہ سکے گا اور وہ آدمی سود کے عام ہونے کی وجہ سے سوچ بھی نہیں سکے گا کہ اس میں بھی سود ہوگا۔ ایک آدمی پھل وغیرہ خریدتا ہے اسی پھل میں وہ سوچے کہ کتنے سودی لین دین کے مراحل سے گذر کر یہ میرے ہاتھ میں پہنچ رہا ہے اگرچہ خریدنے والا شخص متقی اور نیک ہی ہے مگر وہ اس سے بچ نہیں سکے گا۔ حاصل حدیث مبارک کا یہ ہوا کہ آنے والے زمانے میں سود کی لعنت اتنی وسیع ہو جائے گی کہ ہر شخص شعوری یا غیر شعوری طور سے اس میں مبتلا ہو جائے گا، اعاذنا اللّٰه منه۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الرّبوا'' ص ۲۴۵ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: ليأتينّ على النّاس زمان لا يبقى أحد الّا اكل الرّبوا فان لم يأكله أصابه من بخاره ويروى من غباره.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی كتاب البيوع واخرجه ابن ماجه فی كتاب التجارات (باب التغليظ فی الربا).

دین دوبارہ اجنبی ہو جائے گا

(۱۷۶) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الدِّیْنَ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ وَھُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ.

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین کی ابتداء اجنبی حالت میں ہوئی تھی اور آخر زمانہ میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ ابتداء میں تھا پس خوش خبری ہو غرباء کے لئے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اصلاح کریں گے میری سنت کی جس کو میرے بعد لوگوں نے خراب کر دیا ہوگا۔''

لغات: غَرِیْبًا: مسافر، وطن سے دور مراد یہاں غیر مانوس ہونا ہے جمع غُرَبَاء ہے۔ بَدَأَ: (ف) بَدْأً بمعنی شروع کرنا۔ طُوْبٰی: رشک، سعادت، یہ مؤنث ہے مذکر أَطْیَب ہے۔

تشریح: ''بدأ غریبا'': علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اسلام اپنے شروع زمانے میں اپنی اقامت وحمایت کے اعتبار سے کمزور تھا کہ حضور علیہ السلام کے پیروکار بہت تھوڑے تھے اور آپس میں قبائل میں بھی نزاع تھا (یہ کسمپرسی کی طرف اشارہ ہے کہ خود بھی تھوڑے اور قبائل کے انتشار میں گھرے ہوئے) اس لئے مسلمانوں کو جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ ہر ایک مجبور علیحدہ عزلت نشین ہو کر رہ گیا غرباء کی طرح، اسی طرح آخر میں بھی ہوگا کہ دین پر قائم چند افراد ہی رہ جائیں گے۔

یہ بھی محتمل ہے کہ مناسبت قلت دینداروں کے اعتبار سے ہے کہ جس طرح شروع میں دیندار کم تھے ایسے ہی آخر میں دیندار کم رہ جائیں گے۔ [1] صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء غریبوں سے ہوئی اسی طرح آخر میں بھی غریبوں ہی میں رہ جائے گا۔ [2]

''فطوبٰی للغرباء'': ایک روایت میں صرف غرباء تک ہے [3] یہ روایت اس کی مزید تشریح بیان کر رہی ہے کہ غرباء کون ہیں ایک تو عام مفہوم کہ نادار یہاں پر نادار مراد نہیں بلکہ فرمایا وہ لوگ جو سنتوں کی اصلاح کریں گے کہ وہ دور فساد ہوگا اس لئے اس زمانے میں دین کے کام کرنے والوں کی یہ فضیلت ہے اور ان کو خوشخبری سنائی گئی ہے، چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ میری امت کے بگڑنے کے وقت جس شخص نے میری سنت کو تھامے رکھا تو اس کو ۱۰۰ شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ [4]

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے کوئی اگر دسواں حصہ بھی مامور بہ کا چھوڑ دے گا تو ہلاک ہوگا اور ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان میں سے کوئی دسواں حصہ بھی مامور بہ کا کرے

(۱) قوت المغتذی حاشیہ ۲/۹۱ (۲) مظاہر حق ۲/۲۰۸ (۳) مشکوۃ ۲۹ (۴) مشکوۃ ۳۰

گا تو وہ نجات پائے گا۔ [1] گویا کہ یہ فضائل فساد کے زمانہ میں دین کی اصلاح وجہد میں لگنے والوں کے لئے ہیں پس خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس دور میں سنتوں کو تھامے رکھیں گے اور اصلاح دین کا کام کریں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسنة" ص ۳۰ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمر بن عوف رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اِنَّ الدّین بدأ غریبا وسیعود کما بدا فطوبٰی للغرباء وھم الّذین یصلحون ما أفسد النّاس من بعدی من سنّتی.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان واخرجه الترمذی ایضا.

---

(۱) مشکوۃ ۳۱

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن تیمیہؒ کا رسالہ بنام "بدأ الاسلام غریبا" بھی اس حدیث کے سمجھنے کے لئے مفید ہوگا۔

اصلاح کرنے والے قیامت تک رہیں گے

(۲۷۷) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَحْمِلُ ھٰذَا العِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُہُ یَنفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ المُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الجَاھِلِیْنَ.

تَرجَمَہ: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر آنے والی نسل میں سے اس کے نیک لوگ اس علم کو حاصل کریں گے اور وہی لوگ (اس علم کے ذریعہ آیات واحادیث میں) حد سے گذرنے والوں کی تحریف اور باطل کاروں کی اختراع پردازی اور جاہلوں کی غلط تاویلات کو دور کریں گے۔“

لُغَات: خَلَفٍ: جانشین، بعد کے زمانہ کی چیز، خَلَفَ (ف) خِلاَفَۃً، خلیفہ ہونا، قال اللّٰہ تعالٰی ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ﴾. عُدُوْل: جمع عَادِل کی، عدل کرنے والا، معتبر، ثقہ عَدَلَ (ض) عَدْلاً وَعَدَالَۃً، انصاف کرنا۔

یَنْفُوْنَ: نَفٰی (ض) نَفْیًا عَنْہُ، ہٹانا، علیحدہ کرنا۔ اَلْغَالِیْن: غَلاَ (ف) غُلُوًّا، حد سے تجاوز کرنا، غلو کرنا مراد وہ مبطلین ہیں جو قرآن وحدیث کے غلط مطلب بیان کرتے ہیں۔ اِنْتِحَال: اَلْقَوْل، دوسرے کی بات کو اپنی طرف منسوب کرنا۔ اَلْمُبْطِلِیْن: (اسم فاعل) ضائع کرنا، باطل کرنا، أَبْطَلَ، اِبْطَالاً، لغو کام کرنا، قال اللّٰہ تعالٰی ﴿اَفَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾.

تَشرِیح: ”تحریف الغالین“: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد مبتدعین ہیں جو دین میں غلو کرکے اس کی شکل بگاڑ دیتے ہیں اسی کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے ﴿لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ﴾ اپنے دین میں غلو مت کرو۔

”انتحال“ کہتے ہیں دوسرے کے کلام کو اپنی جانب نسبت کرنا یہ کنایہ ہوتا ہے جھوٹ سے۔

”تأویل الجاھلین“: جاہلوں کی غلط تاویلات کو دور کریں گے یعنی مبتدعین وغیرہ جو قرآن وحدیث کو موڑ موڑ کر اور غلط تاویل کرکے اپنے عقائد ثابت کریں گے ان کی اس تاویلات کو اہل علم لوگوں کے سامنے افشاء کریں گے، جاہلین جو تاویل کریں گے اس کی دو قسمیں ہیں۔

اول: وہ تاویلات جو نصوص قطعیہ یا اجماع قطعی کے خلاف ہو وہ تو بلاشبہ کفر کو پہنچا دیتی ہے۔

دوم: یہ کہ وہ ایسی نصوص کے خلاف ہو جو اگرچہ ظنی ہیں مگر قریب بہ یقین ہیں یا اجماع عرفی کے خلاف ہو ایسی تاویلات گمراہی اور منطق ہوتی ہیں اس سے آدمی کافر نہیں ہوگا۔ (۲)

پوری حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے بعد کے زمانے میں حاملین علم کی ایک جماعت

(۱) مرقاۃ (۲) معارف القرآن ۷/۶۶۱

قیامت تک باقی رہے گی جو غالی اور مبتدعین کی تحریف وخرافات اور باطل پرستوں کے نظریات جو قرآن وحدیث سے استدلال کرنے کی کوشش کریں گے یہ ان کا ابطال کریں گے اور پھر علم اصلی شکل میں آجائے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابراهیم بن عبدالرحمن العذری رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یحمل هذا العلم .... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البیهقی فی دلائل النبوة.

قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے

(۲۷۸) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَأْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَا یَدْرِی الْقَاتِلُ فِیْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِیْمَ قُتِلَ، فَقِیْلَ: کَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَالَ: اَلْھَرَجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ.

ترجمہ: ’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے بس میں قاتل کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں نے مقتول کو کیوں قتل کیا اور نہ ہی مقتول کو یہ بات معلوم ہوگی کہ مجھے کیوں قتل کیا گیا، پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا: قتل عام کی وجہ سے قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔‘‘

لغات: یَدْرِیْ: دَرٰی (ض) دِرَایَۃً، جاننا۔ اَلْھَرَجُ: فتنہ، فساد، قتل، آشوب۔

تشریح: ”حتی یأتی علی الناس“: ایسا وقت قیامت سے پہلے ضرور آئے گا کہ ایسی دین سے دوری اور گمراہی ہوگی کہ معمولی معمولی شکوک وشبہات کی وجہ سے انسان کا قیمتی خون بہایا جائے گا۔

”ھرج“: اس قتل عام کا سبب جہالت اور فساد عام کی تاریکی ہوگی جس سے پورا ماحول متاثر ہوگا اور اچھے برے کی تمیز ختم ہوجائے گی۔ (۱)

”القاتل والمقتول فی النار“: قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے بظاہر مقتول تو مظلوم ہے اور قاتل ظالم مگر محدثین کرام فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دونوں ہی ایک دوسرے کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر مقتول کا بس نہ چلا اور خود وار کرنے سے پہلے خود قاتل کے وار کا شکار ہوگیا۔ دونوں ہی کی نیت قتل کی تھی اس لئے اپنی نیتوں کی وجہ سے دونوں ہی جہنم میں جائیں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ آدمی جب دل سے گناہ کرنے کا عزم کرلے تو اس کو گناہ ہوگا اگرچہ وہ گناہ نہ کرسکے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الفتن“ ص۴۶۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: والّذی نفسی بیدہ لا تذھب ...... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب الفتن.

(۱) مظاہر حق ۴/۹۱۲ (۲) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰

قیامت کے قریب علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے پھیل جائیں گے

(۲۷۹) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ؟ قَالَ الْقَتْلُ.

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ جب زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہوجائے گا اور علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے بکثرت ظاہر ہوں گے اور بخل ڈال دیا جائے گا اور ہرج زیادہ ہوگا، صحابہ نے عرض کیا کہ ہرج کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قتل۔''

لغات: يَتَقَارَبُ: قریب ہونا، قَرُبَ (س، ك) قُرْبًا، قریب ہونا۔ يُقْبَضُ: قَبَضَ (ض) قَبْضًا بمعنی اٹھالینا، پکڑنا۔ يُلْقَى: اَلْقَى الشَّيْءَ، ڈال دینا، فِيهِ الشَّيْءَ، رکھنا، قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي﴾. لَقِيَ (س) لِقَاءً، ملاقات کرنا۔ الشُّحُّ: (ن، ض) شَحَّ بِهِ عَلَيْهِ، بخل کرنا۔ شَحِيْحٌ: بخیل۔

تشریح: ''یتقارب الزمان'': محدثین کرام نے اس کی شرح میں کئی مطالب تحریر فرمائے ہیں:

اول: دنیا اور آخرت کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب آجائے گا (مراد قیامت کا قریب آنا ہوگا)۔ (۱)

دوم: برائی اور بدکار لوگ ایک دوسرے کے قریب ہوجائیں گے۔ (۲)

سوم: ''یتقارب الزمان'' کا مطلب یہ بھی ہے زمانہ ایسا ہوجائے گا کہ حکومتیں دیرپا نہیں ہوں گی بہت مختصر مختصر عرصہ میں حکومتیں تبدیل ہوں گی۔ (۳)

چہارم: لوگوں کی عمریں چھوٹی ہوں گی۔ (۴)

پنجم: گناہوں کے سبب زمانہ سے برکت ختم ہوجائے گی لوگ سمجھنے لگیں کے زمانہ بہت تیزی سے گذر رہا ہے۔ (۵)

''ویقبض العلم'': جب ایسا وقت آجائے گا تو علماء حق کو اُٹھالیا جائے گا ان کے اُٹھنے کے ساتھ علم بھی اُٹھ جائے گا۔ (۶) دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایسے فتنوں کا زمانہ ہوگا کہ علماء سوء اور علماء حق میں تمیز ختم ہوجائے گی لوگ یہی سمجھیں گے کہ علم ختم ہوگیا حالانکہ کچھ لوگ موجود ہوں گے۔

''یلقی الشحّ'': آخری زمانہ میں ہر صنعت وحرفت والا اپنی صنعتی اشیاء کے بنانے میں بخل کرنے لگیں گے یہاں تک کہ لوگوں کو اشیاء ضروریہ بھی ملنا مشکل ہوجائے گی۔ (۷)

''ھرج'': بمعنی خرابی فتنہ کہ مسلمانوں میں انتشار وافتراق ہوگا اور باہم قتل عام شروع ہوجائے گا۔ (۸)

(۱) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰ (۲) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰ (۳) مظاہر حق ۴/۹۱۲ (۴) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰
(۵) مظاہر حق ۴/۹۱۲ (۶) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰ ومظاہر حق ۴/۹۱۲ (۷) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰ ومظاہر حق ۴/۹۱۲ (۸) مظاہر حق ۴/۹۱۲

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الفتن" ص۴۶۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنه رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یتقارب الزمان ....

الخ باقی بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم واخرجه البخاری فی مکان مختلف مع اختلاف یسیر.

قیامت کے قریب آدمی تمنا کرے گا کاش میں قبر والے کی جگہ ہوتا

(۲۸۰) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَی الْقَبْرِ فَیَتَمَرَّغُ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُ: یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَ صَاحِبِ ھٰذَا الْقَبْرِ وَلَیْسَ بِہِ الدِّیْنُ اِلَّا الْبَلَآءُ.

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ دنیا اس وقت تک اختتام پذیر نہیں ہوگی یہاں تک کہ آدمی قبر کے پاس سے گذرے گا اور پھر الٹ پلٹ کرے گا اور کہے گا کہ کاش میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا یہ دین کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ دنیاوی مصیبت کی وجہ سے ہوگی۔''

لغات: فَیَتَمَرَّغُ: یَتَمَرَّغُ فِی التُّرَابِ: مٹی میں لوٹنا۔ مَرِغَ: (س) مَرْغًا عِرْضَہٗ، عزت پر دھبہ لگنا۔ اَلْبَلَاءُ: غم جو جسم کو گھلا دے، آزمائش خواہ خیر سے ہو یا شر سے ہو۔ بَلَا: (ن) بُلُوًّا وَبَلَاءَ الرَّجُلَ. آزمانا، تجربہ کرنا، امتحان لینا۔

تشریح: ''ولیس بہ الدّین الاّ البلاء'': اس عبارت کے مفہوم میں متعدد معنی بیان کئے گئے ہیں اور وہ سب ہی مراد ہو سکتے ہیں۔

پہلا مطلب یہ ہے کہ دین سے مراد دین اسلام ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس کا قبر پر الٹ پلٹ کرنا اور وہاں کھڑے ہو کر اس خواہش کا اظہار کرنا کہ کاش میں اس میں ہوتا اس کی وجہ آخرت اور دین کا نقصان نہیں ہوگا بلکہ اس کو کوئی دنیاوی نقصان پہنچا ہوگا اس کی وجہ سے وہ تمنا کر رہا ہے۔ (۱)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ قبر پر آنا اور اظہار تمنا موت کرنا یہ ایسے وقت میں ہوگا جب کہ اس کے پاس اس فتنہ کے سوا کوئی بھی چیز نہیں ہوگی چاروں طرف سے فتنہ ہی فتنہ ہوگا۔ (۲)

تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہاں دین سے مراد عادت ہے کہ اس کا قبر پر کھڑے ہو کر موت کی آرزو کرنا یہ کسی عادت کی بناء پر نہیں ہوگا بلکہ اس فتنہ کی وجہ سے ہوگا جس میں وہ مبتلا ہوگا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب اشراط السّاعة'' ص ۴۶۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: والذی نفسی بیدہ لا تذھب الدنیا .... الخ باقی بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب الفتن واخرجہ البخاری فی کتاب الفتن (باب لا تقوم الساعة حتی یغبط اھل القبور) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ.

---

(۱) مظاہر حق ۵/۳۰ (۲) مظاہر حق ۵/۳۰ (۳) مرقاۃ ۱۰/۱۶۷

قیامت کے قریب صرف اسلام کا نام باقی رہ جائے گا

(۲۸۱) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُوْشِكُ أَنْ یَّأْتِیَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا یَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰى مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا رَسْمُہٗ مَسَاجِدُھُم عَامِرَةٌ وَہِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰى عُلَمَاؤُھُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِھِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِیْھِمْ تَعُوْدُ.

تَرْجَمَہ: ''نبی اکرم صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ اسلام میں سے صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن میں سے صرف اس کے نقوش باقی رہیں گے ان کی مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر حقیقت میں ہدایت سے خالی ہوں گی ان کے علماء آسمان کے نیچے کی مخلوق میں سے سب سے بدتر ہوں گے ان ہی سے فتنے پیدا ہوں گے اور ان میں ہی لوٹ کر آئیں گے۔''

لُغَات: یُوْشِكُ: جلدی چلنا، قریب ہونا، اس کی خبر میں اکثر ''ان'' آتا ہے۔ رَسْمُہٗ: گھر کے مٹے ہوئے نشانات، جمع رسوم۔ عَامِرَة: بمعنی آباد، مراد یہاں پر بلند عالیشان اور مزین ہونا ہے، عَمَرَ (ن) عَمْرًا، آباد ہونا جمع عَوَامِر ہے۔ قال تعالٰی ﴿مَاكَانَ لِلْمُشْرِكِیْنَ أَنْ یَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰہِ﴾۔ خَرَابٌ: خَرِبَ (س) خَرْبًا وَخَرَابًا البَیْت، ویران ہونا اجاڑ ہونا قال تعالٰی ﴿وَسَعٰى فِی خَرَابِھَا﴾۔ اَدِیْمٌ: پکا ہوا چمڑا۔ اَدِیْمٌ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْض، زمین آسمان کا ظاہری حصہ، جمع ''اَدَمٌ، اُدُمٌ آدَامٌ'' ہے۔

تَشْرِیْح: ''لا یبقی من الاسلام الّا اِسمه'': اس حدیث میں قیامت کی چند علامات کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلی یہ کہ اسلام تو کتب میں موجود ہوگا مگر قلوب میں نہ ہوگا بہ الفاظ دیگر یہ کہ مسلمان تو ہوں گے مگر وہ اسلام سے اور اسلام اُن سے دور ہوگا۔ (۱)

''ولا یبقی من القرآن الّا رسمه'': دوسری علامت قیامت کی یہ ہوگی کہ لوگ قرآن کو عمل کی نیت سے نہیں سیکھیں گے بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے سیکھیں گے لہٰذا وہ صرف حروف، مخارج وغیرہ کو سیکھنے کی پوری کوشش کریں گے اور جو قرآن کا مقصد ہے کہ اس کے اوامر ونواہی کو سیکھ کر عمل کیا جائے اس سے یہ لوگ کوسوں دور ہوں گے۔ (۲)

''مساجدهم عامرة وهی خراب من الهدی'': اس حدیث میں علامت قیامت بیان کی گئی ہے کہ مساجد بظاہر لوگوں سے بھری ہوں گی مگر مساجد میں آنے والوں کا مقصد عبادت کرنا نہ ہوگا بلکہ یہ مساجد میں بیٹھ کر دنیوی اور لغو باتیں کریں گے، یا مطلب یہ ہے کہ مساجد بظاہر بڑی خوب صورت اور اس میں قالین، فانوس وغیرہ ہوں گے مگر نمازی برائے نام ہوں گے۔ (۳)

(۱) مظاہر حق ۱/۲۷۱ (۲) مرقاۃ ۱/۳۱۶ (۳) مرقاۃ ۱/۳۱۶

"علماؤهم شرّمن تحت أديم السمآء": یہاں علماء سے مراد مطلقاً علماء نہیں ہیں بلکہ یہاں علماء سوء ہیں تو یہ اس زمانے کے ظلم کرنے والوں کو نہیں سکھائیں گے تو وہ ظالم ان کو بھی برا بھلا اور گالیاں دیں گے تو یہ علماء بدترین مخلوق ہوئے کیونکہ ان کا کام تو یہ تھا کہ یہ ظالموں کو سمجھائیں اور ان کو دین کی طرف کھینچیں تو ظلم ان کی طرف لوٹے گا کہ وہ ظالم لوگ ان پر بھی مسلط ہو جائیں گے اگر یہ ان ظالموں کو سکھائیں تو اس وعید میں داخل نہ ہوں گے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "كتاب العلم" ص ۳۸ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن علی رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: یوشك أن یاتی علی النّاس زمان ...... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة فی كتاب العلم (قبل كتاب الطهارة) الی البیهقی فی شعب الایمان عن علی رضی اللّٰہ عنه.

---

(۱) مظاہر حق ۱/۲۷۱

قیامت کے قریب لالچ اور خوف ہوگا

(۲۸۲) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ اِخْوَانُ العَلَانِیَةِ اَعْدَآءُ السَّرِیْرَةِ فَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وَکَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ؟ قَالَ ذٰلِکَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰی بَعْضٍ وَرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ.

ترجمہ: ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسی قومیں پیدا ہوں گی کہ جو ظاہر میں تو دوست بنیں گی مگر باطن میں دشمنی کریں گی، عرض کیا گیا یارسول اللہ! ایسا کیوں ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے بعض بعض سے حرص ولالچ رکھیں گے اور بعض بعض سے خوف زدہ ہوں گے۔''

لغات: اِخْوَانٌ: جمع اَخٌ کی بمعنی بھائی، اَخَا (ن) اُخُوَّةً، دوست بننا، بھائی ہونا۔ اَلْعَلَانِیَة: کھلم کھلا، ظاہر، عَلِنَ (ن۔ض۔ک۔س) عَلْنًا وَعَلَانِیَةً ظاہر ہونا۔ اَعْدَآءٌ: جمع عَدُوٌّ کی بمعنی دشمن، عَدَا (ن) عَدْوًا عَلَیْہِ، ظلم کرنا، دشمنی کرنا۔ اَلسَّرِیْرَةُ: بھید، راز هُوَطَیِّبُ السَّرِیْرَةِ، وہ باطن کا بہت اچھا ہے، جمع سَرَائِرُ. رَهْبَةً: رَهِبَ (س) رَهْبَةً وَرَهْبًا بمعنی خوف کرنا۔ قال تعالٰی ﴿لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ﴾

تشریح: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہوگی کہ لوگوں میں سے اخلاص کا فقدان ہوگا اور نفاق عام ہوگا۔ خواہشات کو پورا کرنے کو آدمی اپنی زندگی کا مقصد سمجھے گا اسی بناء پر لوگ آپس میں دوستی اس وقت تک رکھیں گے جب تک اس دوست سے اپنی غرض پوری ہورہی ہوگی، جب غرض پوری ہونا بند ہوجائے گی تو صرف یہ نہیں کہ تعلقات منقطع ہوجائیں بلکہ دشمنی تک بات پہنچ جائے گی، اسکے مدمقابل شریعت نے حکم یہ دیا ہے کہ دوستی اور دشمنی کی بنیاد اخلاص پر ہو دنیاوی اغراض پر نہ ہو۔ ارشادنبوی ہے:

''مَنْ أَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ''. (۱)

ترجمہ: جس شخص نے اللہ ہی کے لئے کسی سے دوستی کی اور اللہ ہی کے لئے ناراضگی رکھی کسی کو کچھ دیا تو اللہ ہی کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے دینے سے انکار کیا تو یقیناً اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا۔''

خلاصہ یہ ہوا کہ قیامت کے قریب ہر چیز میں تبدیلی واقع ہوجائے گی تو وہ دوستی کی بنیاد جو صرف اخلاص پر ہوتی ہے اس میں تبدیلی آجائے گی اور پھر اس دوستی کی بنیاد ذاتی اغراض وخواہشات پر رکھی (۲) جائے گی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الرّیاء والسمعة'' ص ۴۵۵ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن معاذ بن جبل ان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال: یکون فی آخر الزمان ...... الخ باقی بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجہ احمد فی مسندہ ۲۳۵/۵.

(۱) مظاہر حق ۸۴۱/۴ (۲) مرقاۃ ۷۲/۱۰

قیامت کے قریب صرف بدکار لوگ باقی رہ جائیں گے

۲۸۳ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ أَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً.

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نیک لوگ یکے بعد دیگرے اس دنیا سے گذرتے جائیں گے بدکار لوگ جو یا کھجور کی بھوسی کی طرح باقی رہیں گے جن کی اللہ تعالیٰ مطلقاً پروانہیں کریں گے۔''

لغات: حُفَالَة: گھٹیا چیز، بھوسی، حُفَالَةُ الطَّعَامِ. الشَّعِيْر: جو، واحد شَعِيْرَة. يُبَالِيْهِمْ: بَالٰى، مُبَالَاةً وبِلَاءً وبَالَةً وَبَالاً الْاَمْرُ وَبِالْاَمر، پروا کرنا۔

تشریح: مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اسلام کے تنزل کی اس تیز رفتاری کو کسی گوشہ میں بیٹھ کر اندازہ لگایا جائے کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچتے ہیں اور ہمارا اسلام پہلے کیا تھا اور آج ہمارے پاس اسلام کا کتنا حصہ باقی ہے۔

بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے اپنے گھر تشریف لائے تو ان کی اہلیہ نے پوچھا آج آپ کے غصے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا خدا کی قسم میں عہد نبوت کی کوئی بات اب نہیں دیکھتا سوائے اس کے کہ لوگ ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں، بقیہ امور میں بہت تغیر و تبدیلی محسوس کرتا ہوں۔

آج اگر ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ہم میں موجود ہوتے تو کیا تبصرہ فرماتے؟ اسی کو سورۃ التین میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تھا لیکن وہ اپنے اعمال کی بدولت جب گرا تو اسفل السافلین میں جا پہنچا مگر ایمان اور اعمال صالح والے بچے ہوئے ہیں۔(۱)

''لا يباليهم الله بالة'': کہ اللہ ان کی پروانہیں کرے گا، آج فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے اور کاہلی کو چھوڑ کر اپنے دین متین کے لئے کل کی بجائے آج ہی کر ڈالئے۔

من نمی گویم زیاں کش یا بہ بند ہوش باش ❁ اے کہ فرصت بے خبر تو آنچہ باشی زود باش

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب تغیر النّاس'' ص ۴۵۸ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن مرداس الأسلمی رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یذهب الصّالحون الأول فالأول ویبقی حفالة کحفالة الشّعیر والتمر لا یبالیهم اللّٰه بالة.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (باب ذهاب الصالحین)

(۱) جواہر الحکم ۲/ ۶۵......۶۶۔

قیامت کے قریب بدکار لوگ سعادت مند بن جائیں گے

(۲۸۴) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَکُوْنَ أَسْعَدُ النَّاسِ بِالدُّنْیَا لُکَعَ ابْنَ لُکَعٍ.

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں اس وقت اچھے لوگ خود کمینے (بے وقوف) بیٹے کمینوں کے ہوں گے۔''

لغات: لُکَعٌ: بمعنی حرامی، کمینہ، معرفہ کی صورت میں غیر منصرف ہوتا ہے، لَکِعَ (س) لُکْعًا وَلَکَاعَۃً، کمینہ ہونا۔

تشریح: یہاں پرانے زمانے کی تبدیلی بیان کرنا مقصود ہے کہ زمانہ کس قدر بدل جائے گا اور شرافت کس قدر ختم ہوجائے گی کہ آج تو آدمیوں کا سرداران کا بہتر ترین آدمی ہوتا ہے لیکن ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ جب لوگوں کا سردار کمینہ اور بدترین آدمی ہوگا۔ ایک اور جگہ ارشاد مبارک ہے کہ تو دیکھے گا کہ برہنہ پا برہنہ جسم مفلس وفقیر اور بکریاں چرانے والوں کو عالیشان مکانات وعمارات میں فخر وغرور کی زندگی بسر کریں گے۔ [۱]

اسی تبدیلی زمانہ کے متعلق ایک اور روایت ہے کہ فرمایا کہ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ [۲] اسی طرح ایک جگہ فرمایا کہ جب معاملات نا اہل کے سپرد کردیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ [۳] مقصود یہی ہے کہ وہ زمانہ انتہائی پرفتن دور ہوگا کہ جس میں ساری شرافت وغیرہ ختم ہوجائے گی اور ہر طرف بددینی بدچلنی عام ہوگی اسی زمانے کے بارے میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب اتنا انقلاب ہوجائے کہ شرفاء کی جگہ کمتر وذلیل لے لیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب تمام عالم پر عظیم انقلاب کا وقت آگیا ہے جسے قیامت کہا جاتا ہے۔ [۴] اس تغیر کی جگہ وجہ اور ترتیب کو بھی بیان کیا چنانچہ فرمایا کہ نیک بخت لوگ یکے بعد دیگرے اس دنیا سے گذرتے رہیں گے اور بدکار اور ناکارہ لوگ جو یا کھجور کی بھوسی کی طرح باقی رہ جائیں گے جن کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہ ہوگی۔ [۵]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب تغیر الناس'' ص۴۵۹ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا تقوم الساعۃ حتی یکون اسعد الناس بالدنیا لکع ابن لکع.

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی فی ابواب الفتن (باب ماجاء فی اشراط الساعۃ) عن حذیفۃ بن الیمان.

---

(۱) مشکوۃ ص۱۱ (۲) مشکوۃ ص۳۳ (۳) مشکوۃ (۴) مظاہر حق ۵/۹۴ (۵) مشکوۃ ۴۵۸

قیامت کے قریب دین پر چلنے والا مثل چنگاری ہاتھ میں لینے والا ہوگا

(۲۸۵) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِیْہِمْ عَلٰی دِیْنِہٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ.

ترجمہ: ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں اپنے دین پر صبر کرنے والا ایسا ہوگا جیسا کہ انگاروں کو مٹھی میں لینے والا۔''

لغات: اَلْقَابِضُ: قَبَضَ (ض) قَبْضًا بِیَدِہِ الشَّیئَ وَعَلَی الشَّیئَ کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا۔ الجَمْرُ: جمع جَمْرَۃٌ کی بمعنی انگارہ۔

تشریح: ''کالقابض علی الجمر'': یہ جزء محل تشریح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آخر زمانے میں (یعنی قیامت کے قریب) برائی اس قدر عام ہوجائے گی کہ لوگ دین کو قابل نفرت سمجھنے لگیں گے، لوگوں کے اعمال ہی نہیں عقائد میں بھی خرابی آجائے گی۔ دین کی بات کرنے والا اور اس کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں ملے گا، ایسے وقت میں اگر کوئی دین اسلام کو اپنائے گا تو اس کی مثال حدیث بالا میں ہاتھ میں انگارہ رکھنے کے ساتھ دی ہے کہ جس طرح ہاتھ پر انگارہ رکھنا مشکل اور مشقت کا کام ہے اسی طرح ایسے باطل ماحول میں جمنا بھی اور اپنے ایمان اور اعمال کی حفاظت کرنا بھی مشکل ہوگا[1] اور جو ایسے وقت میں دین پر جمے گا اس کے لئے احادیث میں بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں مثلاً ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

''مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ''

ترجمہ: ''جس نے تھامے رکھا میری سنت کو میری امت کے دور فساد میں اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔''

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب تغیر الناس'' ص ۴۵۹ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یأتی علی النّاس زمان الصابر فیہم علی دینہ کالقابض علی الجمر.

تخریج حدیث: اخرجہ ابو داود فی کتاب الملاحم واخرجہ ابن ماجۃ فی کتاب الفتن واخرجہ الترمذی ایضافی ابواب الفتن عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ.

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/۹۷ ومظاہر حق ۴/۸۷۷ وجواہر الحکم ص ۲۷۹۔

قیامت کے قریب لوگوں میں دنیا کی محبت اور موت سے نفرت ہو جائے گی

(۲۸۶) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعٰی الْاٰکِلَةُ اِلٰی قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ، قَالَ: بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَهَابَةَ مِنْکُمْ وَلَیَقْذِفَنَّ فِیْ قُلُوْبِکُمُ الْوَهْنَ، قَالَ قَائِلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاهِیَةُ الْمَوْتِ.

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب دنیا والے ایک دوسرے کو ایسا بلائیں گے تمہارے اوپر جیسا کہ کھانے والے پیالے پر کھانے کے لئے ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، کسی صحابی نے عرض کیا کہ کیا اس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں تمہاری مقدار بہت ہوگی اس وقت تمہاری حیثیت سیلاب کے جھاگ کے برابر ہوگی اور اللہ تعالیٰ تمہارا رعب دشمنوں کے دلوں سے نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دے گا۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ یارسول اللہ ''وہن'' کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔''

لغات: تَدَاعٰی: باب تفاعل سے بمعنی ایک دوسرے کو بلانا، اِدَّعَی الشَّیْئَ دعوی کرنا۔ قَصْعَةٌ: بمعنی پیالہ، جمع قِصَعٌ، قِصَاعٌ قَصَعَاتٌ. غُثَاءٌ: جھاگ، کوڑا کرکٹ، غَثَا (ن) غَثْوًا. اَلسَّیْلُ: بہنے والا، سیلاب۔ لَیَقْذِفَنَّ: قَذَفَ (ض) قَذْفًا بمعنی ڈالنا، پھینکنا قال تعالیٰ ﴿فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَی السَّامِرِیُّ﴾. اَلْوَهْنُ: بمعنی کمزوری، سستی، وهن (ض-س-ک) کمزور ہنا، قال تعالیٰ ﴿فَمَا وَهَنُوْا لِمَا اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾.

تشریح: "تداعی علیکم کما تداعی الاکلة": جس طرح جب کچھ لوگ دسترخوان پر جمع ہوتے ہیں تو برتن کو ایک دوسرے کے سامنے رکھتے ہیں کہ اس برتن کے کھانے میں سے تم بھی کچھ کھالو کیونکہ جب برتن قریب ہوتا ہے تو آدمی آسانی سے اس میں سے کچھ کھالیتا ہے تو اسی طرح قیامت کے قریب کافر لوگ ایک دوسرے کو اکسائیں گے کہ مسلمانوں کو ہلاک کردیں وہ کفار جمع ہوں گے اور مسلمانوں کی جائداد اور مال وغیرہ پر لوٹ ڈالیں گے۔ (۱)

"حبّ الدنیا وکراھیة الموت": اس تباہی وبربادی کی وجہ یہ ہوگی کہ مسلمانوں کے دلوں میں ''وہن'' داخل ہوجائے گا۔ ''وھن'' کے معنی ہیں سستی اور ضعف کہ ایمان میں سستی ہوجائے گی اس کی وجہ سے موت سے ڈر لگنے لگے گا حالانکہ موت تو مؤمن کے لئے تحفہ ہے، اور دنیا کی محبت آجائے گی جس کی وجہ سے یہ جہاد سے ڈرنے لگے گا کہ اگر مرجاؤں گا تو بال بچوں کا کیا

(۱) مظاہر حق ۴/۴۴۵

ہوگا، جب یہ حال مسلمانوں کا ہوجائے گا تو کفار اس پر غالب آجائیں گے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تغیر الناس" ص۴۵۹ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ثوبان رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: یوشك الامم ...... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب الملاحم واخرجه الامام احمد فی مسنده ۳۷۸/۵.

---

(۱) مرقاۃ ۱۳۰/۹

قیامت کے قریب آدمی جانوروں کی طرح کھائے گا

(۲۸۷) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ قَوْمٌ یَأْکُلُوْنَ بِاَلْسِنَتِھِمْ کَمَا تَأْکُلُ الْبَقَرَةُ بِاَلْسِنَتِھَا.

ترجمہ: ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایسی جماعت پیدا نہ ہوجائے جو اپنی زبانوں کے ذریعہ اس طرح کھائیں گے جس طرح گائیں اپنی زبانوں سے کھاتی ہیں۔“

لغات: اَلْبَقَرَةُ: گائے، جمع اَلْبَقَرُ.

تشریح: ”یأکلون بالسنتھم“: اس حدیث پاک میں بھی قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے قریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنی زبانوں کو کھانے کا ذریعہ بنائیں گے یعنی ان لوگوں کی عادت یہ ہوگی کہ مال والوں کی جھوٹی جھوٹی تعریفوں اور چاپلوسی کر کے ان سے مال وصول کریں گے۔

بعض علماء نے اس کا دوسرا مطلب بیان فرمایا کہ یہ لوگ اپنی تقریر اور تحریر فصاحت اور بلاغت کا جھوٹا مظاہرہ کریں گے پھر اس کی وجہ سے لوگوں سے مال کو لیں گے۔

تیسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ بعض لوگوں کی بعض کے سامنے خدمت کریں گے پھر اس کے ذریعہ سے مال کو حاصل کریں گے۔

”کما تأکل البقرة“: جس طرح گائے کے سامنے جو کچھ ہو وہ اس بات کی تمیز نہیں کرتی کہ یہ خشک ہے یا تر حلال ہے یا حرام تو بعینہٖ اسی طرح قیامت کے قریب لوگ کھاتے وقت اور مال لیتے وقت قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں کریں گے کہ یہ مال حلال ہے یا حرام جو کچھ ہوگا کھائیں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب البیان والشعر“ ص ۴۱۰ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا تقوم الساعة حتی یخرج قوم یأکلون بألسنتھم کما تأکل البقرة بألسنتھا.

تخریج حدیث: اخرجہ الامام احمد فی مسندہ ۱/۱۸۴

قیامت کے قریب آدمی حلال اور حرام کی پرواہ نہیں کرے گا

۲۸۸ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُبَالِی الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الحَلَالِ أَمْ مِنَ الحَرَامِ.

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی کو جو مال ملے گا اس کے بارے میں وہ اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ حلال ہے یا حرام۔''

لغات: یُبَالِی: بَالٰی مُبَالَاۃً، پرواہ کرنا، مقابلہ پر فخر کرنا۔

تشریح: قرب قیامت جو کہ حقیقت میں فتنوں کا زمانہ ہوگا، عجیب عجیب فتنے ہوں گے اور اس زمانے میں چاروں طرف برائیاں پھیل جائیں گی ان برائیوں میں سے ایک برائی جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جن میں مال کی اتنی حرص اور لالچ ہوگی کہ اس بناء پر وہ حصول مال کے سلسلہ میں حلال وحرام کی تمیز نہیں کریں گے وہ قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں کریں گے کہ اگر حرام مال میرے پیٹ میں چلا گیا تو میری عبادات قبول نہ ہوں گی [۱] اور جو میرا جسم اس حرام مال سے پرورش پا رہا ہے یہ جہنم میں جائے گا۔ ان جیسی وعیدوں کی اس کی نگاہ میں کوئی پرواہ نہ ہوگی [۲] دنیا کی محبت ولالچ اس کو وہ سب کچھ کروادے گی جس کو عام آدمی کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا اسی کی طرف آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ.'' **ترجمہ:** دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

اسی کو ایک فارسی شاعر نے یوں ادا کیا ہے:

ہرچہ آمد بدہان شاں خورند ❊ وآنچہ آمد بزبان شان گویند

اگر اس حدیث بالا پر غور فرمائیں گے تو ہمارے زمانہ پر پوری طرح منطبق ہے کہ آج کتنے لوگ ہیں جو حلال وحرام میں تمیز کرتے ہیں؟

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الکسب وطلب الحلال'' ص ۲۴۱ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنه رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یأتی علی النّاس زمان لا یبالی المرء ما أخذ منه أمن الحلال أم من الحرام؟

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب البیوع (باب من لم یبال من حیث کسب المال) اخرجه البیهقی فی دلائل النبوة.

---

(۱) مشکوۃ (۲) مشکوۃ (۳) مشکوۃ (۴) مظاہر حق ۳/۳۳

قیامت کے قریب نماز پڑھانے والا کوئی نہیں ملے گا

(۲۸۹) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَافَعَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُوْنَ اِمَامًا يُصَلِّيْ بِهِمْ.

ترجمہ: ''نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد والے امام بنانے کے لئے ایک دوسرے کو بڑھائیں گے مگر کوئی نماز پڑھانے والا ان کو نہ ملے گا۔''

لغات: اَشْرَاطٌ: شَرْط کی جمع ہے علامت، ہر چیز کا اول۔ يَتَدَافَعُ: ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالنا، يَتَدَافَعُ الْقَوْمُ، ایک دوسرے کو ہٹانا۔

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں جہل وفسق اتنا پھیل جائے گا کہ کسی کے اندر بھی امامت کی اہلیت نہ ہوگی اس بناء پر لوگ امامت کروانے سے گریز کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو نماز پڑھانے کے لئے کہیں گے اور کوئی بھی امام بننے کے لئے تیار نہ ہوگا[1] اس پر ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

''أَجَازَ الْمُتَأَخِّرُوْنَ مِنْ أَصْحَابِنَا أَخْذَ الْأُجْرَةِ عَلَى الْإِمَامَةِ وَالْاَذَانِ وَنَحْوِهِمَا مِنْ تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ بِخِلَافِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا يُحَرِّمُوْنَ الْأُجْرَةَ عَلَى الْعِبَادَةِ''.[2]

ترجمہ: ''ہمارے علماء احناف میں سے متاخرین نے اجازت دی ہے کہ امامت اور اذان اور اسی طرح قرآن کی تعلیم وغیرہ پر تنخواہ لے سکتے ہیں بخلاف متقدمین کے کہ وہ عبادات پر تنخواہ لینے کو حرام سمجھتے تھے۔''

اس حدیث کے شراح فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے کو آگے بڑھانے میں یہ علت نہیں ہوگی کہ وہ ایک دوسرے کو افضل سمجھ کر امامت کے لئے کہہ رہے ہوں گے کیونکہ اس حدیث میں قیامت کی علامت میں سے اس کو بیان کیا گیا ہے اور قیامت کے قریب جہل خوب شباب پر ہوگا اس لئے ہر شخص امام بننے سے انکار کریگا۔[3]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الامامة'' ص ۱۰۰ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سلامة بنت الحر رضى الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اِنّ من اشراط السّاعة أن يتدافع أهل المسجد لا يجدون اماما يُصلّى بهم.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فى كتاب الصلوة (باب كراهية التدافع عن الامامة) واخرجه احمد فى مسنده ٣٨١/٦

---

(۱) مرقاۃ ۸۵/۳ ومظاہر حق ۷۳۸/۱ (۲) مرقاۃ ۸۵/۳ (۳) مظاہر حق ۷۳۸/۱ ومرقاۃ ۸۵/۳

قیامت کے قریب کے محبوب ترین لوگ

(۲۹۰) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِی لِی حُبًّا نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ أَحَدُھُمْ لَوْرَاٰنِیْ بِاَھْلِہٖ وَمَالِہٖ.

ترجمہ: ’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بے شک میری امت میں سے مجھ سے محبوب ترین وہ لوگ ہوں ہیں جو میری وفات کے بعد پیدا ہوں گے ان میں سے بعض یہ تمنا کرے گا کہ وہ اپنا سارا مال اور تمام رشتہ دار کو دے کر بھی مجھے دیکھ لے۔‘‘

لغات: بِاَھْلِہٖ: بچے اور کبھی بیوی اور کبھی دونوں کو بولا جاتا ہے۔

تشریح: ”یکون بعدی“: میرے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد دنیا میں آئیں گے۔ (۱)

”یودّ أحدھم“: ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش وہ مجھ کو دیکھ لیتے اگر اس کے لئے ان کو اپنے مال وعیال سب کچھ قربان کرنا پڑے تو وہ کر دیں۔

”حبًّاناس“: میرے نزدیک لوگوں میں محبوب ہوں گے۔

سوال: کیا یہ لوگ صحابہ سے بھی افضل ہوں گے؟

جواب: بعد میں آنے والے صحابہ سے کسی صورت میں بھی نہیں بڑھ سکتے آدمی جتنا بلند ہوجائے مگر صحابہ سے فائق نہیں ہوسکتا، اللہ نے صحابہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور خدمت کیلئے چنا تھا تو اس تمنا کے ساتھ آدمی ادنیٰ صحابی کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

سوال: ان جیسی روایات سے علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ استدلال کرتے ہیں کہ بعد میں آنے والے بھی بعض صحابہ سے بڑھ سکتے ہیں؟

اول: یہ بات جمہور علماء کے اتفاق کے خلاف ہے۔

دوم: یہ کہ اگر کوئی خاص صفت میں بڑھتا ہے تو اس کو یہ جزوی فضیلت حاصل ہوگی مگر صحابہ کو کلی فضیلت حاصل ہوگی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب ثواب ھذہ الامۃ“ ص۵۸۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال: انّ من أشد أمّتی لی حبّا ناس یکونون بعدی یودّ أحدھم لورأنی بأھلہ ومالہ.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی (کتاب الجنّۃ وصفۃ نعیمھا وأھلھا) واخرجہ البخاری فی کتاب المناقب (باب علامات النّبوۃ فی الاسلام).

(۱) مرقاۃ ص۴۶۴

قیامت کے قریب کے بعض لوگوں کا ثواب اول والوں کی طرح ہوگا

(۲۹۱) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ آخِرِ ھٰذِہِ الْأُمَّۃِ قَوْمٌ لَھُمْ مِثْلُ أَجْرِ أَوَّلِھِمْ یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُقَاتِلُوْنَ أَھْلَ الْفِتَنِ.

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جب اس امت کے آخری دور میں ایک جماعت پیدا ہوگی جس کا ثواب اس امت کے ابتدائی دور کے لوگوں کے ثواب کے مثل ہوگا اس جماعت کے لوگ مخلوق خدا کو اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے روکیں گے اور فتنہ برپا کرنے والوں سے لڑیں گے۔''

لغات: اَلْفِتَن: جمع اَلْفِتْنَۃ: بمعنی آزمائش، گمراہی، رسوائی، قال تعالیٰ: ﴿وَالْفِتْنَۃُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾.

تشریح: اگرچہ یہ ساری امت خیر امت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿کُنْتُمْ خَیْرَ أُمَّۃٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ میں واضح ہے اور اس طرح اس امت کے پہلے حصہ کی فضیلت و بزرگی شمس نہار کی طرح عیاں ہے۔

یہاں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے آخری حصہ کی فضیلت و اہمیت کو بیان فرمایا ہے چنانچہ ایک روایت میں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا) تم ایسے زمانے میں ہو کہ جو تم سے کوئی دسواں حصہ مامور بہ کا چھوڑ دے تو ہلاک ہوگا پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ اگر ان میں سے کوئی دسواں حصہ مامور بہ کا پورا کرے گا تو نجات پائے گا۔ (۱)

یہاں پر مامور بہ سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، (۲) اس حدیث میں بھی عہد رسالت اور حالیہ کا فرق بیان کیا گیا ہے چونکہ اس زمانے میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کا دور دورہ تھا اس لئے اس کا دسواں چھوڑنے والا بھی ہلاک تھا لیکن آخری دور میں جب امر بالمعروف نہی عن المنکر کا چرچا نہ ہوگا تو اگر کوئی شخص دسواں حصہ بھی کرے گا تو نجات پائے گا (۳) اسی فرق کو ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا کہ: جس نے میری امت کے فساد کے زمانے میں میری سنت کو تھامے رکھا ہو اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہوگا۔ (۴)

چنانچہ حدیث بالا میں اس امت کے آخری حصہ والوں کے لئے بشارت ہے ایک جگہ بحثیت مجموعی ارشاد عالی ہے کہ ''میری امت کا حال بارش کی طرح ہے جس کے بارے میں معلوم نہیں کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر اس کا بہتر ہے''۔ (۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب ثواب ھذہ الامّۃ'' ص ۵۸۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالرحمن بن العلاء الحضرمی رحمہ اللہ قال: حدّثنی من سمع النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقول: انّہ سیکون فی آخر ھذہ الأمّۃ قوم لھم مثل أجر أوّلھم یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویُقاتلون أھل الفتن.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیھقی.

(۱) مشکوۃ ص ۳۱ (۲) مظاہر حق ۲۱۹ (۳) مظاہر حق ۲۱۹ (۴) مشکوۃ ۳۰ (۵) مشکوۃ ص ۵۸۳

ایسا وقت بھی آئے گا کہ آدمی کو صرف مال کام دے گا

(۲۹۲) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیَأْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَنفَعُ فِیْہِ اِلَّا الدِّیْنَارُ وَالدِّرْھَمُ.

تَرجَمَہ: ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں درھم اور دینار کے علاوہ کوئی چیز فائدہ نہیں دے گی۔“

لُغَات: اَلدِّیْنَارُ وَالدِّرْھَمُ: یہ دونوں سکے کا نام ہے۔ دینار سونے کا اور درہم چاندی کا ہوتا تھا۔

تَشرِیح: اس حدیث کے راوی مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی باندی ان کے جانوروں کا دودھ بیچتی تھی اور اس سے ان کا گذارہ ہوتا تھا، لوگوں نے حضرت مقدام کو طعنہ دیا کہ تم دودھ کو فروخت کروا کر اس کی قیمت کو کھاتے ہو حالانکہ بہتر یہ ہے کہ دودھ مفت میں ہی فقراء مساکین کو تقسیم کیا جائے اس پر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شرعی نقصان تو نہیں نہ تو یہ حرام ہے اور نہ ہی مکروہ ہے اور یہ میری ضرورت کے پیش نظر ہے کسی مال کی لالچ کی بناء پر نہیں پھر اس پر حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ نے حدیث بالا سنائی [1] ایک زمانہ ایسا آئے گا جس کی پیش گوئی نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے کہ آدمی کی تمام تر کوشش مال کے جمع کرنے میں لگے گی اور وہ سمجھیں گے کہ اس سے پریشانی دور ہوگی مگر وہ پریشانی تو ان کے اعمال بد کی نحوست کی وجہ سے ہوگی، وہ مال کے جمع کرنے سے کیسے دور ہوگی؟ جب تک کہ وہ اللہ کی طرف متوجہ نہ ہوں وہ پریشانی ان سے دور نہ ہو سکے گی مگر وہ ایسا کریں گے نہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الکسب وطلب الحلال“ ص۲۴۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی بکر بن أبی مریم رحمهما اللّٰه قال: کانت لمقدام بن معدی کرب جاریة تبیع اللبن ویقبض المقدام فقیل له: سبحان اللّٰه تبیع اللّبن وتقبض الثّمن، فقال: نعم، وما بأس بذالك؟ سمعت رسول اللّٰه صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقول: لیأتینّ علی النّاس زمان لا ینفع فیه الاّ الدّینار والدّرهم.

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسنده ۴/ ۱۳۳ عن المقدام بن معدیکرب.

---

(۱) مشکوۃ ۲۴۳ (۲) مظاہر حق ۴/ ۵۰، ۵۱

کپڑا پہننے والی بعض عورتیں برہنہ ہوں گی

(۲۹۳) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: صِنفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِیَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَآءٌ كَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَهَا وَاِنَّ رِیْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ كَذَا وَكَذَا.

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دوزخیوں کے دو گروہ ایسے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا، ایک گروہ تو ان لوگوں کا ہے کہ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کے مانند کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ناحق ماریں گے اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہوگا جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی مگر حقیقت میں ننگی ہوں گی مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی، ان کے سر (کے بال) بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے ایسی عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی بو پائیں گی حالانکہ جنت کی بو اتنی اتنی مسافت (یعنی بہت زیادہ دور) سے بھی آتی ہے۔''

لغات: سِیَاطٌ: جمع سَوْطٍ، بمعنی کوڑا، چابک، حقہ، تخی، پانی جمع ہونے کی جگہ، سَاطَ (ن) سَوْطاً کوڑے مارنا كَأَذْنَابِ: جمع الذَّنَبِ مِنَ الْحَیَوَانِ، دم، أَذْنَابُ النَّاسِ، معمولی لوگ۔ کَاسِیَاتٌ: جمع کَاسِیَةٍ، کَسِیَ (س) کَسًا بمعنی پہننا۔ عَارِیَاتٌ: عَرِیَ (س) عُرْیَةً مِنْ ثِیَابِهٖ، ننگا ہونا۔ مُمِیلَاتٌ: أَمَالَ، إِمَالَةَ الشَّیْءِ، جھکانا، قال تعالٰی: ﴿اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلاً عَظِیْمًا﴾ رُؤُسُهُنَّ: جمع رَأْسٌ کی بمعنی سر، اَرْؤُسٌ، رُوْسٌ اور آرَاسٌ بھی جمع آئی ہے۔ اَسْنِمَةٌ: جمع سَنَامٍ بمعنی کوہان، ''فلان سنام قومه''، فلان اپنی قوم میں بڑا ہے۔ اَلْبُخْتُ: بمعنی دو کوہان والا اونٹ، مضبوط۔ عموماً ایسے اونٹ خراسان میں ہوتے ہیں۔ رِیْحٌ: بو، مہک، اچھی خبر جمع اَرْیَاحٌ، رِیَاحٌ، رِیَحٌ آئی ہے۔ اَلْمَسِیْرَۃُ: مسافت کے لئے آتا ہے۔ سَارَ (ض) مَسِیْرًا وَمَسِیْرَةً، سفر کرنا، جانا۔

تشریح: ''کاسیات'': وہ ننگی ہوں گی اس کے کئی مطالب ہیں:

اول: ایسا کپڑا پہنیں گی کہ اس سے ان کے بدن کا کچھ حصہ کھلا ہوا ہوگا۔

دوم: دوپٹہ کو اپنے پیٹ اور سینہ پر ڈالنے کے بجائے گردن یا پیٹھ وغیرہ پر ڈالیں گی۔

سوم: بعض علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے ﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ﴾ وہ عورتیں دنیا کے بہترین سے بہترین کپڑے پہنیں گی مگر تقویٰ اور اعمال صالحہ سے خالی ہوں گی اس لئے آخرت میں وہ لباس سے ننگی ہوں گی۔ (۱)

---

(۱) مرقاۃ ۷/۹۵

"ممیلات مائلات": مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی کہ وہ عورتیں اپنا بناؤ سنگار اس لئے کریں گی کہ اس سے مردوں کو اپنی طرف مائل کریں اور بذات خود بھی مردوں کی طرف مائل ہوں گی، بعض علماء نے فرمایا "ممیلات" کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے دوپٹہ کو سر پر نہیں رکھیں گی تا کہ وہ مردوں کو دیکھیں اور مائلات کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورتیں اس طرح مٹک مٹک کر چلیں گی تا کہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ (۱)

"لا یدخلن الجنّة": اس جملہ میں تنبیہ مقصود ہے کہ وہ ڈریں کہ جنت سے محروم نہ ہو جائیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب نیک عورتیں جنت میں داخل ہوں گی تو یہ ان کے ساتھ نہ داخل ہو سکیں گی اور نہ ہی ان کے ساتھ جنت کی خوشبو سونگھیں گی ان کو اس عمل کی سزا ملنے کے بعد جنت بھی ملے گی اور جنت کی خوشبو بھی۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب مالا یضمن من الجنایات" ص ۳۰۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: صنفان من أهل النّار لم أرهما .... الخ باقی بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه فی کتاب اللباس (باب النساء الکاسیات والعاریات) اخرجه البیهقی فی دلائل النبوة.

---

(۱) مظاہر حق ۵۵۳/۳ (۲) مرقاۃ ۹۵/۷ و مظاہر حق ۵۵۳/۳

قیامت کے قریب پیشوا جاہل ہوں گے

(۲۹۶) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا یَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوْا فَافْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا.

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے نکال لے بلکہ علم کو اس طرح سے اٹھائے گا کہ علماء کو اس دنیا سے اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی بھی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے ان سے مسئلہ پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے لہٰذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

لغات: یَقْبِضُ: قَبَضَ (ض) قَبْضًا بِیَدِهِ الشَّیْءَ مِلْئَ الشَّیْءِ، کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا۔ اِنْتِزَاعًا: الشَّیْءَ، اکھیڑنا، نکالنا، کھینچنا، نَزَعَ: (ف) نَزْعًا الشَّیْءَ مِنْ مَکَانِهٖ، اکھیڑنا، نکالنا۔ اَلْعِبَادَ: جمع عبد کی بمعنی بندہ، عَبَدَ (ن) عِبَادَةً، عبادت کرنا، پرستش کرنا۔ عَبُدَ (ك) عُبُوْدَةً، غلام ہونا۔ فَاَفْتَوْا: اَفْتٰی، اِفْتَاءً، فتوی دینا۔

تشریح: اس قسم کی متعدد احادیث ملتی ہیں مثلاً ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: فتنے پھوٹیں گے اور ہرج زیادہ ہوگا، صحابہ نے عرض کیا کہ ہرج کیا چیز ہے؟ فرمایا: قتل! قتل اور علم قبض کرلیا جائے گا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم کو اس کے قبض ہوجانے سے پہلے سیکھ لو علم کا قبض ہونا اہل علم کا اٹھ جانا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی قول ہے کہ: علم اس طرح قبض نہیں ہوگا کہ سینوں سے نکل جائے بلکہ یہ ہوگا کہ علماء فنا ہوجائیں گے۔ (۱)

اور بھی متعدد احادیث اس مضمون سے ملتی ہیں، ان احادیث میں اس خطرناک دور کی طرف اشارہ ہے جب اللہ اپنی عظیم نعمت کو انسانوں سے چھین لیں گے جو کہ انسانیت کا طرہ امتیاز ہے اور پھر انسانیت کے خاتمہ اور گمراہی کا وقت قریب ہوگا، اس نعمت کے اٹھنے کے اسباب بھی متعدد احادیث میں مذکور ہیں:

اول: علماء کی جانب سے ان کے قلوب میں دنیوی طمع پیدا ہونا۔

دوم: مخلوق کی جانب سے اس کی ناقدری اور ان سے بے نیازی ہوگی۔

(۱) العلم والعلماء ص ۱۱۵

سوم: یہاں شرعی بات کا ذکر ہے کہ صحیح اور علماء حق اٹھتے چلے جائیں گے ان کے جانشین نام کے علماء ہوں گے ان سے پھر عام گمراہی پھیل جائے گی۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: انّ اللّٰہ لا یقبض العلم .... الخ باقی بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب العلم (باب کیف یقبض العلم) واخرجہ مسلم فی کتاب العلم (باب رفع العلم بقبضہ) واخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ.

---

(۱) جواہر العلم ص ۲۹۱

قرآن سیکھو اور سکھاؤ

(۲۹۵) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْہُ النَّاسَ، تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْھَا النَّاسَ، تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوْہُ النَّاسَ فَاِنِّیْ امْرُأٌ مَقْبُوْضٌ وَالْعِلْمُ سَیَنْقَبِضُ وَیَظْھَرُ الْفِتَنُ حَتّٰی یَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِیْ فَرِیْضَۃٍ لَا یَجِدَانِ أَحَدًا یَفْصِلُ بَیْنَھُمَا۔

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھلاؤ، علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لئے کہ بے شک میں بھی ایک آدمی ہوں جو اٹھالیا جاؤں گا اور علم بھی اٹھایا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو شخص ایک مسئلہ میں اختلاف کریں گے اور کسی کو بھی وہ ایسا نہ پائیں گے جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

لغات: تَعَلَّمُوْا: سیکھنا، الامر، مضبوط کرنا۔ اَلْفَرَائِضَ: جمع اَلْفَرِیْضَۃ، فرض، زکوۃ، حصہ، علم میراث۔ اِمْرَأ: بمعنی مرد جمع رِجَال من غیر لفظ. مَقْبُوْضٌ: قَبَضَ (ض) قَبْضًا، پکڑنا، قَبَضَہُ اللّٰہ، وفات دینا۔ سَیَنْقَبِضُ: اَلْقَبْضُ الشَّیْءُ ملنا، سمٹنا۔ اَلْفِتَنُ: جمع اَلْفِتْنَۃِ کی بمعنی اختلاف آراء، جنگ وجدال۔

تشریح: یہ دنیا چونکہ دار الامتحان ہے یہاں انسان ابتلاء کے لئے آیا ہے اب اس میں نجات اسی وقت ہوگی جبکہ اس کو علم ہوگا کہ کن عوامل میں فلاح مضمر ہے اور کن میں خسران پوشیدہ ہے، اس لئے علم کے سیکھنے سکھانے کے فضائل متعدد احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں، چنانچہ ایک جگہ فرمایا کہ جو شخص کسی راستے کو علم دین حاصل کرنے کے لئے اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے راستے پر چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے ہر وہ چیز جو آسمانوں کے اندر ہے (فرشتے) اور جو زمین پر ہے (جن وانس) اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں، دعائے مغفرت کرتی ہیں، عابد پر عالم کو ایسی فضیلت ہے جیسے چودھویں کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔

دوسری بات کہ خود سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا بھی نہایت اہم ہے اسی لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔

یہ تو امر بدیہی ہے کہ جب علم سیکھا جائے گا نہ سکھایا جائے گا تو نتیجہ جہل کا دور دورہ ہوگا اس لئے حدیث میں فرمایا کہ دو آدمی اختلاف کریں گے لیکن کوئی ثالث نہ پائیں گے۔ اسی طرح ایک جگہ فرمایا کہ لوگوں کو کوئی عالم نہیں ملے گا تو وہ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے اور وہ مسئلہ بتائیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: تعلّموا العلم .... الخ باقی بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

اہل کتاب کے طرز پر قرآن پڑھنا منع ہے

(۲۹۶) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِقْرَءُ وا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ أَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُوْنَ أَهْلِ الْكِتٰبَيْنِ وَسَيَجِيءُ بَعْدِيْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَقُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ.

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قرآن اہل عرب کی طرح اوران کی آوازوں میں پڑھو، اہل عشق اوراہل کتاب کے طریقہ کے مطابق پڑھنے سے بچو! میرے بعد ایک جماعت پیدا ہوگی جس کے افراد راگ اور رونے کے طرح آواز بنا کر قرآن پڑھیں گے قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا نیز ان کی قرأت سن کر خوش ہونے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔''

لغات: لُحُوْنٌ: جمع ہے لَحن کی بمعنی لہجہ، آواز، اَللَّحْنُ مِنَ الاَصْوَاتِ، موزوں آواز کو کہتے ہیں جمع اَلْحَانٌ آتی ہے، لَحَنَ فِي الْقُرآن، خوش آوازی سے پڑھنا۔ أَهْلُ الْكِتٰبَيْنَ: توریت وانجیل والے، یہود اور نصاری۔ يُرَجِّعُوْنَ: تَرْجِيْعًا فِي صَوْتِهِ، اپنی آواز کو حلق میں گھمانا، رَجَعَ (ض) رُجُوْعًا، واپس آنا، لوٹنا، رَجَّعَ فِي الْمُصِيْبَةِ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن کہنا۔ اَلْغِنَاءُ: بمعنی نغمہ گانا۔ اَلنَّوْحُ: عورتوں کی جماعت جو اکٹھا ہو کر روئے، نِسَاءٌ نَوْحٌ، اِسْتَنَاحَتِ الْمَرْأَةُ، عورت نے نوحہ کیا۔ حَنَاجِرُ: جمع حَنْجَرَةٌ کی بمعنی حلق۔

تشریح: ''اقرء وا القرآن بلحون العرب'': قرآن عربوں کی زبان اور لہجہ میں نازل ہوا ہے۔ ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرآنًا عَرَبِيًّا﴾ تو جب قرآن پڑھیں گے تو بغیر تکلف پڑھیں۔ اس میں تنبیہ ہے ان لوگوں کے لئے جو قرآن پڑھنے میں خواہ مخواہ کا تکلف کر کے اپنی آواز اور لہجہ کو بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ (۱)

''ایّاکم ولحون أهل العشق'': تم بچو اہل عشق کی طرح پڑھنے سے یعنی جس طرح اہل عشق اور شعراء اپنے اشعار اور نظموں کو خوب بنا بنا کر ترنم کی آواز میں پڑھتے ہیں مزید یہ کہ ساتھ ساتھ موسیقی اور راگ وغیرہ کو بھی شامل کرتے ہیں تم قرآن کو ان سب چیزوں سے دور رکھو۔ (۲)

''اهل الكتبين'': یعنی جس طرح اہل کتاب (یہود ونصاری) کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنی کتاب کو غلط لکھتے اور غلط پڑھتے اور غلط اس کی تشریح اور مطلب بیان کرتے تھے مسلمانوں کو نصیحت ہے کہ تم اپنی کتاب (یعنی قرآن) کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرنا۔ (۳)

---

(۱) مظاہر حق ۴۴۸ ومرقاۃ ۱۲/۵ (۲) مظاہر حق ۴۴۸ (۳) مظاہر حق ۴۴۸

"مفتونة قلوبهم": ان کے دلوں میں فتنے ہوں گے کیونکہ وہ قرآن کو پیسوں کے لئے یا شہرت حاصل کرنے کے لئے پڑھیں گے اخلاص کا ان میں نام ونشان نہ ہوگا تو جولوگ اس غلط کام یا غلط بات کو اچھا سمجھیں گے وہ بھی گمراہی اور ضلالت میں مبتلاء ہوجائیں گے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب فضائل القرآن" ص ۱۹۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حذيفة رضى الله تعالٰى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقرأوا القرآن بلحون العرب .... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة فى كتاب فضائل القرآن الى البيهقى فى شعب الايمان.

(۱) مظاہر حق ۴۴۸

الباب الثانی

فی الواقعات والقصص وفیه اربعون قصة

دوسرا باب واقعات اور قصوں کے بیان میں اور اس میں چالیس قصے ہیں

حدیث جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

❶ عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرٰی عَلَیْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا یَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌّحَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُکْبَتَیْهِ اِلٰی رُکْبَتَیْهِ وَوَضَعَ کَفَّیْهِ عَلٰی فَخِذَیْهِ وَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ: اَلْاِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا قَالَ: صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ یَسْأَلُهُ وَیُصَدِّقُهُ قَالَ: فَأَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ: صَدَقْتَ قَالَ: فَأَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ کَأَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ قَالَ: فَأَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ: مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ: فَأَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَی الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِیًّا ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا عُمَرُ! أَتَدْرِیْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ: فَاِنَّهٗ جِبْرَئِیْلُ أَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ.

ترجمہ: ’’حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں ہم بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے درمیان آیا جس کا لباس نہایت صاف ستھرا اور بہت زیادہ سفید کپڑے اور سر کے بال نہایت سیاہ، اس شخص پر نہ تو سفر کی کوئی علامت تھی اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا بہر حال وہ شخص نبی

کریم ﷺ کے اتنے قریب آ کر بیٹھا کہ اپنے دونوں گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھ لئے اس کے بعد اس نے عرض کیا اے محمد! مجھ کو اسلام کی حقیقت کے بارے میں بتائیں آپ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت ہو تو حج کرو (مسافر نے فرمایا) آپ ﷺ نے سچ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص آپ ﷺ سے سوال بھی کرتا ہے اور پھر جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس شخص نے پوچھا اے محمد! ایمان کی حقیقت کے بارے میں بتائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس بات کا یقین رکھو کہ برا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب نوشتۂ تقدیر کے مطابق ہے۔ مسافر نے کہا آپ نے سچ کہا۔ پھر اس شخص نے پوچھا کہ احسان کی حقیقت کے بارے میں بتائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہیں تو یہ دھیان رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ قیامت کے بارے میں بتائیں کہ کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، مسافر نے کہا کہ اس کی نشانیاں ہی بتا دیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ لونڈی اپنی مالکن کو جنے گی اور ننگے پیر ننگے بدن فقیر بکریاں چرانے والے عالی شان عمارات بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر وہ مسافر چلا گیا میں نے پھر تھوڑی دیر توقف کیا آپ ﷺ نے مجھ سے خود ہی فرمایا اے عمر! جانتے ہو کہ پوچھنے والا شخص کون تھا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے جو تم کو دین سکھانے آئے تھے۔"

لغات: طَلَعَ (ن) طُلُوْعًا مَطْلَعًا، الْكَوْكَب، ستارہ وغیرہ کا نکلنا۔ فَاَسْنَدَ: أَسْنَدَ اِلَی الشَّئِ، ٹیک لگانا سَنَدَ (ن) سُنُوْدًا وَاسْتَنَدَ وَتَسَانَدَ اِلَيْهِ، بھروسہ کرنا۔ رُكْبَتَيْهِ: بمعنی گھٹنا، جمع رُكَب، رُكَبَات، رُكْبَات آتی ہے۔ كَفَّيْهِ: بمعنی ہتھیلی جمع أَكُفّ، كُفُوْف، كُفٌّ آتی ہے۔ فَخِذ: بمعنی ران جمع اَفْخَاذ آتی ہے۔ سَبِيْل: اصل معنی راستہ مراد توشہ اور سواری کا ہونا۔ أَمَارَات: جمع ہے اَمَارَةٌ کی بمعنی علامت، نشان۔ وَلَدَتْ: (ض) وِلَادَة بمعنی جننا۔ الْاَمَة: بمعنی باندی جمع اِمَاء۔ رَبَّتَهَا: رَبٌّ کی مؤنث بمعنی مالکہ۔ اَلْحُفَاة: جمع حَافٍ کی بمعنی ننگے پاؤں والا، حَفِيَ (س) حفاً ننگے پاؤں ہونا۔ اَلْعُرَاة: جمع عَارٍ کی عَرِيَ (س) عُرْيَةً، ننگا ہونا۔ اَلْعَالَة: جمع عَائِلٌ کی بمعنی فقیر، محتاج، جمع عُيَّل، عِيَل آتی ہے۔ رِعَاء: جمع ہے رَاعِي کی،

رَاعِی الشَّاۃ، چرواہا۔ اَلشَّاء: شَاۃٌ کی جمع بمعنی بکری اس کی جمع شِیَاہٌ، أَشْوَاہٌ بھی آتی ہے۔ یَتطَاوَلُوْن: فخر کرنا، تکبر کرنا، ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا۔ اَلْبُنْیَان: عمارت قال تعالیٰ ﴿کَأَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَرْصُوْصٌ﴾ فَلَبِثْتُ: (ض) لَبْثًا وَلُبْثًا بِالْمَکَان، ٹھہرنا اقامت کرنا۔ مَلِیًّا: کچھ دیر۔

تشریح: "وضع کفیه علی فخذیه". "فخذیه" کی ضمیر میں دو احتمال ہیں:

اول: جبرئیل علیہ السلام کی طرف ہی راجع ہے کہ اپنے کفین کو اپنی ران پر رکھا، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو عامر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اس ضمیر کا مرجع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے اپنے کفین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر رکھا۔ (۱)

شیخ الاسلام حضرت شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تطبیق اس طرح فرمائی کہ جبرئیل علیہ السلام نے شروع میں ہاتھ اپنی ران پر رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر ہاتھ رکھا۔ (۲)

"یا محمّد أخبرنی": اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو بتائیں۔

سؤال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارنا تو منع ہے خلاف ادب نبوت ہے؟

جواب: آیت میں خطاب انسانوں کو ہے ملائکہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

سؤال: چاروں سوالات کا آپس میں کیا ربط ہے؟ ایمان، اسلام، احسان، قیامت۔

جواب: محدثین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا آپس میں گہرا ربط اس طرح ہے کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے سب سے پہلے آدمی میں ایمان داخل ہوتا ہے پھر یہ ترقی کر کے اسلام بنتا ہے اور پھر اسلام ترقی کر کے احسان بن جاتا ہے جب انسان کا ایمان مکمل ہو گیا تو قاعدہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی چیز اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کے زوال کا وقت آ جاتا ہے تو جب عبادت اپنے حد کمال کو پہنچے گی تو اب اس کا زوال کا وقت آ گیا یعنی قیامت۔ (۳)

"ما المسئول عنها بأعلم من السّائل": اس کا مطلب تمام ہی محدثین یہ فرماتے ہیں کہ: قیامت کی تاریخ کے نہ جاننے میں ہم دونوں مساوی ہیں کسی کو بھی اس کا علم نہیں۔ (۴)

"أن تلد الامة ربّتها": اس کی تشریح شارحین نے مختلف انداز سے بیان فرمائی ہے زیادہ واضح مطلب یہ ہے کہ جننے والی ماں کی حیثیت کام کاج وغیرہ میں باندی کی طرح ہوگی جن بچوں کو انہوں نے جنا ہے ان کی حیثیت گھر میں آقاؤں والی ہوگی۔

"وأن تری الحفاة العراة": یعنی قیامت کے قریب اراذل کی عزت و بزرگی ہوگی اور اکابر و علماء کی اہانت و حقارت ہوگی۔ (۵) رعاء الشاء کو اس لئے خاص طور سے ذکر کیا کہ وہ اکثر اضعف ہوتے ہیں بخلاف رعاء الابل کے۔ (۶) یا رعاء الشاء

(۱) فتح الباری (۲) فتح الملہم (۳) فتح الملہم ۱/۶۱ (۴) فتح الباری ۱/۱۲۱، عمدۃ القاری ۱/۲۹۳، اشعۃ اللمعات ۱/۴۲
(۵) فتح الملہم، اشعۃ اللمعات (۶) التعلیق الصبیح

سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے پاس کچھ نہ ہو کہ وہ چرواہا ہے تو وہ بکری یا اونٹ وغیرہ کا مالک نہیں ہوگا۔ [(۱)]

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص ۱۱ پر ہے، پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان واخرجه البخاری فی کتاب الایمان واخرجه النسائی فی کتاب الایمان ایضا مع اختلاف یسیر.

راوی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

حدیث کے راوی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں ان کی کنیت ابوحفص۔ قریشی خاندان سے تعلق ہے چالیس مرد اور گیارہ عورتوں کے بعد مسلمان ہوئے مکہ مکرمہ میں۔ رنگ گورا سرخی غالب تھی قد لمبا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا خلیفہ بنادیا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤ نے بدھ کے دن ۲٦ ذوالحجہ ۲۳ھ کو مدینہ میں خنجر سے زخمی کردیا تھا پھر چودہ دن بیمار رہ کر دسویں تاریخ محرم اتوار کے دن انتقال فرما گئے۔ اس وقت عمر تریسٹھ سال تھی۔ خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ تھی۔ جنازہ کی نماز حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور قیامت تک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرمارہے ہیں۔ آپ سے ۵۳۹ روایات احادیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ سوال وجواب ۱۰ھ میں ہوا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں جو احکامات اللہ کی طرف سے آتے رہے اس کا اجمالی نقشہ امت کے سامنے آجائے۔ (التعلیق الصبیح)

---

(۱) فتح الباری

کیا وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے؟

❷ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا) قَالَ: رَجَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ حَتّٰی اِذَا كُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِیْقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّأُوْا وَهُمْ عُجَّالٌ فَانْتَهَیْنَا اِلَیْهِمْ وَأَعْقَابُهُمْ تَلُوْحُ لَمْ یَمَسَّهَا الْمَآءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَیْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبِغُوْا الْوُضُوْءَ.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منقول ہے ہم لوگ نبی کریم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف لوٹ رہے تھے یہاں تک کہ جب ہم راستہ میں پانی پر پہنچے تو کچھ لوگوں نے نماز عصر کے لئے وضو کرنے میں جلدی کی چنانچہ جب ہم ان لوگوں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں کیونکہ ان کو پانی نہیں پہنچا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہے ان ایڑیوں کے لئے آگ سے، وضو کو پورا کرو۔“

لغات: تَعَجَّلَ: فِی الْاَمْرِ، جلدی کرنا۔ عُجَّالٌ: عَاجِلٌ کی جمع ہے، جلد باز، عَجِلَ (س) عَجَلًا، جلدی کرنا۔ فَانْتَهَیْنَا: اِلٰی مَوْضِعِ كَذَا پہنچنا۔ أَعْقَابُهُمْ: عَقِبٌ کی جمع ہے بمعنی ایڑی، بیٹا، پوتا، مراد اول معنی ہے۔ تَلُوْحُ: لَاحَ (ن) لَوْحًا الشَّیْئُ ظاہر کرنا۔ اَلْبَرْقُ: چمکنا۔ وَیْلٌ: برائی، شر، ہلاکت، جہنم کی ایک وادی، قال تعالی ﴿وَیْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ﴾ أَسْبِغُوْا: أَسْبَغَ، اِسْبَاغًا، کامل کرنا، پورا کرنا۔

تشریح: ”من مكّة الی المدینة“: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک جماعت کسی غزوہ سے واپس ہو رہی تھی تو راستہ میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا، ایک جگہ کچھ صاف و پاک پانی نظر آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جلدی سے وہاں پہنچ گئی جلدی جلدی میں جو وضو کیا تو ایڑیاں خشک رہ گئیں خشک رہنے کی وجہ سے وہ چمکنے لگیں۔ (۱)

”ویل للاعقاب“: ویل سے کیا مراد ہے؟ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مختلف اقوال ہیں مثلاً یہ جہنم کی ایک وادی ہے اس میں جہنمیوں کی پیپ وغیرہ جمع ہوتی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مراد اس سے کنایہ ہے کہ سخت عذاب ہوگا۔ (۲) اعقاب سے مراد ”أَهْلُ الْاَعْقَابِ“ ہے ایڑیاں والے مطلب یہ ہے کہ ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کی ایڑیاں وضو میں خشک رہ گئی ہوں گی۔

”أسبغوا الوضوء“: یہ عجیب جملہ ہے یہی ایک جملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے فرائض، سنن، مستحبات، وآداب سب کچھ بیان فرما دیا۔ اس حدیث سے بھی علماء استدلال کرتے ہیں کہ وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے یہ امت کا متفقہ

(۱) مظاہر حق ۱/۴۱۵ (۲) مرقاۃ ۲/۵!

فیصلہ ہے اگر فرض نہ ہوتا تو آپ ﷺ اتنی سخت وعید نہ فرماتے۔ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ پاؤں دھونے والی روایات تواتر تک پہنچ چکی ہیں جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہاں اگر موزہ پہنے ہوئے ہوں تو اب پاؤں پر شرائط کے ساتھ مسح کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب سنن الوضوء" ص ۴۶ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الطّهارة (باب وجوب غسل الرِّجلین بکمالهما) واخرجه البخاری مع اختلاف یسیر فی کتاب الوضوء (باب غسل الرِّجلین ولا یمسح علی القدمین).

حالات راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما:

نام: عبداللہ، کنیت: ابو محمد اور عبدالرحمٰن۔ والد کا نام: عمرو بن العاص، والدہ کا نام ریط بنت منبہ تھا، قد لمبا پیٹ بھاری رنگ سرخ، اخیر عمر سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہوگئے تھے۔ اپنے والد سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے (اسد الغابۃ ۳/۲۳۳) آپ ﷺ کی خدمت میں ہمیشہ رہتے تھے جو کچھ آپ فرماتے فوراً اس کو لکھ لیتے (مسند احمد ۴/۱۹۲) دن میں عموماً روزہ رکھتے اور رات عبادت میں گذرتی تھی، یہ ذوق اس قدر بڑھا کہ آہستہ آہستہ اہل وعیال سے کنارہ کشی اختیار کرلی ان کے والد نے شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس پر فرمایا "عبداللہ روزے رکھو اور افطار کرو نمازیں پڑھو اور آرام کرو نیز بال بچوں کا حق بھی ادا کرو یہی میرا طریقہ ہے۔ جو میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔ (مسند احمد ۴/۱۵۸)

وفات: ۶۵ھ میں حضرت عبداللہ بن عمرو نے سطاط میں وفات پائی لوگوں نے گھر میں ہی دفن کردیا کیونکہ اس زمانے میں مروان بن الحکم اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی فوجوں میں جنگ ہورہی تھی جنازہ کو قبرستان تک لے جانا مشکل تھا۔ ان سے روایات کی مقدار ۷۰۰ ہے۔ بخاری اور مسلم میں ۷ امشترک ہیں اور ۸ بخاری میں اور ۲۰ مسلم میں متفرق ہیں (تہذیب ص ۲۰۸)۔

---

(۱) مظاہر حق ۱/۴۱۵ و مرقاۃ ۲/۱۵

نماز کی برکت سے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں

❷ عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَهَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذَالِكَ الْوَرَقُ یَتَهَافَتُ قَالَ: فَقَالَ یَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوةَ یُرِیْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ.

ترجمہ: ”حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاڑے کے موسم میں جب کہ پتے جھڑنے کا وقت تھا باہر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑیں اور ہلایا تو پتے اور بھی زیادہ گرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے ابوذر! میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں حاضر ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤمن بندہ خالصاً اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔“

لغات: اَلشِّتَاء: سردی کا موسم، شَتَا (ن) شَتْوًا، جاڑے میں قیام کرنا، قال تعالٰی ﴿رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّیْفِ﴾ یَتَهَافَتُ: عَلَی الشَّئِ، لگاتار گرنا، (اکثر اس کا استعمال شر میں ہوتا ہے) غُصْن: شاخ، ڈالی، جمع غُصُوْن، أَغْصَان آتی ہے۔ وَجْه: اصلی معنی تو چہرہ ہے مراد خوشنودی ہے۔

تشریح: ”تَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ“: (نماز سے) گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے کہ یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں، اسی کے مثل ایک دوسری روایت بھی آتی ہے کہ حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا انہوں نے ایک درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی جس سے اس کے پتے گر گئے، پھر مجھ سے کہنے لگے کہ ابو عثمان رضی اللہ عنہ تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا؟ انہوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا، آپ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ سلمان: پوچھتے نہیں کہ میں نے یہ کام اس طرح کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ بتا دیجئے کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان اچھی طرح وضوء کرتا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی معاف ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ پتے گرتے ہیں۔

عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ: اس سے گناہ گرتے ہیں۔ گناہ سے مراد محدثین کے نزدیک گناہ صغیرہ ہیں۔ کبیرہ گناہ کے لئے استغفار کرنا ضروری ہے استغفار کے بغیر کبیرہ گناہ معاف نہیں ہوتے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الصلوۃ" ص ۵۸ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ ہے۔
تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسنده عن ابی ذر ١٦٩/١.

راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: جندب، ابوذر کنیت، مسیح الاسلام لقب، شروع اسلام میں مکہ میں مسلمان ہوئے، قد دراز، رنگ سیاہی مائل، ڈاڑھی گھنی، آخری عمر میں بال بالکل سفید ہوگئے تھے (ابن سعد ۴/ ۱۶۹) غزوہ خندق کے بعد سے سارا وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے، اس سے پہلے اپنے قبیلہ غفار میں تھے (مسند احمد ۵/ ۱۷۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فطرۃً فقیر زہد پیشہ تارک الدنیا تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کہنے پر یا انہوں نے خود مقام "ربذہ" میں قیام کی خواہش کی اور وہاں ہی رہے اور وہاں ہی انتقال ہوا۔ وفات کے بعد ایک یمنی قافلہ جو کوفہ سے آرہا تھا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے اس جگہ پر پہنچے تو انہوں نے ہی ان کو غسل دے کر نماز جنازہ پڑھائی اور اسی جگہ پر دفن کردیا گیا (مستدرک حاکم ۳/ ۳۴۶) ان کی روایات کی تعداد ۲۸۱ ہے، ان میں سے ۱۲ بخاری اور مسلم دونوں نے مشترک نقل کی ہیں باقی بخاری ۲ میں اور مسلم ۷ میں منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۴۴۹)

---

(۱) نسائی

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کی سب سے بہتر دعا

❹ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِيْ: سَلْ، فَقُلْتُ أَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ: أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ قَالَ: فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ.

ترجمہ: ”ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتا تھا وضو کا پانی اور دوسری ضروریات پیش کیا کرتا تھا ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگو، میں نے عرض کیا کہ میں تو جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ اور مانگو، میں نے عرض کیا بس یہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم کثرت سجود کے ذریعہ اپنی ذات سے میری مدد کرنا۔“

لغات: أَبِيْتُ: بَاتَ (ض س) بَيْتًا وَبَيَاتًا وَبَيْتُوْتَةً فِي الْمَكَانِ، شب باشی کرنا۔ بِوَضُوْئِهِ: بفتح الواو، وضو کا پانی، بضم الواو، طہارت۔ مُرَافَقَة: رفقہ، ساتھی ہونا۔

تشریح: "بوضوئه وحاجته": وضو کے لئے پانی اور اس کی حاجت، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد مسواک مصلیٰ وغیرہ مراد ہے۔ (۱)

"مرافقتك فى الجنة": علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ قیمتی چیز مانگی کیونکہ ایک سچے خادم کی سب سے بڑی تمنا یہی ہوگی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور خدمت کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے تو اسی طرح یہ سعادت رفاقت مرنے کے بعد جنت میں بھی مل جائے جب محبوب مل جائے تو گویا کہ ساری ہی نعمتیں مل گئیں۔ (۲)

"بكثرة السجود": آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت سجدہ سے اس دعاء کی مدد کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم میری دعاء پر توکل کر کے بیٹھ جاؤ بلکہ عبادت میں مزید کثرت کرو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ڈاکٹر یہ کہتا ہے کسی مریض کو کہ میں تمہارا علاج تو کرتا ہوں مگر تم پرہیز ضرور کرو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ شفاء عطاء فرمادے گا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کو بھی فرمایا کہ میں دعاء تو ضرور کروں گا مگر تم بھی عبادات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی حاصل کرنا صرف تمنا سے بات نہیں بنے گی بلکہ اعمال صالحہ بھی ضروری ہیں۔ (۳)

کارکن کار بگزر از گفتار ❁ کاندرین راہ کار باید کار

(۱) مرقاۃ ۲/۳۲۳ (۲) مظاہر حق ۱/۵۹۹ (۳) مظاہر حق ۱/۵۹۹ و مرقاۃ ۲/۳۲۳

ترجمہ: عمل کرو اور زبانی جمع خرچ سے بچو کیونکہ اس راستہ میں تو صرف اعمال ہی کام آتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب السّجود وفضله" ص ۸۴ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی باب فضل السّجود والحثّ علیه.

راوی حدیث حضرت ربیعہؓ کے مختصر حالات:

نام ربیعہ، ابوفراس کنیت۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہ اس وقت مسلمان ہوئے۔ یہ اگرچہ مدینہ کے رہنے والے نہیں تھے مگر مستقل مدینہ میں گھر بنالیا تھا (اسد الغابہ ۲/۱۷۰) انہوں نے اپنے آپ کو بالکل فارغ کرلیا تھا، اصحاب الصفہ میں سے تھے شادی نہیں کی آپ ﷺ نے ایک مرتبہ پوچھا بھی، فرمایا کہ شادی کا ارادہ نہیں (مستدرک حاکم ۳/۵۳۱) سفر وحضر میں ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے تھے وضو وغیرہ کا پانی آپ ﷺ کے لئے رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو کچھ زمین بھی عطاء فرمادی تھی جس سے ان کا گذارہ ہوتا تھا۔ وفات: ۶۳ھ میں اپنے قبیلہ میں انتقال ہوا وہیں مدفون ہوئے۔ (اسد الغابہ ۲/۱۸۱)

صفوں کو تیر کی طرح سیدھا کرنا چاہئے

❺ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَوِّیْ صُفُوْفَنَا حَتّٰی کَاَنَّمَا یُسَوِّیْ بِھَا الْقِدَاحُ حَتّٰی رَاٰی اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْہُ ثُمَّ خَرَجَ یَوْمًا فَقَامَ حَتّٰی کَادَ أَنْ یُکَبِّرَ فَرَاٰی رَجُلاً بَادِیًا صَدْرُہُ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ: عِبَادَاللّٰہِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ أَوْ لَیُخَالِفَنَّ اللّٰہُ بَیْنَ وُجُوْھِکُمْ.

تَرْجَمَہ: ''نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں اس طرح سیدھی فرمایا کرتے تھے کہ گویا کہ اس سے تیر کو سیدھا کرتے ہوں، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندازہ ہوگیا کہ ہم نے آپ سے یہ بات سمجھ لی، پھر ایک دن آپ نکلے اور کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ تکبیر فرماتے، اتنے میں آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی رکھو ورنہ اللہ تمہارے چہروں (دلوں) کے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔''

لُغَات: یُسَوِّیْ: الشَّیْئَ، درست کرنا، سیدھا کرنا، سَوِیَ (س) سِوَی الرَّجُلُ، درست کام والا ہونا۔ اَلْقِدَاح: جمع ہے قِدْحٌ کی اس تیر کو کہتے ہیں جو بغیر پر اور دھار کے ہو اس کی جمع أَقْدُحٌ، أَقْدَاحٌ اور قِدْحَان بھی آئی ہے۔ بَادِیًا: بَدَا (ن) بُدُوًّا، ظاہر ہونا، صفت کا صیغہ ''بَادٍ'' ہے۔ لَیُخَالِفَنَّ: بِحَوْلِھَا اِلٰی أَدْبَارِکُم اَلْمُرَادُ بِالْوُجُوْہِ الذَّوَاتُ أَوِ الْقُلُوْبُ.

تَشْرِیْح: ''یُسَوِّیْ صفوفنا حتی کانَّما یُسَوِّیْ بھا القداح'': یہ مبالغہ کے طور پر فرمایا کہ ہماری صف اتنی سیدھی ہوتی تھی گویا کہ تیر کو بھی اس سے سیدھا کیا جاتا تھا۔ تیر کا قانون یہ ہے کہ جب تک بالکل سیدھا نہ ہو وہ آگے نہیں جاسکتا تو فرمایا گیا کہ ہماری صفوں سے تیر کو سیدھا کیا جاتا تھا خلاصہ یہ ہوا کہ ہماری صفیں تیر سے زیادہ سیدھی ہوتی تھیں۔ (۱) دوسرے بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہاں عبارت میں قلب ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ تیروں سے صفوں کو سیدھا کیا جاتا تھا۔ (۲)

''لیخالفنّ اللّٰہ بین وجوھکم'': اللہ تمہارے چہروں میں اختلاف ڈال دیں گے، بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ جملہ حقیقت پر محمول ہے کہ اللہ حقیقتاً چہرے کو بدل دے گا یعنی چہرہ مسخ ہوجائے گا اور پیٹھ کی طرف کردیا جائے گا۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ مراد وجوہ سے قلوب ہیں کہ اللہ دلوں میں اختلاف ڈال دیں گے اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ دل بدل دیے جائیں گے۔ (۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اگر ظاہری ہیئت کو صحیح کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے باطنی احوال صحیح فرمادیتے ہیں۔ (۴)

---

(۱) مرقاۃ ۳/ ۶۷ (۲) مرقاۃ ۳/ ۷ (۳) مظاہر حق ۱/ ۷۱۹ (۴) مرقاۃ ۳/ ۶۸

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تسویة الصف" ص ۹۷ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی باب تسویة الصفوف واقامتها.

راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نعمان نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام بشیر، والدہ کا نام عمرہ بنت رواحہ تھا۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں انصار کے گھرانہ میں سب سے پہلے یہ پیدا ہوئے، بدر کے موقعہ میں ۳۴ ماہ کے تھے (اسد الغابہ ۲/۱۸۱) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر ۸ سال ۷ ماہ کی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دمشق کا (یعقوبی ۲/۲۲۸) اور پھر بعد میں یمن کا عامل بنایا تھا (یعقوبی ۲/۲۷۸) آخری زمانہ میں حمص کے امیر مقرر ہوئے، پھر یزید کی وفات تک وہاں پر ہی رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خوب فیض حاصل کیا، ان سے روایات کی تعداد ۱۲۴ ہے، حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ کی خصوصیت یہ تھی کہ جب بھی فیصلہ کرتے اس پر حدیث کا حوالہ ضرور دیتے تھے (مسند امام احمد ۴/۲۷۲) وفات حمص میں "ہران" گاؤں میں ہوئی خالد بن عدی الکلاعی نے ان کو شہید کیا اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں سنیں

❻ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ أَوَّلُ مَا قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوْا الطَّعَامَ وَصِلُوْا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.

ترجمہ: ”عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا چنانچہ جب میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہوسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ لوگو! سلام کو خوب پھیلاؤ (بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو اور رات میں اس وقت نماز پڑھو جب کہ دوسرے لوگ سو رہے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔“

لغات: تبیّنتُ: تَبَیَّنَ الشَّيْءُ، واضح ہونا۔ اَفْشُوا: أَفْشَا، إِفْشَاءُ الشَّيْءِ، پھیلانا، فَشَا (ن) فَشْوٌ، فُشُوًّا، سر ظاہر کردینا۔ وَصِلُوْا: وَصَلَ (ض) وَصْلاً، جوڑنا، ملانا، جمع کرنا۔ اَلْاَرْحَام: اَلرَّحِمُ، وَالرِّحَمُ، بچہ دانی، قرابت رشتہ داری۔ نِيَام: سونے والا، لیٹنے والا، نَامَ يَنَامُ .... سونا، مرنا۔

تشریح: ”أیھا النّاس افشوا السّلام“: جب عبداللہ بن سلام دربار اقدس میں حاضر ہوئے تو سب سے پہلے ان کے کانوں میں یہ آواز پڑی ان میں سے پہلی یہ تھی کہ ”افشوا السلام“ سلام کو خوب پھیلاؤ، کہ اس کے ذریعہ سے باہمی الفت ومحبت کو بڑھانے اور استوار کرنے کا موقعہ ملتا ہے، ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ”السلام“ خدا کے ناموں میں سے ہے جس کو خدا نے زمین میں رکھ دیا ہے پس ”السلام“ کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔ (۱)

”وأطعموا الطّعام“: بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ دوسری احادیث میں بھی اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے مثلاً بخاری میں آتا ہے کہ بیوہ اور مساکین کے لئے کوشش کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے مجاہد فی سبیل اللہ یا آپ نے یہ فرمایا کہ وہ ایسا ہے جیسے ساری رات قیام کرنے والا اور روزہ رکھنے والا (۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ کسی یتیم بچے کو ساتھ لئے بغیر کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے (۳) حدیث بالا میں عام ہے کہ کھانا کھلاؤ اس میں تمام ضرورت مند داخل ہیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، مسلمان ہوں یا کافر وغیرہ۔

---

(۱) الادب المفرد (۲) بخاری کتاب الادب (۳) موطا مالک، ادب المفرد

"وصِلُوا الارحام": رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ ایسا عمل بتادیں کہ وہ مجھے جنت میں لے جائے، فرمایا خدا کی عبادت کرو اس کا شریک نہ بناؤ نماز اچھی طرح ادا کرو زکوٰۃ دو اور قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو (۱) ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت ہو اور عمر میں برکت ہو تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے (۲) علماء فرماتے ہیں کہ راشتہ داروں پر صلہ رحمی کرنے میں دگنا ثواب ملتا ہے ایک تو اصل صدقہ کا دوسرا رشتہ داروں پر صلہ رحمی کا۔ (۳)

"وصلّوا باللیل": متعدد روایات میں قیاما اللّیل (تہجد) کے فضائل کو بیان فرمایا گیا ہے مثلاً ایک روایت میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جو ان کے اندر کی سب چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں اور ان کے اندر سے باہر کی سب چیزیں نظر آتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لئے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو اچھی طرح بات کریں، لوگوں کو کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور ایسے وقت میں تہجد پڑھیں کہ جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔ (۴)

اسی طرح ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے جاگنے کو لازم پکڑلو کیونکہ یہ تم سے پہلے صالحین اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کا قیام اللہ کی طرف سے تقرب کا ذریعہ ہے اور گناہوں کے لئے کفارہ ہے گناہوں سے روکنے والا اور مصیبت کو دور کرنے والا ہے۔ (۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب فضل الصدقة" ص ۱۶۸ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه التّرمذی فی ابواب صفة القيامة وقال حديث صحيح، واخرجه الدّارمی فی فضل صلوة اللّيل، وابن ماجة فی باب ما جاء فی قيام اللّيل.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن سلام کے مختصر حالات:

نام عبداللہ، ابو یوسف کنیت، جر لقب، خاندان قینقاع سے تعلق تھا، ایام جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا آپ ﷺ نے بدل کر عبداللہ فرمادیا۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو چند سوالات کرنے کے بعد اسی وقت مسلمان ہوگئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ:

"فَاِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ عَالِمُ أَهْلِ الْكِتَابِ وَفَاضِلُهُمْ فِی زَمَانِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ" (تذکرة الحفاظ ۱/۲۲)

ترجمہ: عبداللہ بن سلام مدینہ میں اہل کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ ان کے دو بیٹے تھے یوسف اور محمد۔ یوسف کو آپ ﷺ نے اپنی گود میں لیا سر پر ہاتھ بھی پھیرا نام بھی خود آپ ﷺ نے ان کا یوسف رکھا۔

---

(۱) بخاری باب فضل صلۃ الرحم (۲) سیرت النبی ۶/۲۷۵ (۳) ابوداود (۴) مصنف بن ابی شیبہ وترمذی (۵) قیام اللیل

جو صدقہ میں دیا وہی باقی رہ جاتا ہے

❼ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَتْ: مَابَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ: بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں نے ایک بکری ذبح کی (اہل بیت نے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کیا باقی رہ گیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ بجز شانے کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجز شانے کے سب ہی باقی رہ گیا۔''

لغات: کَتِفَهَا: شانہ، کندھا، جمع کِتَفَه، اَکْتَاف آتی ہے۔

تشریح: مقصد یہ ہے کہ جو اللہ کے لئے خرچ کر دیا گیا وہ تو حقیقت میں باقی ہے کہ اب وہ اللہ کے خزانے میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا اور پھر اس پر قیامت کے دن ثواب ملے گا اور جو باقی رہ گیا وہ نہ معلوم کہاں خرچ ہو جائے۔ اس میں اشارہ ہے قرآن کی اس آیت کی طرف ﴿مَاعِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَاعِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ ''جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ جل شانہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے''(۱) ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال اس کے سوا اس کا کچھ نہیں جو کھا کر ختم کر دیا، یا پہن کر پرانا کر دیا، یا اللہ کے راستہ میں خرچ کر کے ذخیرہ کر لیا، اس کے علاوہ جو کچھ رہ گیا وہ سب ختم ہونے والا ہے۔(۲) حضرت سہل عبد اللہ بن تستری رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے راستہ میں بہت صدقہ دیا کرتے تھے ان کی والدہ اور بھائیوں نے حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی شکایت کی کہ یہ سب کچھ خرچ کرنا چاہتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ یہ چند دنوں میں فقیر ہو جائیں گے حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا انہوں نے فرمایا کہ آپ ہی بتائیں کہ اگر کوئی مدینہ طیبہ کا رہنے والا استاق میں (جو ملک فارس میں ایک شہر کا نام ہے) زمین خرید لے اور پھر وہاں منتقل ہونا چاہے تو کیا وہ مدینہ طیبہ میں کوئی چیز چھوڑے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ کہنے لگے بس یہی بات ہے۔(۳)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''باب فضل الصدقۃ'' ص ۱۶۹ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة یوم القیامة و قال حدیث صحیح.

(۱) مظاہر حق (۲) مشکوٰۃ (۳) تنبیہ الغافلین

راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام عائشہ اور حُمیرا لقب ہے، ام عبداللہ کنیت، والد کا نام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، والدہ کا نام زینب تھا ام رومان کنیت تھی۔ بعثت سے چار برس بعد شوال میں پیدا ہوئیں۔ پہلے جبیر بن مطعم کے صاحب زادے سے منسوب ہوئی تھیں مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر ام رومان سے کہا پھر انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ کر پانچ سو درہم مہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر تمام مردوں کا اور امہات المؤمنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع تر ہوگا۔ ان سے (۲۲۱۰) احادیث مروی ہیں (۱۷۴) پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا، بخاری میں (۵۴)، اور مسلم میں (۶۸) احادیث منفرد ہیں، (تہذیب الکمال) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں رمضان ۶۸ھ میں انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۶۸ سال تھی، جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مرنے والا راحت پاتا ہے یا اس سے راحت پائی جاتی ہے

❽ عَنْ أَبِیْ قَتَادَۃَ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) أَنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَیْہِ بِجَنَازَۃٍ فَقَالَ: مُسْتَرِیْحٌ أَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْہُ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا الْمُسْتَرِیْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْہُ فَقَالَ: اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ یَسْتَرِیْحُ مِنْ نُصُبِ الدُّنْیَاوَاَذَاھَا اِلٰی رَحْمَۃِ اللّٰہِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ یَسْتَرِیْحُ مِنْہُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُوَالدَّوَابُّ.

ترجمہ: ”حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک جنازہ گزارا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ راحت پانے والا ہے یا اس سے لوگوں کو راحت مل گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! راحت پانے والا اور جس سے دوسروں کو راحت مل گئی وہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن بندہ اپنی موت کے ذریعہ دنیا کی رنج وایذاء سے راحت پاتا ہے اور خدا کی رحمت کی طرف چلا جاتا ہے اور نافرمان بندہ کے مرنے سے اس کے شر وفساد سے بندے، شہر، درخت اور جانوروں کو راحت ملتی ہے۔“

لغات: اَلْمُسْتَرِیْح: اِسْتَرَاحَ، اِسْتِرَاحَۃ، آرام پانا، اِلَیْہِ سکون پانا، اسم فاعل مُسْتَرِیْح اور اسم مفعول مُسْتَرَاح ہے۔ اذاھا (س) اَذًی وِاَذَاۃً تکلیف پانا۔ اَلدَّوَابّ: اَلدَّابَّۃ کی جمع ہے بمعنی ہر رینگنے والا جانور۔

تشریح: جب کوئی نیک آدمی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی موت کے ذریعہ سے اس پر جو دنیا کے رنج وغم تھے وہ اس سے نجات پا گیا۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ اعمال وغیرہ کی مشقت ومحنت سے اب وہ بچ گیا بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اہل دنیا کی ایذاء تکالیف سے موت کے ذریعہ بچ گیا۔ تمام معنی ہی مراد ہو سکتے ہیں ان میں آپس میں کوئی تضاد نہیں (۱) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی چیز پر کبھی اتنا رشک نہیں آتا جتنا رشک اس مؤمن پر آتا ہے جو قبر میں سلا دیا جاتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی مشقتوں سے راحت پالیتا ہے۔ (۲)

”یستریح منہ“: جب کوئی گناہ گار آدمی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی موت کے ذریعہ سے سب چیزوں کو راحت نصیب ہو جاتی ہے کیونکہ نظام عالم اس انسان کے ساتھ چلتا ہے جب یہ درست ہوگا تو نظام عالم درست اور جب یہ غلط ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے تمام عالم میں خرابی آتی ہے (۳) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبد فاجر کی موت سے سب کو راحت پہنچتی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بارش وغیرہ بند ہوتی ہے جس کی وجہ سے درختوں اور جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے وغیرہ جب یہ مرا تو بارش وغیرہ کی وجہ سے درختوں اور جانوروں کو راحت ملی۔ (۴)

---

(۱) مظاہر حق ۲/۶۹ (۲) مرقاۃ ۴/۵

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تمنّی الموت" ص ۱۳۹ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجنائزعنه، واخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (باب سکرات الموت)

راوی حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام حارث تھا، ابوقتادہ کنیت، فارس رسول اللہ لقب۔ ہجرت سے تقریباً ۱۰ سال پہلے پیدا ہوئے۔ عقبہء ثانیہ کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ کا عامل بنایا ہوا تھا۔ خدا اور رسول سے بہت زیادہ خوف کھانے والے تھے خاص کر کے جب انہوں نے "کَذِب عَلٰی الرَّسول" والی روایت سنی تو اور زیادہ محتاط ہوگئے (مسند امام احمد۵/۲۹۷) ان کی مرویات کی تعداد ۱۷۰ ہے۔ سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے، بعض نے ۴۰ھ کہی، اور کوفہ میں انتقال فرمایا ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان انتقال ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں یہی لکھا ہے اور اس پر دلائل دیئے ہیں۔

روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں جب تک اس کے سامنے کھانا کھایا جائے

❾ عَنْ بُرَیْدَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: دَخَلَ بِلَالٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَیَتَغَدّٰی فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْغَدَاءَ یَابِلَالُ قَالَ: اِنِّیْ صَائِمٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: نَأْکُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِی الْجَنَّةِ اَشَعُرْتَ یَابِلَالُ اِنَّ الصَّائِمَ یُسَبِّحُ عِظَامُهُ وَیَسْتَغْفِرُلَهُ الْمَلٰئِکَةُ مَا اُکِلَ عِنْدَهُ.

ترجمہ: ”حضرت بریدة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کھانا کھا رہے تھے آپ نے بلال کو آواز دے کر فرمایا کہ آؤ کھانا کھاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں روزے سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تو اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بہترین رزق بلال کا جنت میں ہے بلال کیا تم یہ جانتے ہو کہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور فرشتے اس کی بخشش کی دعاء کرتے رہتے ہیں جب تک اس کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے۔“

لغات: تَغَدّٰی: غَدِیَ (س) غَدًا، صبح کا کھانا کھانا، اس کے مقابل میں عشا آتا ہے شام کا کھانا۔ فَضُلَ: (س ك) فَضْلاً، صاحب فضل ہونا، صاحب فضیلت ہونا۔ أَشَعَرْتَ: شَعَرَ (ن. ك) شِعْرًا وَشُعُوْرًا لَهُ بِهِ، جاننا سمجھنا محسوس کرنا۔ عِظَام: جمع عُظْم بمعنی ہڈی۔

تشریح: ارشاد مبارک کا مقصود روزہ کی اہمیت وفضیلت کو بیان کرنا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک کا نام ریان ہے اس میں صرف روزے دار داخل ہوں گے (۱) ایک جگہ ارشاد عالی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشی کے لئے ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے دوزخ اڑتے ہوئے کوے کی مسافت کے بقدر دور رکھتا ہے جو بچہ ہو اور بوڑھا ہو کر مرے (۲) کہا جاتا ہے کہ کوے کی عمر ہزار برس ہوتی ہے یعنی اگر کوا ابتداء عمر سے انتہا تک اڑتا رہے تو اندازہ کرو کہ کتنی مسافت طے کرے گا۔ (۳)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے دار کا سونا عبادت ہے اور اس کی خاموشی تسبیح ہے اس کا عمل مضاعف ہے اس کی دعاء مقبول ہے اور اس کے گناہ بخشے ہوئے ہیں (۴) حضرت ابوہریرة رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کے لئے زکوٰۃ ہے اور روزہ رکھنا بدن کی زکوٰۃ ہے (۵) زکوٰۃ کے معنی طہارت و پاکیزگی کے آتے ہیں

(۱) مشکوۃ ص ۱۷۳ (۲) مشکوۃ ص ۱۸۱ (۳) مظاہر حق ۲/ ۳۹۵ (۴) مظاہر حق ۲/ ۳۹۵ (۵) مشکوۃ ص ۱۸۰

اور زکوٰۃ سے مال پاک ہو جاتا ہے اسی طرح روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے یعنی جسمانی صحت تندرستی اور بدن کی روحانی پاکیزگی و طہارت کا ذریعہ ہے[1] یعنی روزہ دنیا و آخرت کے اعتبار سے انعامات سے مملوء عبادت ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں باب (بلا ترجمہ) ص ۱۸۱ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ فی کتاب الصّوم الی البیھقی فی شعب الایمان، واخرجه ابن ماجة (باب فی الصّائم اذا أکل عنده).

راوی حدیث حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام بریدۃ، کنیت ابوعبداللہ۔ عین ہجرت کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ ۶ھ میں یا اس سے کچھ پہلے ہجرت کا شرف حاصل کیا (طبقات ابن سعد۴/ ۱۷۸) سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا (اسد الغابہ ۲/ ۱۷۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے تکلفانہ ملتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت زیادہ تعلق تھا۔ ۸ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی اس میں بھی یہ ہمرکاب تھے چنانچہ خود بیان کرتے تھے کہ فتح کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں (بخاری جلد۲ مسند احمد ۵/ ۳۵۰) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً ۱۶ غزوات میں شریک ہوئے (بخاری) آخری لشکر جو آپ نے مرض الموت میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی زیر سرکردگی میں تیار فرمایا اس میں یہ شریک تھے (طبقات ابن سعد ۱۳۶) ان سے مرویات کی تعداد (۱۶۴) ہے ان میں سے ایک بخاری و مسلم دونوں میں ہے باقی (۲) بخاری میں اور (۱۱) مسلم میں منفرد ہیں (تہذیب الکمال ص ۴۷) ۶۳ھ میں یزید کے عہد میں وفات پائی۔

---

(۱) ۲/ ۳۹۴

اجازت لینے کا صحیح طریقہ

⓾ عَنْ جَابِرٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ) قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَيْنٍ كَانَ عَلٰى أَبِيْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا فَقَالَ: أَنَا أَنَا كَأَنَّهُ كَرِهَهَا.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس قرض کے بارے میں جو میرے والد کے ذمہ تھا، میں نے دروازے پر دستک دی آپ نے فرمایا کہ کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں میں، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس طرح جواب دینے کو ناپسند فرمایا ہے۔''

لغات: فَدَقَقْتُ، دَقَّ (ن) دَقًّا، اَلْبَاب، کھٹکھٹانا۔

تشریح: ''في دين كان علی أبي'': اس قرض کے سلسلہ میں جو والد پر تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ان کے والد ماجد حضرت عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوگئے تھے ان پر لوگوں کا قرض تھا جب قرض خواہوں نے تنگ کرنا شروع کیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے پاس تھوڑی سی کھجوریں تھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوا کہ تمام قرض خواہوں کو بلا کر وہ کھجوریں تقسیم فرمانا شروع کی اس میں اتنی برکت ہوئی کہ تمام کا قرض بھی ادا ہو گیا اور کھجور بھی باقی رہی۔ (۱)

''فقال أنا أنا كأنه كرهها'': میں نے کہا کہ میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے جامع میں علی بن عاصم واسطی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بصرہ گئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کو حاضر ہوئے دروازہ پر دستک دی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ تو جواب دیا ''أَنَا'' (میں ہوں) تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں تو کوئی بھی ایسا نام کا نہیں جس کا نام ''أَنَا'' ہو۔ پھر باہر تشریف لائے اور ان کو حدیث بالا حضرت جابر رضی تعالیٰ عنہ والی سنائی۔ حدیث بالا سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرنے کے بعد اپنا پورا نام بتانے اور پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے دروازے پر یہ کیا ''اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيَدْخُلُ عُمَرُ؟'' سلام کرنے کے بعد کہا کہ کیا عمر داخل ہو جائے؟ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاستیذان'' ص ۴۰۰ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاري في كتاب الاستيذان، واخرجه مسلم في كتاب الادب (باب كراهة قول المستأذن أنا اذا قيل من هذا).

---

(۱) مشکوۃ (۲) تفسیر ابن کثیر۔

راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام جابر، ابوعبداللہ کنیت۔ عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ مسلمان ہوئے اس وقت ان کی عمر ۱۸۔۱۹ سال تھی۔ حدیث حاصل کرنے کا شوق حد سے زیادہ تھا۔ایک ایک حدیث کے لئے مہینوں کا سفر فرماتے تھے۔

عبداللہ بن انیس شام میں تھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ ان کے پاس ایک حدیث ہے اونٹ خریدا اور وہاں پہنچے (ادب المفرد، بخاری) سلمہ بن مخلہ سے حدیث سننے مصر کا سفر کیا (طبرانی) متعدد حج کئے دو کا تذکرہ حدیثوں میں آتا ہے۔ پہلا حج حجۃ الوداع دوسرا ایک اور جس میں محمد بن عباد بن جعفر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ پوچھا تھا۔ (مسند احمد ۳/۲۹۶) ان کی روایات کی تعداد ۵۴۰ ہے۔۹۴ سال میں حجاج کے ظلم وستم کے سال انتقال ہوا۔انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ حجاج بن یوسف میرا جنازہ نہ پڑھائے اس بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔بعض تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کو انتقال کی خبر ملی وہ آیا اور نماز جنازہ بھی اسی نے پڑھائی۔ (تہذیب التہذیب)

بعض کو بعض کی وجہ سے روزی دی جاتی ہے

⓫ عَنْ أَنَسٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ) قَالَ: كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالآخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے جن میں ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور دوسرا بھائی کمائی کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ کمانے والے بھائی نے اپنے اس بھائی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اس پر آپ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں اس کی ہی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔''

لغات: یَحتَرِفُ: اِحتَرَفَ، پیشہ اختیار کرنا، تلاش کرنا، حیلہ کرنا، کمائی کرنا۔

تشریح: ''والا خر یحتر ف'': اس حدیث میں دو بھائیوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے ان میں سے ایک تو کمائی کرنے والا تھا دوسرا بھائی حصول معاش سے بےفکر ہو کر اطاعت وعبادات اور حصول علم میں وقت گذارتا تھا اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کوئی شخص حصول علم یا دینی خدمات کی خاطر اپنی دنیاوی مشغولیات کو ترک کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ (۱)

دوسرا مسئلہ اس حدیث بالا سے یہ بھی مستنبط کیا گیا ہے کہ ضرورت مند اور غریب اعزاء کی خبر گیری اور ان کی مالی امداد کرنے سے آدمی کے اپنے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ (۲)

''لعلّك تر زق به'': ہوسکتا ہے کہ تمہیں اس کی ہی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ رازق کی ذات تو اللہ کی ہے کبھی آدمی بہت زیادہ سمجھ دار اور پڑھا لکھا ہوتا ہے مگر روزی اس سے بہت دور ہوتی ہے اور کبھی معاملہ اس کے برعکس بھی دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ روزی کا تعلق آدمی کی کمائی پر منحصر نہیں ہے تو یہاں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بھائی کو سمجھایا کہ ممکن ہے کہ تمہارا اپنے بھائی کے ساتھ یہ احسان کہ اس کی معاشی ضروریات کا بوجھ برداشت کر کے اس کو دین کے لئے فارغ کرنا یہی بات اللہ کو پسند آئی ہو جس کی بناء پر اللہ تم کو روزی دے رہے ہوں جب یہ صورت ہے تو اب تم کو احسان جتلانا اور شکایت کرنی صحیح نہیں ہے۔ (۳)

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/۵۹ مظاہر حق ۴/۸۱۹ (۲) مرقاۃ ۱۰/۵۹ (۳) مظاہر حق ۴/۸۱۹

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب التوکل والصبر" ص۴۵۳ پرانہی الفاظ اوراسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی أبواب الزّهد (باب ماجآء فی الزهادة فی الدّنیا).

راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام انس، ابوحمزہ کنیت، خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقب تھا، والدہ کا نام ام سلیم سہلہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہوتی تھیں، حضرت انس ہجرت نبوی سے دس سال پہلے مدینہ میں ہی پیدا ہوئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیش فرمایا آپ نے اس کو قبول فرمالیا، پھر سفر حضر میں ساتھ ساتھ ہی ہوتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ سے ہیں جن کی روایات کی تعداد (۱۲۸۶) جن میں سے بخاری میں (۸۰) مسلم میں (۷۱) روایات منفرد ہیں اور (۱۲۸) روایات میں بخاری اور مسلم متفق ہیں، ۱۰۳ سال کی عمر میں بصرہ میں وفات پائی، آخری صحابی یہی تھے جن کا انتقال ہوا۔ فسطن بن مدرک کلابی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مجلس میں آنے والے کے لئے کھسک جانا بھی آداب مجلس میں داخل ہے

⓬ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ قَاعِدٌ فَتَزَحْزَحَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّ فِی الْمَکَانِ سَعَةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلْمُسْلِمِ لَحَقًّا اِذَا رَءَاہُ اَخُوْہُ اَنْ یَتَزَحْزَحَ لَہٗ.

ترجمہ: ”حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے لئے اپنی جگہ سے کچھ کھسک گئے اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے کی جگہ تو کافی کشادہ تھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ مسلمان کا حق ہے کہ جب وہ اپنے بھائی کو دیکھے تو اس کے لئے کھسک جائے۔“

لغات: فَتَزَحْزَحَ: دور ہونا، ہٹنا قال تعالٰی ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾. سَعَةً: وَسِعَ (ض. ح) سَعَةً وَسِعَةً الْمَکَانُ، کشادہ ہونا، گنجائش ہونا قال تعالٰی ﴿لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِہٖ﴾.

تشریح: اس حدیث میں آداب مجلس میں سے ایک اہم ادب کی طرف اشارہ ہے کہ جب بھی مجلس میں کوئی مسلمان بھائی آ کے بیٹھنا چاہے تو بیٹھنے والوں کو چاہئے کہ اس کے لئے کھسک جائیں اگرچہ مجلس میں جگہ موجود ہی ہو جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے اس سے آنے والے کے دل میں اہل مجلس کی قدر پیدا ہو جائے گی دوسری شریعت نے آنے والے کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ آئے تو جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے مجمع کو چیرتے اور کودتے پھلانگتے ہوئے آگے جانے کی کوشش نہ کریں ایسا کرنے سے پہلے آنے والوں اور بیٹھنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ایسا کرنے والوں میں بڑائی اور غرور کا شبہ ہوتا ہے۔ یہ بات تو اس سے بھی زیادہ بری ہے کہ بعد میں آنے والے پہلے بیٹھنے والوں کو ان کی جگہ سے اٹھا کر خود ان کی جگہ بیٹھ جائیں اس کی مخالفت تو احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے۔ ”لَا یُقِمِ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِہٖ فَیَجْلِسَ فِیْہِ وَلٰکِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا“[1] کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ مجلس میں کشادگی پیدا کر کے آگے والے کو جگہ دے دیا کرے اس سے دوسروں کے دل میں نفرت اور کدورت پیدا ہوتی ہے اور اس میں اپنے کو بڑا سمجھنے اور اہمیت جتانے کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

---

[1] یہ حدیث مشکوٰۃ میں ”باب القیام“ ص ۴۰۴ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: رواہ صاحب المشکوۃ (فی باب القیام وعناہ الی البھیقی فی شعب الا یمان). بخاری ومسلم مسند احمد عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ.

راوی حدیث حضرت واثلہ بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

یہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب کے بھائی ہیں، قبیلہ قرشی عدوی سے تعلق رکھتے ہیں، ان سے حضرت عمر بہت محبت کرتے تھے، ان کے انتقال پر حضرت عمر کو بہت دنوں تک افسوس رہا، ان سے صرف یہی ایک روایت منقول ہے۔

کھانا سیدھے ہاتھ سے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا چاہئے

⓭ عَنْ عُمَرَبْنِ أَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانَتْ يَدِیْ تَطِيْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ.

ترجمہ: ''حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور میرا ہاتھ رکابی میں گھوم رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اس جانب سے کھاؤ جو تمہارے نزدیک ہے۔''

لغات: غُلَامًا: نوجوان، غلام، مزدور جمع غِلْمَانٌ، غِلْمَة. حِجْر: اَلْحِجْر، اَلْحَجْر، گود، عقل، گھوڑی، اَلْحَجَر، پتھر قال تعالٰی ﴿حَرْثٌ حِجْرٌ﴾. تَطِيْشُ: طَاشَ (ض) طَيْشاً گردش کرنا، عقل زائل ہونا۔ صَحْفَة: بڑا پیالہ جمع صِحَاف قال تعالٰی ﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ﴾. سَمِّ: سَمّٰی، يُسَمِّیْ، تَسْمِيَةً، بسم اللہ کہنا۔ يَلِيْكَ: وَلِیَ، وَلْیاً، وَلْياً فُلاَ نًا، قریب ہونا، متصل ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں کھانے کے آداب میں سے تین بنیادی اور اہم آداب کو بیان کیا گیا ہے:

اول: ''سمّ اللّٰه'': کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب کھانا کھانے والا بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان بھی کھانے میں شریک ہو جاتا ہے اور جب وہ پڑھتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے [1] ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب شروع میں آدمی بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں یاد آنے پر یوں پڑھ لے ''بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ'' [2] ایک دسترخوان پر جتنے آدمی بیٹھے ہوں سبھی کے لئے بسم اللہ پڑھنا لازمی وضروری ہے۔ [3]

دوم: ''كل بيمينك'': دائیں ہاتھ سے کھائے ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول بائیں ہاتھ سے کھانے والا شیطان کے زیر اثر اور تابع دار ہو جاتا ہے وہ اس کو بائیں ہاتھ سے کھانے پینے پر ابھارتا ہے۔

سوم: ''كل ممّا يليك'': تیسرا ادب یہ ہے کہ کھانے کے برتن میں آدمی اپنے سامنے سے کھائے جب کہ ایک قسم کا کھانا ہو اور اگر مختلف قسم کی چیزیں ہوں مثلاً میوے وغیرہ تو اب اختیار ہے کہ جو پسند ہو اس کو کھائے۔ [4]

(۱) مشکوۃ (۲) مشکوۃ (۳) مظاہر حق ۴/۸۰ (۴) مرقاۃ ۸/۱۶۰، اشعۃ اللمعات ۳/۵۱۵

یہ حدیث مشکوۃ میں ”کتاب الاطعمة“ ص۳۶۳ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الأطعمة (باب مايقول على الطّعام والأكل باليمين) واخرجه مسلم فی کتاب الأشربة (باب آداب الطّعام والشّراب وأحكامهما) ببعض نقص وزيادة.

راوی حدیث حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

یہ حضرت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحب زادے ہیں۔ ہجرت سے دو سال پہلے حبشہ میں پیدا ہوئے، اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا اس وقت یہ بچے تھے (نسائی) اس لئے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں آ گئے۔ بچے تھے اس لئے سیکھنے کا خوب موقعہ ملا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اور اپنی والدہ سے بھی روایات نقل کرتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۴۰۸) عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں انتقال ہوا (اسد الغابۃ) ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ انتقال ۸۳ھ میں ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۴۰۸)

بسم اللہ پڑھنے کی برکت

⑯ عَنْ اُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ اِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: مَازَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهٗ، فَلَمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهٖ.

تَرجَمہ: ''امیۃ بن مخشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا جب اسے اٹھا کر اپنے منہ کی طرف لے جانے لگا تب اس نے پڑھا ''بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ'' یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے پھر فرمایا، شیطان اس شخص کے ساتھ برابر کھاتا رہا لیکن جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے قے کر دی جو کچھ اس کے پیٹ میں گیا تھا۔''

لُغَات: لُقْمَة: بِالضَّمِ لَقمَہٗ، یعنی جتنی چیز ایک بار میں نگل سکے جمع لُقَم، اَلْقِمَة، اَلطَّعَام، لقمہ بنانا۔ فِیْهِ: منہ جمع أَفْوَاه. اِسْتَقَاءَ: بہ تکلف قے کرنا قَاءَ (ض) قَيْئًا مَا أَكَلَهٗ، قے کرنا۔

تَشرِیح: اس حدیث پاک میں بسم اللہ کے پڑھنے کی برکت کا ذکر ہے علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے صرف بسم اللہ بھی پڑھ لی تو بھی کافی ہے اور اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی مگر افضل اور بہتر یہ ہے کہ پوری ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھی جائے۔ ایک دوسری روایت میں ''بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ'' بھی دعاء منقول ہے (۱) بسم اللہ کھانے سے پہلے پڑھنا ہر ایک کے لئے مسنون ہے خواہ مرد ہو یا عورت جنبی ہو یا حائضہ، یا نفاس میں۔

مگر علماء کرام فرماتے ہیں، جنبی، حیض اور نفاس والی عورت اس کو پڑھتے وقت تلاوت کی نیت نہ کرے بلکہ ذکر کی نیت کرے ورنہ پڑھنا حرام اور ناجائز ہوگا۔

''شیطان انسان کے کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔'' اکثر علماء کرام اس کو حقیقت پر محمول فرماتے ہیں کہ حقیقت میں شیطان کھانے لگتا ہے جب اول بسم اللہ نہ پڑھے۔ بعض علماء کرام اس کو مجاز پر محمول کرتے ہیں کہ بسم اللہ نہ پڑھنے سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

''استقاء مافی بطنه'': شیطان نے سب کچھ قے کر دیا جو اس کے پیٹ میں تھا۔ بعض محدثین کرام اس کو بھی حقیقت پر محمول فرماتے ہیں کہ شیطان نے حقیقت میں سب کچھ قے کر دیا ہے، بعض علماء کرام اس کو مجاز پر محمول فرماتے ہیں کہ بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے جو برکت ختم ہو رہی تھی وہ سب پھر واپس لوٹ آئی۔ (۲)

---

(۱) مستدرک حاکم (۲) مرقاۃ ۱۸۲/۸ و مظاہر حق ۱۰۳/۴

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الا طعمة" ص ۳۶۵ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی باب التّسمية على الطّعام، واخرجه احمد فی مسنده مع اختلاف يسير.

راوی حدیث حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے ہیں ان کو مخشی کہتے ہیں میم مفتوح اور خا ساکن اور شین مکسور اور یاء مشدّد ہے۔ ان کا شمار اہل بصرہ میں ہوتا ہے ان سے طعام کے بارے میں حدیث آئی ہے اور ان سے روایت کرنے والے عموماً ان کے بھتیجے مثنی بن عبدالرحمٰن ہیں۔

آداب سفر کی تعلیم

⑮ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلُّ ثَلٰثَةٍ عَلٰی بَعِیْرٍفَكَانَ أَبُوْلُبَابَةَ وَعَلِیُّ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ زَمِیْلَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَكَانَتْ اِذَا جَاءَ تْ عُقْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَا: نَحْنُ نَمْشِیْ عَنْكَ قَالَ: مَا أَنْتُمَابِأَقْوٰی مِنِّیْ وَمَا أَنَا بِأَغْنٰی عَنِ الأَجْرِ مِنْكُمَا.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہماری حالت یہ تھی کہ ہم میں سے ہر تین آدمی ایک ایک اونٹ پر سوار تھے چنانچہ حضرت ابولبابہ، حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی باری آئی تو ان دونوں نے عرض کیا کہ آپ کے بدلے میں ہم پیدل چلیں گے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہ تم مجھ سے زیادہ پیدل چلنے کی طاقت رکھتے ہو اور نہ ہی آخرت کے ثواب حاصل کرنے میں میں مستغنی ہوں۔“

لغات: يَوْم: بمعنی دن، وقت، جمع أَيَّام. بَعِیْر: وہ اونٹ جس کی عمر چار سال یا نو سال ہو، جمع بُعْرَان آتی ہے۔ زَمِیْلَیْ: سواری پر پیچھے بیٹھنے والا، ساتھی، ہم جماعت، جمع زُمَلاء. عُقْبَة: باری، جمع عُقَب، آتی ہے۔

تشریح: ”نحن نمشی عنك“: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر کس درجہ انکساری اور تواضع تھی۔ آدمی ان ہی صفات سے بڑا بنتا ہے اگر تواضع وانکساری آدمی میں نہ ہو تو پھر تکبر وغرور جگہ پکڑ لیتی ہے، پھر آدمی اپنے آپ کو خود ہی بڑا سمجھتا ہے مگر لوگوں کی نگاہ میں ذلیل ہوتا ہے جیسے کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ“ (۱) جو تواضع کرتا ہے اللہ اس کو بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرے اللہ اس کو پست کرتا ہے۔

اس حدیث سے دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ رکھتے تھے کوئی امتیازی شان نہیں ہوتی تھی (۲) جیسے کہ اس حدیث میں ہے کہ جہاں پر آپ کے پیدل چلنے کی باری آتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلتے اسی طرح مسجد نبوی کے بناتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام صحابہ کی طرح محنت فرما رہے تھے اور پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور اسی طرح جب سفر میں کھانا پکانے کا مسئلہ آیا تو سب نے اپنے اپنے کام کو تقسیم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے لئے جنگل سے لکڑی لانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ (۳)

”قال ماأنتما بأقوی منّی“: اس جزء سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کی طرف اپنا احتیاج اور بے چارگی کا اظہار کرنا ہے۔ اگر چہ آپ معصوم تھے اور خدا کے سب سے زیادہ قریب تھے (۴) اس کے باوجود خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔

---

(۱) مشکوۃ (۲) مظاہر حق ۳/ ۷۸۸ (۳) مشکوۃ (۴) مظاہر حق ۳/ ۷۸۸، مرقاۃ ۷/ ۳۳۵

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب آداب السّفر" ص ۳۳۹ پر ہے پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: رواہ البغوی فی شرح السنۃ کما عزاہ صاحب المشکوۃ.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام عبداللہ، عبدالرحمٰن کنیت، والد کا نام مسعود، والدہ کا نام اُم عبد تھا، جسم لاغر، قد کوتاہ، رنگ گندم گوں، سر سے کانوں تک خوبصورت لمبی زلف تھی (طبقات ابن سعد ۳/۱۱۳) ابتداء میں بکریوں اور بھیڑوں کو چراتے تھے ایک واقعہ کے بعد مسلمان ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لئے اپنی پوری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وقف کردی۔ اولاً حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ میں مستقل ہجرت کر کے چلے گئے۔ فقہ حنفی کا دارومدار زیادہ تر آپ رضی اللہ عنہ کی ہی روایات پر ہے۔ ان سے مرویات کی تعداد (۸۴۸) ہے ان میں سے (۶۴) بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں، باقی (۲۱) بخاری میں اور (۳۵) مسلم میں الگ الگ ہیں (تہذیب الکمال) عمر مبارک ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی ۳۳ھ میں انتقال ہوا۔ صحیح روایت کے اعتبار سے جنازہ کی نماز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور پھر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ۳/۱۱۳)

نجاتِ آخرت کا ذریعہ

⑯ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ: أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ.

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ (دنیا اور آخرت میں) نجات کی کیا صورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی زبان اپنے قبضہ میں رکھو اور تمہارا گھر تمہاری کفایت کرے اور اپنے گناہوں پر روؤ۔“

لغات: أَمْلِكْ: (ض) مَلْكاً، مِلْكاً الشَّيْءَ، مالک ہونا۔ اِبْكِ: (ض) بُكَاءً. رونا۔ خَطِيْئَتِكَ: بمعنی گناہ جمع خَطَايَا، خَطِئَ (س) خَطَاءً بمعنی غلطی کرنا۔

تشریح: ”ما النّجاة“: دنیا اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی کا کیا راستہ ہے۔

”أملك عليك لسانك“: اپنی زبان کو ایسی چیزوں اور ایسی باتوں سے محفوظ رکھو کہ جن میں خیر و بھلائی نہ ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اپنی زبان کو بند رکھو اور اپنے اعمال کی نگہداشت رکھو اور اپنی برائیوں اور بھلائیوں پر نظر رکھو اسی میں نجات مضمر ہے[1] اسی جملہ سے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مؤمن بات کم اور کام زیادہ کرتا ہے اور منافق کام کم اور بات زیادہ کرتا ہے۔[2]

”وَلْيَسَعْكَ بيتك“: تمہارا گھر تمہاری کفایت کرنے والا ہو کہ بغیر ضرورت کے گھر سے باہر زیادہ مت رہو کہ اس کی وجہ سے آدمی بہت سے گناہوں اور فتنوں سے بچ جاتا ہے[3] علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مقصود اس جملہ سے یہ ہے کہ آدمی اپنے گھر میں یکسوئی اور گوشہ نشینی اختیار کر کے دل جمعی کے ساتھ اپنے مولیٰ کی عبادت کرے۔[4]

”وابك على خطيئتك“: روؤ اپنی خطاؤں پر۔ ایک دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب آنکھیں روئیں گی بجز تین آنکھوں کے: ① جو آنکھ خدا کے خوف سے (دنیا میں) روتی ہو۔ ② اللہ کی حرام کردہ چیزوں پر بند ہو جاتی ہو۔ ③ خدا کی راہ میں جاگی ہو۔[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جو دنیا میں ہنستے ہوئے گناہ کرتے ہیں وہ جہنم میں روتے ہوئے جائیں گے۔[6]

---

(۱) مرقاۃ ۹/۱۴۹، مظاہر حق ۴/۴۷۱ (۲) تنبیہ الغافلین ص ۲۲۶ (۳) مظاہر حق ۴/۴۷۱ (۴) مرقاۃ ۹/۱۴۹
(۵) مکاشفۃ القلوب ص ۵۸۳ (۶) مکاشفۃ القلوب ص ۵۸۴

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللّسان والغیبة والشتم" ص۴۱۳ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزّهد (باب ماجآء فی حفظ اللّسان) وقال حدیث حسن، واخرجه أحمد فی مسنده ٤/ ١٤٨.

راوی حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام عقبہ، ابوعمرو کنیت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہ مسلمان ہوئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ عقبہ رضی اللہ عنہ فقیہ، کتاب اللہ کے قاری، فرائض کے ماہر، فصیح اللسان، شاعر سب کچھ کے جامع تھے (تذکرہ الحفاظ ۱/ ۳۶) قرآن کی تلاوت کے ساتھ خاص شغف تھا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک قرآن بھی لکھا تھا جو نویں صدی تک مصر میں موجود تھا (تہذیب التہذیب ۷/ ۲۴۳) احادیث کے حاصل کرنے کا بھی بے حد شوق تھا اس کے لئے انہوں نے کئی سفر کئے، ایک حدیث کو سننے کے لئے مدینہ سے مصر تک کا سفر کیا (مسند احمد ۴/ ۱۵۹) ان سے مرویات کی تعداد (۵۵) ہے جس میں سے (۷) میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں باقی بخاری میں ایک اور مسلم میں سات الگ الگ ہیں۔ (تہذیب الکمال ۲۲۹) وفات میں اختلاف ہے ۵۸ھ میں اکثر کے نزدیک وفات ہوئی۔

موذی جانور کو مارنے کا حکم

⑰ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰه تعَالٰى عَنْهُ قَالَ: بَيْنَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فَناوَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَعْلِهٖ فقَتَلَهَا فلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ مُصَلِّيًاوَلَا غَيْرَهٗ أَوْ قَالَ: نَبِيًّا وَغَيْرَهٗ ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَمَاءٍ فَجعَلَهٗ فِيْ اِنَاءٍ ثُمَّ جَعَلَ يَصُبُّهٗ عَلٰى اِصْبَعِهٖ حَيْثُ لَدَغَتْهُ وَيَمْسَحُهَا وَيُعَوِّذُهَا بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ.

تَرجَمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب) زمین پر ہاتھ رکھا تو بچھونے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاٹ لیا آپ نے اپنے جوتے سے اسے مار ڈالا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اللہ بچھو پر لعنت کرے کہ یہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی غیر نمازی کو، یا یہ فرمایا کہ نہ یہ نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی غیر نبی کو، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمک اور پانی منگوایا اور دونوں کو ایک برتن میں گھول کر اس کو انگلی کے اس حصے پر ڈال رہے تھے جہاں بچھونے کاٹا تھا اور انگلی کو ملتے تھے اور معوذتین پڑھ کر دم کرتے تھے۔''

لُغات: فَلَدَغَتْهُ: لَدَغَ (ف) لَدْغًا وتَلْدَغًا بمعنی ڈسنا۔ عَقْرَب: بچھو، جمع عَقَارِب، گھڑی کی سوئی کو بھی کہتے ہیں۔ فَنَاوَلَهَا: مُنَاوَلَة بمعنی دینا مگر یہاں مراد لینا ہے۔ نَعْل: جوتا، ہر وہ چیز جس سے قدم کی حفاظت کی جائے۔ مِلْحٌ: نمک، جمع مِلَاح، قال تعالٰی ﴿هٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ﴾. يَصُبُّهُ: صَبَّ (ن) صَبًّا الْمَآء، پانی بہانا، انڈیلنا۔ يَمْسَحُهَا: مَسَحَ (ف) مَسْحًا يَدَهٗ، ہاتھ پھیرنا۔ يُعَوِّذُهَا: پناہ میں دینا، تَعَوَّذَ، اس نے پناہ لی۔

تَشرِیح: ''فقتلها'': اس کو قتل کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز میں بچھو، سانپ یعنی ایذاء دینے والے جانور کو دیکھے تو اس کو مار سکتا ہے، حدیث بالا میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے اور ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں قول بھی ہے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بچھو کو دیکھے اس حال میں وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسے جوتے سے مار دے۔

''أو قال نبيًّا وغيره'': یہاں پر راوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی، غیر نمازی فرمایا، یا نبی غیر نبی فرمایا، مگر سنن ابن ماجہ کی روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آئی ہے اس میں آتا ہے کہ اللہ بچھو پر لعنت کرے کہ یہ نہیں چھوڑتا نبی اور غیر نبی کو۔ اور

(۱) مظاہر حق ۴/ ۲۶۵

ایک روایت بیہقی میں ہے کہ جس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اس میں آتا ہے کہ اللہ لعنت کرے بچھو پر کہ یہ نمازی اور غیر نمازی کسی کو نہیں چھوڑتا۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ یہاں حدیث بالا میں تو راوی کو شک واقع ہوا ہے مگر دو الگ الگ روایات میں نبی اور غیر نبی نمازی اور غیر نمازی دونوں کا ذکر آ گیا ہے۔ [1]

"یعوذھا بالمعوّذتین": آپ صلی اللہ علیہ وسلم معوذتین (یعنی "قل اعوذ برب النّاس" اور "قل أعوذ برب الفلق" الخ) پڑھ کر دم کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنی آیات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعاؤں اور وہ کلمات جن کے معنی معلوم ہوں اور قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہوں تو اس کے ساتھ دم کر سکتے ہیں اور جن کلمات کے الفاظ معلوم نہ ہوں یا اس میں مشرکانہ الفاظ وکلمات ہوں تو وہ بالکل ناجائز ہوگا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الطّب والرقی" ص ۳۹۰ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیھقی فی شعب الایمان واخرجہ ابن ماجۃ (باب ماجآء فی قتل الحیّۃ والعقرب فی الصلوۃ).

راوی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: علی، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے، اسلام لانے کے وقت ان کی عمر ۱۵ سال تھی یا ۱۶ یا بعض کے نزدیک ۸ سال یا دس سال تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے سوائے غزوہ تبوک کے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں روک دیا تھا۔

حلیہ مبارک: رنگ گندم گوں تھا، آنکھیں بڑی بڑی تھیں، قد پست تھا پیٹ بھاری تھا۔ جمعہ کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو خلیفہ بنائے گئے۔ خلافت کی مدت چار سال نو ماہ کچھ دن ہے۔ ان سے روایات کی تعداد (۵۸۶) ہے۔

وفات: عبدالرحمٰن بن ملجم نے کوفہ میں ۱۸ رمضان کو جمعہ کی صبح کو زخمی کر دیا پھر تین دن کے بعد انتقال ہوگیا۔ جنازے کی نماز آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

---

(۱) مرقاۃ ۳۶۹/۸

ایمان واسلام کا فقہی اصول

⑱ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى أُنَاسٍ مِنْ جُهَيْنَةَ فَاَتَيْتُ عَلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَهَبْتُ اَطْعَنُهٗ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهٗ فَقَتَلْتُهٗ، فَجِئْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ: أَقَتَلْتَهٗ وَقَدْ شَهِدَ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ تَعَوُّذًا قَالَ: فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ؟

ترجمہ: ''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجا چنانچہ میں ایک شخص کی طرف جھپٹا اور اسے نیزہ مارنے لگا تو اس نے کہا کہ ''لا الہ الا اللہ'' پھر بھی میں نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ (اس واقعہ کی) خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم نے اس کو اس صورت میں بھی قتل کر دیا جب کہ اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تھا، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا؟''

لغات: أَطْعَنُهٗ: (ن. ف) طَعْنًا نیزہ مارنا۔ فَهَلَّا: کلمہ تخصیص وتندیم ہے مرکب ہے ''هل لا'' سے اگر ماضی پر داخل ہو تو ترک فعل پر ملامت کے لئے اور اگر مضارع پر داخل ہو تو برانگیختہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ شَقَقْتَ: شَقَّ (ن) شَقًّا وَمُشَقَّةً.

تشریح: ''فهلّا شققت عن قلبه'': اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم اس کے باطن پر مطلع ہو سکتے تھے کہ اس نے دل کی گہرائی سے کلمہ پڑھا ہے یا محض اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے پڑھا ہے یہ بات تو ظاہر ہے کہ تم اس کے دل کو چیر کر اس کی حقیقت تو معلوم نہیں کر سکتے تھے اس وجہ سے معقول بات یہ تھی کہ تم اس کے ظاہر پر حکم لگاتے اور مؤمن سمجھتے۔ (۱) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے، اس سے ایک اصول معلوم ہوا کہ آدمی کے ظاہر پر اور جو آدمی نے کہا اس پر حکم لگایا جائے گا باقی اس کے دل میں کیا ہے اور حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ کو ہی ہے۔ (۲)

سوال: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جب ایک آدمی کو قتل کر دیا تو ان پر دیت کیوں لازم نہیں کی گئی؟

جواب: یہاں پر حضرت اسامہ کی اجتہادی غلطی تھی۔ اجتہادی غلطی سے اگر کوئی کسی کو قتل کر دے تو اس پر دیت نہیں آتی کیونکہ مجتہد اپنی خطاء میں معذور ہوتا ہے (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ناراضگی کا اظہار اس لئے فرمایا کہ اگرچہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے کام لیا اور ان سے غلطی ہوئی اس پر وہ معذور تھے اس کے باوجود ان کو توقف کرنا چاہئے تھا اور اپنے اجتہاد پر اتنی جلدی عمل نہیں کرنا چاہئے تھا۔ (۴)

---

(۱) مظاہر حق ۳/۵۱۴ (۲) مرقاۃ ۸/۵۰ (۳) مظاہر حق ۳/۵۱۴ (۴) مظاہر حق ۳/۵۱۴

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب القصا ص" ص۳۹۹ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المغازی (باب بعث النبی صلی اللّٰه علیه وسلم) عن أسا مة، واخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال لا اله الاّ اللّٰه).

راوی حدیث حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

اسامہ نام، ابومحمد کنیت، والد کا نام زید تھا۔ ۷ھ میں بعثت کے بعد مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا محبوب غلام اور منہ بولا بیٹا بنایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خدمت میں رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے، ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ مجھ کو اس کا باپ (زید) سب سے زیادہ محبوب تھا اب یہ (اسامہ) مجھ کو سب سے زیادہ عزیز ہے۔ (بخاری کتاب المغازی)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ میں ۵۴ھ میں مدینہ میں ہی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی (استیعاب ۱/۲۹)۔ ان سے مرویات کی تعداد (۱۲۸) ہے جن میں سے (۱۵) بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں باقی دو دو میں بخاری اور مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۲۶)

قرضہ اچھی طرح ادا کرنے کا حکم

⓳ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: اِنَّ رَجُلاً تَقَاضٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَهٗ، فَهَمَّ أَصْحَابُهٗ فَقَالَ: دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً وَاشْتَرُوْا لَهٗ بَعِیْراً فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ قَالُوْا: لَا نَجِدُ اِلاَّ أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ: اشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ فَاِنَّ خَیْرَکُمْ أَحْسَنُکُمْ قَضَاءً.

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (قرض کا) تقاضہ کیا اور اس میں بہت سختی کی صحابہ کرام نے (بدلہ لینے کا) ارداہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ ہر حق دار کو کہنے کا حق ہے بلکہ ایسا کرو کہ ایک اونٹ خرید کر اسے دے دو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ جیسا ہم بازار میں نہیں پا رہے بلکہ اس سے اچھا پا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا ہی خرید لو اور اسے دے دو اس لئے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے۔“

لغات: تَقَاضٰی: اَلدَّین، قرض وصول کرنے کی باتیں کرنا، قَضٰی (ض) قَضَاءً حَاجَةً، پوری کرنا۔ فَأَغْلَظَ: فِی الْقَوْل، سخت کلامی سے پیش آنا، غَلُظَ (ن. ض. ك) غَلْظًا وَغِلْظَةً، موٹا ہونا، سخت ہونا۔ هَمَّ: (ن) هَمًّا بِالشَّیْءِ ارادہ کرنا قال تعالٰی ﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا﴾ مَقَالاً: قَالَ یَقُوْلُ، کہنا بولنا۔

تشریح: ”تقاضی“: اس نے اپنے قرض کا مطالبہ کیا۔ آگے کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اونٹ ادھار لیا تھا۔

”فاغلظ“: اس مطالبہ میں اس نے سختی کی۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ مطالبہ کرنے والا کافر ہو یا بقول بعض کے یہودی ہوگا اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ مسلمان ہی ہوگا مگر دیہات کا رہنے والا جس کو مقام نبوت کے آداب معلوم نہیں ہوں گے کہ نبی کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ (۱)

”فان لصاحب الحقّ مقالا“: کیونکہ ہر حق دار کو کہنے کا حق حاصل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس کا کسی پر قرض ہو تو وہ اس پر سختی کر سکتا ہے اگر اس پر بھی قرض دار ادا نہ کرے تو وہ قاضی کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ قاضی اس کو قرض ادا کرنے کو کہے گا مگر جب وہ ٹال مٹول کرے تو اس کو قید خانہ میں بھی ڈال سکتا ہے۔

”فانّ خیرکم احسنکم قضاء“: تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جتنا قرض

(۱) مظاہر حق

لیا گیا ہے واپسی کے وقت اس سے زائد اور اچھا لوٹانا چاہئے یہ مستحب ہے مگر اس میں فقہاء کرام ایک شرط کا اضافہ فرماتے ہیں کہ قرض لیتے وقت اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو کہ تم کو اس سے اچھا دینا ہوگا ورنہ یہ سود بن جائے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الافلاس والانظار" ص ۲۵۱ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب استقراض الابل، اخرجه البخاری فی مواضع متعدّدة، واخرجه المسلم فی کتاب المساقاة والمزارعة (فی باب جواز استقراض الحیوان واستحباب توفیته خیراً ممّا علیه).

راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام عمیر، ابوہریرہ کنیت، خاندانی نام عبدالشمس تھا آپ ﷺ نے یہ نام بدل کر عمیر رکھا۔ رنگ گندم گوں، شانے کشادہ، دانت آبدار تھے، آگے کے دو دانتوں کے درمیان جگہ خالی تھی، خیبر کے سال حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور پھر آپ ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا (اسد الغابہ ۵/۳۱۶) احادیث کے یاد کرنے کا حد درجہ شوق تھا اسی وجہ سے بہت کم عرصہ میں بہت سی احادیث یاد فرمالیں۔ بعض لوگوں کو شکوک وشبہات بھی ہوتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مروان نے ان کو بلا کر احادیث پوچھنا شروع کی اور ایک کاتب چپ چاپ ان کو لکھتا رہا پھر دوسرے سال ابوہریرہ سے پھر ان احادیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے وہی جوابات دیئے حتیٰ کہ ترتیب میں بھی کوئی فرق نہ کیا۔ (مستدرک حاکم ۳/۵۱۰)

روایات کی تعداد (۵۳۷۴) ہے ان میں سے (۳۲۵) میں بخاری اور مسلم متفق ہیں اور (۷۹) بخاری اور (۹۳) میں مسلم منفرد ہیں۔
(تہذیب الکمال ۴۶۲) یہ آفتاب حدیث ۵۷ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں غروب ہوگیا۔ ولید نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (تہذیب التہذیب واسد الغابہ ۵/۳۱۷)

کیا عورت کا بھی مرد سے پردہ ہے؟

❷ عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) اَنَّهَاكَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةَ اِذْ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَيْسَ هُوَأَعْمٰى لَا يَبْصُرُنَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تَبْصُرَانِهِ.

ترجمہ: ''ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں کہ اچانک (نابینا صحابی) ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ تم ان سے پردہ کرو، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا، کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ کہ وہ تو ہمیں نہیں دیکھ رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی اندھی ہو، کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟''

لغات: أَقْبَلَ: متوجہ ہونا، سامنے کرنا۔ اِحْتَجِبَا: پردہ کرنا۔ عَمْيَاوَان: عَمْيَآءٌ، مفرد ہے۔ عَمِيَ (س) عَمًى، اندھا ہونا۔

تشریح: یہ حدیث ان علماء کرام کے لئے دلیل ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مرد کا عورتوں سے پردہ ہے اور دیکھنا حرام ہے بعینہٖ اسی طرح عورتوں کا مرد سے پردہ ہے عورتوں کو بھی مردوں کو دیکھنا حرام ہے (۱) مگر جمہور علماء کرام فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے اجازت ہے کہ وہ بغیر شہوت کے ضرورت کی بنیاد پر مردوں کو دیکھ سکتی ہیں مگر مرد کے ناف سے رانوں تک تو ہر حال میں عورتوں کے لئے دیکھنا حرام ہوگا۔ یہ علماء کرام اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چند حبشی مدینہ منورہ میں نیزہ بازی کا کھیل دکھلانے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر کافی دیر تک وہ کھیل دیکھا (۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کیلئے مردوں کا دیکھنا جائز ہے۔ (۳)

سؤال: ہوسکتا ہے یہ اس وقت کا واقعہ ہو جب کہ پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا؟

جواب: یہ واقعہ ۹ھ کا ہے پردے کا حکم اس سے پہلے بالاتفاق نازل ہو چکا تھا۔ (۴)

سؤال: ممکن ہے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نابالغ ہوں؟

جواب: بالغ ہو چکی تھیں بلکہ اس وقت ان کی عمر سولہ (۱۶) سال تھی۔ (۵)

---

(۱) مرقاۃ ۳۰۰/۶ و مظاہر حق ۲۷۰/۳ (۲) مشکوۃ (۳) مرقاۃ ۲۰۰/۶ (۴) مظاہر حق ۲۷۰/۳

(۵) مظاہر حق ۲۷۰/۳ و مرقاۃ ۲۰۰/۶

جمہور علماء کرام حدیث بالا کو تقویٰ پر محمول فرماتے ہیں فتویٰ تو یہ ہے کہ دیکھ سکتی ہیں مگر تقویٰ تو یہی ہے کہ نہ دیکھا جائے۔ یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری ہوگی کہ عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے جب کہ عورت جنسی خواہش سے مامون ہو اگر معمولی سی بھی جنسی خواہش ہو تو حرام ہو جائے گا اور ہمارا زمانہ تو فتنے کا ہے[1] اس لئے اس زمانہ میں بہت ہی خیال رکھنے کی ضرورت ہوگی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب النظر الی المخطوبة وبیان العورات" ص ۲۶۹ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه أحمد فی مسنده ٦/ ٢٩٦ واخرجه الترمذی فی ابواب الأدب (باب ماجاء فی احتجاب النّسآء من الرّجال) واخرجه ابوداؤد فی کتاب اللّباس (باب فی قوله تعالٰی: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾.

راویہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام ہندہ، ام سلمہ کنیت۔ قبیلہ مخزوم سے تھیں۔ "اصابہ" میں ہے: "كَانَتْ أُمُّ سَلِمَةَ مَوْصُوْفَةً بِالْجَمَالِ الْبَارِعِ" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ خوب صورت تھیں۔ بال نہایت گھنے تھے (مسند احمد ۶/۲۸۹) پہلے نکاح ابوسلمہ (عبداللہ بن عبدالاسد) سے ہوا اور جب جمادی الثانی ۴ھ میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (زرقانی ۳/۲۷۳) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیغام نکاح دیا تو انہوں نے قبول کرلیا اور پھر شوال ۴ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوگیا۔ محمد بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امہات المؤمنین احادیث کا مخزن تھیں مگر ان میں حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی حریف نہ تھا۔ ان سے (۳۷۸) روایات منقول ہیں (تہذیب الکمال) حرہ کے سال میں ۶۳ھ میں جب کہ ان کی عمر ۸۴ برس تھی، انتقال ہوا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی (زرقانی ۳/۲۷۶) اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

---

(۱) مظاہر حق ۳/۲۷۰

حضرت سلیمان علیہ السلام کا عجیب فیصلہ

(۲۱) عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: کَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَآءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا: اِنَّمَاذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْاُخْرٰی: اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاکَمَتَا اِلٰی دَاوٗدَ فَقَضٰی بِهٖ لِلْکُبْرٰی فَخَرَجَتَا عَلٰی سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ: ائْتُوْنِیْ بِالسِّکِّیْنِ اَشُقُّهٗ بَیْنَکُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰی: لَا تَفْعَلْ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَابْنُهَا فَقَضٰی لِلصُّغْرٰی.

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں تھیں دونوں کے پاس ان کے لڑکے بھی تھے ایک بھیڑیا آیا ان میں سے ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا ان دونوں نے ایک دوسری سے کہا کہ تمہارے بچہ کو بھیڑیا لے گیا ہے دونوں اپنے مقدمہ کو حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئیں انہوں نے ان میں سے بڑی عورت کے لئے اس بچے کا فیصلہ سنایا پھر وہ دونوں عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گذریں ان سے بھی پورا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا، میرے پاس ایک چھری لاؤ میں اس لڑکے کو بیچ سے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کے درمیان بانٹ دوں، چھوٹی عمر والی عورت نے کہا خدا آپ پر رحم کریں ایسا نہ کیجیے یہ لڑکا اسی کو دے دیں، اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس لڑکے کو چھوٹی عمر والی عورت کے لئے فیصلہ کر دیا۔“

لغات: اَلذِّئْب: بھیڑیا، جمع ذِئَاب، أَذْؤُب، ذُؤْبَان، ذَئِبَ (س) ذَأْبًا، خباثت میں بھیڑیے کی طرح ہونا۔ صَاحِبَتُهَا: صَاحِب کی مونث ہے بمعنی ساتھی۔ سہیلی جمع صَاحِبَات اور صَوَاحِب آتی ہے۔ فَتَحَاکَمَتَا: اِلَی الْحَاکِمِ، مقدمہ لے جانا۔ اَلسِّکِّیْن: چھری جمع سَکَاکِیْن، اَلسکینة، اطمینان وقار، قال تعالٰی ﴿وَاٰتَتْ کُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِکِّیْنًا﴾

تشریح: علماء کرام فرماتے ہیں ممکن ہے کہ دونوں عورتیں ایک ہی جگہ رہتی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے دونوں بچے ہم شکل اور ہم عمر ہوں مگر احتمال اس کے خلاف کا بھی نکل سکتا ہے دونوں عورتیں جانتی تھیں کہ کس کے بچہ کو بھیڑیا لے گیا ہے مگر وہ دوسرے کے بچہ کو لے کر اپنے بچہ کا غم دور کرنا چاہتی تھیں۔ (۱)

”فقضی به للکبری“: قانون یہ ہے جس کی ملکیت میں کوئی چیز ہو اور دوسرے کے پاس کوئی واضح دلیل نہ ہو تو وہ چیز اس کی سمجھی جاتی ہے جس کے قبضہ میں وہ ہے اور وہ بچہ بڑی کے پاس تھا اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام نے اس بچہ کو بڑی کے حوالے کر دیا۔ (۲) بعض دوسرے محدثین کرام فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ بچہ کی شکل بڑی کے ساتھ ملتی ہو اس لئے اس کو دے دیا (۳)

(۱) مظاہر حق ۵/ ۲۸۹ (۲) مرقاۃ ۱۱/ ۲۷ (۳) مظاہر حق ۵/ ۲۸۹

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے قیاسی اعتبار سے کہا کیونکہ اپنے بچہ کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تو اس سے حضرت سلیمان نے معلوم کر لیا کہ بچہ چھوٹی کا ہے۔

سوال: حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام جو کہ نبی تھے ان کے فیصلہ کو کیوں توڑا؟

جواب: حضرت داؤد علیہ السلام نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا تھا صرف جھگڑا ختم کرنے کے لئے یہ احتمال ظاہر کیا تھا کہ بڑی کا ہوگا۔ (۱)

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بچپن سے دین کی سمجھ اور ہوشیاری اور فیصلہ کرنے کی طاقت عطاء فرمائی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے اسی طرح کے متعدد واقعات احادیث کی کتب میں مذکور ہیں۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب بدأ الخلق وذکر الانبیاء علیهم السلام" ص ۵۰۸ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الفرائض (فی باب اذا ادّعت المرأة ابنًا) وفی کتاب الانبیآء (باب قول الله عز وجل ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ واخرجه مسلم فی کتاب الاقضیة (باب اختلاف المجتهد ین).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر ۱۹ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۱۱/ ۲۷ و مظاہر حق ۵/ ۲۹۰، معارف القرآن، قرطبی۔

سواری پر آگے بیٹھنے کا حق اس کے مالک کا ہی ہے

عَنْ بُرَیْدَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: بَیْنَمَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْشِیْ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ مَعَهُ حِمَارٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ: اِرْكَبْ وَتَأَخَّرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا أَنْتَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ اِلَّا أَنْ تَجْعَلَهُ لِیْ قَالَ: جَعَلْتُهُ لَكَ فَرَكِبَ.

تَرجَمہ: ’’حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے اسی دوران اچانک ایک شخص اپنے گدھے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا کہا کہ یا رسول اللہ آپ اس پر سوار ہوجائیں، اور وہ شخص خود پیچھے ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آگے نہیں بیٹھوں گا کیونکہ جانور کے آگے بیٹھنے کے تم ہی زیادہ مستحق ہو الا یہ کہ مجھے تم اس کا حق دار بنا دو۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو اس کا حقدار بنا دیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آگے بیٹھ گئے۔‘‘

لُغات: تَأَخَّرَ: پیچھے ہونا۔ صَدْر: سینہ، سامنے کا حصہ۔ جمع صُدُوْر. تَجْعَلَهُ: جَعَلَ (ف) جَعْلاً: بنانا یہاں مراد صراحت کے ساتھ اجازت دینا۔

تشریح: حدیث بالا سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ سفر میں بھی حق شناسی ہوا ایسا نہ ہو کہ سفر میں سب بھول جائے جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ظاہر ہے کہ آپ نے سواری کے اگلے حصہ پر بیٹھنے سے انکار کیا کہ جس کی سواری ہے وہی آگے بیٹھنے کا مستحق ہے الا یہ کہ وہ صریح طور پر اپنے حق کے چھوڑنے کا اعلان کردے۔ جب صاحب حق نے صریح طور پر کہا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بیٹھے۔ (۱)

دوسری بات اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں انکساری تواضع کمال درجہ موجود تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے بیٹھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کیا اسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے (۲) حضر میں تو آدمی تواضع کر لیتا ہے مگر دوران سفر یہ بہت مشکل کام ہے اللہ تعالیٰ نے بھی مختصر رفاقت والے کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرنے کی خصوصیت سے تاکید فرمائی ہے ﴿وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ﴾ کہ اپنے پہلو کے ساتھی کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ مراد وہ شخص ہے جو کہیں بھی آپ کے ساتھ ہو جائے سفر کے دوران کی مختصر رفاقت کا بھی یہ حق ہے اس کو کسی قول و عمل سے کوئی جسمانی یا ذہنی اذیت نہ پہنچے (۳)

نوٹ: روای حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر ۹ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/۷۸۹ (۲) مظاہر حق ۳/۲۸۹ (۳) آداب زندگی ص ۵۷

آپ کے اسفار اس کے عملی نمونہ ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه التّرمذی فی ابواب الاداب (باب ماجاء انّ الرّجل أحقّ بصدر دابّته) واخرجه ابوداود فی کتاب الجهاد (باب ربّ الدّابة أحقّ بصدرها) واخرجه الدارمی ۱۹۷/۲.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز مزاح

۱۲ عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم فَقَالَ: اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ: مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِالنَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدِ الْاِبْلَ اِلَّا النُّوْقُ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لئے جانور مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں اونٹنی کا بچہ سواری کے لئے دوں گا۔ اس شخص نے کہا کہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ کو بھی اونٹنی ہی جنتی ہے۔''

لغات: اِسْتَحْمَلَ: اٹھانے کے لئے درخواست کرنا مراد سواری مانگنا۔ حَامِلٌ: حَمَلَ (ض) حَمْلاً، اٹھانا اور لادنا۔ اَلنُّوْقُ: جمع نَاقَة کی نیز اس کی جمع نَاقٍ، أَنْؤُق، اَنُوْقٌ، أُنُوْقٌ، أَوْنَقٌ، أَیْنُقٌ، نِیَاقٍ، نَاقَات وغیرہ بھی آتی ہے۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مزاح کا ذکر ہے۔ مزاح کا معنی اردو میں خوش طبعی ہے بشرطیکہ اس میں کسی کی دل شکنی نہ ہو اور ایذاء نہ پہنچائی جائے اگر اس میں ایذاء بھی ہو تو اس کو عربی میں ''غریہ'' کہتے ہیں۔

خوش طبعی جائز ہے مگر اس کی عادت نہ بنائی جائے کہ ہر وقت ہی ہنسی اور مزاح ہو اس سے آدمی کی شخصیت مجروح ہوتی ہے[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھار مزاح فرمایا کرتے تھے جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مخاطب کی دل بستگی اور آپس میں محبت وموانست کو مستحکم کیا جائے اسی وجہ سے علماء کرام فرماتے ہیں کہ کبھی کبھار خوش طبعی کرنا سنت مستحبہ ہے۔ حدیث بالا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ظرافت کا واقعہ ہے کہ اونٹ کے بجائے آپ نے اونٹنی کا بچہ دینے کو فرمایا وہ صحابی یہ سمجھے کہ اونٹنی کا کوئی چھوٹا سا بچہ ہوگا اسی وجہ سے انہوں نے کہا کہ اس بچہ پر میں سواری کیسے کروں گا فرمایا کہ اونٹ جتنا بھی بڑا ہو جائے وہ اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا۔

علماء کرام فرماتے ہیں اس حدیث میں ایک طرف تو مزاح (خوش طبعی) اور ظرافت ہے اور دوسری طرف اس امر لطیف کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب آدمی سے کوئی بات کہی جائے تو اس کو چاہئے کہ اس بات پر غور وفکر کرے بغیر سوچے سمجھے جواب نہ دے کہ اگر معمولی سا بھی غور کر لیتے تو یہ سوال نہ کرتے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب المزاح'' ص ۴۱۶ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب الادب (باب ماجاء فی المزاح).

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر ۱۱ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۹/۱۷۱ (۲) مرقاۃ ۹/۱۷۱، مظاہر حق ۴/۴۹۴

تین قیمتی نصیحتیں

۲۴ عَنْ أَبِیْ أَیُّوبَ الأَنْصَارِیِّ (رَضِیَ اللّٰهُ تعَالٰی عَنْهُ) قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: عِظْنِیْ وَأَوْجِزْ فَقَالَ: اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا وَاجْمِعِ الْاِیَاسَ مِمَّا فِیْ أَیْدِی النَّاسِ.

ترجمہ: ”حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی نصیحت فرمایئے جو مختصر ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو ایسی نماز پڑھو جو دنیا سے رخصت کرنے والے کی ہو اور تم زبان سے ایسی کوئی بات نہ نکالو جس سے دوسرے دن تم کو عذر کرنا پڑے اور اس چیز سے ناامید ہو جاؤ جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔“

لغات: عِظْ: وَعَظَ (ض) وَعْظًا وَعِظَةً نصیحت کرنا۔ وَدَّعَ: تَوْدِیْعًا، رخصت کرنا، چھوڑنا، اپنی زندگی سے رخصت ہونا، صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ: یعنی زندگی کی آخری نماز۔ عُذَرْ: (ض) عذرًا، الزام سے بری کرنا، معذرت کرنا الایاس: ناامیدی، یَئِسَ (س) یَئْاسًا منه، ناامید ہونا۔

تشریح: ”عظنی واوجز“: نصیحت کریں مگر مختصر ہو۔ ایک دوسری حدیث میں بھی آتا ہے ”خَیْرُ الْکَلَامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ“ کہ بہترین بات وہ ہے جو کہ مختصر ہو اور مدلل ہو۔

”صلوۃ مودّع“: نماز رخصت کرنے والی کی کہ نماز ایسی ہو کہ اللہ کے سوا تمام مخلوق کو رخصت اور چھوڑنے والی ہو (۱) دوسرا مطلب یہ ہے کہ نماز ایسی پڑھو کہ رخصت کرنے والی کی ہو یعنی زندگی کی آخری نماز تصور کر کے پڑھو جو اس تصور کے ساتھ نماز پڑھی جائے گی اس میں کتنا خضوع وخشوع ہوگا۔

”لا تکلّم بکلام تعذر منه غدا“: ایسی بات زبان سے نہ نکالو جس کے سبب تمہیں کل یعنی قیامت کے دن عذر کرنے پڑیں۔ (۲)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایسی باتیں نہ کرو جس کے سبب تم کو دوسرے دن اپنے رفقاء کے سامنے عذر کرنا پڑے اور تم ان کے سامنے پشیمان ہو۔ (۳)

”واجمع الایاس ممّافی أیدی النّاس“: اس چیز سے ناامید ہو جاؤ کہ جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے کہ جتنا مال ومتاع

---

(۱) مظاہر حق ۴/۲۷ (۲) مرقاۃ ۹/۳۹۱ (۳) مرقاۃ ۹/۳۹۱، مظاہر حق ۴/۲۷

اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھا ہے وہ مل کر ہی رہے گا لوگوں سے امید لگانے سے کیا فائدہ۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے مال ومتاع پر نظر رکھنا یہ قلبی افلاس کی علامت ہے جس کا دل غنی ہوتا ہے وہ دوسرے کے مال و دولت سے اپنی امید منقطع کر لیتا ہے۔[1]

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۴۵ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة فى كتاب الرقاق الى احمد وهوفى مسنده من مرويات ابى ايوب الانصارى (١١٢/٥ مع اختلاف يسر)

راوی حدیث حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

خالد نام، ابوایوب کنیت، ابوایوب قبیلہ تجار کے رئیسوں میں سے تھے۔ عقبہ کی گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب کا ہی گھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسکن ٹھہرا۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی زندگی کا اکثر حصہ جہاد ہی میں گذارا۔

اہل سیر فرماتے ہیں: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی زندگی میں تین چیزیں زیادہ نمایاں تھیں:

① حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ② جوش ایمانی ③ حق گوئی۔

ان تینوں باتوں پر اہل سیر نے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں ان کی روایات کی مقدار ۱۵۰ ہے۔ وفات ۵۲ھ میں جب کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ لشکر کا سپہ سالار تھا اسی سفر میں بیمار ہوئے یزید آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے گیا اور پوچھا کہ کوئی وصیت کرنی ہو تو اس کی تعمیل کی جائے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دشمن کی سرزمین میں جہاں تک جاسکو میرا جنازہ لے جانا، چنانچہ قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفن کیا گیا۔ کفار کی بے ادبی کے خوف سے زمین کو برابر کر دیا گیا اور مسلمانوں نے کفار سے کہا کہ اگر تم نے کچھ مزار کے ساتھ گستاخی کی تو تمہارا ناقوس بجانے والا کوئی نہ ہوگا۔

(ابن سعد ۵۰) اب بھی قحط وغیرہ کے زمانے میں لوگ ان کے وسیلہ سے باران رحمت مانگتے ہیں۔ (اسد الغابہ)

---

(۱) مظاہر حق ۴ / ۲۷

آداب مسجد

۲۵ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَهْ مَهْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ: اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْئٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذرِ وَاِنَّمَاهِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْكَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَأَمَرَ رَجُلاً مِنَ الْقَوْمِ فَجَآءَ بِدَلْوٍ مِن مَّآءٍ فَشَنَّهٗ عَلَيْهِ.

تَرجَمۃ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے اچانک دیہاتی آیا اور مسجد میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس سے کہنے لگے ٹھہر جا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اس کا پیشاب مت کاٹو) بلکہ اس کو کرنے دو۔ جب اس دیہاتی نے پیشاب کرلیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ مسجدیں اس قسم کی گندگی اور پیشاب کرنے کے لئے مناسب نہیں ہیں یہ تو صرف اللہ کے ذکر اور نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں یا اس کے مثل فرمایا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں سے ایک شخص کو حکم دیا جس نے پانی کا ڈول اس پیشاب پر بہادیا۔“

لُغات: اَعْرَابِيٌّ: دیہاتی، بدو اس کی جمع اَعْراب آئی ہے۔ بَالَ: (ن) بَوْلاً، پیشاب کرنا۔ مَهْ: اسم فعل بمعنی رک جا، ٹھہر جا اور کبھی ”مَهٍ مَهٍ“ تنوین کے ساتھ بھی آتا ہے۔ تُزْرِمُوْهُ: (ض) زَرْمًا، مطلب یہ ہے کہ اس کو پیشاب سے نہ روک۔ اَلْقَذر: میل کچیل، گندگی، پاخانہ، جمع اَقْذَار آتی ہے۔ دَلو: ڈول، مؤنث اور مذکر دونوں استعمال ہوتا ہے اکثر مؤنث استعمال ہوتا ہے جمع دِلاَء، أَدْلٍ، دُلِيّ، دِلِيّ آئی ہے۔ فَشَنَّهٗ: شَنَّ (ن) شَنًّا، بہانا۔

تَشْرِیح: ”لا تزرموه دعوه فتركوه حتى بال“: اس کو پیشاب سے مت روکو چھوڑ دو یہاں تک کہ پیشاب کرلے۔ اس جملہ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ومحبت جو ہر امتی سے تھی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اگر اس دیہاتی کو درمیان میں روکا جاتا تو یا وہ بھاگتا یا پیشاب روک لیتا اگر وہ بھاگتا تو مسجد میں ایک جگہ کے بجائے کئی جگہ پیشاب ہوجاتا اور اگر وہ پیشاب کو روک لیتا تو یہ اس کی تکلیف اور بیماری کا سبب بن جاتا[1] ایک دوسری حدیث جو مشکوۃ میں بھی ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو

(۱) مرقاۃ ۲/ ۶۷ مظاہر حق ۳۷۶

خطاب فرمایا"فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ"[1] اس میں صحابہ کرام کو تعلیم دی گئی ہے کہ تم آخری امت ہو تم کو انبیاء علیہم السلام کی طرح لوگوں کے لئے آسانی نکالنا چاہئے اور لوگوں کو سختی میں نہ ڈالو۔

"فجاء بدلو من ماء": اس جگہ پر پانی ڈال دیا۔ اس سے علماء کرام نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر زمین وغیرہ پر گندگی لگ جائے تو نجاست کی جگہ پر زیادہ مقدار میں پانی بہا دینے سے وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے[2] اور احناف کے نزدیک اگر نجاست کی جگہ خشک ہو جائے تو تب بھی وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہاں سے مٹی کو کھرچ دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کی زمین صرف پانی کے بہانے سے ہی پاک ہو سکتی ہے کسی اور طرح سے نہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر پانی بہانے کا اس لئے حکم دیا تا کہ پیشاب کی بدبو اور رنگ بھی ختم ہو جائے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تطهير النّجا سة" ص۵۲ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الطهارات (باب وجوب غسل البول وغیره من النّجاسات اذا حصلت فی المسجد)، واخرجه البخاری فی کتاب الوضوء (باب ترك النّبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ والنّاس الاعرابی حتّی فرغ من بوله فی المسجد و فی باب المآء علی البول فی المسجد)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر ۱۱ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکوۃ ص۵۲ (۲) مرقاۃ ۲/۶۷ (۳) مرقاۃ ۲/۶۷ مظاہر حق ۱/۳۷۶

برکت والا پانی

⑯ عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: خَرَجْنَاوَفْداً اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ وَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّ بِأَرْضِنَا بِيْعَةً لَنَا فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طَهُوْرِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهٗ لَنَا فِيْ اِدَاوَةٍ وَأَمَرَنَا فَقَالَ: اخْرُجُوْا فَاِذَا أَتَيْتُمْ أَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوْا بِيْعَتَكُمْ وَانْضَحُوْا مَكَانَهَا بِهٰذَا الْمَآءِ وَاتَّخِذُوْهَا مَسْجِدًا قُلْنَا: اِنَّ الْبَلَدَ بَعِيْدٌ وَالْحَرَّ شَدِيْدٌ وَالْمَآءُ يَنْشَفُ فَقَالَ: مُدُّوْهُ مِنَ الْمَآءِ فَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُهٗ اِلَّاطِيْبًا.

ترجمہ: ”حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جماعت کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور نماز پڑھی پھر ہم نے عرض کیا کہ ہماری سرزمین پر ایک گرجا گھر بنا ہوا ہے (اس کا کیا کریں) اس کے بعد ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور وضو فرمایا اور کلی کی اس کو کسی چھاگل میں ڈال دیا اور فرمایا کہ جاؤ اور جب تم اپنے ملک میں پہنچو تو اس گرجا گھر کو توڑ کر اس کی جگہ پر یہ پانی چھڑک دینا اور وہاں مسجد بنا لینا، ہم نے عرض کیا ہمارا شہر تو بہت دور ہے اور گرمی سخت ہے لہٰذا یہ پانی (وہاں پہنچتے پہنچتے) خشک ہو جائے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں پانی اور ملا لینا اس کی پاکیزگی اور برکت میں اضافہ ہوگا۔“

لغات: وَفْدٌ: جمع وَافِد کی، چند لوگ جمع ہو کر کسی کے پاس جائیں اس کی جمع ”وُفُوْد“ اور ”أَوْفَاد“ بھی آئی ہے، وَفَدَ (ض) وَفْدًا الیه علیه، قاصد بن کر آنا۔ بَايَعْنَاهُ: بیعت کرنا۔ بِيْعَةً: گرجا گھر عیسائیوں کا عبادت گھر جمع بِيَع، بِيَعَات بِيْعَات قال تعالٰی ﴿...... صَوَامِعُ وَبِيَعٌ﴾ اِسْتَوْهَبْنَاهُ: طلب کرنا، ـــــ کی درخواست کرنا۔ فضل: زائد، باقی ماندہ۔ اداوۃ: وضو کا چھوٹا برتن، جمع اَدَاوٍ آئی ہے۔ اِنْضَحُوْا: نَضَحَ (ف) نَضْحًا، چھڑکنا پانی ڈالنا۔ يَنْشِفُ: نَشِفَ (س. ف) نَشْفًا، خشک ہونا، پانی کا جذب ہونا۔ مُدُّوْهُ: مَدَّ (ن) مَدًّا، بڑھانا، زیادہ کرنا۔

تشریح: ”ان بارضنا بيعة لنا فاستوهبنا“: ہماری زمین میں ایک گرجا گھر ہے پس ہم نے پانی طلب کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم نصاری تھی [1] اور اس گرجے میں عبادت کرتی تھی۔ جب دین اسلام کی شعاعیں ان کے ملک میں پہنچیں تو ان کو بھی خواہش ہوئی اور اللہ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اب اس مذہب عیسوی کا زمانہ ختم ہو گیا اب دین اسلام کا سورج طلوع ہو چکا ہے تو ہم بھی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو جائیں اس پر یہ قوم مدینہ میں آپ صلی

(۱) تہذیب التہذیب ۵/۳۳۔

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام میں داخل ہوگئی پھر اسلام میں گرجا گھر کا تو تصور نہیں اس پر انہوں نے اس کے توڑنے کو کہا کہ اس کو اب توڑ دیں گے مگر ہم وہاں پر کچھ عرصہ عبادت کر چکے ہیں اس لئے ہمیں وہاں پرانے خیالات ستائیں گے اس لئے انہوں نے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اپنے وضو کا برکت والا پانی مرحمت فرما دیں اس کو ہم وہاں چھڑک دیں تا کہ وہ خیالات فاسدہ اور کفر وشرک کے جراثیم ختم ہو جائیں۔ (۲)

"لا یزیدہ الّا طیبا": آپ کی کلی سے تو برکت پیدا ہوگی مگر جو مزید پانی ملایا جائے گا اس میں برکت کہاں سے آئے گی؟ یہ سوال ان کے ذہن میں آ سکتا تھا اس سوال کے کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دے دیا کہ جو پانی ملایا جائے گا اس سے بھی برکت ہوگی وہ من جانب اللہ ہوگی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المساجد ومواضع الصّلوۃ" ص ۶۹ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه النسائی فی کتاب المساجد وترجم علیه.

راوی حدیث حضرت طلق رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

ان کا نام طلق، والد کا نام علی، کنیت ابوعلی حنفی یمامی ہے، ان کو طلق بن ثمامہ بھی کہتے ہیں، ان سے ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ والے روایت لیتے ہیں۔ اس سے ان کا بیٹا قیس ہی روایت نقل کرتے ہیں۔

---

(۱) مرقاۃ ۲/۴۰۴، مزید حالات کے لئے تہذیب الکمال ۲/۲۶۳، تہذیب التہذیب ۵/۳۳، تقریب التہذیب ۱/۳۸۰، اسد الغابۃ ۳/۹۲، طبقات ابن سعد ۱/۳۱۶، الثقات ۳/۲۰۲، موسوعۃ رجال الکتب الستۃ ۲/۲۰۹۔ (۲) مظاہر حق ۲/۵۰۱

بہترین کلمات

۲۷ عَنْ جُوَيْرِيَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ: مَازِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْوُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ."

ترجمہ: ”حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت نماز فجر کے لئے ان کے پاس سے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کے بعد تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، تم اسی حال پر ہو جس پر میں نے چھوڑا تھا؟ عرض کیا کہ جی ہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم سے (جدا ہونے کے بعد) چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو ان کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ ان پر وزن میں غالب ہو جائیں گے وہ کلمے یہ ہیں۔ ”سبحان اللّٰہ وبحمدہ عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته“۔

لغات: بُكْرَة بمعنی صبح، أَتَيْتُهُ بُكْرَة، میں اس کے پاس صبح کے وقت آیا، قال تعالٰی ﴿بُكْرَةً وَأَصِيْلًا﴾ مَسْجِدِهَا: عبادت خانہ، جمع مَسَاجِد، سَجَدَ (ن) سُجُوْدًا، عبادت کے لئے اپنی پیشانی کو زمین پر رکھنا۔ أَضْحٰى: بمعنی چاشت کا وقت، افعال ناقصہ میں سے ہے مگر یہاں پر فعل تام استعمال ہوا ہے۔ وُزِنَتْ: (ض) وَزْنًا، بمعنی تولنا۔ مداد: مثال وطریقہ، یہاں پر تعداد کے مطابق مراد ہے۔

تشریح: اس حدیث میں کم وقت میں زیادہ ثواب ملنے والی تسبیح بتائی گئی ہے کہ کوئی چند گھنٹے تسبیح کرتا رہے اس سے بہتر یہ فرمایا کہ چار کلمات پڑھ لے اس کا ثواب چند گھنٹے کی تسبیحات سے زیادہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر میں کیفیت کا اعتبار زیادہ ہوتا ہے کمیت کا نہیں مطلب یہ کہ وہ تسبیحات جن کے مضامین اعلیٰ اور معنی خیز ہوں اور خوب اخلاص کے ساتھ ہوں اگرچہ دیکھنے میں وہ کم ہوں مگر وہ ان کلمات سے اعلیٰ وافضل ہوں گے جن کے معنی میں جامعیت نہ ہو اور اخلاص کامل کے ساتھ نہ پڑھا گیا ہو، اس بات پر علماء قیاس کرتے ہیں کہ آدمی تھوڑی عبادت کرے دل جمعی کے ساتھ یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ آدمی عبادت کرے تو زیادہ مگر اس میں دل جمعی نہ ہو۔ حدیث بالا میں جن کلمات کی فضیلت بیان کی گئی وہ یہ ہیں ”سبحان اللّٰہ وبحمدہ عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته.“

’’میں پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی اور اس کی تعریف کرتا ہوں اس کی مخلوق کی تعداد کے بقدر اور اس کی ذات کی مرضی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن کے مطابق اور اس کے کلموں کی مقدار کے موافق۔‘‘

یہ حدیث مشکوۃ میں ’’باب ثواب التّسبیح والتحمید والتّهلیل والتّکبیر‘‘ ص ۲۰۰ ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الذّکر والدعاء (باب التّسبیح أول النهار وعند النّوم).

راویہ حدیث حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام ابتداء میں برہ تھا، آپ ﷺ نے بدل کر جویریہ رکھا اس نام میں بدفالی تھی (مسلم ۲/۲۳۱) والد کا نام حارث تھا، پہلا نکاح سافع بن صفوان سے ہوا، اور جب غزوہ مریسیع ہوا، اس میں یہ گرفتار ہوئیں تو ان کے والد نے کہا کہ میری بیٹی لونڈی نہیں بنے گی کیونکہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں، ان کے والد نے زرفدیہ ادا کیا جب وہ آزاد ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح کرلیا (طبقات ابن سعد ۸/۸۴) ان سے چند روایات منقول ہیں، ان سے ابن عمر، جابر، ابن عباس، عبداللہ بن اسباق، فضیل، ابوایوب مراغی، کلثوم وغیرہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں، ربیع الاول ۵۰ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی، مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حقوق العباد کی ادائیگی کی اہمیت

۱۸ عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صَابِراً مُحْتَسِباًمُقْبِلاً غَيْرَمُدْبِرٍ يُكَفِرُ اللّٰهُ عَنِّیْ خَطَايَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ! فَلَمَّا أَدْبَرَ نَادَاهُ فَقَالَ: نَعَمْ اِلَّا الدَّيْن، كَذٰلِكَ قَالَ جِبْرَئِيْلُ.

ترجمہ: ''ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بتائیے اگر میں اللہ کے راستہ میں مارا جاؤں اور ایسے میں صبر کرنے والا ہوں اور ثواب کا طلب کرنے والا ہوں آگے بڑھنے والا ہوں پیچھے مڑنے والا نہ ہوں کیا اس کے بدلے میں اللہ میرے گناہوں کو معاف کردے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، پھر جب وہ شخص منہ پھیر کر جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آواز دی اور فرمایا، ہاں مگر قرض، مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے یہی کہا ہے''۔

لغات: صَابِر: صَبَرَ (ض) صَبْراً، بہادری کرنا، دلیری کرنا۔ مُحْتَسِباً: ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کام کو کرنا۔ مُقْبِلاً: أَقْبَلَ اِلَيْهِ، متوجہ ہونا، آنا۔ مُدْبِرًا: أَدْبَرَعَنْهُ، پشت پھیرنا ''دَبَّرَ وَ تَدَبَّرَالاَمْر''، انجام سوچنا، قال تعالٰی ﴿كَأَنَّهَاجَانٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا﴾ يُكَفِرُ اللّٰهُ لَهُ الذَّنْب: گناہ کا معاف کرنا۔ اَلدَّيْن: قرض، جمع دُيُوْن، أَدْيُن، قال تعالٰی ﴿تُوْصُوْنَ بِهَاأَوْدَيْنٍ﴾۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق العباد کا معاملہ بہت ہی زیادہ اہم ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے حقوق (یعنی حقوق اللہ) کو تو معاف کردیں گے مگر بندوں کے حقوق (یعنی حقوق العباد) کو معاف نہیں کریں گے۔ (۱)

''اَلَّا الدّین'': مگر قرض کہ شہادت جیسی عظیم عبادت سے بھی قرض معاف نہیں ہوتا مگر بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا تعلق شہادت سے ہے مگر ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بحری جنگ میں شہید ہونے والوں کے تمام گناہ یہاں تک کہ حقوق العباد بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ (۲)

''كذلك قال جبرئيل'': اسی طرح سے کہا ہے جبرئیل نے مگر یہ وحی قرآن میں تو موجود نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی صرف یہ نہیں جو قرآن کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اس کے علاوہ بھی جبرئیل علیہ السلام پیغام لاتے رہتے تھے جو حدیث کی شکل میں موجود ہے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الافلاس والانظار'' ص ۲۵۲ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب الامارة (باب من قتل فی سبيل اللّٰه كفرت خطاياه الاالدّين) رواه النّسائی فی كتاب الجهاد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر ۸ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

قیمتی نصیحتیں

۴۹ عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِہٖ اِلٰی أَنْ قَالَ): قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَوْصِنِیْ قَالَ: اُوْصِیْكَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ اَزْیَنُ لِاَمْرِكَ کُلِّہٖ قُلْتُ: زِدْنِیْ قَالَ: عَلَیْكَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ وَذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَّكَ فِی السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَكَ فِی الْأَرْضِ قُلْتُ: زِدْنِیْ قَالَ: عَلَیْكَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّہٗ مِطْرَدَۃٌ لِّلشَّیْطَانِ وَعَوْنٌ لَّكَ عَلٰی أَمْرِدِیْنِكَ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ: اِیَّاكَ وَکَثْرَۃَ الضِّحْكِ فَاِنَّہٗ یُمِیْتُ الْقَلْبَ وَیَذْھَبُ بِنُوْرِالْوَجْہِ قُلْتُ: زِدْنِیْ قَالَ: قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا قُلْتُ: زِدْنِیْ قَالَ: لَا تَخَفْ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ قُلْتُ: زِدْنِیْ قَالَ: لِیَحْجِزْكَ عَنِ النَّاسِ مَاتَعْلَمُ مِنْ نَّفْسِكَ.

ترجمہ: ’’حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (اس کے بعد خود ابوذر رضی اللہ عنہ نے یا ابوذر سے نقل کرنے والے راوی نے) طویل حدیث بیان کی یہاں تک کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ ہی تمام معاملات کو زینت بخشنے والا ہے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور نصیحت فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تلاوت قرآن اور ذکر کو اپنے لئے لازم سمجھو کیونکہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ تمہارے لئے آسمان میں ذکر کا باعث ہوگا اور زمین پر نور کا سبب ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طویل خاموشی کو اپنے لئے لازم سمجھو کیونکہ خاموشی یہ شیطان کو بھگانے اور تمہارے دینی کاموں کے کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے اور چہرے کی زینت کو ختم کردیتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچی بات کہو اگرچہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا کہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈرو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہیے کہ لوگوں کے عیوب جاننے سے تمہارے اپنے اعمال تم کو روک دیں جو تمہارے اندر ہیں (یعنی اپنے عیوب پر نظر رکھو دوسرے کے عیوب تلاش کرنے کی تم کو فرصت ہی نہیں ملے گی)۔‘‘

لغات: اَوْصِنِی: اَوْصٰی، وصیت کرنا اِلَیْہِ، وصیت کرنے والا مقرر کرنا۔ اَلصَّمت: صَمَتَ (ن) صَمْتًا وَصَمَاتًا، خاموش رہنا۔ مطردۃ: طَرَدَ (ن) طَرْدًا، ہٹانا، دور کرنا قال تعالیٰ ﴿مَنْ یَنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ﴾. عَوْن: مدد کرنا، مددگار، خادم جمع أَعْوُن. لَوْمَۃ: لَامَ (ن) لَوْمًا ملامت کرنا لَائِمٌ، ملامت کرنے والا۔ لِیُحْجِز: حَجَزَ (ن. ض) حَجْزًا، منع کرنا، حَجَزَ عَلَیْہِ الْمَال مال کو روک لینا۔

تشریح: "بتقوی اللّٰه": سب سے پہلی نصیحت جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ اللہ کے خوف کو اختیار کیا جائے یہی وہ چیز ہے جو انسان کو اعمال پر برانگیختہ کرتی ہے جس سے تمام اعمال خیر کا کرنا آسان ہو جاتا ہے اور تقویٰ سے آدمی کے اعمال مزین ہو جاتے ہیں اور اس میں روح پڑ جاتی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کَمَا أَنَّ السَّمَآءَ مُزَیَّنَۃٌ بِالْکَوَاکِبِ کَذٰلِكَ قُلُوْبُ الْعَارِفِیْنَ مُزَیَّنَۃٌ بِالْمَعَارِفِ وَالتَّقْوٰی"[۱] جیسے کہ آسمان مزین ہے ستاروں سے اسی طرح سے عارفین کے دل مزین ہوتے ہیں معارف اور تقویٰ سے۔

"ذکر اللّٰه": جو کام بھی اللہ کو خوش کرنے کے لئے کیا جائے اس کو ذکر کہتے ہیں۔

سؤال: ذکر اللہ کی تعریف میں تلاوت بھی داخل ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہے تو پھر تلاوت کو الگ کیوں بیان فرمایا؟

جواب: عربی میں اس کی مثالیں بکثرت ملیں گی کہ ایک عمومی بات کو ذکر کرنے کے بعد خصوصی بات کو بھی ذکر کر دیتے ہیں تو اسی طرح یہاں پر بھی ہوا۔[۲]

"بطول الصَّمْت": کہ خاموشی اختیار کرنے سے انسان کو ایک تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں وقدرتوں پر غور وفکر کرنے کا موقعہ بھی زیادہ ملتا ہے اور شیطان جو زبان کے ذریعہ انسان کو فتنوں میں مبتلا کرتا ہے آدمی اس سے بھی بچا رہتا ہے اسی وجہ سے فرمایا گیا[۳] "مَنْ صَمَتَ نَجَا" جو خاموش رہا وہ کامیاب ہو گیا۔[۴]

"کثرۃ الضّحك فانه یمیت القلب": زیادہ ہنسنے سے انسان کے علم ومعرفت کا نور جاتا رہتا ہے جو حقیقت میں انسان کے دل کی طہارت ہے پھر اس کے بعد آہستہ آہستہ آدمی عبادت اور طاعت سے دور ہوتا جاتا ہے اس کا علاج قرآن میں یہ فرمایا گیا ﴿فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا﴾ کہ آدمی اگر معمولی سا ہنسا تو اب چاہئے جتنا ہنسا تھا اس سے زیادہ تنہائی میں روئے اس رونے سے وہ نور انشاء اللہ واپس آ جائے گا۔[۵]

"لیحجزك عن النّاس ماتعلم من نفسك": اگر انسان کی نظر اپنے عیوب کی طرف ہوگی تو ہر آدمی میں اتنے عیوب ہیں کہ اس کو دوسرے کے عیب دیکھنے کی فرصت ہی نہ ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "طُوْبٰی لِمَنْ شَغَلَهٗ عَیْبُهٗ عَنْ عُیُوْبِ النَّاسِ"۔[۶] قابل مبارک ہے وہ شخص جس کو اس کا عیب لوگوں کے عیب گیری سے باز رکھے۔

(۱) مرقاۃ ۹/۱۶۲ (۲) مرقاۃ ۹/۱۶۲ (۳) مظاہر حق ۴/۴۸۲ (۴) مشکوۃ (۵) مظاہر حق ۴/۴۸۲
(۶) مظاہر حق ۴/۴۸۲ مرقاۃ ۹/۱۶۳

ہندوستان کے آخری مسلمان بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا یہ شعر ہے:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر ❁ رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر ❁ تو جہاں میں کوئی بُرا نہ رہا

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغيبة والشتم" ص۴۱۴۔۴۱۵ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة (باب حفظ اللسا ن) الى البهيقى فى شعب الايمان واخرجه ابو نعيم فى الحلية بطوله فى ترجمة أبى ذر (١٦٨/١)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر ۳ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

غیبت اور بہتان تراشی میں فرق

۳۵ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَاالْغِيْبَةُ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَايَكْرَهُ، قِيْلَ أَفَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ أَخِيْ مَا أَقُوْلُ؟ قَالَ: اِنْ كَانَ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے کہ اگر وہ اس کو سنے تو ناپسند کرے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اس میں وہ عیب واقعۃً موجود ہو جو میں نے بیان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر اس میں وہ عیب موجود ہو جو تم نے بیان کیا ہے تب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب موجود نہیں ہے جو تم نے کہا تب تو وہ بہتان (الزام تراشی ہے)۔''

لغات: أَتَدْرُوْنَ: دَرَى (ض) دِرَايَةً بمعنی جاننا۔ اَلْغِيْبَةُ: اِغْتَابَ، اِغْتِيَابًا، غیبت کرنا۔ بَهَتَّهُ: بَهَتَ (ف) بُهْتًا وَبُهْتَانًا، تہمت لگانا، قال تعالیٰ ﴿هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾

تشریح: غیبت کی تعریف حدیث بالا میں فرمائی گئی ہے کہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق ایسی باتیں کرنا کہ جس میں اس کا عیب ظاہر ہو اور وہ اس کو ناپسند کرتا ہو خواہ اس عیب کا تعلق اس شخص کے بدن سے ہو یا عقل سے یا دین سے یا دنیا سے یا اخلاق سے یا افعال و کردار سے یا اس کے مال و اسباب سے یا اولاد سے یا اس کے ماں باپ سے۔ اس عیب کا ذکر الفاظ سے ہو یا اشارہ و کنایہ سے سب عیب میں داخل ہوگا اور سب پر حکم حرام کا لگایا جائے گا۔

غیبت کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں ایک حدیث پہلے بھی گذر چکی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''اَلْغِيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا'' غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ اور ایک روایت جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں، کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات مجھے لے جایا گیا تو میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہرے اور بدن کا گوشت اس سے نوچ رہے تھے میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور ان کی آبروریزی کرتے ہیں۔ پیٹھ پیچھے کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کے سامنے اس کے عیب کو بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اس میں تو آدمی کی زیادہ دل شکنی اور ایذاء رسانی ہوتی ہے یہ صورت تو

زیادہ بے حیائی اور سنگدلی کی ہوتی ہے تو اس صورت میں زیادہ گناہ ہوگا بخلاف اس کے کہ جو پیٹھ پیچھے چھپ کر برائی کرتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللّسان والغیبة والشتم" ص۴۱۲ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر ۱۹ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

برائی سے نفرت ایمان کی علامت

(۶۱) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَوْحَی اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِیْنَۃَ کَذَا وَکَذَا بِأَھْلِھَا فَقَالَ: یَارَبِّ اِنَّ فِیْھِمْ عَبْدَکَ فُلَانًا لَمْ یَعْصِکَ طَرْفَۃَ عَیْنٍ قَالَ اقْلِبْھَا عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ فَاِنَّ وَجْھَہٗ لَمْ یَتَمَعَّرْ فِیَّ سَاعَۃً قَطُّ.

ترجمہ: ’’حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو جہاں کے حالات اس اس طرح کے ہیں ان کے باشندوں سمیت الٹ دو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میرے پروردگار، اس شہر میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے کہ جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس شہر کو اس پر الٹ دو کیونکہ اس شخص کے چہرے کا رنگ ان لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے نہیں بدلا۔‘‘

لغات: أَوْحٰی: اِیْحَاءً اللّٰہُ اِلَیْہِ، وحی بھیجنا، الی فلان اشارہ کرنا چپکے سے بات کہنا۔ اِقْلِبْ: قَلَبَ (ض) قَلْبًا الشّی، پلٹ دینا (س) الٹے ہونٹوں والا ہونا۔ یَعْصِکَ: عَصٰی یَعْصِی (ض) عِصْیَانًا نافرمانی کرنا، مخالفت کرنا صفت عاص، قال اللّٰہ تعالٰی ﴿لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَاأَمَرَھُمْ﴾. طَرْفَۃٌ: آنکھ کا جھپکنا، طُرْفَۃ، ملیح بات کرنا لَمْ یَتَمَعَّرْ وَجْھُہٗ: چہرہ کا رنگ متغیر ہونا، مَعِرَ (س) مَعْرًا الشِّعْرَ، بال گر جانا۔

تشریح: ’’فانّ وجھہ لم یتمعّر فیّ‘‘: یہ حدیث تو ایک شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہے مگر ایک دوسری حدیث میں پوری قوم کے بارے میں یہ مضمون آیا ہے جس میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں تیری قوم میں سے چالیس ہزار اچھے لوگوں کو اور ساٹھ ہزار برے لوگوں کو ہلاک کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا، یا اللہ برے تو برے ہیں نیکوں کو ہلاک کرنے کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد ہوا کہ انہوں نے لوگوں کی برائیوں کو دیکھا مگر میرے لئے کبھی ان پر غصہ نہیں ہوئے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ اس نے خود نافرمانی تو نہیں کی مگر اس کے سامنے جو گناہ ہوتا رہا یہ اطمینان کے ساتھ اس کو دیکھتا رہا برائی لوگوں میں عام ہوتی رہی مگر ان برائی کرنے والوں پر ناراض نہیں ہوا۔

’’ساعۃ قط‘‘: اگر وہ اپنی پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے برائی کا ارتکاب کرنے والوں کے

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر ۱۰ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) احیاء العلوم وتنبیہ الغافلین

خلاف غیظ وغصہ اور نفرت کا اظہار کرتا تو اس کی زندگی کی باقی عمر میں اس کی اس تقصیر سے درگزر کر دیا جاتا مگر اس عابد نے اپنی پوری زندگی میں ایک لمحہ بھی ان لوگوں کی فکر نہیں کی تو اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آدمی کے ذمہ صرف اپنی عبادت ہی نہیں بلکہ اپنی عبادت کے ساتھ دوسرے کے دین کی فکر بھی اس کے ذمہ ہے مگر صد افسوس آج یہ غم امت کے دلوں سے جاتا رہا ہے بقول شاعر:

حق نے کر ڈالی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد ❁ خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الامر بالمعروف" ص ۴۳۸ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ فی باب الامر بالمعروف الی البیهقی فی شعب الایمان.

حیات دنیا کی حقیقت

۳۲ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِیْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ: لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ: مَالِیْ وَلِلدُّنْیَاوَمَا أَنَا وَالدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَهَا.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی (بوریئے) پرسوئے اور جب سو کر بیدار ہوئے تو آپ کے بدن مبارک پر اس کے نشانات تھے یہ دیکھ کر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ اگر آپ ہمیں اجازت مرحمت فرمادیں تو ہم آپ کے لئے نرم بستر بچھا دیں اور اچھے کپڑے کا انتظام کر دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے دنیا سے اور دنیا کو مجھ سے کیا سروکار، میری اور اس دنیا کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ کی تلاش میں آئے اور وہاں کچھ دیر سایہ سے فائدہ اٹھائے پھر اس سایہ کو چھوڑ کر چل دے۔

لغات: حَصِیْر: چٹائی، بوریا جمع حُصُر أَحْصِره آتی ہے۔ أَثَّرَ: فِیْهِ، اثر کرنا، اِسْتَظَلَّ: به، سایہ حاصل کرنا، ظَلَّ (س) ظَلَالَةً، سایہ والا ہونا۔ رَاحَ: (ن) رَوَاحًا، شام کے وقت جانا یا مطلق جانا۔

تشریح: ”مالی وللدّنیا“: کہ مجھ کو اس دنیا سے محبت ہے اور نہ ہی اس دنیا کو مجھ سے محبت ہے۔ اگر ”ما“ کو نفی کے لئے مانا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میں اس دنیا کا عیش وعشرت چاہنے والے آدمی کی طرح نہیں کہ جو اس دنیا کے آرام کے لئے نرم نرم گدے اور نفیس واعلیٰ قسم کے کپڑوں وغیرہ کا استعمال کرے۔ اور اگر ”ما“ کو استفہام کے لئے مانا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مجھ کو اس دنیا سے کون سی محبت ہے کہ میں اس کے عیش وعشرت کو اختیار کروں اور اس دنیا کی میری طرف رغبت یا میری اس دنیا کی طرف رغبت سے مجھے کون سا نفع حاصل ہوگا کیونکہ میں تو آخرت کا طلب گار ہوں اور یہ دنیا کی چیزیں آخرت والوں کے لئے نہیں ہیں کہ اس میں رغبت کرنے والا آخرت کی چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ (۱)

”کراکب استظلّ“: اس جملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب مثال دی کہ سوار کسی درخت کے نیچے سایہ کو تلاش کرے کہ اس میں سوار سواری سے اترے بغیر آرام کرے۔ خود ہی غور کر لیا جائے کہ آدمی سواری پر سوار ہے تو بہت ہی معمولی وقت کے لئے وہ آرام کرے گا زیادہ آرام کرنا ہوتا تو وہ سواری سے نیچے اترتا (۲) اور اس مثال میں دوسرا نکتہ یہ بھی ہے کہ آدمی کا سفر لمبا ہو تو وہ دوران سفر زیادہ آرام نہیں کرتا اسی طرح یہ دنیا مسافر خانہ ہے اور ہمارا سفر آخرت کی طرف رواں دواں ہے تو ہم ہر

نوٹ: راوی حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر ۱۵ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/ ۶۹۵ مرقاۃ ۹/ ۳۷۰ (۲) مظاہر حق ۴/ ۶۹۵ مرقاۃ ۹/ ۳۷۰

اس چیز سے اجتناب کریں گے جو آخرت کے سفر کے لئے رکاوٹ بنے گی۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرّقاق" ص۴۴۲ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزّهد، وابن ماجة فی کتاب الزّهد (باب مثل الد نیا).

(۱) مظاہر حق ۴/۶۹۵

اپنے ماتحتوں سے نرمی کا حکم

۲۲ عَنْ أَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِیِّ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَاماً لِّیْ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِیْ صَوْتًا "اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُوْدٍ اَللّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ" فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هُوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ: اَمَا اِنَّكَ لَوْلَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ أَوْ قَالَ: لَمَسَّتْكَ النَّارُ.

تَرجَمَہ: "ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) جب میں اپنے غلام کو مار رہا تھا اتنے میں میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی ابومسعود! یاد رکھو اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی قدرت تم اس غلام پر رکھتے ہو۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں اس غلام کو آزاد کرتا ہوں اللہ کی خوشنودی کے لئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یاد رکھو اگر تم اس غلام کو آزاد نہ کرتے تو تم کو دوزخ کی آگ جلاتی۔ یا یوں فرمایا کہ تمہیں دوزخ کی آگ لگتی۔"

لُغات: اَقْدَرُ: بہت قدرت رکھنے والا، قَدَرَ (ن. ض. س) قَدْراً، وَقُدْرَةً.

تَشرِیح: اس کے مثل ایک اور روایت آئی ہے، "عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ضَرَبَ غُلَاماً لَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ أَوْلَطَمَهُ فَإِنَّ كَفَّارَتَهُ أَنْ يَعْتِقَهُ"[1]۔ "ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو اپنے غلام کو ایسی سزا دے جس کا جرم ہی نہیں ہے یا اس کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس غلام کو آزاد کر دے۔" ان احادیث پر غور کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی اصول مساوات کے تحت سفید وسیاہ، آقا غلام، حاکم محکوم عربی عجمی سب یکساں سطح اور مرتبہ پر ہیں اس لئے کہ اسلام کی نگاہ ساری اشیاء مثلاً مال، دولت، منصب، خاندانی وجاہت، برتری کا باعث نہیں اسلام سے پہلے کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں طاقتور کا حکم کمزور کے لئے قانون تھا اس کی اطاعت لازم ہوتی اس لئے غلامی نے بے بسی میں جنم لیا مگر آپ ﷺ نے اس پر کاری ضرب لگائی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا کے ذریعہ سے آپ ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ غلاموں کے ساتھ نرمی اور مروت کا معاملہ کیا جائے۔[2]

"هو حرٌّ": وہ آزاد ہے۔

---

(۱) مسلم شریف (۲) مرقاہ ۶/۳۴۷

سؤال: کیا جس غلام کو مارا گیا اس کو آزاد کرنا ضروری ہے؟

جواب: یہ آزاد کرنا مستحب تو ہوگا واجب نہیں۔ آپ ﷺ نے آزاد کرنے کو اس لئے فرمایا کہ اس کو مارنے کے ذریعہ جو گناہ ہو گیا ہے وہ آزاد کرنے کے احسان کے بدلہ میں ہوکر اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب النفقات وحق المملوك" ص ۲۹۱ پر ہے۔ پوری حدیث بعینہ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم (باب صحبة المماليك) اخرجه الامام أحمد فی مسنده، ١٢٠/٤، واخرجه ابوداود فی کتاب الادب (باب فی حقّ المملوك).

راوی حدیث حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام عقبہ، ابومسعود کنیت۔ عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول فرمایا، عہد نبوت اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں مدینہ میں ہی مقیم رہے کچھ دنوں کے لئے بدر کے مقام میں رہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ منتقل ہوگئے (بخاری ۵۷۱/۲) اور پھر وہاں مکان بنوالیا تھا (اصابہ ۲۲۵/۴) سنتوں کا بہت غایت درجہ اہتمام تھا ایک روز لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ پھر خود نماز پڑھ کر بتائی (مسند احمد ۱۲۲/۵) مؤرخین نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان میں دو صفات بہت ہی نمایاں تھیں (۱) پابندی احکام رسول اللہ ﷺ (۲) امر بالمعروف۔ ۴۰ھ میں انتقال ہوا۔ ان سے مرویات کی تعداد ۱۰۲ ہے۔

---

(۱) مرقاۃ ۳۴۷/۶، مظاہر حق ۴۵۱/۳

ضرورت کی ہر چیز اللہ سے مانگنی چاہئے

۲۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا) قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ: يَاغُلَامُ! اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْئٍ قَدْكَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِاجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْئٍ قَدْكَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کا خیال رکھو اللہ تعالیٰ تمہارا خیال رکھے گا، اللہ کو تم یاد کرو اسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ ہی سے سوال کرو، جب تم مدد چاہو تو اللہ ہی سے مدد چاہو اور یہ جان لو اگر تمام مخلوق مل کر بھی تمہیں نفع دینا چاہے تو ہرگز تمہیں نفع نہیں پہنچا سکے گی علاوہ صرف اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ متفق ہو جائیں اس بات پر کہ تم کو کسی قسم کا نقصان پہنچائیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے علاوہ صرف اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، قلم اٹھا کر رکھ دیئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔''

لغات: تُجَاهَكَ: بمعنی سامنے، مقابل، عرب کہتے ہیں ''قَعَدُوا تُجَاهَهُ''، وہ لوگ اس کے سامنے بیٹھے۔ اَلْاَقْلَامُ: جمع اَلْقَلَم کی، قلم کا اطلاق نب بنانے کے بعد ہوتا ہے نب بننے سے پہلے اس کو ''قَصَبَة'' اور ''يَرَاعَةٌ'' کہتے ہیں۔ جُفَّت: (ض) جَفَافًا، جُفُوْفًا، خشک ہونا۔ اَلصُّحُف: جمع ہے اَلصَّحِيْفَة کی، اس کی دوسری جمع اَلصَّحَائِف بھی آتی ہے بمعنی لکھا ہوا کاغذ، قَالَ تعالٰی ﴿صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾۔ يَاغُلَامُ: غلام کے دو معنی آتے ہیں ایک حقیقی معنی ہیں یعنی غلام، دوسرا چھوٹے بچے کو بھی کہتے ہیں، مراد یہاں پر معنی ثانی ہے۔ (۱)

تشریح: ''تجده تجاهك'': اپنے سامنے پاؤ گے۔ یعنی اگر اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے گا اور طرح طرح سے تمہاری مدد و اعانت کرے گا (۲) یا مطلب یہ ہے کہ تم مقام احسان پر پہنچ جاؤ گے ایسا محسوس ہو گا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اللہ کے سوا ہر چیز تمہارے سامنے بالکل معدوم معلوم دے گی۔ (۳)

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/۵۳ (۲) مرقاۃ ۱۰/۵۳ و مظاہر حق ۴/۸۱۰ (۳) مرقاہ ۱۰/۵۳

"واذا سألت فاسئل اللّٰہ": جب سوال کرو تو اللہ ہی سے کرو کیونکہ ہر چیز کے خزانے اللہ ہی کے پاس ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا اس پر اللہ غضب ناک ہوتا ہے۔ اللہ کے سامنے سوال کرنا اپنی عجز وانکساری کا اظہار بھی بندہ کرتا ہے جو عبودیت کی شان ہے۔

اللّٰہ یغضب ان ترکت سوالہ ❁ وبنی آدم حین یسأل یغضب[1]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تو اس وقت خفا ہوتا ہے جب تم اس سے سوال نہ کرو اور انسان اس وقت خفا ہوتا ہے جب کہ کوئی اس سے سوال کرے۔"

"رفعت الاقلام وجفّت الصحف": مطلب یہ ہے کہ جو احکامات صادر ہوئے ہیں قیامت تک کے لئے وہ سب لکھے جا چکے ہیں تقدیر وقسمت کے فیصلے لوح محفوظ میں محفوظ ہو چکے ہیں یعنی جس طرح اللہ نے تمام انسانوں کی تقدیر لکھ دی ہے اب قیامت تک اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ نے تمام مخلوق سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا[2] قلم نے کہا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھو۔ تو قیامت تک جو کچھ وقوع ہونے والا ہے وہ سب کچھ قلم نے لکھ دیا۔[3]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب التّوکل والصّبر" ص ۴۵۳ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجہ احمد ۱/۲۹۳ والترمذی فی ابواب صفۃ القیامۃ.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام عبداللہ، ابو العباس کنیت، والد کا نام عباس، والدہ کا نام ام الفضل لبابہ تھا۔ (اسد الغابۃ) ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت عباس کی خالہ تھیں ان کی برکت سے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر کی زندگی کے بارے میں بھی کافی مستفیض ہونے کا موقعہ ملا۔ جب ان کی عمر ۱۳ سال تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یہ دعاء دے چکے تھے۔ "اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاْوِیْل" اے اللہ اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا" (مسند احمد ۱/۳۲۸) یہ وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو محبوب رکھتے تھے اور ان کو اپنے قریب جگہ دیتے تھے۔ آخری عمر میں طائف منتقل ہو گئے تھے پھر طائف میں ہی ۶۸ھ کو انتقال ہوا اور محمد بن الحنفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان سے مرویات کی تعداد (۲۶۶۰) ہے ان میں سے (۷۵) بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں، اور (۱۸) بخاری میں اور (۴۹) مسلم میں منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۲۰۲)

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/۵۴ مظاہر حق ۴/۸۱۰ (۲) مرقاۃ ۱۰/۵۳ (۳) مشکوۃ

جانوروں کو ایذاء رسانی سے ممانعت

۲۵ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَاخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفَرُّشُ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا وَرَأَىٰ قَرْيَةَ نَمْلَةٍ حَرَّقْنَاهَا قَالَ: مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ؟ فَقُلْنَا: نَحْنُ قَالَ اِنَّهٗ لَايَنْبَغِيْ أَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ.

ترجمہ: ”حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراراہ سفر میں تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک لال (چڑیا) کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے، تو ہم نے اس کے دونوں بچے پکڑ لئے اس کے بعد وہ لال (چڑیا) آئی اور اپنے پروں کو زمین پر بچھانے لگی اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اسے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بچوں کو کس نے پکڑ کر تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کرو، (ایک اور موقعہ) پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹی کا سوراخ دیکھا جسے ہم لوگوں نے آگ لگادی تھی اس کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان چونٹیوں کو کس نے جلایا ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم لوگوں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ کسی کو آگ سے جلائے سوائے آگ کے مالک کے۔“

لغات: حُمَّرة: ایک سرخ رنگ کی چڑیا کا نام ہے جمع حُمَّرَاء آتی ہے۔ فَرْخَان: تثنیہ ہے ”فَرْخ“ کا معنی پرندہ کا بچہ اس کی جمع فِرَاخ اور أَفْرَاخ، أَفْرِخَة اور فُرُوْخ آتی ہے۔ تَفَرُّش: فَرَشَ وَافْرَشَ فُلَا نًا بِسَاطاً کسی کے لئے بچھونا بچھانا۔ فَجَعَ: (ف) فَجعًا، مصیبت زیادہ بنانا۔ رنج پہنچانا۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ہی عالم والوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔ آپ کی یہ رحمت لطف و محبت صرف انسانوں تک ہی نہیں بلکہ پرند، چرند، چوپائے وغیرہ بھی اس سے مستفیض ہوئے۔ عرب میں زمانہ جاہلیت میں طرح طرح کے عیوب موجود تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جانوروں کو بلاوجہ تکلیف دیتے تھے اور پھر اس سے اپنے سفلی جذبات کو تسکین کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں ان کی ان قبیح عادات کی مذمت فرمائی۔ منجملہ ان احادیث کے حدیث بالا بھی ہے۔

”ردّوا ولدھا الیھا“: کہ اس کو اس کے بچے واپس کردو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ شغل کے طور پر یا بیچنے کے لئے

پرندوں کے بچوں کو ان کے گھونسلوں سے اٹھاتے ہیں تو ان کا یہ عمل قابل زجر اور ممنوع ہے۔ (۱)

اگر کسی چیونٹی نے کسی انسان کو کاٹا تو اس چیونٹی کو مارا جا سکتا ہے مگر اس کے ساتھ اور چیونٹیوں کو مارنا جائز نہیں۔ "لا ینبغی أن یعذب بالنار الارب النار": کسی کے لئے مناسب نہیں کہ کسی کو آگ کے ذریعہ عذاب دے مگر اس کے مالک (یعنی اللہ تعالیٰ) کو۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ سخت عذاب آگ سے ہوتا ہے تو یہ حق صرف اللہ کا ہے مخلوق میں کسی کو اجازت نہیں کہ وہ کسی کو آگ میں جلائے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب قتل اهل الردة والسعاة بالفساد" ص ۳۰۷ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب الجهاد (باب فی کراهية حرق العدو بالنّار).

راوی حدیث عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

یہ روایت کرتے ہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور ان سے ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔ (ان کے تفصیلی حالات نہیں ملے)۔

---

(۱) حقوق العباد، ص ۴۴۸ (۲) مظاہر حق ۳/۵۸۱

فضیلت علم

(۳۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَیْنِ فِیْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ کِلَاهُمَا عَلٰی خَیْرٍ وَّاَحَدُهُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَیَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَیَرْغَبُوْنَ اِلَیْهِ فَاِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَأَمَّا هٰؤُلَاءِ فَیَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ أَوْقَالَ: الْعِلْمَ وَیُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ أَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِیْهِمْ.

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو مجالس پر ہوا جو مسجد نبوی میں قائم تھیں آپ نے فرمایا کہ دونوں خیر پر ہیں لیکن ان میں سے ایک دوسرے سے بہتر ہے ایک جماعت دعاء واستغفار میں مصروف ہے اور اللہ سے اپنی رغبت کا اظہار کر رہی ہے لہٰذا خدا چاہے تو انہیں دے بھی دے اور اگر چاہے تو انکار کر دے اور نہ دے دوسری جماعت فقہ یا علم حاصل کر رہی ہے اور ناواقفوں کو سکھا رہی ہے چنانچہ یہ لوگ بہتر ہیں اور خود میں بھی تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے پاس بیٹھ گئے۔“

لغات: مَجْلِسَیْنِ: تثنیہ ہے مَجْلِسٌ کی بمعنی بیٹھنے کی جگہ، کچہری۔ بُعِثْتُ: (ف) بَعْثًا بھیجنا، قال تعالیٰ: ﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا﴾

تشریح: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دو مجالس لگی ہوئی تھیں ایک ذکر ودعاء میں مشغول تھی دوسری مجلس علم کے سیکھنے سکھانے میں مشغول تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری کی فضیلت اپنے قول اور عمل دونوں سے فرمائی۔ اس بناء پر علماء کرام فرماتے ہیں کہ علم کا سیکھنا سکھانا عبادت سے افضل ہے۔ اور بھی متعدد روایات میں یہ مضمون آتا ہے۔ ”تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِنَ اللَّیْلِ خَیْرٌ مِنْ اِحْیَائِهَا“. (۱) ”رات میں تھوڑی دیر علم کا مذاکرہ تمام رات کی عبادات سے بہتر ہے۔“

اسی طرح حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک گھڑی بیٹھ کر علم حاصل کروں تو یہ مجھے ان سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ شام سے صبح تک پوری رات عبادت میں گذاروں۔ (۲)

ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ اسی طرح ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا ایک باب سیکھ لو یہ تمہارے لئے سو رکعت سے بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے ”ہزار عابدوں کی موت حلال وحرام جاننے والے ایک دانا وبینا کی موت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

(۱) مظاہر حق ۱/۲۶۲ (۲) العلم والعلماء ص ۵۸

بہر حال عالم کی فضیلت بہت سی روایات میں وارد ہوئی ہے مگر یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ عالم سے وہ عالم مراد ہے جو تحصیل علم اور عبادات ضروریہ کے بعد اپنے اوقات کا بقیہ حصہ دین کے سیکھنے اور سکھانے میں مشغول رکھے اور اگر ایسا عالم ہو جس کو اشاعت اسلام سے کوئی دلچسپی نہ ہو تو بظاہر وہ حدیث بالا کی فضیلت میں داخل نہ ہوگا۔ [1]

گدایان را ازیں معنی خبر نیست ❁ کہ سلطان جہاں با ماست امروز

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص۳۶ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الدارمی ۱/۸٤ فی باب فضل العلم والعالم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات: حدیث نمبر ۲ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/۲۶۲

ماتحتوں پر زیادتی کا حساب دینا ہوگا

۳۷ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ: جَآءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ: اِنَّ لِیْ مَمْلُوْکِیْنَ یَکْذِبُوْنَنِیْ وَ یَخُوْنُوْنَنِیْ وَیَعْصُوْنَنِیْ وَاَشْتِمُهُمْ وَاَضْرِبُهُمْ فَکَیْفَ أَنَامِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَاکَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ یُحْسَبُ مَاخَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَبُوْكَ وَعِقَابُكَ اِیَّاهُمْ فَاِنْ کَانَ عِقَابُكَ اِیَّاهُمْ بِقَدْرِذُنُوْبِهِمْ کَانَ کَفَافًا لَا لَكَ وَلَا عَلَیْكَ وَاِنْ کَانَ عِقَابُكَ اِیَّاهُمْ دُوْنَ ذُنُوْبِهِمْ کَانَ فَضْلاً لَكَ وَاِنْ کَانَ عِقَابُكَ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ فَتَنَحّٰی الرَّجُلُ وَجَعَلَ یَهْتِفُ وَیَبْکِیْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَقْرَأُ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًاوَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَیْنَا بِهَا وَکَفٰی بِنَاحَاسِبِیْنَ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاأَجِدُ لِیْ وَلِهٰؤُلَآءِ شَیْئًا خَیْرًا مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُكَ اَنَّهُمْ کُلُّهُمْ أَحْرَارٌ.

ترجمہ: ''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آ کر بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میرے پاس چند غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میرے مال میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں اس وجہ سے میں ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور ان کو مارتا ہوں تو قیامت کے دن اللہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب قیامت ہوگی اس وقت پورا حساب ہوگا انہوں نے جو تمہاری خیانت کی اور تمہاری نافرمانی کی اور تمہارے ساتھ جو جھوٹ بولا ہے اور جو کچھ تم نے ان کو سزا دی ہے پس اگر تمہاری دی ہوئی سزا ان کے جرائم کے بقدر ہوئی تو تمہارا معاملہ برابر ہوگا نہ تمہیں کوئی ثواب ملے گا اور نہ تم پر کوئی عذاب ہوگا، اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے کم ہوئی تو وہ تمہارا زائد حق ہوگا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو پھر ان کے لئے تم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ شخص الگ جا کر بیٹھ گیا اور رونے چلانے لگا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا کہ ''اور قیامت کے دن ہم انصاف کا ترازو کھڑا کریں گے اور رکھیں گے ہم ترازو میں انصاف قیامت کے دن پھر ظلم

نہ ہوگا کسی جی پر ایک ذرہ اور اگر ہوگا برابر رائی کے دانہ کے تو ہم لے آئیں گے ان کو، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے کو یہ سن کر اس آدمی نے کہا، یارسول اللہ! میں اپنے اور ان کے درمیان بھلائی کی اس کے سواء کوئی صورت نہیں پاتا کہ ان کو اپنے سے جدا کر دوں لہٰذا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔"(۱)

لغات: مَمْلُوْكِيْنَ: بمعنی غلام، جمع مَمَالِيْك. يَخُوْنُوْنَنِي: خَانَ (ن) خَوْنًا وَخِيَانَةً وَمَخَانَةً، امانت میں خیانت کرنا يَعْصُوْنَنِي: عَصَى (ض) عَصْيًا ومَعْصِيَةً، نافرمانی کرنا، مخالفت کرنا۔ اَشْتِمُهُمْ: شَتَمَ (ن. ض) شَتْمًا، گالی دینا۔ كَفَافًا: حاجت کے مطابق گذرنے کے لائق ہونا۔ اِقْتَصَّ: مِنْ فُلَانٍ، قصاص لینا، روایت کرنا، نقل کرنا۔ فَتَنَحّٰی، زائل ہونا، جھکنا، کنارے ہوجانا۔ يَهْتِفُ: هَتَفَ (ض) هَتْفًا وَهُتَافًا، چلا کر بلانا، آواز کرنا۔ اَلْمَوَازِيْنَ. جمع مِيْزَان کی ہے بمعنی ترازو، وَزَنَ (ض) وَزْنًا وَزِنَةً، وزن کرنا، تولنا۔ اَلْقِسْط: عدل انصاف۔ مِثْقَال: وزن، مقدار، جمع مَثَاقِيْل. خَرْدَل: واحد خَرْدَلَة آتی ہے بمعنی رائی۔

تشریح: "انّ لی مملوکین": میرے پاس چند غلام ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے پاس غلام اور باندی دونوں ہوں مگر یہاں پر صرف غلاموں کا ذکر تغلیباً کیا ہو۔(۲)

"کان کفافا": تو تمہارا معاملہ برابر برابر رہے گا۔ لفظ "کفاف" اس چیز کو کہتے ہیں جو ضرورت و حاجت کے بقدر ہو۔ اب اس جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تم نے ان غلاموں کو انکے جرائم کے برابر سزا دی ہوگی تو تمہارا اور ان غلاموں کا معاملہ برابر برابر رہے گا(۳)

"کان فضلاً لك": لفظ "فضل" اس چیز کو کہتے ہیں جو واجب حق سے زائد ہو۔ اب اس جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارا ان غلاموں کو ان کے جرائم سے کم سزا دینا یہ قیامت میں تمہارے لئے اجر اور انعام کا سبب بنے گا۔

اس حدیث کے ذریعہ ملازم کے حقوق کا اچھی طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو لوگ اپنے غلام یا خادم، نوکروں کے ساتھ جانوروں والا معاملہ کرتے ہیں اور معمولی معمولی بات پر بڑی بڑی سزائیں دیتے ہیں ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان کو جسمانی، روحانی ایذاء دیتے ہیں تو ان کو اس حدیث بالا سے عبرت پکڑنی چاہئے کہ آج تو ان پر ظلم کیا جارہا ہے مگر یقیناً ایک ایسا دن بھی عنقریب آنے والا ہے جس دن حساب کتاب ہوگا اور ایک ایک فعل وقول کا مواخذہ ہوگا۔

"ونضع الموازین القسط": آپ ﷺ نے کئی مقامات پر اپنی بات کی تاکید میں قرآنی آیات پڑھیں تاکہ بات اور زیادہ مضبوط ہو جائے۔

"یبکی": وہ آدمی رونے لگا۔ یہ ان صحابی کا تقویٰ اور کمال احتیاط اور خوف خدا تھا کہ وہ رونے لگے اور انہوں نے کہا کہ

نوٹ: راوی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر ۷ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ترجمہ شیخ الہندؒ (۲) مظاہر حق ۱۴۹/۵ (۳) مظاہر حق ۱۴۹/۵

میں ایسی چیز اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا جس کے ذریعہ سے مواخذہ ہوسکتا ہے۔اسی کا نام کمال عبدیت ہے کہ آدمی ہر اس چیز سے اجتناب کرے جس کے ذریعہ سے خدا کی ناراضگی ہوسکتی ہو۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحساب والقصاص والمیزان" ص۴۸۶ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب التفسیر (تفسیر سورة الا نبیاء).

---

(۱) مظاہر حق ۱۴۹/۵

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے

۲۸ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: جَآءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا: أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَاتَأَخَّرَ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ الاٰخَرُ: أَنَا أَصُوْمُ النَّهَارَ أَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ، وَقَالَ الاٰخَرُ: أَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَاوَكَذَا أَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَاُفْطِرُوَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ.

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس آئے تا کہ آپ کی عبادت کا حال معلوم کریں۔ جب ان لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو کم خیال کر کے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے، آپ کے مقابلہ میں ہم کیا ہیں اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کی مغفرت کردی ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اب ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا کہ میں دن میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا اور افطار نہ کروں گا تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے سن لو خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ تقویٰ والا ہوں میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں جو شخص میری سنت سے انحراف کرے وہ مجھ سے نہیں۔“

لغات: رَهْط: آدمی کی قوم اور قبیلہ میں تین سے دس تک کا گروہ جس میں کوئی عورت نہ ہو اس لفظ کا کوئی واحد نہیں ہے۔ تَقَالُّوْهَا، تَقَالَّ الشَّیَ، کم سمجھنا، قَلَّ (ض) قَلًّا وَقِلًّا قِلَّةً، کم ہونا۔ اِعْتِزَال: عنہ الگ ہونا، جدا ہونا۔ لَاَخْشَاكُمْ: بہت ڈرنے والا، خَشِيَ (س) خَشْيَةً، ڈرنا۔ أَتْقَاكُمْ: اِتَّقٰى، بہت بچنے والا، وَقٰى (ض) وِقَايَةً، حفاظت کرنا، اَرْقُدُ: رَقَدَ (ن) رَقْدًا رِقَادًا، سونا، مَرْقَدٌ، سونے کی جگہ۔ رَغِبَ: (س) رَغْبَةً عنه اعراض کرنا۔

تشریح: "رھط": بمعنی جماعت۔ دس سے کم کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چالیس سے کم کو کہتے ہیں (۱) یہاں آنے والے تین صحابی تھے ① حضرت علی ② حضرت عثمان بن مظعون ③ حضرت عبد اللہ بن رواحہ یا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ومغفور ہیں چنانچہ ان تینوں نے اپنی اپنی طبیعت کے اعتبار سے ایک ایک چیز کو اپنے اوپر لازم کرلیا۔

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عبادت وہی معتبر اور قابل تحسین ہوگی جو خدا اور خدا کے رسول کی قائم کردہ حدود کے اندر ہو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال دی کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ اس مثال میں اشارہ ہے کہ دنیا سے بالکل منہ موڑ لینا رہبانیت ہے! صرف حقوق اللہ لازم نہیں ہیں بلکہ حقوق العباد بھی لازم ہیں اور اس واقعہ سے بدعت کی بھی نفی ہوتی ہے کہ بدعت میں کسی عبادت میں کمی یا زیادتی کی جاتی ہے عبادت تو وہی معتبر ہے جو جس طرح شریعت نے بتائی ہے بغیر کمی اور زیادتی کے اس کو اسی طرح کیا جائے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ" ص ۲۷ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب النّکاح (باب الترغیب فی النّکاح) واخرجه مسلم فی أوائل کتاب النّکاح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر ۱۱ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۱/۲۱۹ (۲) مظاہر حق ۱/۲۰۰۔۲۰۱

سنت و بدعت

❸❾ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَأَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ: اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافاً كَثِيْراً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

ترجمہ: ''حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں دیر تک نہایت بلیغ انداز میں نصیحتیں فرمائیں جس سے لوگوں کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں اور دل دھڑکنے لگے تب ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! آج کی یہ نصیحتیں رخصت کرنے والے لوگوں کی ہیں لہٰذا آپ ہمیں کچھ اور وصیتیں فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور احکام سننے اور ان پر عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ حکم دینے والا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو بھی زندہ رہے گا وہ آپس میں بہت اختلافات دیکھے گا لہٰذا تم پر لازم ہے کہ تم میرے اور خلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں ان کے طریقوں کو مشعل راہ بناؤ اور انہیں ڈاڑھوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو دین میں نئی عبادات سے بچتے رہنا اس لئے کہ ہر نئی عبادت بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

لغات: ذَرَفَتْ: (ض) ذَرْفًا، ذَرِيْفًا الدَّمْعُ، بہنا۔ وَجِلَ (س) وَجْلاً بمعنی ڈرنا، قال تعالی ﴿لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ﴾. مُوَدِّع: اسم فاعل، وَدَّعَ تَوْدِيْعًا، رخصت کرنا۔ تَمَسَّكُوْا: مضبوطی سے پکڑنا۔ عَضُّوْا: (س) عَضًّا دانت سے پکڑنا، دانت سے کاٹنا۔ اَلنَّوَاجِذ: جمع ہے نَاجِذ کی بمعنی داڑھ، نَجَذَ (ض) نَجْذًا داڑھوں سے کاٹنا۔ مُحْدَثَات: جمع ہے مُحْدَثَة کی بمعنی نئی بات حَدَثَ (ن) حُدُوْثًا، نو پیدا ہونا۔

تشریح: ''اوصیکم بتقوی اللّٰہ'': سب سے پہلی نصیحت آپ نے تقویٰ کی کی کیونکہ تمام دین کی اساس یہی خدا کا خوف ہے کہ جب یہ کسی کے دل میں آجاتا ہے تو پھر اس کو تمام اوامر پر عمل کرنا اور تمام نواہی سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

''وان کان عبدا حبشیا'':

سؤال: غلام کو تو حاکم بنانا جائز نہیں؟

جواب اول: غلام کا ذکر علی سبیل المبالغہ ہے کہ اس کی بھی اطاعت کرو مخالفت نہ کی جائے جیسے کہ آپ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسجد بنائے اگر چہ چڑیا کے گھونسلے کے مانند ہی کیوں نہ ہو، ظاہر ہے کہ مسجد چڑیا کے گھونسلے کی مانند تو نہیں ہوتی۔

جواب دوم: مقصود یہاں پر یہ ہے کہ غلام جو سربراہ مملکت کا نائب ہے جیسے کسی خاص علاقہ کا حاکم بنایا گیا ہو۔ (۲)

فسیریٰ اختلافا کثیرا: میرے بعد بہت سے اختلاف کو دیکھے گا۔ کہ اس زمانے میں فتنوں کا، بدعتوں اور خواہشات نفسانی کا دور ہوگا۔ (۳)

فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الرّاشد ین المھد یّین: علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، خلفائے راشدین سے مراد خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم ہیں جن کی ترتیب یہ ہے، "أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَبُوبَکْرِ الصِّدِ یْقُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، ثُمَّ عَلِیُّ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْھُمْ." یہاں پر ان خلفاء کو بیان کرنے کا مقصد ان کی تفہیم وتصویب رائے کو بیان کرنا مقصود ہے۔

المھدیّین: ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی صفت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ یہ خلفاء اربعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اجتہاد کر کے جو استنباط کریں گے اس میں خطاء نہیں کریں گے۔ (۴)

کل بدعۃ ضلالۃ: ہر بدعت گمراہی ہے۔ بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے۔

بدعت کی تعریف مجالس الابرار میں یہ ہے۔ "اَلْبِدْعَۃُ السَّیِّئَۃُ الَّتِیْ لَیْسَ لَھَا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ أَصْلٌ وَسَنَدٌ ظَاھِرٌ أَوْخَفِیٌّ مَلْفُوْظٌ أَوْ مُسْتَنْبَطٌ"۔ "بدعت سیئہ اس کو کہتے ہیں جس کی اصل نہ قرآن میں ہو نہ ہی حدیث میں اور نہ ظاہر یا خفی کوئی بھی اس کے بارے میں سند ملتی ہو نہ لفظوں میں اور نہ ہی مضمون سے۔ (۵) اس کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ گمراہی ہے اور گمراہی انسان کو جہنم میں لے جائے گی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ" ص ۲۹ پر ہے پوری حدیث بعینہ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب العلم (باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة) اخرجه ابوداود واخرجه أحمد فی مسند ٥. ١٢٦. ١٢٨.

راوی حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام عرباض، والد کا نام ساریہ، کنیت ابونجیح سلمی۔ اصحاب صفہ میں سے تھے ملک شام میں رہتے تھے آخری وقت میں اللہ سے ملنے کا شوق بہت بڑھ گیا تھا اور یوں دعاء کرتے تھے: "اے اللہ میری عمر زیادہ ہوگئی، ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں، بس اب تو اپنی طرف اٹھالے"۔ ۷۵ھ میں انتقال ہوا اور شام ہی میں مدفون ہوئے۔

---

(۱) مرقاۃ ۲۴۲/۱ (۲) مرقاۃ (۳) مرقاۃ ۲۴۲/۱ (۴) تنظیم الاشتات ۱۰۲/۱ (۵) مجالس الابرار ۱۶۳

اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟

۴۰ عَنْ مَعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ اِلَّا مُؤَخِّرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ: يَا مَعَاذُ! هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ وَمَاحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ: فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ: لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا.

ترجمہ: ”حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک گدھے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یقیناً اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ مانیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو جنہوں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانا انہیں عذاب نہ دیں۔ میں نے کہا، یارسول اللہ! کیا میں اس بات کی خوش خبری دوسروں کو نہ سنا دوں؟ آپ نے فرمایا، انہیں یہ خوش خبری نہ سناؤ کہ وہ اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔“

لغات: رِدْف: پیچھے سوار ہونے والا۔ مؤَخِّرةُ الرَّحلِ: کجاوہ کا پچھلا حصہ۔ اَلَّا یشرِکوْا: اَشرَکَهُ فِیْ اَمرِہٖ، کام میں شریک ہونا، اَشرَكَ بِاللّٰهِ، شریک ٹھہرانا، شرک کرنا۔ اُبَشِّر: بَشَّرهُ، خوش کرنا خوشخبری دینا، قال تعالیٰ: ﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِاِسْحَاقَ﴾. فَيَتَّكِلُوْا: اِتَّكَلَ عَلَى اللّٰهِ، بھروسہ کرنا، مطیع وفرمانبردار ہونا، اِتَّكَلَ فِيْ اَمْرِهٖ عَلَى فُلَانٍ، اعتماد کرنا، بھروسہ کرنا۔ وکل: (ض) وکلا، سپرد کرنا، قال تعالیٰ: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾.

تشریح: ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم: میں آپ کے پیچھے سوار تھا۔ اس کو بیان کرنے کی بظاہر کوئی ضرورت نہ تھی اس کی کئی وجہیں ممکن ہیں:

اول: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خاص شفقت وعنایت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر تھی اور بارگاہ نبوی میں جو خاص مقام قرب ان کو حاصل تھا اس کو بیان کرنا مقصود ہے۔

دوم: یا یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ لوگوں کو یہ بات بتانا چاہتے ہوں کہ یہ حدیث مجھ کو خوب اچھی طرح یاد ہے یہاں تک کہ اس وقت کی یہ بڑی بات کہ میں کہاں تھا یہ بھی یاد ہے۔ (۱)

(۱) معارف الحدیث ۹۶/۱

سوم: یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح مشتاق ومحبین کی عادت ہوتی ہے کہ وہ محبت کی یادگار صحبتوں کو والہانہ انداز میں مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں اسی جذبے سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ فرمایا۔ (۱)

علی حمار: گدھے پر سوار تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تواضع کو بیان کرنا ہے کہ باوجود سردار ہونے کے آپ ایک معمولی سی سواری پر سوار تھے۔ (۲)

حقّ العباد علی اللّٰہ: بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے۔

سوال: اللہ پر تو کسی کا کوئی حق نہیں؟

جواب: اس سے پہلے بندوں کا حق بیان کیا گیا تھا اس کے مقابلہ کے اعتبار سے یہ فرمادیا گیا ورنہ اللہ پر کسی کا کوئی حق نہیں۔ (۳)

أن یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا: ابتداء اسلام کے زمانے میں اسلام اور کفر کے درمیان سب سے بڑا واضح فرق توحید اور شرک ہی تھا اس لئے اس عنوان کو اختیار کیا گیا یا اس کو بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی بندگی کرنا اور شرک سے بچنا اسلام کی روح اور مرکزی مسئلہ ہے۔ (۴)

أن لا یعذّب من لا یشرك بہ شیئا: کہ عذاب نہ دے اس شخص کو جس نے شریک نہ مانا ہو۔ اس کا مدعا یہ ہے کہ توحید کا ذاتی اقتضاء یہی ہے کہ ایسا آدمی عذاب دوزخ سے محفوظ رہے اور جنت میں جائے اگر اس نے اپنی بدبختی سے کچھ ایسے بد اعمال بھی کئے ہیں جس کا ذاتی اقتضاء قرآن وحدیث میں عذاب پانا اور دوزخ میں جانا بتلایا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی اپنا کچھ نہ کچھ اثر ضرور دکھلائیں گے۔ (۵)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "کتاب الایمان" ص ۱۳-۱۴ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الجهاد (باب اسم الفرس والحمار) و (باب من جاهد نفسه فی طاعة اللّٰه) واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان (باب الدّلیل علی انّ من مات علی التّوحید دخل الجنّة)

راوی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام معاذ، ابوعبدالرحمٰن کنیت، امام الفقہاء، کنز العلماء اور عالم ربانی القاب ہیں۔ رنگ سفید، چہرہ روشن، قد دراز، بال گھونگھریالے، آگے کے دانت نہایت چمک دار تھے، نبوت کے بارہویں سال میں جب اسلام مدینہ میں آیا تو انہوں نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہوئے اور چند ہی دنوں کے بعد ان کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے برگزیدہ افراد میں ہونے لگا۔ یہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قرآن حفظ کرلیا تھا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۳۶ سال تھی ۱۸ھ میں انتقال ہوا۔ انتقال بیت المقدس اور "عوذ" نامی ایک جگہ ہے، جس میں "بیان" نامی شہر تھا جو "نہراردن" کے قریب واقع تھا، یہی وہ جگہ ہے جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ ان سے روایات کی تعداد (۱۵۷) ہے دو میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

فقط..... محمد حسین صدیقی (استاذ حدیث جامعہ بنوریہ)

---

(۱) معارف الحدیث ۱/۹۷ (۲) مرقاۃ ۱/۹۸ (۳) مرقاۃ ۱/۹۸ (۴) معارف الحدیث ۱/۹۷-۹۸ (۵) معارف الحدیث ۱/۱۱۳

کتابیات

اسماء کتاب	مصنفین کرام	ولادت	وفات
الف			
احیاء العلوم	محمد بن محمد غزالی طوسی	۴۵۰ھ	۵۰۵ھ
ارشاد الطالبین	بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۴۳ھ	۱۲۲۵ھ
اشعۃ اللمعات	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۹۵۸ھ	۱۰۵۲ھ
اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد تھانوی	۱۳۱۰ھ	۱۳۹۴ھ
التعلیق الصبیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ	
العلم والعلماء	مولانا ابوعمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر	۳۶۸ھ	۴۶۳ھ
الکوکب الدری	مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۲۶۹ھ	۱۳۴۶ھ
بدائع الصنائع	ابوبکر بن مسعود ابن احمد کاسانی		
انوار الباری	مولانا سعید احمد رضا بجنوری	۱۹۰۷ھ	۱۴۱۸ھ
ب			
بذل المجہود	مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی	۱۲۶۹ھ	۱۳۴۶ھ
بنایہ شرح ہدایہ	بدر الدین محمود عینی	۷۶۳ھ	۸۵۵ھ
بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۲۸۰ھ	۱۳۶۲ھ
ت			
تفسیر قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر		۶۷۱ھ
تفسیر مظہری	بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۱۴۳ھ	۱۲۲۵ھ
تفسیر معارف القرآن	مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ		
تلبیس ابلیس	شیخ جمال الدین عبد الرحمٰن الجزری	۵۱۱ھ	۵۹۷ھ
تنظیم الاشتات	مولانا محمد ابوالحسن	۱۳۳۸ھ	

جامع ترمذی .... ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی .... ۲۰۹ھ ۲۷۹ھ
جواہرالحکم .... مولانا بدرعالم میرٹھی مہاجر مدنی .... ۱۳۱۶ھ ۱۳۸۵ھ

ز

زجاجۃ المشکوٰۃ .... ابوالحسنات سید عبداللہ بن مولانا سید مظفرالدین .....

س

سنن ابوداؤد .... ابوداؤد سلیمان بن الاشعث سجستانی .... ۲۰۲ھ ۲۷۵ھ
سنن ابن ماجہ .... ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی .... ۲۰۹ھ ۲۷۳ھ
سنن نسائی .... ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی خراسانی .... ۲۱۵ھ ۳۰۳ھ

ش

شامی .... سید محمد امین المعروف بہ ابن عابدین شامی ....

ص

صحیح بخاری .... امام محمد بن اسماعیل البخاری .... ۱۹۴ھ ۲۵۶ھ
صحیح مسلم .... امام مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری .... ۲۰۴ھ ۲۱۶ھ

ع

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری..... بدرالدین محمود عینی .... ۷۶۲ھ ۸۵۵ھ

ف

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند .... مولانا عزیز الرحمٰن .... ۱۱۷۵ھ ۱۲۴۷ھ
فتاویٰ عالمگیری .... اورنگ زیب عالمگیر نے مرتب کروائے
فتح الباری شرح صحیح البخاری .... ۷۷۳ھ ۸۵۰ھ
فتح العزیز .... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی .... ۱۱۵۹ھ ۱۲۳۹ھ
فتح القدیر .... کمال الدین محمد بن عبدالواحد سیواسی المعروف بہ ابن ہمام ۷۸۸ھ ۸۶۱ھ
فتح الملہم .... مولانا شبیر احمد عثمانی .... ۱۳۰۵ھ ۱۳۶۶ھ

فضل الباری شرح صحیح البخاری ....

فیض الباری شرح صحیح البخاری .... علامہ انور شاہ کشمیری ۱۲۹۲ھ

ک

کتاب الآثار .... امام محمد بن حسن الشیبانی .... ۱۳۵ھ ۱۸۹ھ

کنز العمال .... علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین ۹۷۵ھ

م

مرقاۃ المفاتیح .... علی بن سلطان محمد ہروی المعروف بہ ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ

مسند احمد .... امام احمد بن حنبل .... ۱۶۴ھ ۲۴۱ھ

مشکوۃ المصابیح .... شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ ۷۴۸ھ

مظاہر حق .... نواب قطب الدین .... ۱۲۱۹ھ ۱۲۸۹ھ

ن

نووی شرح صحیح مسلم .... ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی .... ۶۳۱ھ ۶۷۷ھ

ہ

ہدایہ .... برہان الدین علی بن ابوبکر مرغینانی فرغانی .... ۵۱۱ھ ۵۹۳ھ